القواعد الجلية في تطبيقات الموجهات المنطقية

المعروف بہ

الارشادات المرضية الى الموجهات المنطقية

خصوصیات ومزایا

فنی قواعد کا نادر مجموعہ، نکات مہمہ، قواعد منطقیہ کی عملی تطبیق، تدریسی منہج، توجہات کی عملی انطباق، ہر سبق کیساتھ تمرینات، انشائی واستفہامی سوالات، منفرد انداز، فوائد ضروریہ، مدلل معلومات، لطائف علمیہ، تمارین غریبہ، بے شمار قواعد منطقیہ، حل شدہ تدریسی انموذجی مثالیں

تصنیف

مفتی ارشاد الرحمن المعتصم

القواعد الجلية في تطبيقات الموجهات المنطقية

المعروف بہ

الارشادات المرضية

الی

الموجهات المنطقية

خصوصیات ومزایا

قواعد منطقیہ کی عملی تطبیق، تدریبی منہج، توجہات کی عملی انطباق، فنی قواعد کا نادر مجموعہ، نکات مہمہ، ہر سبق کیساتھ تمرینات، انشائی واستفہامی سوالات، منفرد انداز، فوائد ضروریہ، مدلل معلومات، لطائف علمیہ، تمارین غریبہ، بے شمار قواعد منطقیہ، حل شدہ تدریبی انموذجی مثالیں

تصنیف

مفتی ارشاد الرحمن المعتصم

کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الارشادات المرضیہ

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفتی ارشادالرحمن المعتصم

طبع اول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محرم الحرام ١٤٤٥

رابطہ نمبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔03029865895

فہرست

پیشِ لفظ

یہ ایک حقیقت واقعی اور نفس الامری ہے کہ جملہ علوم وفنون کی بنیادواساس استقراء وتفکیر پر ہے اور علمی وفنی مصطلحات اور مباحث ومسائل کی عمارت استدلال، استخراج، استنباط، استنتاج اور تحلیل وتجزیہ پر استوار ہے، قواعدِ اصولیہ کی تدوین وتشکیل اور تنقیح وتحلیل اصولیین کی استقراء وابتکارِ فکر کا نتیجہ ہے، نحوی اور صرفی قوانین کی تاسیس اور ترتیب وتالیف نحات اور صرفیین کی استقراء وتفکیر کا حاصل وماحصل ہے، قواعدِ بلاغیہ اور علم البلاغہ (معانی، بیان، بدیع) کے مباحث ومسائل بلاغیین کی تتبع واستقراء کا لُبِ لُباب ہے، محدثین کرام اور فقہاءِ عظام کے نقد وقبول کے روایتی ودرایتی اصول استقراءِ علمی کا ثمرہ ہے، متکلمین کے کلامی مباحث ومصطلحات کی بنیادواساس استقراء وتفکیر ہی ہے اور اسی طرح منطقی مصطلحات ومباحث اور قواعد وضوابط تاسیس وتدوین بھی مناطقہ کی استقراء علمی اور ابتکارِ فکری کی پیداوار ہے۔

علم المنطق کی افادیت وآفاقیت پر یہ دلیل بین اور برہانِ باھر ہے کہ علم المنطق ہمیں تعریف کے شروط اور حدود وقیود بتلاتا ہے، تعریف صحیح کے معیارات اور حدود ورسوم کے موازین سیکھاتا ہے، علم المنطق ہمیں استقراء وتفکیر، استدلال واستخراج، استنباط واستنتاج اور تحلیل وتجزیہ کے فطری اصول وضوابط فراہم کرتا ہے، علم المنطق[1] عقل انسانی کی تصویب ونشوونما کرتی ہے، عقل استقرائی اور فکرِ استدلالی کے منضبط اصول وقواعد کی تدوین وتشکیل کرتی ہے اور اسی عقل استقرائی اور فکر استدلالی کی بدولت حضرت انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے عظیم الشان منصب واعزاز سے نوازا گیا ہے۔

عقل انسانی کی بناء پر معلومات کو منطقی ترتیب دے کر مجہولات کا اکتساب کیاجاتا ہے، مقدمات ومبادیات کا تحلیل وتجزیہ کر کے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں، تعریف اور معرف کے حدود وقیود کی نشاندہی کی جاتی ہے، حدود ورسوم کی معیارات اور موازین کے تشکیل کی جاتی ہے، کسی شیء کے حظیرۃ الوجود اور حظیرۃ العدم میں جانے کے اسباب وعلل دریافت کیے جاتے ہیں، قضایا سے مباشر اور غیر مباشر طور پر استدلال کیاجاتا ہے، حد اوسط گرا کر حد اصغر کو حد اکبر سے مقترن کر کے نتیجہ قیاس حاصل کیاجاتا ہے، اکثر جزئیات کا استقراء وتتبع کر کے قوانین کلیہ اور قواعد اکثری کی تشکیل وتاسیس کی جاتی ہے، اقتناص المجہول بالمعلوم کا طرز استدلال اختیار کیاجاتا ہے، تمثیل سے اشتراک علت کے طور پر ایک حکم کو دوسرے جزئیات پر منطبق کیاجاتا ہے، مسالک علت، سبر وتقسیم، دوران، طرد وعکس اور مناسبت وغیرہ سے علت تک رسائی حاصل کی جاتی ہے، مقیس کو مقیس علیہ کا حکم دینے کے لیے علی الترتیب مراحل ثلاثہ تخریج مناط، تنقیح مناط اور تحقیق مناط سے گزرنا پڑتا ہے۔

یہ ترتیب وتالیف، تحلیل وتجزیہ، تحقیق وتنقیح، تہذیب وتشکیل اور جوڑ توڑ عقل استدلالی کی مرہون منت ہے، عقل انسانی کی یہی مہیا کردہ قوانینِ فکریہ جو خود عقل کی نشوونما اور تصویب وتنسیق کرتی ہے اس تشحیذ ذہنی اور عمل فکری کو علمی مصطلحات کی دُنیا میں علم

---

[1] علم المنطق کو منطق ارسطو، منطق استخراجی، منطق صوری اور منطق شکلی بھی کہتے ہیں۔

المنطق،علم المیزان،علم آلی،معیار العلوم،علم العقل اور مفعل کہتے ہیں[1]۔

اربابِ نظر و فکر کے نزدیک علم المنطق کی اہمیت وافادیت سے انکار معقولیت کی دُنیا میں غیر معقول اور خلافِ فطرت تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ منطق اصول تفکیر کے قوانین عامہ اور اصول استقراء کی فنی اور علمی تعبیر کا نام ہے،علم المنطق ان قوانینِ متعارفہ سے عبارت ہے جن کی رعایت سلامت فکر کے لیے ضروری ہے، کیونکہ حقیقت میں کسی فکر کو فکرِ صحیح نہیں کہہ سکتے تاوقتیکہ ان اصول و قوانین کے مطابق نہ ہو،علم المنطق میں ان اعمال و نتائج سے بحث ہوتی ہے جو عمل موازنہ اور نتیجہ موازنہ کے لیے ناگزیر ہیں، عمل موازنہ سے مراد عمل تصور، عمل تصدیق اور عمل استدلال ہے اور نتیجہ موازنہ سے مراد نتیجہ تصور، نتیجہ تصدیق اور نتیجہ استدلال ہے،علم المنطق معلوماتِ انسانی کے اصولِ ناظمہ کا نام ہے۔اس لیے اصحابِ نظر نے علم المنطق کو رئیس العلوم اور خادم العلوم کہا ہے۔

علم المنطق نصوص شرعیہ کی تفہیم اور روایت درایت کی تطبیق و توفیق میں بنیادی کردار کرتا ہے، ترجیح بین الدلائل کا مسئلہ ہو،یا دلیل کو عقلی موازین و معیارات پر پرکھنے کا مرحلہ ہو اور یا پھر احکاماتِ شرعیہ کی معقولی حکمت و تشریح کا موقع ہو،ان سب پر منطقی اصول و قواعد کا چھاپ نمایاں نظر آتا ہے۔

ملت اسلامیہ کے وہ مشاہیر اور مقتدر اہل علم جنہوں نے دین اسلام کی حکیمانہ تشریح کی وہ اس فن کے مصطلحات و مسائل سے صرف آشنا نہیں، بلکہ انہیں معقولات میں کامل دسترس اور امامت کا مرتبہ حاصل تھا،امام الحرمین ابوالمعالی عبد الملک بن عبد اللہ جوینیؒ،امام محمد بن محمد غزالیؒ،امام ابوالولید ابن رشد الحفید اندلسیؒ،امام فخر الدین رازیؒ،علامہ سیف الدین آمدیؒ،شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ،علامہ ابراہیم بن موسی شاطبی غرناطیؒ،علامہ عضد الدین ایجیؒ،علامہ سعد الدین تفتازانیؒ،سید شریف جرجانیؒ،امام ابوعبد اللہ محمد بن یوسف سنوسیؒ،امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ،علامہ شاہ عبد العزیز دہلویؒ،علامہ عبد الحی لکھنویؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ،امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ ملت اسلامیہ کے وہ عباقرہ اور جہابذہ ہیں،جنہوں نے منقول و معقول کی تطبیق و توفیق میں نمایاں کردار ادا کیا اور غیر معمولی شہرت حاصل کی،ان مشاہیر اور فحول نے دین اسلام پر مخالفین و معاندین کے شکوک و شبہات اور بے اعتراضات کے مسکت و دندان شکن جوابات دیئے اور دین اسلام کی حقانیت اور عالمگیریت کو نقلی اور عقلی دلائل سے ثابت کر کے دیکھا۔

آج بھی تشنگانِ علوم کے لیے علوم نقلیہ کی تعلیم و تعلم کیساتھ ساتھ علوم عقلیہ کی تدریس بھی ناگزیر ہے، جس طرح قرون ماضیہ میں دین اسلام داخلی اور خارجی فتنوں کی شکار تھا آج بھی وہی فرسودہ اعتراضات،وہی پرانے شکوک و شبہات اور شکست خوردہ زیر زمین مدفون فتنے انگڑائیاں لیں رہیں ہیں، لیکن صرف طریقہ تعبیر اور اندازِ سخن مختلف ہے،اب اس فکری ارتداد اور تشکیکی یلغار کامقابلہ کرنے کے لیے جہاں منقولات میں مہارت و حذاقت کی ضرورت ہے وہاں معقولات میں بھی مشاقی اور کامل دسترس کی اشد ضرورت ہے۔

---

[1] علم المنطق کی اہمیت وافادیت پر "قواعد المنطق" کے مقدمہ میں سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے وہاں ملاحظہ ہوں۔

آج سے تقریباً بارہ سال قبل ہم نے "قواعد المنطق"[1] کے نام سے ایک کتاب لکھی کی، جس میں منطقی قواعد وضوابط جمع کرنے کیساتھ ساتھ منطقی اجراء و تطبیق اور تدریب و تمرین پر خامہ فرسائی کی، جس کو علمی حلقوں میں بفضل اللہ تعالی ومنہ خوب پذیرائی ملی، بعض اہل علم نے اس کو داخلِ نصاب کیا اور مستقل طور پر اس کی درس و تدریس شروع کی! جزاہم اللہ احسن الجزاء!

"قواعد المنطق" میں منطقی اجراء و تطبیق اور فنی مباحث و مسائل پر مختصر اور جامع گفتگو کی گئی، لیکن بعض مخلص دوست واحباب کا اصرار تھا کہ منطقی موجہات پر تفصیلی اور جامع کتاب لکھنے کی ضرورت ہے جس میں موجہات پر خوب کام اور تفصیلی گفتگو ہو اور منطقی موجہات کی اجراء و تطبیق پر خوب توجہ دی جائے اور معروف ومتداول مثالوں کے علاوہ عام فہم مثالیں دی جائیں تاکہ منطقی ذوق رکھنے والے ایک طالب علم کو ان مصطلحات کی اجراء و تطبیق میں کوئی صعوبت و مشکل پیش نہ آئے۔

منطقی موجہات اور مصطلحات کی ایک تو وہ معروف ومتداول قدرِ مشترک مثالیں ہیں جو اسلامیین اور یونانیین کے درمیان اتفاقی ہیں، جن میں دونوں مکاتبِ ہائے فکر کا کوئی اختلاف وتنازع نہیں، جیسے:"الإنسان حیوان بالضرورۃ، الحجر والشجر جماد بالضرورۃ، الإنسان متنفس بالضرورۃ"وغیرہ یہ اتفاقیات و مسلمات ہیں، لیکن اسلامی عقائد، وحی، مخبر صادق جو مشاہدۂ حواس سے بڑھ کر حیزِ اذعان واتقان میں ہیں اسے بھی عقلیات سے بڑھ کر تسلیم کیا جانا ضروری ہے، کیونکہ معقولات کا قصر شاہی مشاہدات کی مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر استوار ہے، جب کہ وحی اور مخبر صادق کی اخبار مشاہدے سے زیادہ متیقن ہیں، اس لیے یونانیین کی فراہم کردہ معقولی مثالوں کے علاوہ ہم اسلامیین کو چاہیے کہ ہم ان معقولی قواعد وضوابط کی تطبیق کے لیے وہ مثالیں پیش کریں جو نقلِ صحیح سے ثابت ہیں، کیونکہ منقولِ صحیح عقلِ صریح کی مخالف نہیں ہوسکتا۔ قاعدہ مسلمہ ہے: المنقول الصحیح لایخالف العقل الصریح!

زیر نظر کتاب "الارشادات المرضیۃ الی الموجہات المنطقیۃ" میں منطقی مصطلحات کی تفہیم و تطبیق کے لیے کتاب وسنت، اسلامی مسلمات اور عام فہم محاوراتی مثالیں دی گئی ہیں، کتاب کا موضوع موجہات منطقیہ کی تطبیق و تدریب ہے، چونکہ موجہات کا تعلق قضایا حملیہ کیساتھ ہے، اس لیے موجہات پر کلام کرنے سے پہلے قضایا کی بحث کو بطور مقدمہ ومبادی لایا گیا ہے تاکہ قضایا کے تمام مباحث و تقاسیم ملحوظ رہیں، قضیہ کی تقسیم خواہ کم کے اعتبار سے ہو، کیف کے اعتبار سے ہو، محکی عنہ کے اعتبار سے ہو اور خواہ جہت کے اعتبار سے ہو اور اس کیساتھ ساتھ مصطلحات کو مختلف تعبیرات میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تقریب فہم کے لیے متنوع مثالیں دی گئی ہیں، اسباق کو مختلف فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ہر ایک فصل کے آخر میں قواعد منطقیہ کے عنوان سے متعلقہ قواعد وضوابط ذکر کرنے کا التزام کیا گیا ہے، جن میں بعض قواعد نظری علمی اور بعض عملی ہیں، نظری اور علمی قواعد مصطلحات کی تفہیم میں معاون وممد ہیں اور عملی قواعد

---

(۱) قواعد المنطق اصل میں "سلسلہ احیاء العلوم وتطبیقات الفنون" کی ایک کڑی ہے، جس میں قواعد المنطق، قواعد النحو، قواعد الصرف، قواعد البلاغہ، قواعد اصول الفقہ، قواعد علوم الحدیث، قواعد المواریث، قواعد العَروض والقوافی، قواعد العقائد، قواعد الفلسفہ اور قواعد البحث والمناظرہ وغیرہ شامل ہیں، ان میں اکثر کتابیں مطبوع ہیں اور باقی پر کام شروع ہے۔

مصطلحات کی اجراء و تطبیق میں کام آتے ہیں، اس کیساتھ ساتھ ہر فصل کے آخر میں تمرینات دی گئیں ہیں، جن میں بعض سوالات استفہامی ہیں، بعض انشائی اور اکثر تطبیقی اور تدریبی ہیں، اجراء و تطبیق کے لیے تطبیقی انموذجی حل شدہ مثالیں دی ہیں تاکہ اجراء اور تطبیق میں آسانی رہے اور منہج تطبیق وطرز اجراء بھی معلوم ہو سکے۔

آخر میں بندہ اپنے ان تمام ساتھیوں کا شکر گذار ہے جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل میں ادنی سا بھی تعاون کیا ہے، بالخصوص مولوی محمد حذیفہ جنہوں نے تخریج اور تصحیح میں مدد کی، اللہ تعالی تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو صراط مستقیم پر تادم حیات قائم ودائم رکھے۔ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور تشنگانِ علوم کے حق میں اس کو نافع بنائے اور اس کو میرے لیے، میرے اساتذہ کرام، والدین مرحومین اور اہل خانہ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

ابو حسان ارشاد الرحمن المعتصم

۲ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ

اٹک شہر

بابِ اول : حملیات

یہ باب درج ذیل نو فصلوں پر مشتمل ہے :

۞... فصل اول : قضیہ کا بیان ۞... فصل دوم : قضیہ کی پہلی تقسیم باعتبار ترکیب ۞... فصل سوم : حمل کا بیان ۞... فصل چہارم : ذاتِ موضوع کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم ۞... فصل پنجم : محصورات اربعہ کا بیان ۞... فصل ہفتم : مباحث کل اور کلی ۞... فصل ہشتم : وجود موضوع اور عقدِ وضع کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم ۞... فصل نہم : عدول اور تحصیل کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم

فصلِ اول: قضیہ کا بیان

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

مرکب تام کی اقسام سمجھنے سے پہلے یہ تمہید ذہن نشیں رکھیں کہ جس طرح کہ تمام معاشرتی اور تمدنی امور کے کچھ شروط وقیود ہوتے ہیں جن کی پابندی موجبِ تحسین اور خلاف ورزی باعث تذلیل وملامت سمجھی جاتی ہے اسی طرح تکلم اور گفتگو کے بھی کچھ شروط وقیود ہیں، مثلاً متکلم کا فرض منصبی یہ ہے کہ مخاطب کو سمجھائے اور مخاطب کا فرضِ منصبی یہ ہے کہ وہ سمجھے، اگر متکلم زیر بحث مضمون کو اتنے الفاظ کے ذریعہ بیان کرلے جن سے ایک متوسط فہم کا مخاطب اس مضمون کو سمجھ سکے تو اس قدر کہنے سے متکلم اور مخاطب اپنا اپنا فرضِ منصبی (سمجھنے اور سمجھانے کا) ادا کرچکیں گے اور اب اگر وہ دونوں سلسلہ گفتگو منقطع کرلیں تو ان پر اپنے اپنے فرضِ منصبی کے متعلق کوئی ملامت عائد نہ ہوگی۔ لیکن اگر متکلم نے ایسے الفاظ نہیں کہے جن سے متوسط فہم کا مخاطب زیر بحث مضمون سمجھ سکے تو ایسی حالت میں کلام کو تا تمام چھوڑ کر سلسلہ گفتگو منقطع کرنا دونوں کے فرضِ منصبی کے خلاف ہوگا کہ متکلم سمجھانے سے پہلے خاموش کیوں ہوا اور مخاطب نہ سمجھنے پر بھی سوال سے خاموش کیوں رہا۔ اس واسطے ایسی حالت میں دونوں کا سکوت عرفاً ناجائز اور غیر صحیح تصور کیا جائے گا۔ اس تمہید کے بعد سمجھو کہ مرکب کی دو قسمیں ہیں مرکب تام اور مرکب ناقص۔ پھر مرکب تام کی دو قسمیں ہیں: قضیہ اور انشاء معلوم تصوری۔

۲۔ قضیہ کی تعریف:

قَوْلٌ يَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْكَذِبَ./ مَايُقَالُ لِقَائِلِهِ إِنَّهُ صَادِقٌ فِيْهِ أَوْ كَاذِبٌ[۱].

وہ مرکب تام ہے، جس کے کہنے والے سچا یا جھوٹا کہہ سکیں، یعنی قضیہ حملیہ وہ کلام ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہو کہ وہ کلام سچا بھی ہوسکتا ہے اور جھوٹا بھی، جیسے: "زَيْدٌ قَائِمٌ" اور "زَيْدٌ لَيْسَ بِقَائِمٍ" میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہے، اپنے مفہوم کے اعتبار سے مطلب یہ ہے کہ قرائن خارجیہ سے قطع نظر کرکے دو کلام صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہو، جیسے: "اللهُ رَبُّنَا، السَّمَاءُ فَوْقَنَا" قضایا ہیں، کیونکہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے صدق وکذب کا احتمال رکھتے ہیں، اگرچہ پہلا قضیہ وحی کیساتھ اور دوسرا قضیہ مشاہدہ کیساتھ مؤید ہونے کی وجہ سے جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ قرائن خارجیہ سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ قضایا صدق وکذب کا احتمال رکھتے ہیں[۲]۔

قضیہ کی تعریف میں مرکب کہہ کر غیر مرکب خارج ہوگئے، اب "ضَرَبَ" میں اگر ضمیر "ہو" مستتر مانیں تو قضیہ ہے اور

---

(۱) اساس الاقتباس: ۶۴، الاشارات مع الشرح: ۱۱۲، النجاۃ: ۱۲، التحصیل: ۴۴۔

(۲) "لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ" قضایا ہیں ان میں کذب کا احتمال نہیں مگر صدق تو ہے، لہذا یہ قضایا ہیں۔ "ان اللہ ثالث ثلاثۃ" کذب صریح ہے یہ بھی قضیہ ہے۔ قضیہ میں صدق وکذب دونوں میں سے ایک کا ہونا کافی ہے، اگر دونوں نہ ہوں تب تصور ہے، یعنی ان میں سے ایک مانعۃ الخلو کے طور پر پایا جائے۔ حقیقیہ یا مانعۃ الجمع کے طریقہ پر ضروری نہیں۔ یا یہ کہ نفس جملہ دونوں کا محتمل ہے اگرچہ واقع میں دوسری جانب محال ہے۔

اگر نہ مانیں تو مفرد ہے، یعنی بشرط شئ ''ہو'' قضیہ اور بشرط لاشئ ''عدم ہو'' مفرد ہے۔ سچا یا جھوٹا کہہ سکنے کی قید سے جملہ انشائیہ اور شک وغیرہ خارج ہو گئے۔

۳۔ صدق اور کذب کی تعریف:

الصِّدْقُ: مُطَابَقَةُ النِّسْبَةِ لِلْوَاقِعِ. وَالْكِذْبُ: عَدَمُ مُطَابَقَةِ النِّسْبَةِ لِلْوَاقِعِ.

صدق کا معنی ہیں: کلام کی نسبت کا واقع کے مطابق ہونا۔ نسبت سے نسبت کلامی مراد ہے، جیسے: ''زَيْدٌ قَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ'' (زید مسجد میں کھڑا ہے) اس قضیہ میں ''زَيْدٌ'' اور ''قَائِمٌ'' میں نسبت ایجابی ہے، جس کا ترجمہ اردو میں ''ہے'' ہے یہ نسبت کلامی ہے اور خارج میں زید کا مسجد میں کھڑا ہونا یہ واقع ہے، اب اگر واقع میں بھی زید کھڑا ہے تو نسبت کلامی واقع کے مطابق ہے، اسی مطابقت کا نام صدق ہے۔ اور کذب کا معنی ہیں: نسبت کلامی کا واقع کے مطابق نہ ہونا۔ مثلامثال مذکور میں اگر واقع یعنی خارج میں زید مسجد میں کھڑا نہیں ہے تو ''زَيْدٌ قَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ'' کلام کاذب ہے، کیونکہ اس صورت میں نسبت کلامی واقع کے مطابق نہیں ہے[1]۔

۴۔ انشاء معلوم تصوری کی تعریف:

مَا لَا يُقَالُ لِقَائِلِهِ إِنَّهُ صَادِقٌ أَوْ كَاذِبٌ.

وہ مرکب تام ہے، جس کے کہنے والے سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں جیسے: ''اِضْرِبْ'' اور ''لَا تَضْرِبْ'' وغیرہ۔ یعنی انشاء اس کو کہتے ہیں کہ نہ احتمال صدق و کذب رکھے اور نہ اس کے کہنے والے کو سچا جھوٹا کہہ سکیں۔ اب یہ امر بحث طلب ہے کہ خبر صدق و کذب کا احتمال کیوں رکھتا ہے اور انشاء کیوں نہیں رکھتا؟ تو اس کے لیے خود صدق و کذب کی ماہیت کے متعلق تحقیق کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس عالم ہستی کے موجودات میں سے خواہ کسی موجود کو معین کر لو اور باقی تمام موجودات کو اس کی طرف منسوب کر لو تو تم کو صاف نظر آئے گا وہ تمام موجودات کیساتھ ہے نہیں ہے، اتحاد، رشتہ، عدم اتحاد، عدم رشتہ وغیرہ خاص تعلقات اور نسبتوں میں جکڑا ہوا ہے جیسے زید کی طرف موجودات میں سے علم، جہل، باپ، بیٹا، لائق نالائق وغیرہ کی نسبت کریں اور ہم اپنے کلام میں زید کیساتھ ان اشیاء کا وہی تعلق اور نسبت ظاہر کریں جن کیساتھ وہ واقع میں موصوف ہے تو ہمارا کلام سچا سمجھا جائے گا جس کی وجہ سے ہم بھی سچے کہے جائیں گے اور اگر اپنے کلام میں ایسی نسبت ظاہر کریں جو زید کیساتھ اس شئ کی واقعی نسبت کے خلاف ہو تو ہمارا کلام جھوٹا متصور ہو گا جس کی وجہ سے ہم بھی جھوٹے کہے جائیں گے[2]۔

اس معلوم ہوا کہ صدق و کذب کا اصلی باعث واقعی نفس الامر نسبت کی موجودگی ہے جو تمام خبری جملوں میں موجود ہے اور کلامی نسبت کی واقعی نسبت کیساتھ مطابقت کو صدق کہتے ہیں اور مخالفت کو کذب اور تمام خبر جملوں میں چونکہ واقعی نسبت موجود ہوتی

---

[1] کشاف اصطلاحات الفنون: ۲/۱۰۷۱۔

[2] کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۲۸۲۔

ہے اس لیے کہ وہ صدق و کذب کا احتمال بھی رکھتے ہیں اور انشاء میں چونکہ واقعی نفس الامری نسبت نہیں ہوتی بلکہ اس میں نئی نسبت کے ایجاد کا مطالبہ ہوتا ہے اس لیے وہ صدق و کذب کا احتمال بھی نہیں رکھتا[۱]۔

۵۔ قضیہ کی تقسیم:

قضیہ کی دو قسمیں ہیں:۔ (الف)۔ حملیہ (ب)۔ شرطیہ

(الف)۔ قضیہ حملیہ کی تعریف:

مَا حُكِمَ فِيْهَا بِثُبُوْتِ شَيْءٍ لَشَيْءٍ أَوْ نَفْيِهِ عَنْهُ./ مَا لَا يَنْحَلُّ إِلٰى قَضِيَّتَيْنِ.[۲]

وہ قضیہ ہے، جس میں ثبوت الشئ للشیء یا نفی الشیء عن الشیء ہو، اگر ثبوت ہے تو موجبہ ہے اور نفی کی گئی ہے تو سالبہ ہے، جیسے: ''إِنَّ لِلمُتَّقِينَ مَفَازًا''، اور ''مَاكَفَرَ سُلَيْمَنَ''۔ اول الذکر مثال میں فوز و فلاح کو متقین کے لیے ثابت کیا گیا ہے اور ثانی الذکر مثال میں حضرت سلیمان علیہ السلام سے کفر کی نفی کی گئی ہے، قضیہ حملیہ میں جو جزء محکوم علیہ ہوتا ہے، یعنی جس پر حکم لگایا جاتا ہے اس کو موضوع کہتے ہیں، موضوع کا لغوی معنیٰ ہیں: ''بنایا ہوا'' اور قضیہ حملیہ میں محکوم علیہ کو موضوع اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حکم لگانے کے لیے بنایا گیا ہے اور قضیہ حملیہ میں جو جزء محکوم بہ ہوتا ہے اس کو محمول کہتے ہیں، محمول کے لغوی معنیٰ ہیں: ''اٹھایا ہوا'' اور اصطلاحی معنیٰ ہیں: ''ثابت کیا ہوا'' اور محمول کو محمول اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موضوع کے لیے ثابت کیا جاتا ہے۔

(ب)۔ قضیہ شرطیہ کی تعریف:

مَا لَمْ يُحْكَمْ فِيْهَا بِثُبُوْتِ شَيْءٍ لَشَيْءٍ أَوْ نَفْيِهِ عَنْهُ./ مَا يَنْحَلُّ إِلٰى قَضِيَّتَيْنِ .

وہ قضیہ ہے، جس میں ثبوت الشئ للشیء یا نفی الشیء عن الشیء نہ ہو، بلکہ کوئی اور حکم ہو، جیسے: ''لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِنْ خَشْيَةِ الله''، (اگر اس قرآن کو ہم کسی پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھتے کہ وہ خشیتِ الٰہی سے پست اور پاش پاش ہو جاتا!) اس قضیہ میں انزال القرآن علیٰ الجبل اور اس کے خشوع و تصدع میں تلازم کا بیان ہے۔ قضیہ شرطیہ میں جزءِ اول کو مقدم کہتے ہیں، مقدم کے معنیٰ ہیں: ''آگے کیا ہوا''، چونکہ جزءِ اول پہلے ہوتا ہے اس لیے اس کو مقدم کہتے ہیں اور جزءِ ثانی کو تالی کہتے ہیں، تالی کے معنیٰ ہیں: ''پیچھے متصلا آنے والا''، چونکہ دوسرا جزء پہلے جزء کے بعد متصلاً آتا ہے، اس لیے اس کو تالی کہتے ہیں۔

۶۔ قضیہ حملیہ کی باعتبارِ نسبت تقسیم:

قضیہ حملیہ کی نسبت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:۔ (الف)۔ موجبہ (ب)۔ سالبہ

(الف)۔ موجبہ کی تعریف:

---

[۱] معین المنطق: ۶۲-۶۳۔

[۲] اساس الاقتباس: ۶۸، الاشارت مع الشرح: ۱۱۴، النجاۃ: ۱۲، التحصیل: ۴۴، الجوہر النضید: ۱۳۔

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِثُبُوْتِ شَيْءٍ لِشَيْءٍ .

وہ قضیہ حملیہ ہے جو نسبت ایجابیہ (یعنی یہ حکم ہو کہ موضوع محمول ہے) پر مشتمل ہو، جیسے: "اللهُ أَحَدٌ"، اس میں موضوع "اللہ" اور محمول "احدیت" کے درمیان نسبتِ ایجابیہ ہے۔ بالفاظِ دیگر موجبہ وہ ہے جس میں ثبوتِ حمل ہو۔

(ب)۔ سالبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِنَفْيِ شَيْءٍ عَنْ شَيْءٍ.

وہ قضیہ حملیہ ہے جو نسبت سلبیہ (یعنی یہ حکم ہو کہ موضوع محمول نہیں) پر مشتمل ہو، جیسے: "لَمْ يَلِدْ"، اس میں موضوع "اللہ" سے محمول "ولد" کی نفی کی گئی ہے۔ بالفاظِ دیگر سالبہ وہ ہے جس میں سلبِ حمل ہو[1]۔

۷۔ قضیہ حملیہ کی چند صورتیں:

قضیہ حملیہ کی چند صورتیں یہ ہیں:

(الف)۔ دونوں جزء لفظوں میں ایک جیسے ہوں اور قضیہ موجبہ ہو، جیسے: "وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ"، اسی طرح حدیث میں ہے: "الْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ"، مذکورہ دونوں مثالوں میں موضوع اور محمول کے درمیان بظاہر علاقہ عینیت (حمل اَولی) ہے، لیکن درحقیقت دونوں میں تغایر ہے۔

(ب)۔ لفظ ایک جیسے ہوں اور قضیہ سالبہ ہو، جیسے کسی کا نام جمیلہ ہو اور وہ خوبصورت نہ ہو تو کہا جائے: "جَمِيْلَةٌ لَيْسَتْ جَمِيْلَةً"۔ اس مثال میں بظاہر نفی الشیء عن نفسہ ہے، لیکن یہاں دراصل موضوع سے مراد جمیلہ نامی عورت ہے اور محمول سے مراد حسن وجمال ہے، یعنی جمیلہ سے حسن وجمال کی نفی کی گئی ہے۔

(ج)۔ طرفین (موضوع محمول) کے لیے الگ الگ لفظ ہوں، جیسے: "زَيْدٌ قَائِمٌ"۔ قضیہ حملیہ کی یہی صورت شائع ذائع ہے، قضایا اور محاورات میں اس صورت کو اختیار کیا جاتا ہے۔

۸۔ قضیہ کتنے اجزاء سے مرکب ہوتا ہے؟

قضیہ کی ترکیب کتنے اجزاء سے ہوتی ہے، اس کو سمجھنے سے پہلے ایک تمہید ذہن نشیں رکھیں کہ "هَلْ" کی دو قسمیں ہیں: "هَلْ" بسیطہ اور "هَلْ" مرکبہ۔ اس کی تفصیل امہات المطالب میں بیان ہو چکی ہے کہ اگر "هَلْ" کے ذریعہ کسی کا صرف وجود یا عدم وجود جاننا مقصود ہو تو "هَلْ" بسیطہ استعمال کیا جاتا ہے، جیسے: "هَلْ زَيْدٌ مَوْجُوْدٌ" یا "هَلْ زَيْدٌ مَعْدُوْمٌ" اور اگر "هَلْ" کے ذریعہ وجود کے علاوہ کوئی زائد صفت معلوم کرنی ہو تو "هَلْ" مرکبہ استعمال کیا جاتا ہے، جیسے: "هَلْ الْإِنْسَانُ كَاتِبٌ"۔ اب اس اعتبار سے قضیہ کی بھی دو قسمیں ہیں: جو قضیہ "هَلْ" بسیطہ کے جواب میں آتا ہے اس کو قضیہ بسیطہ اور ہلیہ بسیطہ کہتے ہیں اور جو قضیہ "هَلْ" مرکبہ

---

[1] المنطق: ۱۷۲:۲۔

کے جواب میں آتا ہے اس کو قضیہ مرکبہ اور ہلیہ مرکب کہتے ہیں۔ قضیہ ہلیہ بسیطہ کی علامت یہ ہے کہ اس کا محمول افعالِ عامہ (کون، ثبوت، حصول، وجود) میں سے ہوتا ہے اور قضیہ ہلیہ مرکبہ کا محمول افعالِ خاصہ میں سے ہوتا ہے۔

اس تمہید کو سمجھنے کے بعد یہ نزاعی مسئلہ سمجھیں کہ قضیہ خواہ ہلیہ بسیطہ ہو، یا ہلیہ مرکبہ۔ اس کے اجزاء ترکیبی میں اختلاف ہے، اس میں تین مذہب ہیں:

۱۔ سید شریف جرجانی کا مذہب ۲۔ میر باقر داماد کا مذہب ۳۔ جمہور اور صاحب سلم العلوم کا مذہب

پہلا مذہب: سید شریف جرجانی کا مذہب یہ ہے کہ ہلیہ بسیطہ میں صرف دو جزء، یعنی موضوع اور محمول ہوتے ہیں، نسبت تامہ خبریہ کی اس میں ضرورت نہیں ہوتی، کیونکہ نسبت موضوع اور محمول کے درمیان رابطہ ہوتی ہے اور ہلیہ بسیطہ میں چونکہ محمول افعالِ عامہ میں سے ہوتا ہے اس لیے وہ خود محمول ہوتا ہے اس کو کسی رابطہ کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی لیے "زَيْدٌ قَائِمٌ" کا ترجمہ "زید ہست سے کرتے ہیں"، معلوم ہوا کہ اس میں نسبت نہیں، اگر اس میں نسبت ہوتی تو اس کے لیے ایک اور ہست یا است بڑھانا پڑتا۔ اور قضیہ ہلیہ مرکب تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے اس میں موضوع، محمول کے علاوہ نسبت تامہ خبریہ بھی ہوتی ہے، کیونکہ اس میں محمول ربط کے لیے کافی نہیں ہوتا، بلکہ رابطہ کی ضرورت ہے، جیسے: "زَيدٌ كَاتِبٌ" کا ترجمہ "زید نویسندہ ہست" سے کرتے ہیں، نویسندہ کاتب کا ترجمہ ہے جو محمول ہے اور ہست رابطہ پر دال ہے، معلوم ہوا کہ ہلیہ مرکبہ میں نسبت کی ضرورت ہے۔

دوسرا مذہب: میر باقر داماد کہتے ہیں کہ ہلیہ بسیطہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے اور ہلیہ مرکبہ چار اجزاء سے، کیونکہ ہلیہ بسیطہ میں ایک نسبت ہوتی ہے اور ہلیہ مرکبہ میں دو نسبتیں ہوتی ہیں: ایک تو وہی نسبت ہوتی ہے جو بسیطہ میں ہوتی ہے اور دوسری موضوع اور محمول کی طرف وجود کی نسبت ہوتی ہے، جیسے: "زَيْدٌ قَائِمٌ" میں ایک تو زید اور قیام کا الگ وجود ہے اور ایک محمول "قَائِمٌ" کا موضوع "زید" کے لیے ثبوت ہے، یہ دو نسبتیں ہلیہ مرکبہ میں ہوتی ہیں، کیونکہ جب تک موضوع اور محمول بذات خود موجود نہ ہو ایک کو دوسرے کے لیے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں: "الجسم أبيض" قضیہ ہے اور اس میں جسم (ذات) موضوع ہے اور "أبيض" محمول ہے اور تیسری چیز جسم اور بیاض کی طرف وجود کی نسبت ہے، یعنی دونوں کا فی نفسہ موجود ہونا ہے اور یہ وجود رابطی ہے، پھر صفت بیاض مع الوجود کی ذاتِ جسم مع الوجود کی طرف نسبت ہے، پس مذکورہ قضیہ میں تقدیر عبارت یوں ہوگی:

"وجود صفة البياض ثابت للجسم الموجود".

تیسرا مذہب: جمہور مناطقہ اور صاحب سلم العلوم کا ہے کہ قضیہ خواہ ہلیہ بسیطہ ہو، یا ہلیہ مرکبہ، تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، یعنی موضوع، محمول اور نسبت تامہ خبریہ۔ نسبتِ تامہ خبریہ کا دوسرا نام نسبت اخباریہ حاکیہ ہے، یعنی خبر دینے والی، حکایت کرنے والی نسبت[1]۔

---

[1] ضیاء النجوم: ۱۱۳۔

۹۔ سید شریف جرجانی اور میر باقر داماد کا جواب:

سید شریف جرجانی کا یہ کہنا کہ ہلیہ بسیطہ میں نسبت تامہ کی ضرورت نہیں، دوست نہیں، کیونکہ اگر نسبت نہیں پائی جائے گی تو حکایت ہی نہیں ہوسکے گی، نقل و حکایت کا مدار نسبت پر ہوتا ہے، جب حکایت نہ ہوئی ہو تو وہ قضیہ نہ ہوا، حالانکہ سید جرجانی اس کو قضیہ مانتے ہیں! اور علامہ جرجانی کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ "زَیْدٌ مَوْجُوْدٌ" کا ترجمہ: "زید ہست" سے کرنا لغوی ترجمہ ہے اور حقائق واقعیہ کو لغوی ترجمہ سے ثابت نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ "زَیْدٌ مَوْجُوْدٌ" کا ترجمہ "زید ہست" نہیں ہے، بلکہ اس کا ترجمہ ہے: "زید پیدا کردہ شدہ ہست"، لیکن عام بول چال میں محمول یعنی پیدا کردہ کو حذف کرکے نسبت کو یعنی ہست کو اس کے قائم مقام کردیتے ہیں۔ اور اسی طرح میر باقر داماد کا یہ کہنا کہ ہلیہ مرکبہ میں دو نسبتیں ہوتی ہیں، یہ بات بھی وجدان کے خلاف ہے اور وجدان صحیح اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ دونوں قضیوں میں ایک ہی نسبت ہوتی ہے[1]۔

۱۰۔ ایک اشکال اور اس کو جواب:

یہاں بظاہر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب دونوں قضیوں کے اجزاء برابر ہیں تو پھر ایک کو بسیطہ اور دوسرے کو مرکبہ کیوں کہا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ گفتگو قضیہ کے درجہ حکایت میں ہے اور اس درجہ میں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا، ہر ایک میں تین تین اجزاء ہوتے ہیں، لیکن محکی عنہ کے درجہ میں دونوں قضیوں میں فرق ہوتا ہے، بسیطہ کے محکی عنہ میں وجود رابطی نہیں ہوتا اور مرکبہ کے محکی عنہ میں ہوتا ہے، یعنی بسیطہ کا محکی عنہ صرف موضوع کی ذات ہوتی ہے اور مرکبہ کا محکی عنہ موضوع کی ذات مع است یا ہست ہوتی ہے۔

۱۱۔ قواعد منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: ہر وہ مرکب تام جس کے ذریعے کسی واقعہ اور نفس الامر سے حکایت اور نقل مقصود ہو تو وہ خبر اور قضیہ کہلاتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲: خبر اور قضیہ میں محکی عنہ کا واقع اور نفس الامر میں ہونا ضروری ہے اور انشاء میں نہیں۔

قاعدہ نمبر ۳: مناطقہ انشاء اور خبر کی توضیح کے لئے ایک عجیب وغریب مثال دیتے ہیں کہ اگر کسی مصور اور نقاش نے پہلی مرتبہ نقشہ بنایا ہو تو اس میں نہ غلط ہونے کا احتمال ہے اور نہ صحیح ہونے کا احتمال ہے یہ انشاء کی مثال ہے اور اگر مصور اور نقاش نے کسی صورت کو دیکھ کر نقشہ بنایا ہے تو اس میں صحیح اور غلط ہونے کا احتمال ہے، یہ خبر کی مثال ہے۔

قاعدہ نمبر ۴: مرکب تام کو محتمل صدق و کذب ہونے کی حیثیت سے خبر، حکم پر مشتمل ہونے کی حیثیت سے قضیہ، اور مفید حکم ہونے کی حیثیت سے اخبار کہتے ہیں، اس حیثیت سے کہ وہ دلیل کیساتھ طلب کیا جاتا ہے مطلوب کہا جاتا ہے، اور اس حیثیت سے کہ وہ دلیل کا جزء ہوتا ہے مقدمہ کہتے ہیں، اور اس حیثیت سے کہ وہ دلیل سے حاصل ہوتا ہے نتیجہ کہتے ہیں اور اس حیثیت سے کہ اس سے سوال کیا جاتا ہے

[1] ضیاء النجوم: ۱۱۳۔

مسئلہ کہتے ہیں اور اس حیثیت سے کہ کلی ہو تو قاعدہ اور قانون کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۵: جملہ خبریہ (خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو) کو مناطقہ قضیہ کہتے ہیں[۱]۔

قاعدہ نمبر ۶: قضیہ حملیہ کے جزء اول (مثبت لہ یا منفی عنہ) کو موضوع اور جزء ثانی (مثبت یا منفی) کو محمول کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۷: اگر محمول کا موضوع کیساتھ تعلق ثبوت کا ہے تو اس تعلق کو نسبت ایجابیہ یا نسبت ثبوتیہ کہتے ہیں، اور اگر محمول کا موضوع کیساتھ تعلق نفی کا ہے تو اس تعلق کو نسبت سلبیہ کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۸: قضیہ میں اصل ایجاب ہوتا ہے اگرچہ ادوات ایجاب مذکور نہ ہوں اور جہاں ادوات ایجاب مذکور ہوں تو وہ معنی ایجابی کے لیے تاکید کہلاتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۹: قضیہ سالبہ میں ادوات سلب (لَا، لَیْسَ، غَیْرُ، مَا، لَمْ، لَنْ وغیرہ) کا مذکور ہونا ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۰: متقدمین مناطقہ کے نزدیک قضیہ کے تین اجزاء (موضوع، محمول، نسبت تامہ) ہیں اور متاخرین کے نزدیک قضیہ کے چار اجزاء (موضوع، محمول، نسبت تامہ، نسبت تقییدیہ) ہوتے ہیں[۲]۔

قاعدہ نمبر ۱۱: جملہ اسمیہ کے جزء اول (مسند الیہ) کو موضوع اور جزء ثانی (مسند) کو محمول کہتے ہیں، اور جملہ فعلیہ کے جزء اول (فعل) کو محمول اور جزء ثانی (فاعل) موضوع کہلاتا ہے۔ موضوع کو موضوع اس لیے کہتے ہیں کہ موضوع کا معنی ہیں: بنایا ہوا۔ قضیہ حملیہ میں محکوم علیہ کو موضوع[۳] اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حکم لگانے کے لیے بنایا گیا ہے۔ اور محمول کو محمول اس لیے کہتے ہیں کہ محمول کا معنی ہیں: اٹھایا ہوا، ثابت کیا ہوا۔ اور محمول کو محمول اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موضوع کے لیے ثابت کیا جاتا ہے[۴]۔

قاعدہ نمبر ۱۲: مناطقہ محکوم علیہ (مبتدا، فاعل، نائب فاعل، حروف مشبہ بالفعل اور افعال ناقصہ کا اسم وغیرہ) کو موضوع اور محکوم بہ (خبر، فعل وغیرہ) کو محمول کہتے ہیں[۵]۔

قاعدہ نمبر ۱۳: اکثر منصوبات متعلق محمول کہلاتے ہیں اور توابع میں جن کا تعلق موضوع کیساتھ ہو تو وہ متعلق موضوع اور جن کا تعلق

---

[۱] ضوابط المعرفہ: ۶۸، ۲۱، دستور العلماء: ۵۵/۳، تفہیم المنطق: ۸۸۔

[۲] سلم العلوم: ۱۱۳، ۱۱۲، کشاف اصطلاحات الفنون: ۶۹۴/۱۔

[۳] وإنما سمي الموضوع موضوعاً لأن المحمول صفة من صفات الموضوع أو فعل من أفعاله. والصفة لا بد لها من موصوف، والفعل لا بد له من فاعل. فالأساس الذي وضع لإمكان إثبات الصفات أو نفيها هو المحكوم عليه. ولذا سمي موضوعاً كالأساس للبنيان، وسمي الآخر محمولاً لأنه كسقف البنيان لا بد له من أساس يبنى عليه. مثال: لو قلت: (زيد عالم) أو (زيد ضارب)، فالعلم صفة زيد والضرب فعله، ولا يمكن أن توجد صفة بدون موصوف، ولا فعل بدون فاعل، فصار المحكوم عليه كأنه وضع أساساً للحكم فسمي موضوعاً، وسمي ما يسند إليه من صفات وأفعال محمولاً، لأنها لا تقوم بنفسها، فلا بد لها من أساس تحمل عليه.(القياس ومكانته في المنطق اليوناني:۱۱)

[۴] ضوابط المعرفہ: ۲۲، تفہیم المنطق: ۴۰۔

[۵] ضوابط المعرفہ: ۲۰، فن المنطق: ۷، تحفہ شاہجہانی: ۹، آداب البحث والمناظرۃ: ۱۴، ہامش روضۃ الناظر: ۷۷/۱، تفہیم المنطق: ۳۹۔

محمول کیساتھ ہو تو متعلق محمول کہلاتے ہیں[1]۔

قاعدہ نمبر ۱۴: قضیہ میں ایجاب اور سلب کا تعلق نسبت حکمیہ سے ہوتا ہے نہ کہ موضوع و محمول سے، یعنی اگر نسبت حکمیہ مثبت ہو تو قضیہ موجبہ ہو گا اور اگر نسبت حکمیہ منفی ہو تو قضیہ سالبہ ہو گا۔

قاعدہ نمبر ۱۵: موضوع اور محمول کے مثبت اور منفی ہونے سے قضیہ کی کیفیت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قاعدہ نمبر ۱۶: جس طرح کلام میں مسند الیہ جملہ نہیں ہوتا، مگر کسی تاویل کے بعد اور خبر جملہ ہو سکتی ہے۔ اس طرح قضیہ حملیہ میں محمول کبھی مفرد ہو گا، کبھی مرکب ناقص اور کبھی قضیہ۔ البتہ موضوع یا مفرد ہو گا یا مرکب ناقص ہو گا، مثلاً: ۱)۔ موضوع اور محمول دونوں مفرد ہوں، جیسے: ''اللهُ مَوْجُوْدٌ''۔ ۲)۔ موضوع مفرد اور محمول مرکب ناقص ہے، جیسے: ''اللهُ رَبُّنَا''۔ ۳)۔ موضوع مرکب ناقص اور محمول قضیہ ہو، جیسے: ''رَبُّنَا الَّذِی أَعطَی کُلَّ شَیْءٍ خَلقَهُ''۔ ۴) ۔ موضوع مرکب ناقص اور محمول مفرد ہو، جیسے ''کُلُّ مَنْ عَلَیهَافَانٍ''۔

قاعدہ نمبر ۱۷: اگر قضیہ کا جزء اساسی (موضوع یا محمول) محذوف ہو تو اسے ماننا ضروری ہے، اگر ظرف کا متعلق محذوف ہو تو اسے نکالنے کی ضرورت نہیں، جار مجرور یا ظرف عموما مرکب غیر تقییدی ہوتا ہے اسے محمول بنا کر قضیہ تیار کریں گے جیسے: ''زَیْدٌفِی الدَّارِ'' میں زید موضوع ''فِیْ'' جزء اول اور ''الدَّارِ'' جزء ثانی ہے، جزء اول جزء ثانی سے مل کر مرکب غیر تقییدی ہو کر قید ہوا ''ثَابِتٌ'' محذوف کے لئے، مقید اور قید مل مرکب تقییدی ہو کر محمول، موضوع محمول مل کر قضیہ حملیہ ہوا[2]۔

قاعدہ نمبر ۱۸: کبھی قضیہ (جملہ اسمیہ) کے دونوں جزء موضوع اور محمول بن سکتے ہیں، تاہم وہاں موضوع اور محمول کی تعیین مقتضی حال کے اعتبار سے کی جائے گی، جیسے: ''مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ'' اور ''خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٌ''[3]۔

قاعدہ نمبر ۱۹: قضیہ موجبہ میں ثبوت حمل، ثبوت اتصال اور ثبوت انفصال ہوتا ہے اور قضیہ سالبہ میں سلب حمل، سلب اتصال اور سلب انفصال پایا جاتا ہے، لیکن اسے حملیہ، متصلہ اور منفصلہ علی سبیل المشاکلۃ کہا جاتا ہے۔

۱۲۔ تمرین:

(الف)۔ قضیہ کی تعریف کریں، نیز صدق اور کذب کا مفہوم بیان کریں۔

(ب)۔ قضیہ حملیہ اور شرطیہ کی تعریف اور اقسام بیان کریں۔

(ج)۔ قضیہ کتنے اجزاء سے مرکب ہوتا ہے؟ اس میں ائمہ فن کا اختلاف بیان کریں۔

(د)۔ درج ذیل قضایا کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

---

[1] تحفہ شاہجہانی: ۷۔

[2] میر قطبی: ۵۰، اساس المنطق: ۱۷۹۔

[3] ضوابط المعرفۃ: ۲۱، تفہیم المنطق: ۴۰۔

هُوَ شَاعِرٌ. هَذَا ذِكرٌ مُبَارَكٌ. لَو كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا. وَمَا أَنت بِمُؤمِنٍ لَنَا. جَاءَ تْ سَيَّارَةٌ. وَاللهُ غَالِبٌ عَلَى أَمرِهِ. لَا يُفلِحُ الظَّالِمُونَ. وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِن أَهلِهَا. لَو كُنتُم فِي بُيُوتِكُم لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيهِمُ القَتلُ إِلَى مَضَاجِعِهِم. مَاهَذَا بَشَرًا. مَا أَنزَلَ اللهُ بِهَا مِن سُلطَانٍ. وَلَا نُضِيعُ أَجرَ الْمُحسِنِينَ. لَو شَاءَ اللهُ مَا أَشرَكنَا وَلَا آبَاؤُنَا. وَمَا أُغنِي عَنكُم مِنَ اللهِ مِن شَيءٍ. وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشرِكِينَ. لا أَملِكُ لَكُم ضَرًّا وَلَا رَشَدًا. لَو نَعلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعنَاكُم. لَيسَ لِوَقعَتِهَا كَاذِبَةٌ. إِنَّهُ لَيسَ مِن أَهلك. إِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ. إِنَّ الدِّيْنَ لَيْسَ بِمُضَيِّقٍ. لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّنَا.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞... هُوَ شَاعِرٌ:

قضیہ حملیہ موجبہ۔ ”هُوَ“موضوع... ”شَاعِرٌ“محمول... موضوع بامحمول قضیہ حملیہ موجبہ۔

۞... هَذَا ذِكرٌ مُبَارَكٌ:

قضیہ حملیہ موجبہ۔ ”هَذَا“موضوع ... ”ذِكْرٌ“محمول ... ”مُبَارَكٌ“ متعلقِ محمول ... موضوع با محمول و متعلق محمول قضیہ حملیہ موجبہ۔

۞... وَمَا أَنْتَ بِمُؤمِنٍ لَنَا:

قضیہ حملیہ سالبہ۔ ”وَ“ادات غیر زمانیہ... ”مَا“ادات سلب... ”أَنْتَ“موضوع... ”بِمُؤمِنٍ لَنَا“محمول... موضوع بامحمول قضیہ حملیہ سالبہ۔

فصل دوم: قضیہ کی پہلی تقسیم باعتبار ترکیب

قضیہ کی تقسیم سے پہلے چند ضروری مباحث ذہن نشیں رکھیں:

ا۔ متعلق تصدیق کیا چیز ہوتی ہے؟

تصدیق کا تعلق کس چیز کیساتھ ہوتا ہے؟ کس چیز کے یقین کو تصدیق کہتے ہیں؟ اس میں مناطقہ کے چند مذاہب ہیں:

(الف)۔ علامہ قطب الدین رازی کہتے ہیں کہ تصدیق کا بالذات تعلق قضیہ کے مفہوم سے ہوتا ہے، یعنی موضوع اور محمول جو دونوں مستقل چیزیں ہیں اور نسبت جو ایک غیر مستقل چیز ہے جب ان تینوں کا لحاظ کیا جائے تو ذہن میں ایک مرکب چیز حاصل ہوگی، وہی قضیہ کا مفہوم ہے اور اسی کیساتھ بالذات تصدیق کا تعلق ہوتا ہے۔

(ب)۔ سید زاہد ہروی کا مذہب یہ ہے کہ تصدیق کا تعلق صرف موضوع اور محمول کیساتھ ہوتا ہے، نسبت کیساتھ تعلق نہیں ہوتا، البتہ نسبت طرفین کے درمیان بحیثیت رابطہ پائی جاتی ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ موضوع اور محمول ہی مستقل چیزیں، اس لیے انہی کیساتھ تصدیق کا تعلق ہوسکتا ہے، وہی نسبت تو وہ ایک غیر مستقل چیز ہے، اس لیے اس کیساتھ تصدیق کا تعلق نہیں ہوسکتا۔

(ج)۔ میر باقر داماد اور صاحب سلم العلوم کا مذہب یہ ہے کہ تصدیق کا تعلق بالذات ایک اجمالی چیز کیساتھ ہوتا ہے اور عقل اس کی تفصیل موضوع، محمول اور نسبت کی طرف کرتی ہے، یعنی تینوں چیزوں کا لحاظ کرنے کے بعد ذہن میں جو ایک مجمل چیز حاصل ہوتی ہے وہ حکم و تصدیق کا متعلق ہے، صاحب سلم العلوم نے اسی کو "ہیئت ترکیبیہ کا مفاد" کہا ہے۔

(د)۔ بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ تصدیق کا تعلق محکی عنہ سے ہوتا ہے، قضیہ کے ساتھ نہیں ہوتا، ان کی دلیل یہ ہے کہ محکی عنہ ہی مقصود بالذات ہوتا ہے، حکایت تو محض واسطہ ہوتی ہے اس لیے جو اصل مقصود ہے اسی کیساتھ تصدیق کا تعلق ہوگا۔

(ھ)۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تصدیق کا تعلق بالذات نسبت کیساتھ ہوتا ہے، کیونکہ نسبت ہی طرفین کو ملاتی ہے اور وہی قضیہ بناتی ہے اس کے بغیر طرفین کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، پس قضیہ میں بنیادی چیز نسبت ہے اس لیے اسی سے تصدیق کا تعلق ہوگا۔

صاحب سلم العلوم جمہور کے مذہب کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نسبت کو حکم و تصدیق کا متعلق کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ تصدیق کا تعلق تو ایسی چیز کیساتھ ہونا چاہیے جو مقصود بالذات اور ملتفت الیہ بالذات ہو اور نسبت ایسی چیز نہیں، بلکہ وہ موضوع اور محمول کی حالت کو پہچاننے کا آلہ اور ذریعہ ہے، البتہ نسبت کو بالتبع اور بالعرض تصدیق کا متعلق کہہ سکتے ہیں، بلکہ تصدیق کا بالذات تعلق ہیئت ترکیبیہ کے مفاد کیساتھ ہوتا ہے اور وہ مفاد مثال کے طور پر موضوع اور محمول کے درمیان متحقق ہونے والا اتحاد ہے جو ہیئت ترکیبیہ کے بعد پایا جاتا ہے اور اس لیے کہا جاتا ہے کہ "اتحاد" قضیہ حملیہ میں ہیئت ترکیبہ کا مفاد ہوتا ہے اور قضیہ شرطیہ میں ہیئت ترکیبیہ کا مفاد اتصال وانفصال ہوتا ہے[1]۔

---

[1] سلم العلوم: ۱۱۱، ارشاد الفہوم: ۲۶۹۔

۲۔ حکم کے معانی:

منطقی حضرات حکم کو درج ذیل چار معنوں میں استعمال کرتے ہیں:

(الف)۔ محکوم بہ (ب)۔ نسبتِ تامہ خبریہ (ج)۔ تصدیق (د)۔ کل قضیہ

(الف)۔ محکوم بہ: کو حکم کہتے ہیں، یعنی قضیہ کا وہ جزء جو دوسرے جزء کے لیے ثابت کیا جاتا ہے اس کو حکم کہتے ہیں، جیسے:"زَیْدٌ قَائِمٌ" میں "قیام" زید کے لیے ثابت کیا گیا ہے اس لیے یہ حکم ہے۔

(ب)۔ نسبتِ تامہ خبریہ: کو حکم کہتے ہیں، خواہ ایجابیہ ہو، یا سلبیہ، جیسے: "زَیْدٌ قَائِمٌ" میں نسبتِ ایجابیہ ہے اور "زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ" میں نسبتِ سلبیہ ہے، یہی احکام کہلاتے ہیں۔

(ج)۔ تصدیق: کو بھی حکم کہتے ہیں، یعنی اس بات کا یقین کرنا کہ نسبت پائی گئی ہے یا نہیں پائی گئی: حکم کہلاتا ہے، جیسے: "زَیْدٌ قَائِمٌ" میں جو نسبت ایجابی ہے اس میں شک، تردد، ظن، وہم اور یقین متعدد احتمالات ہیں، اگر بات کا یقین ہو جائے تو قیام کی نسبت زید کے لیے یقینی ہے تو اس کا نام تصدیق اور حکم ہے۔

(د)۔ کل قضیہ: پورے قضیہ کو بھی حکم کہتے ہیں، اس وجہ سے کہ قضیہ نسبت پر مشتمل ہوتا ہے، اس معنی کے اعتبار سے تصدیق اور حکم مترادف ہیں[۱]۔

۳۔ حکم کی اقسام:

حکم کی دو قسمیں ہیں: (الف)۔ حکم اجمالی (ب)۔ حکم تفصیلی

(الف)۔ حکم اجمالی کی تعریف:

هُوَ انْكِشَافُ الاتِّحَادِ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ دَفْعَةً وَاحِدَةً./ مَا يُلَاحَظُ فِيْهِ الْمَوْضُوْعُ وَالْمَحْمُوْلُ وَالنِّسْبَةُ دَفْعَةً وَاحِدَةً.

موضوع اور محمول دونوں کا یکدم علم ہونا حکم اجمالی کہلاتا ہے، یعنی حکم اجمالی یہ ہے کہ موضوع، محمول اور نسبت کا ایک ساتھ لحاظ کیا جائے۔

(ب)۔ حکم تفصیلی کی تعریف:

هُوَ الَّذِي يَسْتَدْعِيْ صُوَراً مُتَعَدَّدَةً مُفَصَّلَةً./ مَا يُلَاحَظُ فِيْهِ الْمَوْضُوْعُ وَالْمَحْمُوْلُ وَالنِّسْبَةُ مُنْفَرِدَةً.

حکم تفصیلی یہ ہے کہ موضوع، محمول اور ان کے درمیان نسبت کا علیحدہ علیحدہ لحاظ کیا جائے، جیسے: ہم کوئی کپڑا دیکھیں تو دو

(۱) ضیاء النجوم: ۱۰۹، اسعاد الفہوم: ۱/۲: ۱، ارشاد الفہوم: ۲۶۷۔

صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کپڑا اوراس کے سفید ہونے کا تصور یکبارگی ذہن میں آجائے، ذہن کپڑے اور سفیدی کا الگ الگ تصور نہ کرے، یہ حکم اجمالی ہے اوراگر ہم ذہن میں کپڑے اور سفیدی کا الگ الگ تصور کریں، پھر کپڑے پر سفید ہونے کا حکم لگائیں تو یہ حکم تفصیلی ہے، حکم تفصیلی کا دوسرا نام حکم منطقی ہے[1]۔

۴۔ وقوعِ نسبت اور لاوقوعِ نسبت کا مفہوم:

مناطقہ نسبت تامہ خبریہ ایجابیہ کو وقوع اوراس کے ادراک واذعان کو ایقاع سے تعبیر کرتے ہیں اور نسبتِ تامہ خبریہ سلبیہ کو لاوقوع اوراس کے ادراک واذعان کو انتزاع سے تعبیر کرتے ہیں، جیسے: ''زَیْدٌ قَائِمٌ'' میں نسبتِ وقوعی ہے اوراس کے یقین کا نام ایقاع النسبۃ ہے اور ''زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ'' میں نسبت لاوقوع ہے اوراس کے یقین کا نام انتزاع النسبۃ ہے[2]۔

۵۔ اجزاءِ قضیہ:

قضیہ کے اجزاء کے بارے میں متقدمین اور متاخرین مناطقہ کا اختلاف ہے، متقدمین کے نزدیک قضیہ کے صرف تین جزء ہوتے ہیں: موضوع، محمول اور نسبتِ تامہ کا تصور، ان کو تصوراتِ ثلاثۃ کہتے ہیں اور متاخرین کے نزدیک قضیہ کے چار اجزاء ہیں: موضوع، محمول، نسبتِ تامہ خبریہ اور نسبتِ تقییدیہ۔ متقدمین اور متاخرین کا یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے کہ متاخرین کے نزدیک تصور وتصدیق میں ذات کے اعتبار سے اتحاد ہوتا ہے اور متعلَق (بصیغہ اسم مفعول) کے اعتبار سے امتیاز ہوتا ہے اس لیے ان کو قضیہ میں دو نسبتیں ماننی پڑتی ہیں: ایک نسبتِ تامہ جس سے تصدیق کا تعلق ہوتا ہے، دوسری نسبتِ تقییدیہ جس سے تصور کا تعلق ہوتا ہے اور متقدمین کے نزدیک تصور وتصدیق میں تباین ذاتی ہے اور متعلَق کا عتبار سے اتحاد ہوتا ہے، اس لیے ان کو دو نسبتیں ماننے کی ضرورت نہیں، نسبتِ تامہ ہی کیساتھ تصوراور تصدیق متعلق ہوتے ہیں، حکم پائے جانے سے پہلے نسبتِ تامہ کیساتھ تصور متعلق ہوتا ہے اور حکم کے اقتران کے بعد تصدیق متعلَق ہوتا ہے[3]۔

۶۔ قضیہ کے اجزاءِ ثلاثہ پر دلالت کرنے والے الفاظ:

ماقبل میں یہ بات ثابت ہوئی کہ قضیہ کے اجزاء تین ہیں، تو اب ان اجزاء پر دلالت کرنے والے تین علیحدہ علیحدہ الفاظ ہونے چاہییے، قضیہ حملیہ میں پہلے جزء یعنی محکوم علیہ پر جو لفظ دلالت کرتا ہے اس کو موضوع کہتے ہیں اوردوسرے جزء یعنی محکوم بہ پر جو لفظ دلالت کرتا ہے اس کو محمول کہتے ہیں اور قضیہ شرطیہ میں جزءاول یعنی شرط پر دلالت کرنے والے لفظ کو مقدم کہتے ہیں اور جزءِ دوم پر دلالت کرنے والے لفظ کو تالی کہتے ہیں اور جب کہ قضیہ حملیہ اور شرطیہ دونوں قضیوں میں تیسرے جزء یعنی نسبت پر دلالت کرنے والے لفظ کا نام رابطہ ہے، رابطہ کے معنی ہیں: جوڑنے والا، چونکہ موضوع اور محمول کے درمیان، اسی طرح مقدم وتالی کے درمیان

---

(۱) ضیاء النجوم: ۱۱۰.

(۲) ضیاء النجوم: ۱۱۰.

(۳) سلم العلوم: ۱۱۳، ضیاء النجوم: ۱۱۳، ارشاد الفہوم: ۲۷۵۔

ربط پیدا کرنے والی چیز در حقیقت نسبت ہے، لیکن وہ ایک معنوی چیز ہے اس لیے جو لفظ اس پر دلالت کرتا ہے اس کو رابطہ کہتے ہیں[1]۔

۷۔ ترکیب کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم:

ترکیب کے اعتبار سے قضیہ کی دو قسمیں ہیں: (الف)۔ ساذجہ (ب)۔ مرکبہ

(الف)۔ قضیہ ساذجہ کی تعریف:

مَا يَشْتَمِلُ عَلَى مَوْضُوْعٍ وَمَحْمُوْلٍ.

ساذجہ وہ قضیہ ہے، جو صرف ایک تصدیق پر مشتمل ہو، یعنی جس میں ایک موضوع اور ایک محمول ہو، جیسے: ”زَيْدٌ قَائِمٌ“، اس میں صرف ایک موضوع (زید) اور ایک محمول (قائم) ہے۔

(ب)۔ قضیہ مرکبہ کی تعریف:

مَا يَشْتَمِلُ عَلَى مَوْضُوْعَيْنِ وَمَحْمُوْلَيْنِ فَصَاعِداً.

مرکبہ وہ قضیہ ہے، جو ایک سے زائد تصدیقات پر مشتمل ہو، یعنی جس میں متعدد موضوع اور متعدد محمول ہو، جیسے: ”جَاءَ زَيْدٌ وَّعَمْرٌو“۔ اس میں دو موضوع (زَيْدٌ، عَمْرٌو) اور دو محمول (جَاءَ، جَاءَ) ہیں۔

۸۔ رابطہ کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم:

رابطہ کے مذکور یا محذوف ہونے کے اعتبار سے قضیہ کی دو قسمیں ہیں: (الف)۔ ثنائیہ (ب)۔ ثلاثیہ

(الف)۔ قضیہ ثنائیہ کی تعریف:

هِيَ مَا لَمْ تُذْكَرْ فِيْهَا الرَّابِطَةُ.

وہ قضیہ ہے، جس میں ادات ربط مذکور نہ ہو، جیسے: ”أُوْلَئِكَ عَلَى هُدىً مِنْ رَّبِهِمْ“۔ اس قضیہ میں صرف موضوع اور محمول مذکور ہیں، اس لیے اس کو ثنائیہ کہتے ہیں۔

(ب)۔ قضیہ ثلاثیہ کی تعریف:

هِيَ مَا ذُكِرَتْ فِيْهَا الرَّابِطَةُ.

وہ قضیہ ہے، جس میں ادات ربط مذکور ہو جیسے: ”أُوْلَئِكَ هُمُ المفْلِحُوْنَ“، اس قضیہ میں موضوع، محمول اور رابطہ تینوں مذکور ہیں، اس لیے اس کو ثلاثیہ کہتے ہیں[2]۔

پھر قضیہ ثلاثیہ کی دو قسمیں ہیں:

---

[1] ضیاء النجوم: ۱۰۹.

[2] کشاف اصطلاحات الفنون: ۷۱۹/۱۔

(الف)۔ ثلاثیہ تامہ (ب)۔ ثلاثیہ ناقصہ

(الف)۔ ثلاثیہ تامہ کی تعریف:

هِيَ مَا ذُكِرَتْ فِيْهَا رَابِطَةٌ غَيْرُ زَمَانِيَّةٍ.

وہ قضیہ ہے جس میں رابطہ غیر زمانیہ مذکور ہو، جیسے:"آوْلَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ"، یہاں موضوع، محمول اور رابطہ غیر زمانہ "هُمْ" تینوں مذکور ہیں۔ "هُمْ" کو رابطہ غیر زمانیہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

(ب)۔ ثلاثیہ ناقصہ کی تعریف:

هِيَ مَا ذُكِرَتْ فِيْهَا الرَّابِطَةُ الزَّمَانِيَّةُ.

وہ قضیہ ہے جس میں رابطہ زمانیہ مذکور ہو، جیسے:"إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" یہاں موضوع، محمول اور رابطہ زمانہ "كَانَ" تینوں مذکور ہیں۔ "كَانَ" کو مناطقہ رابطہ زمانیہ کے لیے استعمال کرتے ہیں[1]۔

۹۔ رابطہ کی اقسام:

موضوع اور محمول میں جو تعلق اور نسبت ہے اس پر دلالت کرنے والے لفظ کو رابطہ کہتے ہیں اور رابطہ کے معنی ہیں: باندھنے والا، جوڑنے والا۔ نسبت بھی چونکہ موضوع اور محمول کو آپس میں جوڑتی ہے اس لیے اس کو رابطہ کہتے ہیں۔ پھر رابطہ کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ رابطہ زمانیہ (ب)۔ رابطہ غیر زمانیہ

(الف)۔ رابطہ زمانیہ کی تعریف:

وہ حرف ربط ہے، جو تینوں زمانوں (ماضی، حال، مستقبل) میں سے کسی ایک زمانے پر دال ہو، جیسے:"إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْداً"۔ اس میں "قُرْآنَ الْفَجْرِ" موضوع اور "مَشْهُوْداً" محمول ہے اور "كَانَ" رابطہ زمانیہ ہے جو ماضی استمراری پر دلالت کرتا ہے۔

(ب)۔ رابطہ غیر زمانیہ کی تعریف:

وہ حرف ربط ہے، جو کسی زمانے پر دال نہ ہو، جیسے:"أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا"، اس میں "أُولَئِكَ" موضوع اور "الْكَافِرُونَ" محمول ہے اور "هُمْ" رابطہ غیر زمانیہ ہے، جو کسی زمانہ پر دلالت نہیں کرتا[2]۔

۱۰۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: عام مناطقہ ضمیر فصل کو رابطہ غیر زمانیہ کہتے ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ منطقی حضرات ادات کو رابطہ کے لیے استعمال کرتے

---

[1] کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۱۹۷۔

[2] کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۱۹۷۔

ہیں، تاہم کبھی یہ روابط اسم کے قالب میں ہوتے ہیں، جیسے: "هُوَ" اور بقیہ ضمائر وغیرہ، چنانچہ رابطہ فی صورۃ الاسم کا نام غیر زمانی رابطہ ہے اورافعال ناقصہ (سوائے لَيْسَ) اکثر مناطقہ کے نزدیک رابطہ زمانی کے لیے مستعمل ہوتے ہیں، لیکن بحرالعلوم فرماتے ہیں کہ "هُوَ" کو رابطہ سے شمار کرنا اہل عربیہ کے اجماع کے خلاف ہے، بلکہ ان کا نقطہ نظریہ ہے کہ افعال ناقصہ اوراس کے مشتقات کو رابطہ غیر زمانیہ میں شمار کرنا قرین قیاس ہے، کیونکہ وہ فرماتے ہیں: "أَهْلُ الْعربيةِ مصرحون بكونهاغير مشتملة على الحدث الذى به الاستقلال فى المشتقات"[۱]۔

قاعدہ نمبر ۲: اکثر منطقی حضرات افعال ناقصہ (سوائے لَيْسَ) کو رابطہ زمانیہ کہتے ہیں، کیونکہ "لَيْسَ" ادات سلب ہے[۲]۔

قاعدہ نمبر ۳: مناطقہ کبھی افعال عامہ (کون، ثبوت، حصول، وجود) کے مشتقات کو رابطہ غیر زمانیہ کہتے ہیں، جیسے: "زَيْدٌمَوْجُوْدٌ فِي الدَّارِ"۔ اس میں "مَوْجُوْدٌ" رابطہ غیر زمانیہ ہے[۳]۔

قاعدہ نمبر ۴: عربی لغت میں عموما حرف ربط کو حذف کیا جاتا ہے اور بعض مناطقہ کے نزدیک حرکات اعرابیہ اس کے قائم مقام ہوتے ہیں، جن مناطقہ کا نقطہ نظریہ ہے کہ حرکات اعرابیہ رابطہ کے قائم مقام ہیں، تو ان کے نزدیک معربات میں قضیہ ثلاثیہ ہوگا، اور مبنیات میں قضیہ ثنائیہ ہوگا[۴]۔

قاعدہ نمبر ۶: جس قضیہ کا محمول کلمہ یا اسم مشتق ہو تو امام رازیؒ کے نزدیک لفظ کے اعتبار سے ثنائیہ ہوگا اور ماہیت کے اعتبار سے ثلاثیہ ہوگا[۵]۔

قاعدہ نمبر ۷: مناطقہ حروف مشبہ بالفعل ان، ان، حروف نفی، لمَا، لَمْ، لَنْ، حروف جارہ کو اداۃ غیر زمانیہ کہتے ہیں۔

۱۱۔ تمرین:

(الف)۔ متعلق تصدیق کیا چیز ہوتی ہے؟ اس میں مناطقہ کے مذاہب بیان کریں۔

(ب)۔ حکم کے معانی بیان کریں، نیز حکم کی کتنی قسمیں ہیں؟

(ج)۔ وقوع نسبت اور لاوقوع نسبت کا مفہوم بیان کریں، نیز اجزاء قضیہ کے متعلق متقدمین اور متاخرین کا اختلاف بیان کریں۔

(د)۔ ترکیب کے اعتبار سے قضیہ کی کتنی قسمیں ہیں، نیز رابطہ کے اعتبار سے قضیہ کی اقسام بیان کریں۔

(ھ)۔ درج ذیل کونسے قضایا ہیں؟ نیز منطقی ترکیب کریں۔

---

(۱) دیکھئے بحرالعلوم شرح سلم العلوم: ۱۳۳، انوار العلوم: ۱۱۲۔

(۲) شرح تہذیب: ۸۹، تحفہ شاہجہانی: ۸۰، ۱۱، مفتاح التہذیب: ۵۵۔

(۳) ضیاء النجوم: ۱۱۸، مفتاح التہذیب: ۵۵۔

(۴) تحفہ شاہجہانی: ۸۸، تسہیل المنطق للاثری: ۳۵، کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/ ۱۲۴۲۔

(۵) کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/ ۱۲۴۲۔

إِنَّ اللهَ هُوَ الغَفُورُ الرَّحِيمُ. إِنَّمَا نَحنُ مُصلِحُونَ. أُولَئِكَ هُمُ الخَاسِرُونَ. أُولَئِكَ أَصحَابُ الجَنَّة. وَعِندَهُ أُمُّ الكِتَاب. إِنَّهُم هُمُ المُفسِدُونَ. وَمَا أُولَئِكَ بِالمُؤمِنِينَ. مَا بِصَاحِبِهِم مِن جِنَّة. أُولَئِكَ هُمُ الغَافِلُونَ. إِنَّهُم هُمُ السُّفَهَاءُ. وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُم. كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيهِم. وَأَنتَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ شَهِيدٌ. إِنَّهُ هُوَ الغَفُورُ الرَّحِيمُ. وَمَكرُ أُولَئِكَ هُوَ يَبُورُ. وَأَنَّهُ هُوَ أَضحَكَ وَأَبكَى. وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحيَا. إِنَّهُ هُوَ يُبدِئُ وَيُعِيدُ- مَا كَانَ إِبرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصرَانِيًّا. وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشرِكِينَ. الْجِدَالُ فِى الْقُرْآن كُفْرٌ. كَانَ النَّبِىُ ﷺ دَائِمَ الْحُزْنِ. الجَمَاعَةُ بَرَكَةٌ. أَصْبَحُ النَّاسُ أَغْنِيَاءَ. الجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتَ. الجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ. كَانَتْ هِجْرَةُ المنَافِقِيْنَ لِلدُّنيَا. حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ رَايَةُ الْإِسْلَامِ. كَانَتْ هِجْرَةُ الصَّحَابَةِ لله.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞...إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ:

قضیہ حملیہ ساذجہ ثنائیہ موجبہ۔

"إِنَّمَا"ادات غیر زمانیہ... "نَحْنُ"موضوع... "مُصْلِحُوْنَ"محمول... موضوع با محمول قضیہ حملیہ ساذجہ ثنائیہ موجبہ۔

۞... أُولَئِكَ هُمُ الخَاسِرُونَ:

قضیہ حملیہ ساذجہ ثلاثیہ تامہ موجبہ۔

"أُولَئِكَ"موضوع... "هُمْ"رابطہ غیر زمانیہ... "الخَاسِرُونَ"محمول... موضوع با محمول قضیہ حملیہ ساذجہ ثلاثیہ تامہ موجبہ۔

۞... إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْداً:

قضیہ حملیہ ساذجہ ثلاثیہ ناقصہ موجبہ۔

"إِنَّ"ادوات غیر زمانیہ... "قُرْآنَ الْفَجْرِ"موضوع... "كَانَ"رابطہ زمانیہ... "مَشْهُوْداً"محمول... موضوع با محمول قضیہ حملیہ ساذجہ ثلاثیہ ناقصہ موجبہ۔

فصل سوم: حمل کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ حملیہ (حمل والی) منسوب بسوئے حمل ہے اور اس کو حملیہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حمل پر مشتمل ہوتی ہے، جس طرح جملہ خبریہ کو خبریہ (خبر والی) اس لیے کہتے ہیں کہ یہ خبر پر مشتمل ہوتی ہے، انشائیہ کو انشائیہ (انشاء والی) اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انشاء پر مشتمل ہوتی ہے، جملہ اسمیہ کو اسمیہ (اسم والی) اور فعلیہ کو فعلیہ (فعل والی) اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اسم اور فعل پر مشتمل ہوتیں ہیں۔ تو حملیہ کا معنی ہے: حمل والی۔ اب ذیل میں حمل کی تعریف اور اقسام ذکر کی جاتی ہیں:

۲۔ حمل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

حمل لغت میں اٹھانے اور دلانے کو کہتے ہیں، حَمْلُ الشَّیءِ عَلَی الْآخَرِ کے معنی ہیں: ایک کا حکم دوسرے پر لگانا اور اصطلاحی تعریف یہ ہے: "اِتِّحَادُالمتَّغَائِرَیْنِ[۱] فِی المفْھُوْمِ بِحَسْبِ الْوُجُوْدِ"[۲]. وجود کے اعتبار سے ایسی دو چیزوں کا متحد ہونا ہے، جو مفہوم کے اعتبار سے متغائر ہوں، جیسے: "زَیْدٌکَاتِبٌ" میں زید کے لیے "کتابت" کا اثبات ہے، تاہم زید کا مفہوم کاتب کے مفہوم سے متغائر ہے، البتہ خارج میں زید اور کاتب کا وجود ایک ہے اور اسی طرح "زَیْدٌلَیْسَ بِشَاعِرٍ" میں عدم شعر کا زید کے لیے اثبات ہے، سالبہ پر بھی حمل کی تعریف صادق آتی ہے۔

علامہ محب اللہ بہاریؒ حمل کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

"الْحَمْلُ ھُوَاتِّحَادُالمتَغَائِرَیْنِ فِیْ نَحْوٍمِنَ التَّعَقْلِ بِحَسْبِ نَحْوِآخَرَمِنَ الْوُجُوْدِبِالذَّاتِ أَوْبِالْعَرَضِ"[۳].

حمل اس کا نام ہے کہ دو چیزیں جو تعقل کی کسی قسم کے اعتبار سے متغائر ہوں ان کو وجود کی کسی قسم (اتحاد بالذات کیساتھ یا اتحاد بالعرض کیساتھ) کے اعتبار سے متحد کرنا۔ اتحاد بالذات کا مفہوم یہ ہے کہ احد ہما آخر کے لیے ذاتی ہو، جیسے: "الانسان حیوان"

---

[۱] هو اتحاد المتغايرين ذهنا في الخارج. فقولهم ذهنا تمييز من النسبة في المتغايرين. وقولهم في الخارج ظرف الاتحاد، ومعناه أنّ الحمل اتحاد المتغايرين ذهنا أي في الوجود الظلّي الذي هو العلم في الخارج، أي في الخارج عن الوجود الذهني الذي يتغايران فيه، سواء كان ذلك الخارج وجودا خارجيا محقّقا أو مقدرا، أو كان وجودا ذهنيا أصليا محققا أو مقدرا. فالأول كالحيوان والناطق المتّحدين في ضمن وجود زيد. والثاني كجنس العنقاء وفصله المتّحدين في ضمن وجود فرده المقدّر. والثالث كوجود جنس العلم وفصله في ضمن فرد منه كالعلم بالإنسان. والرابع كشريك الباري ممتنع فإنّهما متّحدان بالوجود الذهني المقدّر، ثم ذلك الاتحاد أعمّ من أن يكون بالذات كما في الذاتيات أو بالعرض كما في العرضيات والعدميات. فالحاصل أنّ الحمل اتحاد المتغايرين مفهوما أي وجودا ظليا في الوجود المتأصّل المحقق أو المفروض. ولا شك أنّ المتأصّل في الوجود هو الأشخاص فتعيّن للموضوعية، والمفهومات للحملية، وهذا أمر خارج عن مفهوم الحمل. (كشاف اصطلاحات الفنون: ۱/ ۷۱٦)

[۲] کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۷۱۶۔

[۳] سلم العلوم: ۱۳۳، ضیاء النجوم: ۱۳۴۔

یادونوں شئی ثالث کے لیے ذاتی ہوں، جیسے:''النَّاطِقُ حَيَوَانٌ''۔ اور اتحاد بالعرض کا مفہوم یہ ہے کہ ایک کا مبدء دوسرے کیساتھ قائم ہو، جیسے:''الإِنْسَانُ ضَاحِكٌ''۔ یادونوں کا مبدء شئی ثالث کیساتھ قائم ہو، جیسے:''الضَّاحِكُ كَاتِبٌ''.

۳۔ حمل کی اقسام وانواع:

حمل کی دو قسمیں ہیں: (الف)۔ حمل اَوَلی (ب)۔ حمل شائع متعارف

(الف)۔ حمل اَوَّلی کی تعریف:

مَا يُفِيْدُ أَنَّ الْمَوْضُوْعَ بِعَيْنِهٖ هُوَ الْمَحْمُوْلُ ذَاتًا وَ وُجُوْدًا.

وہ حمل ہے، جس میں موضوع وجوداً اور ذاتاً عین محمول ہو، یعنی موضوع اور محمول میں عینیت کا علاقہ ہو، جیسے:''الانسان انسان''۔ یہاں موضوع عینِ محمول ہے۔

بعض حضرات نے یہ تعریف کی ہے کہ حمل اولی وہ حمل ہے جس میں زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہ ہو، صرف عقل کے متوجہ ہوتے ہی بات سمجھ میں آجائے، جیسے: ایک دو کا آدھا ہے اور کل جزء سے بڑا ہوتا ہے، بالفاظِ دیگر حمل اولی وہ بدیہی قضیہ ہے جس کے طرفین کا نسبت کیساتھ تصور حکم لگانے اور یقین کرنے کے لیے کافی ہو، جیسے: ایک دو کا آدھا ہے۔ اس کو حمل اولی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دو چیزوں کی عینیت کا علم اول وہلہ میں ہی ہوجاتا ہے اور بدیہی قضایا کا علم عقل کے متوجہ ہوتے ہی ہوجاتا ہے اس لیے اس کو حمل اولی کہتے ہیں[1]۔

(ب)۔ حمل شائع متعارف کی تعریف:

مَا يُفِيْدُ أَنَّ الْمَوْضُوْعَ غَيْرُ الْمَحْمُوْلِ ذَاتًا وَ وُجُوْدًا./ مَا اقْتُصِرَ فِيْهِ عَلٰى مُجَرَّدِ الِاتِّحَادِ فِي الْوُجُوْدِ.

وہ حمل ہے، جس میں موضوع وجوداً اور ذاتاً عین محمول نہ ہو، یعنی موضوع اور محمول میں عینیت کا علاقہ نہ ہو، بلکہ صرف وجود میں اتحاد ہو، جیسے:''زَيْدٌ شَاعِرٌ''۔ یہاں موضوع اور محمول میں تغائر ہے، البتہ صرف وجود میں اتحاد ہے۔ اس کو حمل شائع

[1] وإنّما سمّي حملا أوليا لكونه أولي الصدق أو الكذب. ومن هذا القبيل حمل الشيء على نفسه. وهو إمّا مع تغاير الطرفين بأن يؤخذ أحدهما مع حيثية، والآخر مع حيثية أخرى. وإمّا بدون التغاير بينهما بأن يتكرّر الالتفات إلى شيء واحد ذاتا واعتبارا. والأول صحيح غير مفيد، والثاني غير صحيح غير مفيد ضرورة أنّه لا تعقل النسبة إلّا بين الشيئين ولا يمكن أن يتعلّق بشيء واحد التفاتان من نفس واحدة في زمان واحد. لا يقال فحينئذ حمل الشيء على نفسه لا يكون حملا بالذات لأنّ مصداق الحمل على ذلك التقدير فيه ليس نفس الموضوع فقط، بل مع أنّ حمل الإنسان على نفسه حمل بالذات، لأنّا نقول طبيعة الحمل تستدعي تغايرا بين الموضوع والمحمول. وما ذكروا أنّ نفس الموضوع إن كان كافيا في تحقّق الحمل، فحمل بالذات وإلّا فحمل بالعرض، فهو بعد ذلك التغاير فحمل الشيء على نفسه حمل بالذات، لأنّ بعد ذلك التغاير لا يحتاج إلى غيره. (كشاف اصطلاحات الفنون:۱/ ۷۱۸)

متعارف اس لیے کہتے ہیں کہ عرف عام میں اسی حمل کا استعمال ہوتا ہے[۱]۔

پھر حمل اَوَّلی کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ بدیہی (ب)۔ نظری

(الف)۔ حمل بدیہی کی تعریف:

حمل بدیہی وہ ہوتا ہے، جس میں موضوع اور محمول کے درمیان بالکل تغائر نہ ہو جیسے: ''الإنسان إنسان''۔ یا محمول موضوع کا معنون ہو، جیسے: ''بعض النوع إنسان''۔ کہ اس میں ''بعض النوع'' عنوان اور ''انسان'' معنون ہے، یا موضوع اور محمول کی ذات ایک ہو، اگرچہ ان میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہو جیسے: ''الانسان هو الحيوان الناطق''[۲]۔

(ب)۔ حمل نظری کی تعریف:

حمل بدیہی وہ ہوتا ہے، جس میں موضوع اور محمول کے درمیان بظاہر تغائر ہو، لیکن درحقیقت اتحاد ہو، جیسے: اشاعرہ کا قول ہے: ''الْوُجُوْدُ هُوَ الماهِيَّةِ''۔ اشاعرہ کے نزدیک ماہیت اور وجود میں عینیت ہے، کیونکہ ماہیت سے ماہیت متقررہ ہے اور ماہیت متقررہ یہی وجود ہے[۳]۔

۴۔ حمل شائع متعارف کی پہلی تقسیم:

حمل شائع متعارف کی دو قسمیں ہیں: (الف)۔ ذاتی (ب)۔ عرضی

(الف)۔ حمل ذاتی کی تعریف:

مَا يَكُوْنُ فِيْهِ الْمَحْكُوم بِهِ ذاتيا للمحكوم عَلَيْهِ.

وہ حمل شائع متعارف ہے، جس میں محکوم بہ محکوم علیہ کے لیے ذاتی ہو، یعنی جس میں محمول موضوع کا جزء ہو، جیسے: ''الإنسانُ حيوانٌ''۔ اس میں محمول ''حیوان'' موضوع ''انسان'' کا جزء ہے، کیونکہ انسان کی ماہیت حیوان ناطق ہے۔

---

[۱] اعلم أنّ إطلاق الحمل على حمل المواطأة وحمل الاشتقاق على هذا بالاشتراك المعنوي. والأشبه أنّ إطلاقه عليهما بالاشتراك اللفظي، هكذا ذكر صاحب السلّم. وظاهر كلام مرزا زاهد في حاشية شرح المواقف يدل على الاشتراك اللفظي حيث قال في المقصد العاشر من مرصد الماهية: إنّ الحمل يطلق على ثلاثة معان. الأول الحمل اللغوي وهو الحكم بثبوت الشيء للشيء وانتفاؤه عنه، وحقيقته الإذعان والقبول. والثاني الحمل الاشتقاقي ويقال له الحمل بوجود في وتوسّط ذو، وحقيقته الحلول بمعنى الاختصاص الناعت، وهو ليس مختصا بمبادئ المشتقّات، بل يجري في المشتقات أيضا. فإنّ العرض أعمّ من العرضي كما تقرّر. فإن قلت المال محمول على صاحبه بتوسّط ذو مع أنّه ليس حالا فيه؟ قلت المحمول في الحقيقة هو إضافة بين المال والمالك. والثالث حمل المواطأة ويقال له الحمل بقول على وحقيقته الهوهو. (كشاف اصطلاحات الفنون:۱/ ۷۱۷).

[۲] حمل بدیہی کی چار قسمیں ہیں، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ضیاء النجوم: ۱۳۴۔

[۳] وجود اور موجود پر تفصیلی مباحث کے لیے دیکھئے ہماری کتاب: قواعد الفلسفہ۔

(ب)۔ حمل عرضی کی تعریف:

مَا لَا يَكُوْنُ فِيْهِ الْمَحْكُوم بِهِ ذاتيا للمحكوم عَلَيْهِ.

وہ حمل شائع متعارف ہے، جس میں محکوم بہ محکوم علیہ کے لیے عرضی ہو، یعنی جس میں محمول موضوع کا جزء نہ ہو، بلکہ خارج ہو، جیسے: "الإِنْسانُ كَاتِبٌ"۔ اس میں محمول "کاتب" موضوع "انسان" کا جزء نہیں، بلکہ انسان کی ماہیت سے خارج ہے۔

۵۔ حمل شائع متعارف کی دوسری تقسیم:

(الف)۔ حمل بالمواطاۃ (ب)۔ حمل بالاشتقاق

(الف)۔ حمل بالمواطاۃ کی تعریف:

مَا لَا يَكُوْنُ بِوَاسِطَةِ حُرُوْفِ الجَرِّ أَوْ ذُوْ./ هُوَ أَنْ يَّكُوْنَ الشَّيْءُ مَحْمُوْلاً عَلى المَوْضُوْعِ بِالْحَقِيْقَةِ، أَيْ بِلَا وَاسِطَةٍ[1].

وہ حمل شائع متعارف ہے، جو حروف جارہ یا "ذو" کے واسطہ سے نہ ہو، یعنی محمول کی موضوع کی طرف بلاواسطہ نسبت کرنا، جیسے: "زَيْدٌ قَائِمٌ"۔ اس میں "قَائِمٌ" زید پر بلاواسطہ حمل ہے، اس کو حمل بالمواطاۃ اس لیے کہتے ہیں کہ مواطاۃ کے معنی ہیں: "موافقت"، یعنی دو چیزوں کا ایک دوسرے کے موافق ہونا، اس حمل میں بھی چونکہ موضوع اور محمول صدق میں ایک دوسرے کے موافق ہوتے ہیں اس لیے اس کو حمل بالمواطاۃ (حمل بالموافقت) کہتے ہیں۔

(ب) حمل بالاشتقاق کی تعریف:

مَا كانَ بِوَاسِطَةِ حُرُوْفِ الجَرِّ أَوْ ذُوْ./ هُوَ أَنْ لَا يَكُوْنَ مَحْمُوْلاً عَلَيْهِ بِالحَقِيْقَةِ بَلْ يُنْسَبُ إِلَيْهِ[2].

وہ حمل شائع متعارف ہے، جو حروف جارہ یا "ذُوْ" کے واسطہ سے ہو، یعنی محمول کی موضوع کی طرف حروف جارہ یا "ذُوْ" کے ذریعہ نسبت کرنا، جیسے: "زَيْدٌ فِي الدَّارِ" اور "زَيْدٌ ذُوْمَالٍ"۔ پہلی مثال میں "الدَّارِ" محمول "زید" موضوع پر بواسطہ "فِيْ" جارہ حمل ہے اور دوسری مثال میں "مَالٍ" محمول "زید" پر بواسطہ "ذُوْ" حمل ہے، اس کو حمل بالاشتقاق اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں محمول مشتق کی تاویل میں کیا جاتا ہے، جیسے مذکورہ مثالیں "زَيْدٌ كَائِنٌ فِي الدَّارِ" اور "المَالُ مَمْلُوْكُ زَيْدٍ" کی تاویل میں ہیں۔

۵۔ عقد وضع اور عقد حمل کا مفہوم:

عَقْدُ الْوَضْعِ: هُوَ اتِّصَافُ ذَاتُ المَوْضُوْعِ بِوَصْفِهِ./ عَقْدُ الحَمَلِ: هُوَ اتِّصَافُ ذَاتُ المَوْضُوْعِ بِوَصْفِ المَحْمُوْلِ.

---

(۱) کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۱۶/۷۔

(۲) کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۱۶/۷۔

مفہومِ موضوع کو ذاتِ موضوع کے لیے ثابت کرنے کو عقد وضع کہتے ہیں اور مفہوم محمول کو ذاتِ موضوع کے لیے ثابت کرنے کو عقدِ حمل کہتے ہیں،اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر قضیہ میں حمل ہوتا ہے اور ہر قضیہ دو عقدوں پر مشتمل ہوتا ہے،ایک عقد وضعی اوردوسرا عقد حملی،اور یہ بات ظاہر ہے کہ موضوع میں دواعتبار ہوتے ہیں:ایک ذات موضوع اوردوسرا مفہوم موضوع،ذات موضوع کو فردِ موضوع اور مصداقِ موضوع بھی کہتے ہیں،مفہوم موضوع کو ذات موضوع کے لیے ثابت کرنا،اس کو عقد وضع کہتے ہیں،جیسے: ”الإِنْسَانُ حَيَوَانٌ“۔میں انسان موضوع ہے،اس میں ذات موضوع زید،بکراور عمرو وغیرہ ہیں اورانسانیت جو کہ انسان(موضوع) کامفہوم ہے،اسی مفہوم کو ذات موضوع(زید،عمرو،بکر) کے لیے ثابت کرنا عقد وضعی ہے۔

اسی طرح محمول میں بھی دواعتبار ہوتے ہیں،ایک ذات محمول اوردوسرا مفہوم محمول،ذات محمول کا ثبوت نہیں ہوتا(کیونکہ وہ من قبیل الذات ہے اورذاتِ محمول ذات موضوع ہی ہوتا ہے)مفہوم محمول کو ذات موضوع کے لیے ثابت کرنا،اسے عقد حملی کہتے ہیں،جیسے:”كُلُّ إِنْسَانٍ نَاطِقٌ“۔اس میں انسان کے لیے ناطقیت کا ثبوت ہے اوروہ قضیہ جس میں عقد حملی عقد وضعی سے مغائر ہو تو وہ حمل مفید ہو گا،اگر عقد حملی سے عقد وضعی مغائر نہ ہو تو وہ حمل مفید نہ ہو گا،جیسے:”الإنسانُ ناطقٌ“میں عقد وضعی اور عقد حملی میں تغائر ہے،اسی وجہ سے یہ حمل مفید ہے۔اور”الإنسانُ إِنْسَانٌ“میں عقد وضعی اور عقد حملی میں عینیت ہے،لہٰذا یہ حمل مفید نہیں[۱]۔

۶۔قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر۱:حمل بالاشتقاق کو حمل اشتقاقی،حمل ذو ہو،حمل ترکیبی اور حمل بالمواطاۃ کو حمل مواطاتی،حمل ہو ہو اور حملِ بسیط بھی کہتے ہیں[۲]۔

قاعدہ نمبر۲:حمل شائع متعارف کو حمل شائع صناعی بھی کہتے ہیں[۳]۔

قاعدہ نمبر۳:فعل کا مسند الیہ پر حمل بالاشتقاق کہلاتا ہے،جیسے:”قَامَ زَيْدٌ“بمعنی”زَيْدٌ ذُوْ قِيَامٍ“اور”زَيْدٌ يَمْشِيْ“بمعنی”زَيْدٌ ذُوْ مَشْيٍ“[۴]۔

قاعدہ نمبر۴:علوم وفنون میں صرف حمل شائع متعارف معتبر ہوتا ہے اور قیاس میں بھی اس کا اعتبار ہوتا ہے[۵]۔

قاعدہ نمبر:اگر محمول موضوع کے لیے ذاتی ہو،یعنی موضوع کی حقیقت کا جزء ہو تو اس کو حمل شائع بالذات کہتے ہیں،جیسے:”الإنسانُ

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۵۱۔

[۲] تجرید المنطق للطوسی:۱۰،الکلیات لابی البقاء:۳۷۹،کشاف اصطلاحات الفنون:۱/۷۱۶،دستور العلماء:۲/۴۲،تحفہ شاہجہانی:۹،قطبی:۱۹۶-۱۹۷۔

[۳] دستور العلماء:۲/۴۳،دروس المنطق للانصاری:۶۴۔

[۴] ملخصا کشاف اصطلاحات الفنون:۱/۷۱۷،۷۱۶،رفع الاشتباہ شرح حمد اللہ:۲۸۔

[۵] سلم العلوم:۱۳۵،کشاف اصطلاحات الفنون:۱/۷۱۶۔

حیوانٌ''اوراگر محمول موضوع کی حقیقت سے خارج ہواور موضوع کے لیے عارض ہو تو اس کو حمل شائع بالعرض کہتے ہیں، جیسے: ''الإنسانُ کاتبٌ''وغیرہ۔

قاعدہ نمبر: علوم وفنون میں اعتبار صرف حملِ شائع متعارف کا ہے اوراس حمل میں من وجہ اتحاداور من وجہ مغایرت ہوناضروری ہے، اتحادوجود کے اعتبار سے ہوگااور تغایر تعقل (سمجھنے) کے اعتبار سے ہوگا[1]۔

قاعدہ نمبر۵: حمل شائع متعارف میں مقصوداتحادالمحمول مع الموضوع فی الوجود ہوتا ہے،، جیسے: ''زید''اور ''قیام''کے مفہوم میں تغائر ہے، ہر ایک کاعلیحدہ مفہوم ہے، لیکن جب ''قیام''کو ''زید''پر محمول کیا گیا، تو دونوں وجود میں متحد ہو گئے، یعنی ''زید''کا وجود ''قائم''کا وجود ہے اور ''قائم''کا وجود ''زید''کا وجود ہے۔

قاعدہ نمبر۶: حمل بالمواطاۃ کامدار اتحادفی الوجود پر ہوتا ہے اور حمل بالاشتقاق کا مدار علاقہ بین الموضوع والمحمول پر ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر۷: حمل بالمواطاۃ کو ''مقولٌ بـ عَلَی''بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ کلمہ ''عَلَی''کیساتھ مستعمل ہوتا ہے جیسے: ''الإنسانُ حیوانٌ'' میں کہاجاتاہے: ''الحیوانُ محمولٌ علی الإنسانِ''[2]۔

قاعدہ نمبر۸: ثبوت الشئ للشئ اور نفی الشئ عن الشئ کو حمل لغوی کہتے ہیں[3]۔

قاعدہ نمبر۹: علامہ میر زاہد اور دیگر مناطقہ نے حمل اولی اور حمل شائع متعارف کو حمل بالمواطاۃ کی قسم قرار دی ہے[4]۔

قاعدہ نمبر۱۰: امام فارابی نے حمل کی چار قسمیں بنائی ہیں: ۱۔ حمل الکلی علی الجزئی، جیسے: ''زَیْدٌ إِنسَانٌ''۔ ۲۔ حمل الکلی علی الکلی، جیسے: ''الإِنْسَانُ حَیَوَانٌ''۔ ۳۔ حمل الکلی علی الجزئی، جیسے: ''هَذَا إِنْسَانٌ''۔ ۴۔ حمل الجزئی علی جزئی آخر[5]۔

قاعدہ نمبر۱۱: حمل میں تغائر من وجہ اور اتحاد من وجہ ہوناضروری ہے اس لیے ہر اعتبار سے تغائر ہو اور اتحاد بالکل نہ ہو تو حمل صحیح نہیں ہوگا، اوراسی طرح ہر اعتبار سے تغائر تو حمل مفید نہیں ہوگا۔

---

[1] حمل النقیض علی النقیض: جَائِز عِنْد الْجُمْهُور. فَإِن قلت. حق النقیض أَن یکون مُخَالفا للنقیض لَا مُوَافقا لَهُ فَکیف یحمل أَحدهمَا علی الآخر. قلت: النقیض لَهُ طرفان طرف للثبوت وطرف للنَّفْي فَیحمل أَحدهمَا علی الآخر لاشْتِرَاکهمَا فِي کَونهمَا طرفین فَهُوَ فِي الْحَقِیقَة حمل النظیر لَا حمل النقیض علی النقیض. (دستور العلماء: ۲/ ٤٤)

[2] سلم العلوم: ۳۵، ۱۳، ضیاء النجوم: ۱۳۵۔

[3] کشاف اصطلاحات الفنون: ۶/ ۱۷، دستور العلماء: ۲/ ۴۰۔

[4] دستور العلماء: ۲/ ۴۰۔

قَالَ الْفَاضِل الزَّاهِد فِي الْهَامِش علی حَوَاشِیه علی شرح المواقف أَن الأول وَالثَّالِث حمل مُتَعَارَف وَالْمرَاد بالفرد الْوَاقِع فِي تَعْرِیفه مَا صدق عَلَیْهِ مُطلقًا. وَالثَّانِي یحْتَمل أَن یکون متعارفا أَو غیر مُتَعَارَف لِامْتِنَاع أَن یصدق جزئي علی جزئي آخر إِلَّا بِأَن یکون الجزئي حِصَّة کحصة من الْإِنْسَان أَو الْکَاتِب فَحمل تِلْكَ الْحِصَّة حملا متعارفا علی حِصَّة أَو علی جزئي آخر أَو عَکسه بِالنّظرِ إِلَی الْوُجُود بِالذَّاتِ أَو الْوُجُود بِالْعرضِ انْتهی. (دستور العلماء: ۲/ ٤١)

[5] دستور العلماء: ۱/ ۴۰۔

قاعدہ نمبر ۱۲: جس قضیہ میں حمل شائع متعارف ہو اسے قضیہ متعارفہ کہتے ہیں[۱]۔

قاعدہ نمبر ۱۳: حمل مواطاتی کی حقیقت دو چیزوں کا ایک کرنا ہے، جبکہ حمل اشتقاقی کی حقیقت حلول ہوتا ہے، یعنی ایک چیز کا اپنے محل میں متحقق ہونا ہے[۲]۔

قاعدہ نمبر ۱۴: ہر مفہوم خواہ وجودی ہو یا عدمی اس کا حمل اس کی ذات پر حمل اولی ہوتا ہے، کیونکہ حمل اولی کا مدار عینیت پر ہے اس میں موضوع اور محمول ایک ہوتے ہیں اور ہر مفہوم اس کی ذات کا عین ہوتا ہے اور جب ہر مفہوم کا حمل اس کی ذات پر حمل اولی ہوتا ہے اور حمل اولی میں ثبوت الشیء لنفسہ ہوتا ہے، لہذا اس کی نقیض یعنی سلب الشیء عن نفسہ ہر حال میں محال ہوگا، خواہ موضوع موجود ہو، یا معدوم، جیسے: "الإنسان إنسان" میں حمل اولی ہے، لہذا انسان کا سلب انسان سے کسی صورت میں نہیں ہو سکتا، خواہ انسان موجود ہو یا معدوم[۳]۔

۷۔ تمرین:

(الف)۔ حمل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں۔

(ب)۔ حمل کی اقسام وانواع بیان کریں۔

(ج)۔ عقد وضع اور عقد حمل کا مفہوم بیان کریں۔

(د)۔ درج ذیل مثالوں میں اقسام حمل کی نشاندہی کریں، نیز منطقی ترکیب کریں۔

أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِن رَبِّهِم. وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم. إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ. لَيسَ عَلَى الأَعمَى حَرَجٌ. الحَبُّ ذُو العَصفِ وَالرَّيحَانُ. خَلَقَ الإِنسَانَ. وَرَبُّكَ الغَنِيُّ ذُو الرَّحمَةِ. وَمَا مَسَّنَا مِن لُغُوبٍ. وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ. إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنِ العَالَمِينَ. زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيطَانُ أَعمَالَهُم. الإِنْسَانُ إِنْسَانٌ. الْحِمَارُ حَيَوَانٌ. الْفَرَسُ صَائِلٌ. هِجْرَةُ الْفَاسِقِ لِلدُّنْيَا. حُبُّ الأَنْصَارِ آيَةُ الْإِيْمَانِ. الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَيَالُ الله. الْخَيْرُ مَعْقُوْدٌ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. السُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ. بَعْضُ الإِنْسَانِ كَاتِبٌ بِالْفِعْلِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁... أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِن رَبِّهِم.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ موجبہ۔

---

[۱] دستور العلماء: ۳/۶۳۔

[۲] حمد اللہ شرح سلم العلوم: ۵۲۔

[۳] ارشاد الفہوم: ۳۲۷۔

”أُولَئِکَ“موضوع...”عَلَی هُدًی مِن رَبِّهِم“محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ موجبہ۔

۞... أُولَئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثلاثیہ تامہ موجبہ۔

”أُولَئِکَ“موضوع...”هُمْ“رابطہ غیر زمانیہ...”الْمُفلِحُونَ“محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثلاثیہ تامہ موجبہ۔

فصل چہارم: ذات موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم

ا۔ ذاتِ موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم:

ذات موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی چار قسمیں ہیں:

(الف)۔ شخصیہ (مخصوصہ) (ب)۔ طبعیہ (ج)۔ محصورہ (مسورہ) (د)۔ مہملہ

(الف)۔ قضیہ شخصیہ مخصوصہ کی تعریف:

هِيَ الْقَضِيَّةُ الَّتِيْ كانَ مَوْضُوْعُهَا شَخْصًا مُعَيَّنًا .

وہ قضیہ حملیہ ہے، جس کا موضوع شخص معین، یعنی جزئی حقیقی ہو، جیسے: "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ الله" اور "مَاكَفَرَ سُلَيْمَنُ"، پہلا قضیہ شخصیہ موجبہ اور دوسرا شخصیہ سالبہ ہے اور دونوں میں موضوع شخص معین اور جزئی حقیقی ہے۔

(ب)۔ قضیہ طبعیہ کی تعریف:

هِيَ الْقَضِيَّةُ الَّتِيْ كانَ مَوْضُوْعُهَا نَفْسَ الْحَقِيْقَةِ .

وہ قضیہ حملیہ ہے، جس کا موضوع کلی ہو اور حکم موضوع کی طبیعت وماہیت پر ہو، جیسے: "إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ لَعَظِيْمٌ"، اس میں "لَظُلْمٌ لَعَظِيْمٌ" کا حکم "شرک" کلی کی ماہیت و طبعیت پر ہے[1]۔

(ج)۔ قضیہ محصورہ کی تعریف:

مَا حُكِمَ فِيْهَا عَلٰى جَمِيْعِ الأَفْرَادِ أَوْ عَلٰى بَعْضِهَا .

وہ قضیہ حملیہ ہے، جس کا موضوع کلی ہو اور حکم موضوع کے تمام یا بعض افراد پر ہو، یعنی اس میں افراد کی کمیت بیان کی گئی ہو، جیسے: "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموْتِ" اور "إِنَّ بَعضَ الظَّنِّ إِثم"۔ پہلی مثال میں حکم تمام افراد موضوع پر ہے اور دوسری مثال میں حکم بعض افراد موضوع پر ہے۔ محصورہ کو محصورہ اس لیے کہتے ہیں کہ حکم میں افراد کا احاطہ کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اسے مسورہ بھی کہتے ہیں[2]۔

(د)۔ قضیہ مہملہ کی تعریف:

مہملہ کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے: متقدمین کے نزدیک مہملہ وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی

---

[1] الحكم فى القضية الطبعية على نفس الموضوع الكلى بماهو كلى مع غض النظر عن أفراده على وجه لايصح تقديررجوع الحكم إلى الأفراد، فالقضية تسمى طبيعة، لأن الحكم فيها على نفس الطبيعة من حيث هى كلية، مثل:الإنسان نوع،الناطق فصل،الحيوان جنس،الضاحك خاصة... وهكذا فإنك ترى أن الحكم فى هذه الأمثلة لايصح إرجاعه إلى أفرادالموضوع،لأن الفردليس نوعا ولافصلا ولاجنسا ولا خاصة.

[2] اساس الاقتباس:۸۲، الاشارات مع الشرح:۱۱۷، النجاۃ:۱۳، التحصیل:۴۸، شرح المطالع:۱۱۹۔

ہو اور حکم نفس موضوع پر لگایا گیا ہو، کوئی زائد شرط موضوع کیساتھ ملحوظ نہ ہو، یعنی عموم و خصوص میں سے کسی چیز کا لحاظ نہ کیا گیا ہو، جیسے: "الإِنْسَانُ حَيَوَانٌ"۔ اس میں موضوع "الإنسان" کلی ہے اور اس میں کسی شرط کا ملاحظہ نہیں، نہ شرط عموم کا اور نہ شرط خصوص کا۔ اور متاخرین مناطقہ کے نزدیک مہملہ وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر لگایا گیا ہو، لیکن افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو، جیسے: "الإِنْسَانُ حَيَوَانٌ"، اس میں موضوع کلی ہے اور اس میں افراد کی کمیت کلاًیا بعضاًبیان نہیں کی گئی ہے۔ عند المتقدمین مہملہ کو مہملہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں شرط زائد چھوڑ دیا گیا ہے اور متاخرین کے نزدیک مہملہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں افراد کی کمیت کا بیان چھوڑ دیا گیا ہے[1]۔

مہملہ قدمائیہ اور مہملہ متاخرہ میں فرق یہ ہے کہ مہملہ قدمائیہ میں موضوع نفس ماہیت ہوتی ہے اور مہملہ متاخرہ میں موضوع افراد ہوتے ہیں۔

۲۔ قضیہ مہملہ قدمائیہ اور قضیہ طبیعیہ میں فرق:

متقدمین کے نزدیک مہملہ قدمائیہ وہی قضیہ طبعیہ ہے، دونوں میں صرف اعتباری فرق ہے کہ قضیہ طبعیہ میں موضوع طبعیتِ مطلقہ (طبیعت بشرط لاشئ) ہوتی ہے اور مہملہ قدمائیہ میں موضوع مطلقِ طبیعت (طبیعت لا بشرط الشیء) ہوتی ہے، یعنی موضوع طبعیہ میں اطلاق کی قید ملحوظ ہوتی ہے اور مہملہ میں اطلاق کی قید بھی ملحوظ نہیں ہوتی۔ بالفاظِ دیگر قضیہ طبعیہ میں صرف عنوان میں اطلاق معتبر ہوتا ہے جس کو وحدت ذہنیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ اطلاق و عموم صرف ذہن میں پایا جاتا ہے اور مہملہ قدمائیہ میں اطلاق کا اعتبار عنوان میں بھی نہیں ہوتا، اس کی مختصر تعبیر یہ ہے کہ قضیہ طبعیہ کا موضوع الشیء المطلق ہوتا ہے اور مہملہ قدمائیہ کا موضوع مطلق الشیء ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے ذیل میں مطلق الشیء اور الشیء المطلق میں فرق کیا جاتا ہے:

۳۔ مطلق الشيء اور الشيء المطلق میں فرق:

"مطلق الشيء" اور "الشيء المطلق" کے درمیان دو قسم کے فرق ہیں:

(الف)۔ فرق من حیث العنوان (ب)۔ فرق من حیث المُعَنْوَن

(الف)۔ فرق من حیث العنوان:

فرق من حیث العنوان سے تعبیر کا فرق مراد ہے، اس اعتبار سے اس میں دو فرق ہیں:

پہلا فرق: مطلق الشیء مرکب اضافی ہے اور الشیء المطلق مرکب توصیفی ہے۔

دوسرا فرق: مطلق الشیء میں لفظ "مطلق" مقدم ہے اور "الشیء المطلق" میں لفظ "مطلق" مؤخر ہے۔

---

[1] وفي السلّم الموضوع إن كان جزئيا فالقضية شخصية ومخصوصة، وإن كان كليا فإن حكم عليه بلا زيادة شرط فمهملة عند المتقدّمين، وإن حكم عليه بشرط الوحدة الذهنية فطبيعية، وإن حكم على أفراده فإن بيّن كمية الأفراد فمحصورة، وإن لم يبيّن. فمهملة عند المتأخرين.

(ب)۔ فرق من حیث المعنون:

مطلق الشیٔ اور الشیٔ المطلق میں معنون کے اعتبار سے درج ذیل سات فرق ہیں:

پہلا فرق: من حیث الماہیۃ ہے، مطلق الشیٔ کی ماہیت من حیث ہی ہی ہے، یعنی اس میں عموم اور خصوص کا ملاحظہ نہیں اور الشیٔ المطلق کی ماہیت من حیث العموم ہے، یعنی اس میں عنوان کے اعتبار سے عموم کا ملاحظہ ہے، لیکن معنون میں عموم معتبر نہیں، کیونکہ اگر معنون میں عموم کا اعتبار کیا جائے تو پھر یہ مطلق نہیں رہے گا، بلکہ مقید بن جائے گا۔

دوسرا فرق: من حیث الاحکام ہے کہ مطلق الشیٔ پر احکامِ عامہ اور احکامِ خاصہ دونوں جاری ہو سکتے ہیں، احکام عامہ اس لیے جاری ہو سکتے ہیں کہ اس میں خصوص کا ملاحظہ نہیں اور احکام خاصہ اس لیے جاری ہو سکتے ہیں کہ اس میں عموم کا اعتبار نہیں اور جب کہ الشیٔ المطلق پر احکام عامہ جاری ہو سکتے ہیں، لیکن احکام خاصہ نہیں، کیونکہ اس میں عموم کا ملاحظہ ہے۔

تیسرا فرق: من حیث الوجود والانتفاء ہے، مطلق الشیٔ موجود بوجود فردِ ما ہوتا ہے اور منتفی بانتفاء بفردِ ما ہوتا ہے اور الشیٔ المطلق موجود بوجود فردِ ما ہوتا ہے، لیکن منتفی بانتفاء فردِ ما نہیں ہوتا، یعنی مطلق الشیٔ کا وجود ایک فرد کے ضمن میں بھی متحقق ہو سکتا ہے اور جمیع افراد کے ضمن میں بھی متحقق ہو سکتا ہے اور جب کہ الشیٔ المطلق کا وجود ایک فرد کے ضمن میں بھی متحقق ہو سکتا ہے اور جمیع افراد کے ضمن میں بھی، لیکن انتفاء صرف جمیع افراد کے ضمن میں ہو سکتا ہے ایک فرد کے ضمن میں نہیں[1]۔

چوتھا فرق: من حیث موضوع القضیہ ہے کہ مطلق الشیٔ قضیہ مہملہ قدمائیہ کا موضوع ہوتا ہے اور الشیٔ المطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع واقع ہوتا ہے۔

پانچواں فرق: من حیث المرتبہ ہے کہ مطلق الشیٔ لابشرط الشیٔ کے مرتبہ میں ہوتا ہے، یعنی اس میں عموم وخصوص کا ملاحظہ نہیں ہوتا اور جب کہ الشیٔ المطلق بشرط الشیٔ (بشرط العموم) کے مرتبہ میں ہوتا ہے اگرچہ یہ اعتبار صرف عنوان کی حد تک ہے۔

چھٹا فرق: من حیث النسبۃ ہے کہ مطلق الشیٔ اور الشیٔ المطلق میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، مطلق الشیٔ اعم مطلق ہے اور الشیٔ

---

[1] قَالَ أَرْبَاب الْمَعْقُول إِن الْمُطلق على وَجْهَيْن- الأول: الطبيعة من حَيْثُ الْإِطْلَاق وَيُقَال لَهُ الطبيعة الْمُطلقَة – وَالثَّانِي: وَالثَّانِي: الطبيعة من حَيْثُ هِيَ وَيُقَال لَهُ مُطلق الطبيعة. وتحقيقه أَن الْمُطلق يُؤْخَذ على وَجْهَيْن – الأول: أَن يُؤْخَذ من حَيْثُ هُوَ وَلَا يُلَاحظ مَعَه الْإِطْلَاق وَحِينَئِذٍ يَصح إِسْنَاد أَحْكَام الْأَفْرَاد إِلَيْهِ لاتحاده مَعهَا ذاتا ووجودا. وَهُوَ بِهَذَا الِاعْتِبَار يتَحَقَّق بتحقق فَرد مَا وينتفي بانتفائه وَهُوَ مَوْضُوع الْقَضِيَّة الْمُهْملَة إِذْ موجبتها تصدق بِصدق الْمُوجبَة الْجُزْئِيَّة. وسالبتها تصدق بِصدق السالبة الْجُزْئِيَّة – وَالثَّانِي: أَن يُؤْخَذ من حَيْثُ إِنَّه مُطلق ويلاحظ مَعَه الْإِطْلَاق وَحِينَئِذٍ لَا يَصح إِسْنَاد أَحْكَام الْأَفْرَاد إِلَيْهِ لِأَن الْحَيْثِيَّة الإطلاقية تَأبي عَنهُ. وَهُوَ بِهَذَا الِاعْتِبَار يتَحَقَّق بتحقق فَرد مَا وَلَا يَنْتَفِي بانتفائه بل بِانْتِفَاء جَمِيع الْأَفْرَاد وَهُوَ مَوْضُوع الْقَضِيَّة الطبيعية. وَمن هَا هُنَا يعلم الْفرق بَين الشَّيْء الْمُطلق وَمُطلق الشَّيْء كالوجود الْمُطلق وَمُطلق الْوُجُود. بِأَن الأول مُقَيّد بِقَيْد الْإِطْلَاق وَالثَّانِي مُطلق مِنْهُ فَالْأول أخص وَالثَّانِي أَعم وَقس عَلَيْهِ الْحُصُول الْمُطلق وَمُطلق الْحُصُول – والتصور الْمُطلق وَمُطلق التَّصَوُّر هَكَذَا فِي مصنفات الزَّاهِد رَحمَه الله تَعَالَى. (دستور العلماء: ۳/ ۱۹۵)

المطلق اخص مطلق ہے، ہر الشیء المطلق مطلق الشیء ہو سکتا ہے، لیکن ہر مطلق الشیء الشیء المطلق نہیں ہو سکتا۔

ساتواں فرق: من حیث الحالت ہے کہ مطلق الشیء غیر مقید ہوتا ہے اورالشیء المطلق مقید ہوتا ہے، یعنی مطلق الشیء میں عموم وخصوص کا قید ملحوظ نہیں ہوتا اورالشیء المطلق میں عنوان کی حد تک عموم کا قید ملحوظ ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا فروق کے ساتھ ساتھ مناطقہ مراتبِ ثلاثہ مرتبہ لابشرط الشیء، مرتبہ بشرط اللاشیءاور مرتبہ بشرط الشیء کو بھی بیان کرتے ہیں، ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے:

۴۔ مراتبِ ثلاثہ:

مراتب ثلاثہ کو سمجھنے سے پہلے ایک تمہیدی مقدمہ ذہن نشیں رکھیں کہ اعتبارات دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک درجہ مطلق کے اور دوسرا درجہ مقید کے، پھر مقید کی دو صورتیں ہیں: ایک ثبوت سے مقید ہونے کی اور دوسرا نفی کیساتھ مقید ہونے کی۔ اب اطلاق کے درجہ کو لابشرط الشیء کہتے ہیں اور اگر تقیید کے درجے میں قید وجودی ہے تو اس کو بشرط الشیء کہتے ہیں اور اگر قید سلبی ہے تو اسے بشرط لاشیء کہتے ہیں، ایک مثال میں یہ تینوں اعتبارات سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کسی کو صرف چاہے کی دعوت دیں اور یہ ذکر نہ کریں کہ چاہے کیساتھ کیا کھلائیں گے تو یہ دعوت لابشرط الشیء ہے اور اگر یہ بتائیں کہ حلوہ بھی ہوگا تو یہ دعوت بشرط الشیء ہے اور اگر یہ بتائیں کہ چاہے کیساتھ حلوہ وغیرہ نہیں ہوگا تو یہ دعوت بشرط لاشیء ہے۔ یعنی جب کوئی ماہیت عوارض کیساتھ مل کر پائی جائے تو اس کا نام بشرط الشیء ہے اور جب کوئی ماہیت عدم عوارض کی شرط سے مشروط ہو تو اس کا نام بشرطِ لاشیء ہے اور وہ ماہیت جو عوارض وعدم عوارض دونوں شرطوں سے خالی ہو تو اس کا نام لابشرط الشیء ہے۔

تمہید کے بعد اب سمجھیں کہ مرتبہ کی تین قسمیں ہیں[1]:

(الف)۔ مرتبہ لابشرط الشیء (ب)۔ مرتبہ بشرط اللاشیء (ج)۔ مرتبہ بشرط الشیء۔

(الف)۔ مرتبہ لابشرط الشیء (مرتبۃالاطلاق) کی تعریف:

مرتبہ لابشرط الشیء وہ مطلق الشیء ہے جس میں نہ شرطِ عموم ملحوظ ہو اور نہ ہی شرطِ خصوص، بالفاظِ دیگر اس میں نہ تجرد عن العوارض کی شرط ہوتی ہے اور نہ خلط مع العوارض کی شرط ہوتی ہے، جیسے: انسان۔ اس میں نہ عوارض کی شرط ہے کہ کوئی خاص انسان مراد ہو اور نہ ہی عدم عوارض کی شرط ہے کہ کوئی عام انسان مراد ہو۔ مرتبہ لابشرط الشئ کو شئ من حیث ہو ہو بھی کہتے ہیں اور اس کو ماہیتِ مطلقہ اور مرتبۃالاطلاق بھی کہتے ہیں۔

---

[1] أنّ الطبيعة الكلّية قد تؤخذ بالنظر إلى أمور محصّلة لها كالأجناس بالنسبة إلى الفصول. مثلا الحيوان إذا أخذ بالنسبة إلى الناطق يسمّى مخلوطة ونوعا، وتسمّى هذه المرتبة مرتبة الخلط، وإذا أخذ بشرط نفي الناطق تكون مادة محمولة على الأول وتسمّى مجرّدة ومعراة، وتسمّى هذه المرتبة. مرتبة التّعرية. وإذا أخذ لا بشرط شيء أي لا بشرط شيء ولا بشرط نفي شيء تسمّى مطلقة وتسمّى هذه المرتبة مرتبة الإطلاق. (كشاف اصطلاحات الفنون: ۱/ ۱۰۰۹)

(ب)۔ مرتبہ بشرط اللاشیء (مرتبۃ التعریہ) کی تعریف:

مرتبہ بشرط اللاشیء الشیء المطلق ہے جس میں خصوص کی قید نہ ہو،البتہ عموم کی قید ملحوظ ہو،یہ عموم کی قید صرف عنوان اور تعبیر کی حد تک ملحوظ ہوتی ہے معنون میں نہیں،جیسے:انسان۔ کہ جب اس میں عدم عوارض کی شرط ہو اور جب اس میں عدم عوارض کا ملاحظہ ہو تو اس میں عموم ہو گا۔اس کو ماہیتِ مجردہ اور مرتبۃ التعریہ بھی کہتے ہیں۔

(ج)۔ مرتبہ بشرط الشیء (مرتبۃ الخلط) کی تعریف:

مرتبہ بشرط الشیء وہ مرتبہ ہے جس میں خلط مع العوارض کی شرط ہو،یعنی جس میں خصوص کی قید ہو اور جب ماہیت کیساتھ عوارض کی شرط ہو تو یہ فرد کہلاتا ہے جو خارج اور نفس الامر میں موجود ہوتا ہے،البتہ اس کی ضمن میں ماہیت بھی موجود ہوتی ہے اور مرتبہ بشرط الشیء کو ماہیتِ مخلوطہ اور مرتبۃ الخلط بھی کہتے ہیں۔

الغرض مرتبہ لابشرط الشیء میں نہ تجرد عن المادہ کی شرط ہوتی ہے اور نہ ہی خلط مع العوارض کی شرط ہوتی ہے،مرتبہ بشرط اللاشیء من عدم خلط مع العوارض کی شرط ہوتی ہے اور جب کہ مرتبہ بشرط الشیء میں خلط مع العوارض کی شرط پائی جاتی ہے۔

مناطقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ماہیت مجردہ خارج میں موجود نہیں ہوتی،البتہ ماہیت مخلوطہ خارج میں پائی جاتی ہے،تاہم ماہیتِ مطلقہ خارج میں موجود ہے یا نہیں،اس میں اہل علم کا اختلاف ہے،شیخ ابو علی سینا اور محققین کا مذہب یہ ہے کہ ماہیت مطلقہ خارج میں بعین وجود افرادہا موجود ہے،بعض حضرات کہتے ہیں کہ ماہیت مطلقہ خارج میں موجود نہیں،بلکہ خارج میں افراد موجود ہیں اور کلیات وماہیات اس افراد سے منتزع ہو کر اذہان میں موجود ہوتے ہیں[1]۔

۵۔ قضیہ طبعیہ، مہملہ قدمائیہ اور محصورہ قدمائیہ میں فرق:

قضیہ طبعیہ، مہملہ قدمائیہ اور محصورہ قدمائیہ میں فرق یہ ہے کہ قضیہ طبعیہ میں محکوم علیہ طبعیت من حیث العموم ہوتا ہے، اس لیے اس پر صرف عموم کے احکام جاری ہوں گے، مہملہ قدمائیہ میں محکوم علیہ طبعیت من حیث ہی ہی ہوتا ہے،اس پر عموم اور خصوص دونوں کے احکام جاری ہوتے ہیں اور محصورہ قدمائیہ میں طبعیت من حیث الانطباق علی الافراد ہوتا ہے۔

۶۔ مہملہ قدمائیہ اور مہملہ متاخرہ میں فرق:

مہملہ قدمائیہ میں موضوع اس قضیہ کی نفس ماہیت ہوتی ہے،یعنی مہملہ قدمائیہ میں محکوم علیہ طبعیت من حیث ہی ہی ہوتا ہے،اس پر عموم اور خصوص دونوں کے احکام جاری ہوتے ہیں اور مہملہ متاخرہ میں موضوع افراد ہوتے ہیں،لیکن افراد کی مقدار بیان نہیں کی جاتی ہے۔

۷۔ قضیہ محصورہ متاخرہ اور محصورہ قدمائیہ میں فرق:

---

[1] دستور العلماء: ۱۰۳/۳، کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۳۷۹/۳۔

قضیہ محصورہ متاخرہ میں محکوم علیہ بالذات افراد ہوتے ہیں اور محصورہ قدمائیہ میں محکوم علیہ بالذات طبیعت ہوتی ہے، یعنی قضیہ محصورہ قدمائیہ میں طبیعت من حیث الانطباق علی الافراد ہوتا ہے۔

۸۔ قضیہ محصورہ میں حکم ماہیت پر لگتا ہے یا افراد پر؟

اس میں مناطقہ کا اختلاف ہے، محققین حضرات دوانی، میر باداماد، میر زاہد اور بحر العلوم وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ قضیہ محصورہ میں حکم نفس ماہیت پر لگتا ہے اور بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ حکم افراد پر لگتا ہے، یعنی محققین کے نزدیک محکوم علیہ بالذات ماہیت ہوتی ہے اور دوسرے حضرات کے نزدیک افراد ہوتے ہیں، محققین کی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کے بالذات محکوم علیہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بالذات معلوم ہو اور حقیقتاً معلوم امر ذہنی ہوتا ہے، امر خارجی نہیں اور ذہن میں ماہیت ہی پائی جاتی ہے، ماہیت کے افراد کا وجود صرف خارج میں ہوتا ہے، اس لیے ماہیت ہی معلوم بالذات ہوگی، پس وہی محکوم علیہ بالذات ہوگی اور افراد محکوم علیہ بالعرض ہوں گے، کیونکہ وہ معلوم بالعرض ہوتے ہیں[۱]۔

۹۔ مذکورہ قضایا کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے تقسیم:

مذکورہ قضیوں میں سے ہر ایک کی باعتبار ایجاب وسلب دو دو قسمیں ہیں، تو یہ کل آٹھ قسمیں ہوئیں:

۱۔ شخصیہ موجبہ کی مثال جیسے: "مُحَمَّدٌ رُسُوْلُ اللہ"۔ ۲۔ شخصیہ سالبہ کی مثال جیسے: "وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبلَتَهُم"۔
۳۔ طبعیہ موجبہ کی مثال جیسے: "الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ"۔ ۴۔ طبعیہ سالبہ کی مثال جیسے: "الإِنْسَانُ لَيْسَ بِجِنْسٍ"۔ ۵۔ محصورہ موجبہ کی مثال جیسے: "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ"۔ ۶۔ محصورہ سالبہ کی مثال جیسے: "لَا شِيَةَ فِيهَا"۔
۷۔ مہملہ موجبہ کی مثال جیسے: "وَكَانَ الإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا"۔ ۸۔ مہملہ سالبہ کی مثال جیسے: "الطُّلَّابُ لَا يَجْتَهِدُوْنَ"۔

۱۰۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: قضیہ شخصیہ کو مخصوصہ اور محصورہ کو مسورہ بھی کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲: ہر وہ قضیہ جس کا موضوع علم یا معرف باللام (عہد خارجی) ہو تو قضیہ شخصیہ ہوگا[۲]۔

قاعدہ نمبر ۳: جس قضیہ کا موضوع اسم ضمیر، اسم اشارہ اور اسم موصول ہو تو اس میں مناطقہ کا اختلاف ہے، متاخرین کے نزدیک قضیہ شخصیہ ہوگا اور متقدمین کے نزدیک قضیہ قرائن یا سور کے اعتبار سے طبعیہ یا محصورہ یا مہملہ ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۴: جس قضیہ کا موضوع علم جنسی ہو تو وہ قضیہ شخصیہ ہوگا، بشرطیکہ قرائن خارجی کلیت یا بعضیت پر دال نہ ہو جیسے: "عَادٌ جَحَدُوْا رَبَّهَا"، ورنہ مہملہ یا محصورہ ہوگا جیسے: "قَوْمُ نُوْحٍ لَمَّا كَذَّبُ الرُّسُلَ"[۳]۔

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: ارشاد الفہوم: ۳۰۵۔
(۲) ضوابط المعرفۃ: ۷۲۔
(۳) ضوابط المعرفۃ: ۸۵، تفہیم المنطق: ۱۰۹۔

قاعدہ نمبر۵: ہر وہ قضیہ جس کا موضوع مصدر ہو تو طبعیہ کہلائے گا، بشرطیکہ قرائن خارجیہ کلیت یا جزئیت پر دال نہ ہو جیسے: ’’الصَّدْقُ يُنْجِيْ‘‘.

قاعدہ نمبر۶: نکرہ تحت الاثبات عمومی طور پر تبعیض کا فائدہ دیتا ہے جیسے: ’’وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍنَاعِمَةٍ‘‘ یہ موجبہ جزئیہ ہے، البتہ کبھی تعمیم کے لیے بھی آتا ہے جیسے: ’’عَلِمَتْ نَفْسٌ مَاأَحْضَرَتْ‘‘ یہ موجبہ کلیہ ہے[۱]۔

قاعدہ نمبر۷: ہر وہ قضیہ جس کا موضوع معرف باالف لام جنسی تو قضیہ طبعیہ کہلاتا ہے، (بشرطیکہ مع لحاظ عموم ہو) اور وہ قضیہ جس کا موضوع معرف بالالف واللام جنسی ہو تو قضیہ مہملہ قدمائیہ کہلاتا ہے (بشرطیکہ بلا لحاظ عموم وخصوص ہو)، جس کا موضوع معرف باالف لام استغراقی ہو تو قضیہ محصورہ موجبہ کلیہ کہلاتا ہے، جس کا موضوع معرف باالف لام خارجی ہو تو وہ قضیہ شخصیہ مخصوصہ کہلاتا ہے، اور جس کا موضوع معرف باالف لام ذہنی ہو تو وہ قضیہ مہملہ کہلاتا ہے[۲]۔

قاعدہ نمبر۸: ہر وہ قضیہ جس کا موضوع متعین مشخص ہو تو وہ قضیہ شخصیہ مخصوصہ کہلاتا ہے۔

قاعدہ نمبر۹: قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے کیونکہ دونوں میں محکوم علیہ غیر معلوم ہوتا ہے، پھر اگر موجبہ ہو تو موجبہ جزئیہ کی قوت میں ہو گا اور اگر سالبہ ہو تو سالبہ جزئیہ کی قوت میں ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ مہملہ اور محصورہ میں تلازم مانا گیا ہے، جہاں مہملہ ہو گا وہاں محصورہ جزئیہ ہو گا اور جہاں محصورہ جزئیہ پایا جائے گا وہاں مہملہ ضرور پایا جائے گا، کیونکہ مہملہ کے تحقق کے لیے بھی بعض افراد پر حکم کافی ہے اور جزئیہ میں بھی بعض افراد ہی پر حکم ہوتا ہے اور غالباً یہی تلازم دیکھ کر قدماء نے اس مہملہ کا انکار کیا ہے، کیونکہ جب محصورہ جزئیہ سے کام چل جاتا ہے تو پھر علیحدہ قضیہ مہملہ ماننے کی ضرورت کیا ہے اس لیے متقدمین نے مہملہ کی حقیقت الگ تجویز کی جو ایک مستقل قضیہ کی حیثیت رکھتی ہے[۳]۔

قاعدہ نمبر۱۰: ہر وہ قضیہ جس کا موضوع علم (خواہ مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو)، یا کنیت ہو، یا لقب ہو تو قضیہ شخصیہ کہلاتا ہے، جیسے: محمد طیب، صاحبین، شیخین، علماء، فقہاء، ابوبکر، ابوہریرہ، ابن ہشام، ابن ابی الدنیا، امام الحرمین، بدرالدین، امیر المومنین، شیخ القرآن، شیخ الحدیث، محقق العصر اور امام الصرف والنحو وغیرہ[۴]۔

قاعدہ نمبر۱۱: مہملہ قدمائیہ وہ قضیہ ہوتا ہے، جس میں موضوع (محکوم علیہ) ماہیت من حیث ہی ہو، جیسے: ’’الْحَيْوَانُ مُقَوِّمٌ لِلْإِنْسَانِ‘‘[۵].

---

[۱] اساس المنطق: ۱۹۲/۲۔
[۲] ملخص تحفہ شاہجہانی: ۱۰۔
[۳] شرح تہذیب: ۸۴، ضوابط المعرفۃ: ۷۰، تفہیم المنطق: ۹۱، تسہیل المنطق للاثری: ۴۱، ارشاد الفہوم: ۳۰۳۔
[۴] ملخص تفہیم المنطق ۹۴، ۹۳، ضوابط المعرفۃ ۷۱-۷۲۔
[۵] سیف المبتدی: ۳۴۔

قاعدہ نمبر ۱۲: ہر وہ قضیہ جس کا موضوع متعین ہو خواہ ایک فرد ہو یا متعدد افراد ہوں تو وہ قضیہ شخصیہ کہلاتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۳: قضیہ طبعیہ خارج میں موجود نہیں، کیونکہ اس میں حکم نفس ماہیت پر ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۴: قضیہ محصورہ اور مہملہ میں موضوع کا اعتبار ہوتا ہے، مفعول بہ اور مجرور وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوتا، جیسے: "مَاأَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ "میں کفار کے قول میں دو جگہ (بشر، شیء) سلب کلی یا عموم سلب ہے، لیکن یہ قضیہ شخصیہ ہے، محصورہ نہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۵: قرآن مجید میں بہت سے مقامات میں انسان پر حکم لگایا گیا ہے اور مراد خاص افراد ہیں، تو یہ بھی قضیہ مہملہ ہو گا، جیسے: "فَأَمَّا الإِنسَانُ إِذَا مَا ابتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّى أَكرَمَنِ".(الفجر:۱۵)"وَيَقُولُ الإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوفَأُخرَجُ حَيًّا".(مریم:۶۶)۔ "أَوَلَم يَرَ الإِنسَانُ أَنَّا خَلَقنَاهُ مِن نُطفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ".(یس:۷۷)۔ وغیرہ۔

قاعدہ نمبر ۱۶: قضیہ موضوع اور محمول کی تقدیم وتاخیر کی وجہ سے بدل جاتا ہے، جیسے: "فَمِنهُم مَن آمَنَ وَمِنهُم مَن كَفَرَ "(البقرۃ:۲۵۳) یہ قضیہ موجبہ جزئیہ ہے اور اگر محمول کو مقدم کر کے یوں کہا جائے "مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ كَفَرَمِنْهُمْ" تو پھر یہ قضیہ مہملہ ہو گا۔

۱۱۔ تمرین:

(الف)۔ ذاتِ موضوع کے اعتبار سے قضیہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

(ب)۔ قضیہ مہملہ کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف بیان کریں۔

(ج)۔ مہملہ قدمائیہ اور مہملہ متاخرہ میں کیا فرق ہے؟ نیز مہملہ قدمائیہ اور قضیہ طبیعہ میں فرق بیان کریں۔

(د)۔ مطلق الشیء اور الشیء المطلق میں کیا فرق ہے؟ نیز مراتبِ ثلاثہ کی وضاحت کریں۔

(ھ)۔ مہملہ قدمائیہ اور محصورہ قدمائیہ میں کیا فرق ہے؟ قضیہ محصورہ میں حکم کس پر لگتا ہے؟

(و)۔ امثلہ ذیل میں اقسام قضیہ کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ. مَا ضَلَّ صَاحِبُكُم. وَمَا غَوَى. قَالَ نُوحٌ. وَمَا كَانُوا مُهتَدِينَ. لَا عِلمَ لَنَا. هَذَا خَلقُ اللهِ. الظَّالِمُونَ فِى ضَلَالٍ مُبِينٍ. وَمَا يَنطِقُ عَنِ الهَوَى. قَالَ لُقمَانُ لِابنِهِ. إِنَّ بَعضَ الظَّنِّ إِثمٌ. فَمَا رَبِحَت تِجَارَتُهُم. فَإِنَّكَ لَا تُسمِعُ المَوتَى. تَأكُلُهُ النَّارُ. كُتِبَ عَلَيكُمُ الصِّيَامُ. إِذهُما فِى الْغَارِ. فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِن قَبلِكَ. تَأتِيَهُمُ البَيِّنَةُ. طَالِبُ الْعِلْمِ طَالِبُ الرَّحْمَةِ. مَا زَاغَ البَصَرُ. وَمَا طَغَى. الرَّجُلُ خَيرٌ مِنَ الْمَرْأَةِ. كُلُّ النَّاسِ يُحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضَى نَحْبَ. كُلُّ بَنِىْ آدَمَ حَسُوْدٌ. عُثْمَانُ فِى الْجَنَّةِ. الْغَضَبُ مِنَ الشَّيْطَانِ. الْغَيْرَةُ مِنَ الْإِيْمَانِ. مَا كَذَبَ الفُوَادُ مَارَأَى. لَاعَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ. الْكَذِب يَنْقُصُ الرِّزْقَ. الْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِى الْجَنَّةِ. كلُّ ذِىْ

نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ. كُلُّ شَجَرٍ عَظِيْمٍ لَهُ شَوْكٌ. لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَّةِ الْخَالِقِ. كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ. كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. بَعْضُ النَّاسِ فِي الْحَسَدِ أَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ. زَيْدٌ لَيْسَ بِقَائِمٍ. لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁... عُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ۔

''عُثْمَانُ'' موضوع... ''فِي الْجَنَّةِ'' مرکب غیر تقییدی محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ۔

❁... يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین۔

''يُقِيمُونَ''محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... ''وَ'' ضمیر موضوع... ''الصَّلَاةَ'' مرکب غیر تقییدی متعلق محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتقدمین و مہملہ موجبہ عند المتاَخرین۔

❁... الْغَيْرَةُ مِنَ الْإِيْمَانِ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ۔

''الْغَيْرَةُ''موضوع... ''مِنَ الْإِيْمَانِ'' مرکب غیر تقییدی محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ۔

❁... لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ سالبہ۔

''لَا''ادات سلب... ''طَاعَةَ''موضوع... ''لمخلوق'' مرکب غیر تقییدی محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... ''فيْ''ادات غیر زمانیہ جزء اول ''مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ''مرکب تقییدی ہو کر جزء ثانی... جزء اول جزء ثانی سے مل کر مرکب غیر تقییدی ہو کر متعلق محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ سالبہ۔

❁... كُلُّ ذِيْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ۔

''کُلُّ''سور موجبہ کلیہ... ''ذِیْ نِعْمَةٍ''مرکب تقییدی موضوع... ''مَحْسُوْدٌ''محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ۔

۞... فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِن قَبْلِكَ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ۔

''فَقَدْ''ادات غیر زمانیہ... ''كُذِّبَ''محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... ''رُسُلٌ''موضوع... ''مِنْ''ادات غیر زمانیہ جزء اول... ''قَبْلِكَ''مرکب تقییدی ہو کر جزء ثانی ... جزء اول جزء ثانی سے مل کر مرکب غیر تقییدی ہو کر متعلق محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ۔

فصل پنجم: محصورات اربعہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

علوم وفنون میں صرف قضایا محصورہ معتبر ہیں، اس لیے کہ شخصیہ جزئیہ میں داخل ہے اور مناطقہ جزئیات سے بحث نہیں کرتے، طبعیہ کا علوم و محاورات میں اعتبار نہیں، کیونکہ یہ قلیل الجدوی اور غیر مفید ہیں، نیز طبعیہ شخصیہ کے حکم میں ہے، کیونکہ اس میں حکم نفس مفہوم اور ماہیت پر ہوتا ہے افراد کا ملاحظہ نہیں ہوتا تو اس اعتبار سے اس کا معنی مخصوص ہوتا ہے اس میں عموم نہیں پایا جاتا۔ اور جب کہ قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے تو اس لیے علوم وفنون میں مستقل طور پر صرف قضایا محصورہ کا اعتبار کیا جاتا ہے[۱]۔

۲۔ قضیہ محصورہ کی اقسام:

قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں:

(الف)۔ موجبہ کلیہ (ب)۔ موجبہ جزئیہ (ج)۔ سالبہ کلیہ (د)۔ سالبہ جزئیہ

(الف)۔ موجبہ کلیہ کی تعریف:

مَا حُكِمَ فِيْهَا بِالإِيْجَابِ عَلٰى كُلِّ أَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ .

وہ قضیہ محصورہ ہے، جس میں محمول تمام افراد موضوع کے لیے ثابت ہو جیسے: ”إِنَّ الإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ“، اس میں ”خسران“، محمول اپنے موضوع انسان کے تمام افراد کے لیے ثابت ہے۔

(ب)۔ موجبہ جزئیہ کی تعریف:

مَا حُكِمَ فِيْهَا بِالإِيْجَابِ عَلٰى بَعْضِ أَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ.

وہ قضیہ محصورہ ہے، جس میں محمول بعض افراد موضوع کے لیے ثابت ہو جیسے: ”إِنَّ بَعْضَ الظَّنِ إِثْمٌ“، اس میں ”إِثْمٌ“، محمول اپنے تمام افراد موضوع ”الظَّنِ“ کے لیے ثابت ہے۔

(ج)۔ سالبہ کلیہ کی تعریف:

مَا حُكِمَ فِيْهَا بِالسَّلْبِ عَنْ كُلِّ أَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ .

وہ قضیہ محصورہ ہے، جس میں تمام افراد موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو جیسے: ”لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ“، اس میں ”جنت“، محمول کی اپنے موضوع ”لَغْوٌ“ کے تمام افراد سے نفی کی گئی ہے کہ جنت میں کسی قسم کی لغو اور بیہودہ باتیں نہیں ہوں گی۔

(ج)۔ سالبہ جزئیہ کی تعریف:

مَا حُكِمَ فِيْهَا بِالسَّلْبِ عَنْ بَعْضِ أَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ.

---

[۱] ضیاء النجوم: ۷۔۱۲۔

وہ قضیہ محصورہ ہے، جس میں بعض افراد موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو، جیسے: ''وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ''، اس میں محمول بعض افراد یہود کی موضوع سے نفی کی گئی ہے۔

۳۔ سور کا بیان:

قضیہ محصورہ میں محمول کا موضوع کے کل یا بعض افراد کے لیے ثبوت یا نفی کا حکم کیا جاتا ہے، اس لیے اس میں ایسے ادات اور علامات ہونی چاہیے جو ایجاب و سلب اور کمیت افراد پر دلالت کر سکتی ہوں، ایسے ادات کو سُور کہتے ہیں اور جو قضیہ اس سور پر مشتمل ہوتا ہے اس کو محصورہ یا مسورہ کہا جاتا ہے۔ سور اصل میں ''سُوْرُ الْبَلَدِ'' سے ماخوذ ہے، یعنی وہ دیوار جس نے پورے شہر کا احاطہ کیا ہوا، تو اسی طرح یہ الفاظ بھی کلی کو گھیر لیتے ہیں اور اصطلاحی تعریف یہ ہے:

''مَا يُبَيَّنُ بِهِ كِمِيَّةُ الْأَفْرَادِ مِنَ الْكُلِيَّةِ وَالْجُزْئِيَّةِ''.

سور وہ لفظ ہے جس کے ذریعے کل یا بعض افراد کی تعیین کی جائے۔

(الف)۔ موجبہ کلیہ کا سور: ہر وہ لفظ ہے، جو عموم اور شمول پر دال ہو جیسے: ''الف لام استغراقی، كُلٌّ، جَمِيْعٌ، أَجْمَعُ، أَجْمَعُوْنَ، كَافَّةً، قَاطِبَةً، عَامَةً، سَائِرَةً، طُرًّا'' وغیرہ۔

(ب)۔ موجبہ جزئیہ کا سور: ہر وہ لفظ ہے، جو جزئیت اور بعضیت پر دال ہو جیسے: ''بَعْضٌ، قِسْمٌ مِنْهُ، فَرِيْقٌ، مِنْهُمْ، قَلِيْلٌ، مِنْ تبعیضیہ، قَلِيْلَةٌ، فِئَةٌ، طَائِفَةٌ، أَكْثَرُ، وَاحِدٌ، كَثِيْرٌ، رُبَمَا، قَلَّمَا'' وغیرہ۔

(ج)۔ سالبہ کلیہ کا سور: ہر وہ لفظ ہے، جو شمول النفی اور عموم السلب پر دال ہو، جیسے ''لَا شَيْءٍ، نکرہ تحت النفی'' وغیرہ۔

(د)۔ سالبہ جزئیہ کا سور: ہر وہ لفظ ہے، جو رفع ایجاب کلی پر دال ہو، جیسے: ''لَيْسَ كُلُّ، لَيْسَ وَاحِدُ، لَيْسَ بَعْضُ، بَعْضُ لَيْسَ''[1]. اور سالبہ جزئیہ کے ان اسوار میں فرق یہ ہے کہ ''لَيْسَ كُلُّ'' ایجاب کلی کے رفع پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے اور سلب جزئی پر بالتزام اور ''لَيْسَ بَعْضُ'' اور ''بَعْضُ لَيْسَ'' کی دلالت سلب جزئی پر بالمطابقت ہے اور رفع ایجاب کلی پر بالالتزام۔

۴۔ اصطلاح ''ج، ب'':

مناطقہ کی عادت ہے کہ قضیہ محصورہ کے موضوع کو ''ج'' اور محمول کو ''ب'' سے تعبیر کرتے ہیں، پس کل ج ب کا مطلب ہے: ''كُلُّ مَوْضُوْعٍ مَحْمُوْلٌ''، اس کی دو اغراض ہیں: ایک غرض یہ ہے کہ اس سے اختصار مطلوب ہوتا ہے، اس لیے کہ ''كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ'' میں طوالت ہے اور ''كُلُّ جَ بَ'' میں اختصار ہے۔ دوسرا غرض یہ ہے کہ اس تعبیر سے مقصود دفع توہم اختصاص ہے کہ مادہ کی تخصیص کا وہم پیدا نہ ہو، اس لیے کہ جب ''كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ'' کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ ''بَعْضُ الْحَيَوَانِ إِنْسَانٌ'' ہے، تو ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ توہم کرے کہ یہ حکم صرف انسان اور حیوان کیساتھ خاص ہے، اگر یہ کلی و جزئی کسی دوسرے مادہ

---

[1] تفہیم المنطق: ۹۴-۹۵۔

میں آجائیں تو یہ حکم نہ ہوگا۔اسی لیے مناطقہ نے اس توہم کو دفع کرنے کے لیے موضوع سے "ج" کیساتھ اور محمول سے "ب" کیساتھ تعبیر کرتے ہیں،تاکہ کوئی اختصاص کے توہم کا شکار نہ ہو(۱)۔

باقی رہی یہ بات کہ ج اور ب کا تلفظ کس طرح کرنا چاہیے؟اس میں اختلاف ہے،بعض حضرات کہتے ہیں کہ جس طرح یہ بسیط لکھے جاتے ہیں اسی طرح ان کا تلفظ بھی اسم بسیط کے طور پر ہونا چاہیے،کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو کلمہ جس طرح لکھا جاتا ہے اس کو اسی طرح پڑھنا چاہیے،نیز یہ تعبیر اختصار کے لیے ہے،اگر ان کا تلفظ اسم مرکب کے طور پر کیا جائے گا تو اختصار باقی نہ رہے گا۔

صاحب سلم العلوم ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ ان حروف کا تلفظ اسم مرکب کے طور پر کیا جائے،مثلاً:"کُلُّ جَ بَ"کو"کُلّ جِیْم بَاء" پڑھنا چاہیے اور یہ ضروری نہیں کہ کتابت اور تلفظ میں مطابقت ہو،اکثر ایک کلمہ بسیط لکھا جاتا ہے اور اس کا تلفظ اسم مرکب کے طور پر کیا جاتا ہے،جیسے:حروف مقطعات کی کتابت بشکل بسیط ہے اور تلفظ اسمائے مرکبہ کے طور پر کیا جاتا ہے۔دوسری دلیل یہ ہے کہ مناطقہ موضوع کے وصف عنوانی کو"جیم" کیساتھ اور اس کے مبدء کو"جیمیت" کیساتھ اور محمول کے وصف عنوانی کو"باء" کیساتھ اور اس کے مبدء کو"بائیت" کیساتھ تعبیر کرتے ہیں،یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا تلفظ مرکب اسماء کے طور پر ہونا چاہیے۔

صاحب سلم العلوم کی بات صحیح ہے،لیکن اہل علم میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کا مذہب راجح ہے کہ وہ "کل ج ب"کو"کل جیم باء"نہیں پڑھتے،بلکہ "کل جا با" پڑھتے ہیں،اس کی نظیر کتب حدیث میں سند میں تحویل کی "ح" ہے اس کو "حا" پڑھتے ہیں(۲)۔

۵۔قضیہ محصورہ کا موضوع کیا چیز ہوتی ہے؟

قضیہ محصورہ کا موضوع جس کو مناطقہ "ج" سے تعبیر کرتے ہیں اس کا مصداق کس قسم کے افراد ہوتے ہیں؟ اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے یہ تمہید ذہن نشیں رکھیں کہ موضوع کے افراد کے اعتبار سے قضیہ محصورہ کی تین قسمیں ہیں:

(الف)۔وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع اس کے افراد کی پوری ماہیت ہوتی ہے،جیسے:"کُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ"اس میں انسان اپنے افراد زید،عمرو،بکر وغیرہ کی پوری حقیقت ہے۔

(ب)۔وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع اپنے افراد کی حقیقت کا جزء ہوتا ہے،جیسے:"کُلُّ إِنْسَانٍ نَاطِقٌ"،اس میں ناطق اپنے افراد زید، عمرو،بکر وغیرہ کی ماہیت کا جزء ہے،کیونکہ ان افراد کی پوری ماہیت حیوان ناطق ہے۔

(ج)۔وہ محصورہ ہے جس میں موضوع اپنے افراد کی ماہیت پر عارض ہونے والا وصف ہوتا ہے،یعنی حقیقت سے خارج ہوتا ہے اور اس

(۱) فتح اللہ شرح حمد اللہ:۱۷۵۔
(۲) ملخص ارشاد الفہوم:۳۰۹-۳۱۰۔

کیساتھ لازم ہوتا ہے، جیسے: "كُلُّ ضَاحِكٍ إِنْسَانٌ"، اس میں "ضاحک" اپنے افراد زید، عمرو، بکر وغیرہ کی ماہیت سے خارج ہے اور اس کو عارض ہے۔

اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ قضیہ محصورہ کا موضوع جس کو مناطقہ "ج" سے تعبیر کرتے ہیں اس کا مصداق عام ہے جو مذکورہ بالا تینوں صورتوں کو شامل ہے، "ج" سے خاص مفہوم مراد لینا جو بعض اقسام کو شامل ہو اور بعض کو شامل نہ ہو درست نہیں، بلکہ "ج" سے ایسے عام معنی مراد ہوتے ہیں جو تینوں قسموں کو شامل ہوتے ہیں، یعنی وہ افراد جن پر "ج" صادق آئے، یہ ایک ایسا عام عنوان ہے جو تینوں قسموں کو شامل ہے[1]۔

٦۔ افراد کی اقسام:

فرد اس کو کہتے ہیں کہ جب کسی ماہیت کو کسی قید کیساتھ مقید کیا جائے تو اس مقید کو فرد کہتے ہیں، جیسے حیوان کی ماہیت کو ناطق کیساتھ مقید کیا جائے تو انسان بنے گا تو یہی انسان فرد ہے، اب موضوع "ج" جن افراد پر صادق آتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور اعتباری، پھر حقیقی کی دو قسمیں ہیں: شخصی اور نوعی، تو یہ کل تین قسمیں ہوئیں:

(الف)۔ حقیقی شخصی افراد (ب)۔ حقیقی نوعی افراد (ج)۔ اعتباری افراد

(الف)۔ حقیقی شخصی افراد: اگر موضوع نوع، فصل قریب یا خاصہ ہو تو اس کے افراد حقیقی شخصی ہوں گے، جیسے: "کل انسان حیوان" (نوع)، "کل ناطق حیوان" (فصل قریب)، "کل کاتب حیوان"، پہلی مثال میں موضوع "انسان" نوع ہے، دوسری مثال میں موضوع "ناطق" فصل ہے اور تیسری مثال میں موضوع "کاتب" خاصہ ہے۔

(ب)۔ حقیقی نوعی افراد: اگر موضوع جنس، فصلِ متوسط یا عرض عام ہو تو اس کے افراد حقیقی نوع ہوں گے، جیسے: "کل حیوان جسم"، (جنس) "کل حساس جسم" (فصل متوسط)، "کل ماش جسم" (عرض عام)، پہلی مثال میں موضوع "حیوان" جنس ہے، دوسری مثال میں موضوع "حساس" فصل متوسط ہے اور تیسری مثال میں موضوع "مَاشٍ" عرض عام ہے۔

مذکورہ دو قسموں کے افراد کو حقیقی اس لیے کہتے ہیں کہ ان افراد کا افراد ہونا مبنی بر حقیقت ہے، پہلی قسم کی تینوں مثالوں میں "انسان، ناطق، کاتب" حیوان کے واقعی افراد ہیں، اسی طرح دوسری قسم کی مثالوں میں "حیوان، حساس، ماشی" جسم کے واقعی افراد ہیں، اعتبارِ معتبر اور لحاظِ لاحظ کے تابع نہیں۔

(ج)۔ اعتباری افراد: وہ ہیں جن کا افراد ہونا اعتبارِ معتبر پر موقوف ہو اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں موضوع کوئی ایسی کلی ہوتی ہے جو کسی قید کیساتھ مقید ہوتی ہے، جیسے: "الْحَيَوَانُ الْجِنْسُ"، "الإِنْسَانُ النَّوْعُ"، "الْكَاتِبُ الْخَاصَةُ"، "المَاشِي الْعَرْضُ الْعَامُ"، ان مثالوں میں جنس حیوان کا مطلق حیوان کا فرد ہونا حقیقت کے اعتبار سے نہیں، بلکہ عقل کے اعتبار کرنے کی بنا پر ہے۔

---

[1] ارشاد الفہوم: ۳۱۰۔

افرادِ اعتباریہ بھی اگرچہ موضوع کے افراد ہوتے ہیں، لیکن علوم حکمیہ میں اعتبار صرف افرادِ حقیقیہ کا ہے، خواہ شخصیہ ہوں، یا نوعیہ، کیونکہ علوم وفنون میں موجوداتِ واقعیہ کے احوال سے بحث ہوتی ہے نہ کہ موجوداتِ اعتباریہ سے۔

بالفاظِ دیگر فرد کی دو قسمیں ہیں: ایک فردِ حقیقی اور دوسرا فردِ اعتباری۔ پھر فردِ حقیقی کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ فردِ فردی ۲۔ فردِ حصصی ۳۔ فردِ شخصی ۴۔ فردِ صنفی ۵۔ فردِ نوعی۔

اگر کسی کلی کو قید کیساتھ اس طور پر مقید کیاجائے کہ قید مع تقیید دونوں مقید میں داخل ہوں تو اسے فردِ فردی کہتے ہیں۔ اگر کسی کلی کو قید کیساتھ اس طور پر مقید کیاجائے کہ قید مقید سے خارج ہو، اور تقیید داخل ہو، جیسے وجود ایک کلی ہے جب کو زید، عمرو کیساتھ مقید کیاجائے اس طور پر کہ قید "زید" وجود سے خارج ہو اور تقیید اس میں معتبر ہو۔ اس کو فردِ حصصی کہتے ہیں۔ اور اگر کسی کلی کو تشخص کیساتھ مقید کیاجائے تو اس کو فردِ شخصی کہتے ہیں، جیسے: انسان جب اس کو عوارض (تشخصات) کالحوق ہو، اور یہی عوارض کالحوق تقیید ہے۔ اور اگر کسی کلی کو کلی عرضی کیساتھ مقید کیاجائے تو اس کو فردِ صنفی کہتے ہیں، جیسے: انسان جب اس کو "أبیض" یا "أسود" کیساتھ مقید کیاجائے۔ اور اگر کسی کلی کو کلی ذاتی کیساتھ مقید کیاجائے یا یوں کہیں کہ جب جنس کو فصل کیساتھ مقید کیاجائے تو اس کو فردِ نوعی کہتے ہیں، جیسے: حیوان کو ناطق کیساتھ مقید کیا جائے۔

۷۔ موضوع کے وصفِ عنوانی کا موضوع کی ذات پر بالامکان صادق آنا کافی ہے یا بالفعل؟

موضوع کو جس لفظ سے تعبیر کیاجاتا ہے اس میں جو صفتی معنی ہوتے ہیں ان کالحاظ کر کے موضوع کے وصف کو وصفِ عنوانی کہتے ہیں، خواہ وہ وصف موضوع کے افراد کے لیے ذاتی ہو، جیسے: "كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ" میں انسانیت اس کے افراد زید، عمرو، بکر وغیرہ کے لیے ذاتی وصف ہے اور خواہ وہ وصف عارضی ہو، جیسے: "كُلُّ كَاتِبٍ حَيَوَانٌ" میں کتابت کاتب کے افراد کے لیے عارضی وصف ہے، یعنی ان افراد کی ماہیت میں داخل نہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ فارابی اور شیخ ابن سینا میں اختلاف ہے کہ موضوع کے وصفِ عنوانی کا موضوع کی ذات پر صرف بالامکان صادق آنا کافی ہے، یا بالفعل صادق آنا بھی ضروری ہے۔

فارابی کے نزدیک بالامکان العام صدق کافی ہے، یعنی اگر موضوع کا کوئی ایسا فرد ہے جس پر وصف عنوانی کا صادق آنا ممکن ہے محال نہیں تو وہ موضوع کا فرد بن سکتا ہے، جیسے: "كُلُّ أَسْوَدَ حَبَشِيٌّ" کا حکم رومی (گورے آدمی) کو بھی شامل ہوگا، کیونکہ رومی اگرچہ کالا نہیں، لیکن اس کا کالا ہونا ممکن ہے، محال نہیں[1]۔

شیخ ابن سینا کہتے ہیں کہ وصف عنوانی کا ذاتِ موضوع پر بالفعل صادق آنا ضروری ہے، بالفعل کا مطلب یہ ہے کہ وہ وصف تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں اس ذات پر صادق آتا ہو، پس وہ چیز موضوع کا فرد بن سکتی ہے ورنہ نہیں، لہٰذا رومی پر اسود کا صدق چونکہ کسی زمانہ میں نہیں ہوتا، اس لیے وہ اسود کے تحت داخل نہیں ہوگا۔ اس کی دوسری مثال ملاحظہ ہو کہ "كُلُّ نَبِيٍّ مَعْصُوْمٌ"

---

[1] دستور العلماء: ۱/۱۲۹۔

ایک قضیہ ہے اس کا موضوع "نَبِيٌّ" ہے اور وصفِ عنوانی نبوت ہے، جو ذات نبوت کیساتھ متصف ہو چکی ہیں شیخ ابن سینا کے نزدیک وہی موضوع کے افراد ہیں اور فارابی کے مذہب پر ختمِ نبوت سے پہلے ہر انسان اس کا مصداق بن سکتا تھا، کیونکہ ہر انسان کا نبی ہونا ممکن تھا۔

شیخ ابن سینا کے نزدیک اس میں یہ گنجائش ہے کہ جس فرد پر موضوع صادق آرہا ہے اس فرد کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کا وجودِ ذہنی بھی کافی ہے، اگرچہ وہ وجودِ ذہنی فرض ہو، جیسے: "كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ" میں "حیوان" ہونے کا حکم جس طرح انسان کے ان افراد پر ہے جو خارج میں موجود ہیں، اسی طرح ان افراد پر بھی ہے جو وجود میں آکر مر گئے، یا جو آئندہ وجود میں آئیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فارابی کے نزدیک اتصاف عام ہے، خواہ بالفعل ہو، یا بالامکان، اور شیخ ابن سینا کے نزدیک اتصاف بالفعل ضروری ہے، لیکن وجود عام ہے، خواہ خارجی ہو، یا ذہنی، حقیقی ہو یا فرضی۔ یہاں اتنی بات ضرور ہے کہ فارابی کا مذہب عرف اور لغت دونوں کے خلاف ہے اس لیے کہ جو چیز کسی صفت کے مبدء کیساتھ کبھی بھی متصف نہ ہو اس پر اس صفت کا اطلاق نہ تو عرفاً جائز ہے اور نہ ہی لغۃً، مثلاً جو فرد کبھی بھی سواد کیساتھ متصف نہ ہوتا ہو اس کو اسود کیسے کہیں گے؟[1]

۸۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: قضیہ محصورہ کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایسا لفظ ہوتا ہے، جو کل یا بعض افراد پر دال ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲: مناطقہ کے نزدیک قضیہ کلیہ قضیہ شخصیہ کی قوت میں ہوتا ہے[2]۔

قاعدہ نمبر ۳: اگر حرف نفی سور جزئی کے الفاظ پر بڑھا دیا جائے خواہ حرف نفی پہلے ہو یا بعد میں ہو تو وہ سالبہ جزئیہ کا سور بن جاتا ہے، جیسے: "بعض الحيوان ليس بإنسان" اور "ليس بعض الحيوان بإنسان" وغیرہ۔

قاعدہ نمبر ۴: اگر سور کلی پر ادوات عموم سے پہلے حرف نفی داخل ہو تو سلب جزئی بن جاتا ہے، جیسے: "لَيْسَ كُلُّ عِمَارَةٍ مَسْجِدٌ" اور "لَيْسَ كُلُّ لَامِعٍ ذَهَبٍ. لَيسَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُونَ الإِبِلَ. لَيْسَ كُلُّ عِالِمٍ مُجَادِلًا. لَيسَ كُلُّ فَهِمٍ فَقِيهًا" وغیرہ۔

قاعدہ نمبر ۵: کبھی قضیہ جزئیہ بول کر صرف ایک شخص مراد ہوتا ہے، جیسے: "وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ ائْذَنْ لِيْ وَلَاتَفْتِنِّيْ"۔ یہ آیت جد بن قیس منافق کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

قاعدہ نمبر: علوم میں محصورات اربعہ ہی معتبر ہیں۔

قاعدہ نمبر ۶: کبھی سور (کلیت یا بعضیت) محمول کی جانب ذکر کیا جاتا ہے تو اسے قضیہ منحرفہ کہا جاتا ہے، جیسے: "وَأَنَّا مِنَّا الْمُسلِمُونَ

---

[1] دستور العلماء: ۱/۱۲۹۔

[2] تفہیم المنطق: ۹۰۔

وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ۔(الجن۱۴)، وَأُولُو الأَرْحَامِ بَعضُهُم أَولَى بِبَعضٍ فِي كِتَابِ الله."(الانفال: ۷۵)[1]۔

قاعدہ نمبر۷: لفظ ''کُلّ ''، کبھی مجموعہ افراد کے لیے ہوتا ہے، جیسے''کُلُّ إِنْسَانٍ لَايَسَعُهُ هَذَا الدَّارَ''،(سب انسانوں کویہ گھر نہیں سماتا)اور کبھی لفظ ''کُلّ ''ایک ایک فرد کے لیے آتا ہے، جیسے:''کُلُّ طَالِبٍ حَاضِرٌ''۔ قضیہ محصورہ کے لیے ''کُلّ ''افرادی استعمال ہوتا ہے[2]۔

قاعدہ نمبر۸: لفظ ''کُلّ ''لازم الاضافۃ ہے، یہ اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا، اگر مضاف الیہ محذوف ہو تو عوض میں تنوین لاتے ہیں، جیسے:''كُلٌّ اٰمَنَ بِالله'' اس کامفہوم یہ ہے کہ ''كُلُّهُمْ اٰمَنَ بِالله''پھر ''کُلّ ''کامضاف الیہ عموماموصوف ہوتا ہے اوراس کی صفت مذکوریامحذوف ہوتی ہے، یعنی کبھی اس کامضاف الیہ مذکورغیر موصوف ہوگا، جیسے:''إِنَّ السَّمعَ وَالبَصَرَ وَالفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنهُ مَسْئُوْلًا.''(الاسراء:۳۴) کبھی مضاف الیہ کی صفت محذوف ہوگی، جیسے:''كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَت سَبعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ''۔(البقرۃ:۲۶۱)اس میں مضاف الیہ کی صفت محذوف ہے، تقدیرعبارت یوں ہوگی۔''كُلِّ سنبلةِ مِنْ هَذَه السَّنَابِلِ''، کبھی اس کامضاف الیہ نکرہ غیرموصوف ہوگا، جیسے :''لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيءٍ''۔(الأنعام:۱۰۲) ۔

قاعدہ نمبر۹: لفظ ''کُلّ ''اس وقت موجبہ کلیہ کاسور ہوگا، جب یہ معنی حقیقی میں مستعمل ہو۔

قاعدہ نمبر۱۰: لفظ ''کُلّ ''، کبھی کثیر کے معنی میں آتا ہے، جیسے:''وَأُوتِيَت مِن كُلِّ شَيءٍ''۔(النمل:۲۳)۔

قاعدہ نمبر: جو قضیہ بعض مجموعی پر مشتمل ہوتا ہے وہ بہرصورت مہملہ ہوتا ہے، خواہ اس کامضاف الیہ کلی ہویاجزئی، جیسے:''بعض الانسان كاتب بالفعل''اور''بعض زيدجميل جداً''، یہ دونوں قضیے مہملہ ہیں اور جو قضیہ بعض افرادی پر مشتمل ہوتا ہے وہ محصورہ موجبہ جزئیہ ہوتا ہے، جیسے:''بعض الحيوان انسان''.

۹۔ تمرین:

(الف)۔ قضیہ محصورہ کی اقسام بیان کریں، نیز سور کالغوی اوراصطلاحی مفہوم بیان کریں۔

(ب)۔ قضیہ محصورہ کاموضوع کیاچیز ہوتی ہے؟

(ج)۔ افراد کی اقسام بمع تعریفات بیان کریں۔

(د)۔ موضوع کے وصف عنوانی کاموضوع کی ذات پربالامکان آناکافی ہے یابالفعل؟اختلاف بیان کریں۔

(ھ)۔ مندرجہ ذیل مثالوں میں محصورات اربعہ کی تعیین کریں، نیز منطقی ترکیب کریں۔

---

[1] سلم العلوم:۱۲۵، اساس المنطق:۱۹۷۔

[2] اساس المنطق:۱۸۵/۲۔

إِنَّ الإِنسَانَ لَفِی خُسْرٍ. لَکِنَّ أَکثَرَ النَّاسِ لَا یَعلَمُونَ. لَیسَ کُلُّ أَمرِی کَمَا یَشتَهِی صَاحِبِی. مِنهُم مَن عَاهَدَ الله. أُنزِلَت سُورَةٌ. لَیسَ کُلُّ النَّاسِ یَعرِفُهُ. کُلُّ نفسٍ ذَائِقَةُ المَوتِ. جَمِیعٌ لَدَینَا مُحضَرُونَ. لَم تَکُن لَهُ فِئَةٌ. لَیسَ کُلُّ سَاعَةٍ تَبقَی لَنَا. فَأَبَی أَکثَرُ النَّاسِ إِلَّا کُفُورًا. قَالَت طَائِفَةٌ مِن أَهلِ الکِتَابِ. نَبَذَهُ فَرِیقٌ مِنهُم. فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِی سَبِیلِ الله. فَرِیقٌ فِی الجَنَّةِ. فَرِیقٌ فِی السَّعِیرِ. وَدَّت طَائِفَةٌ مِن أَهلِ الکِتَابِ. وَلَا طَائِرٍ یَطِیرُ بِجَنَاحَیهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمثَالُکُم. فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَی نَحْبَهُ. فَآمَنَت طَائِفَةٌ مِن بَنِی إِسرَائِیلَ. وَالله لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ أَثِیم. کُلُّ رَاعٍ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِه. بَعْضُ المسْلِمِیْنَ أَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ. کُلُّ عَیْنٍ بَاکِیَةٍ یَوْمَ الْقِیامةِ. یُغَارُ بَعْضُهُمْ عَلَی بَعْضٍ. لَیْسَ کُلُّ مَن تَوَکَّلَ عَلَیهِ کَفَاهُ. کُلُّ سَبَب وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. لَیسَ کُلُّ شَیءٍ یُسَمَّی بِالبَاطِلِ یُحَرَّمُ. لَیسَ کُلُّ مُحِبٍّ مُعَظِّمًا. لَیسَ کُلُّ النَّاسِ یَعلَمُ مَا تَعلَمُ. لَیسَ کُلُّ البِرِّ هَذَا.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞... إِنَّ الإِنسَانَ لَفِی خُسرٍ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ۔ ''إِنَّ''ادات غیر زمانیہ... ''الف لام استغراقی''سور موجبہ کلیہ... ''إِنسَان''موضوع... ''لَفِی خُسرٍ ''محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ۔

۞... کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ المَوتِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ۔ ''کُلُّ''سورِ موجبہ کلیہ... ''إِنسَان''موضوع... ''ذَائِقَةُ المَوْت ''محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ۔

۞... فَرِیقٌ فِی الجَنَّةِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ غیر منحرفہ۔ ''فَرِیقٌ''موضوع... ''فِی الجَنَّةِ''محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ غیر منحرفہ۔

۞... فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِی سَبِیلِ الله:

قضیہ حملیہ متعارفہ مرکبہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ غیر منحرفہ۔ ''فِئَةٌ''موضوع... ''تُقَاتِلُ فِی سَبِیلِ الله''محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ غیر منحرفہ۔

۞... لَا إِلَهَ إِلَّا الله:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ کلیہ غیر منحرفہ۔" لَا" سور سالبہ کلیہ... "إِلَہَ"موضوع..."مَوْجُوْدٌ"محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو..."إِلَّا اللّٰہ"بمعنی"غیر اللّٰہ"متعلق محمول... موضوع با محمول و متعلق محمول... قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ غیر منحرفہ۔

۞... لَیسَ کُلُّ مَن مَرِضَ مَاتَ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ جزئیہ غیر منحرفہ۔"لَیسَ کُلُّ"سور سالبہ جزئیہ..."مَن مَرِضَ"موضوع... "مَاتَ"محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو... موضوع با حملیہ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ جزئیہ غیر منحرفہ۔

فصل ہفتم: مباحث کل اور کلی

ا۔ بحث "کل":

لفظ "کل" ایک مشترک لفظ ہے اس کو تین معانی میں استعمال کیا جاتا ہے اس وجہ سے اس کی تین قسمیں ہیں[1]:

(الف)۔ کل کلی (ب)۔ کل مجموعی (ج)۔ کل افرادی

(الف)۔ کل کلی کی تعریف:

مَا يَكُوْنُ الْحُكْمُ فِيْهِ عَلَى مَاهِيَّةِ الْمَوْضُوْعِ لَا عَلَى أَفْرَادِه.

وہ "کل" ہے جس میں موضوع کی ماہیت پر حکم لگایا گیا ہو نہ کہ موضوع کے افراد پر، یعنی جس کے ذریعہ کسی ماہیت پر حکم لگایا گیا ہو، بالفاظِ دیگر اس کا مدخول مفہوم کلی ہوتا ہے اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہوتا ہے وہ قضیہ طبعیہ ہوتا ہے، جیسے: "کل انسان نوع"۔ اس میں انسان کلی پر نوع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، یہ کل کلی ہے۔

(ب)۔ کل مجموعی کی تعریف:

مَا يَكُوْنُ الْحُكْمُ بِإِثْبَات الْمَحْمُول لمجْمُوْع أَفْرَاد الْمَوْضُوع أَو نَفْيه عَنهُ.

کل مجموعی وہ "کل" ہے جس میں موضوع کے جملہ افراد پر محمول کے اثبات یا نفی کا حکم لگایا گیا ہو، یعنی جس سے کسی ماہیت کے سارے افراد پر حکم لگایا گیا ہو، جیسے: "کل إنسان لایسعه هذه الدار"، (انسان کے تمام افراد کے لیے اس گھر میں گنجائش نہیں)۔ یعنی اس کے مدخول سے مجموعہ افراد مراد ہوتے ہیں اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہوتا ہے، اگر اس کا مدخول جزئی ہو تو قضیہ شخصیہ ہو گا اور اگر مدخول کلی ہو تو قضیہ مہملہ ہو گا، جیسے: "کل زید حسن"، (یعنی زید کے اجزاء کا مجموعہ خوبصورت ہے) اور "کل إنسان لایسعه هذه الدار" (انسان کے تمام افراد کے لیے اس گھر میں گنجائش نہیں)۔ یہ صاحب سلم العلوم کا مذہب ہے، فاضل لاہوری کہتے ہیں کہ جو قضیہ کل مجموعی پر مشتمل ہوتا ہے وہ قضیہ شخصیہ ہو گا خواہ اس کا مدخول جزئی ہو یا کلی ہو۔ اور علامہ تفتازانی کا مذہب یہ ہے جو قضیہ کل مجموعی پر مشتمل ہوتا ہے قضیہ مہملہ ہو گا، خواہ اس کا مدخول کلی ہو یا جزئی ہو۔

(ج)۔ کل افرادی کی تعریف:

مَا يَكُوْنُ الْحُكْمُ بِإِثْبَات الْمَحْمُول لِكُلِّ وَاحِد وَاحِد من أَفْرَاد مَوْضُوعِهِ أَوَنَفيِهِ عَنهُ.

کل افرادی وہ کل ہے جس میں موضوع کے افراد پر محمول کے اثبات یا نفی کا حکم ہر ہر فرد پر لگایا گیا ہو، بالفاظِ دیگر جس کے ذریعہ کسی ماہیت کے ہر ہر فرد پر حکم لگایا گیا ہو، یعنی اس کا مدخول کل افراد (ہر ہر فرد) ہوتے ہیں اور اس پر جو قضیہ مشتمل ہوتا ہے جو قضیہ محصورہ مسورہ ہوتا ہے، جیسے: "کل انسان حیوان"، اس میں انسان کے ہر ہر فرد کے لیے حیوانیت ثابت کی گئی

---

[1] ہامش سلم العلوم: ۱۱۷، کشاف اصطلاحات الفنون: ۲/۱۳۰۷۔

ہے[۱]۔

۲۔ کل کلی، کل مجموعی اور کل افرادی میں فرق:

ان تینوں میں فرق یہ ہے کہ کل کلی کا انقسام جزئیات کی طرف ہوتا ہے، جیسے: "انسان"، زید، عمرو، بکر وغیرہ کی طرف منقسم ہوتا ہے جو اس کی جزئیات ہیں اور کل مجموعی کا انقسام اجزاء کی طرف ہوتا ہے، جیسے: زید ہاتھ، پیر، سر، کان، آنکھ وغیرہ کی طرف منقسم ہوتا ہے جو اس کے اجزاء ہیں اور کل افرادی میں حکم ہر ہر فرد پر لگایا جاتا ہے جب کہ کل کلی اور کل مجموعی میں افراد کے مجموعہ پر حکم لگایا جاتا ہے ہر ہر شخص پر حکم نہیں لگایا جاتا۔

قیاسات اور علوم میں صرف کل افرادی مستعمل ہے، باقی دو کا استعمال نہیں، کیونکہ علوم میں صرف محصورات کا اعتبار ہے اور جو قضیہ کل افرادی پر مشتمل ہوتا ہے وہی محصورہ ہوتا ہے اس لیے وہی معتبر ہے اور جس قضیہ میں کل کلی ہوتا ہے وہ قضیہ طبعیہ کہلاتا ہے اس لیے اس میں حکم ماہیت پر ہوتا ہے، جیسے: "كُلُّ انسانٍ نوعٌ"، اس میں نوع ہونے کا حکم انسان کی ماہیت پر ہے، افراد پر نہیں اور علوم میں قضیہ طبعیہ معتبر نہیں اور جو قضیہ کل مجموعی پر مشتمل ہوتا ہے وہ یا تو قضیہ شخصیہ ہوتا ہے یا مہملہ اور دونوں کا علوم میں اعتبار نہیں[۲]۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کل مجموعی کا مضاف الیہ جزئی ہو تو وہ قضیہ شخصیہ ہوتا ہے، جیسے: "كل زيد حسن"، کیونکہ کسی شخص کے اجزاء کا مجموعہ بھی شخص ہی ہوتا ہے اور اگر مضاف الیہ کلی ہو تو وہ قضیہ مہملہ ہوتا ہے، جیسے: "كل انسان نوع"، کیونکہ انسان کی جزئیات کا مجموعہ اگرچہ شئی واحد ہے، لیکن اس میں زیادتی اور کمی ہوتی رہتی ہے، گویا اس میں تعدد پایا جاتا ہے اور افراد کی مقدار کا بیان موجود نہیں ہوتا، اس لیے وہ مہملہ ہے اور مہملہ کا علوم و فنون میں اعتبار نہیں[۳]۔

عبد الحکیم سیالکوٹیؒ کے نزدیک جو قضیہ کل مجموعی پر مشتمل ہوتا ہے وہ بہر صورت شخصیہ ہوتا ہے، خواہ مضاف الیہ کلی ہو، یا جزئی، اور علامہ تفتازانی کے نزدیک وہ بہر صورت قضیہ مہملہ ہوتا ہے اور صاحب سلم العلوم کے نزدیک وہ علی الاطلاق نہ تو مہملہ ہوتا ہے اور نہ شخصیہ، بلکہ ایک صورت میں مہملہ ہوتا ہے اور ایک صورت میں شخصیہ ہوتا ہے۔

۳۔ کل اور کلی، جزء اور جزئی میں فرق:

---

[۱] ہامش سلم العلوم: ۱۱۷، کشاف اصطلاحات الفنون: ۲/ ۱۳۷۰۔

[۲] المعتبر عندهم في القياسات والعلوم هو المعنى الثالث أي الكلّ الإفرادي وإن كان المعنيان الأوّلان مستعملين أيضا لأنّه لو كان المعتبر أحد المعنيين الأولين لم ينتج الشكل الأول، فإنّك إذا قلت كلّ الإنسان حيوان وكلّ الحيوان ألوف ألوف لم يلزم أن يكون كلّ الإنسان ألوفا ألوفا، وكذا إذا قلت الإنسان حيوان والحيوان جنس لا يلزم النتيجة، كذا في شرح المطالع في تحقيق المحصورات. واعلم أنّ لفظ كلّ لا يرد في التعريف إذ التعريف إنّما هو للحقيقة إلّا أن يراد به التسهيل على فهم المبتدئ لئلّا يتوهّم التخصيص بفرد دون فرد. (كشاف اصطلاحات الفنون: ۲/ ۱۳۷۰)

[۳] ارشاد الفہوم: ۳۱۳۔

کل اور کلی، جزء اور جزئی میں متعدد فرق ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں:

پہلا فرق: کل محمول علی الاجزء نہیں ہوتا، اس لیے "ید زید" نہیں کہا جاتا، جب کہ کلی اپنے جزئیات پر محمول ہوتی ہے، اس لیے "زید انسان" کہنا صحیح ہے۔ یعنی کُلّی اپنی جزئیات اور افراد پر حمل ہونے کی قابلیت رکھتا ہے جبکہ کل اپنے اجزاء پر حمل نہیں ہوتا۔

دوسرا فرق: کلی اپنے جزئی کا جزء ہوتا ہے، جیسے: حیوان اپنے جزئیات انسان، فرس وغیرہ کا جزء ہے، کیونکہ انسان کی ماہیت حیوان ناطق اور فرس کی ماہیت حیوان صائل ہے اور جزئی کلی کے لیے کل ہوتا ہے، جیسے انسان جزئی حیوان کلی کے لیے کل ہے۔ اسی وجہ سے کلی کو کلی کہتے ہیں کہ یہ منسوب بسوئے کل ہے، یعنی کل والی اور جزئی منسوب بسوئے جزء ہے، یعنی جزء والی[1]۔

تیسرا فرق: انتفائے جزء انتفائے کل کو مستلزم ہوتا ہے، لیکن انتفائے جزئی انتفائے کلی کو مستلزم نہیں، جیسے: "سقف" (جزء) کی انتفاء "بیت" (کل) کے انتفاء کو مستلزم ہے، لیکن زید (جزئی) کے انتفاء سے انسان (کلی) کی انتفاء نہیں ہوتی۔ اگر کوئی جزئی نہ تو بھی کلی، کلی رہے گی۔

چوتھا فرق: جزء کا اطلاق کل پر نہیں ہوتا، لیکن جزئی کا اطلاق کلی پر ہوتا ہے، جیسے: صرف "سقف" (جزء) کو "بیت" (کل) نہیں کہا جاتا، لیکن "زید" جزئی کا اطلاق "انسان" کلی پر ہوتا ہے، جیسے "زید انسان" کہا جاتا ہے۔ یعنی جزء کی تعریف میں کل کو قرار نہیں دیا جاتا لیکن جزئی کی تعریف میں کُلّی واقع ہوتا ہے، مثلاً انسان کی تعریف میں کہا جاتا ہے: حیوانِ ناطق، لیکن ہاتھ یا سر کی تعریف کرتے ہوئے انسان کا معنی ذکر نہیں کیا جاتا۔

پانچواں فرق: کل کا استعمال اکثر محسوسات میں اور کلی کا استعمال معقولات میں ہوتا ہے۔

چھٹا فرق: کل مرکب من الاجزاء ہوتا ہے اور کلی مرکب من الجزئیات ہوتی ہے، یعنی کل اپنے اجزاء کے مجموعے سے تشکیل پاتا ہے، لیکن کلی اجزاء کی بجائے جزئیات سے تشکیل پاتا ہے۔

ساتواں فرق: کل کے ماتحت اجزاء اور کلی کے ماتحت جزئیات ہوتے ہیں۔

آٹھواں فرق: کل کا وجود خارج میں مستقل طور پر پایا جاتا ہے، لیکن کلی کا وجود خارج میں مستقل طور پر نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ اپنے افراد کے ضمن میں متحقق ہوتی ہے، جیسے انسان کا وجود خارج میں زید، عمرو، بکر وغیرہ کے ضمن میں پایا جاتا ہے، البتہ کل کا وجود خارج میں مستقل طور پر پایا جاتا ہے، جیسے زید، عمرو، بکر وغیرہ مستقل طور پر کل ہیں۔

نواں فرق: کل کا اطلاق شئی معدوم پر نہیں ہوتا، لیکن کلی کا اطلاق شئی معدوم پر بھی ہوتا ہے، جیسے: "لاشیء، لاممکن، لا موجود" وغیرہ کہا جاتا ہے۔

دسواں فرق: کل کے مقابلہ میں جزء اور کلی کے مقابلہ میں جزئی ہوتی ہے۔ یعنی کلی کے مقابلے میں جزئی آتا ہے جبکہ کل کے مقابلے جزء آتا ہے۔ کُل سے مراد وہ ایک شیء ہے جو متعدد اجزاء سے مل کر تشکیل میں آئے، جیسے جسمِ انسانی ہے کہ وہ متعدد اجزاء سے مل کر بنا

---

[1] دستور العلماء: ۹۷/۳۔

ہے، جیسے سر، بازو، شکم وغیرہ۔ مفہومِ کُل متعدد اجزاء سے تشکیل پانے والے ان اشیاء کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مفہومِ کل کی بسیط یعنی جو اجزاء پر مشتمل نہ ہو پر دلالت نہیں ہوتی۔

گیارواں فرق: کل من حیث الکل موجود فی الخارج ہوتا ہے اور کلی من حیث الکلی موجود فی الخارج نہیں ہوتی۔ یعنی کل خارج میں موجود ہوتا ہے لیکن کُلی بعینہ بذاتِ خود خارج میں موجود نہیں ہوتا۔

بارہواں فرق: کل معدود بالأجزاء ہوتا ہے اور کلی غیر معدود بالجزئیات ہوتی ہے، اگر انسان کے جملہ افراد معدوم ہو کر ختم ہو جائیں، تو تب بھی انسان کلی ہی رہے گا۔

تیرہواں فرق: کل اپنے اجزاء کا تمام حقیقت نہیں ہوتا، لیکن کلی اپنے جزئیات کی تمام حقیقت ہوتی ہے، جیسے انسان اپنے جزئیات زید، عمرو، بکر وغیرہ کی تمام حقیقت ہے۔

چودہواں فرق: کل موقوف علی الأجزاء ہوتا ہے، اگر اجزاء نہ ہو تو کل کل نہیں رہتا، لیکن کلی موقوف علی الجزئیات نہیں ہوتی، لہذا ایک جزئی کے ہوتے ہوئے بھی کلی کلی ہے، جیسے انسان صرف زید کے ہوتے ہوئے بھی کلی ہے۔ یعنی کل کا وجود اجزاء کے بغیر اور خارج میں فرد کے بغیر نہیں ہوتا لیکن کُلی کا وجود جزئیات اور خارج میں افراد کے بغیر بھی ممکن ہے۔ یعنی ایسا ممکن ہے کہ کلی کے اصلا اجزاء نہ ہوں اور وہ بسیط ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کلی فقط ذہن میں ہو اور خارج میں اس کا کوئی فرد نہ ہو۔ لیکن کل کے لیے ایسا ممکن نہیں ہے۔ کل ہمیشہ مرکب ہو گا اور ہمیشہ خارج میں ہو گا۔

پندرہواں فرق: کل کے اجزاء محصور و متناہی ہوتے ہیں، لیکن کلی کے جزئیات غیر متناہی ہوتے ہیں۔ یعنی کل کے اجزاء متناہی ہیں لیکن ممکن ہے کہ کسی کلی کی جزئیات متناہی نہ ہوں۔

سولہواں فرق: کل متقوم بالجزء ہوتا ہے اور کلی مقوم للجزئی ہوتی ہے۔

سترہواں فرق: کل اپنے تحقق و تکون میں جملہ اجزاء کا محتاج ہوتا ہے، محض ایک جزء کے تحقق سے کل متصور نہیں ہوتا، بخلاف کلی کے، کیونکہ ایک جزئی کے تحقق سے بھی کلی متحقق جاتی ہے، جیسے انسان محض ایک فرد کے تحقق سے بھی کلی کہلاتا ہے۔

اٹھارہواں فرق: کل اپنے اجزاء کی طرف ادات تقسیم کیساتھ منقسم نہیں ہوتا، جیسے: ”الکرسیُّ إمَّا خَشَبٌ وإمَّا مَسَامِیْرٌ“ نہیں کہاجاتا، لیکن کلی اپنے جزئیات کی طرف ادات تقسیم کیساتھ منقسم ہوتی ہے، جیسے: ”الحیوان إما إنسان وإما فرس“ وغیرہ کہاجاتا ہے۔

انیسواں فرق: کلی کا حمل جزئی پر بحمل المواطاۃ ہوتا ہے جبکہ کل کا حمل جزء پر بحمل الاشتقاق ہوتا ہے [1]۔

بیسواں فرق: کل متعدد اجزاء میں تقسیم ہونے کے قابل ہوتا ہے جبکہ کلی کو اس کی جزئیات میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔

---

[1] آداب البحث والمناظرۃ: ۳۵۔

اکیسواں فرق: کل ہمیشہ مرکب ہوتا ہے اور کلی میں ترکیب ضروری نہیں، بلکہ کلی بسیط بھی ہوسکتی ہے۔
بائیسواں فرق: جزء اعم مطلق اور کل اخص مطلق ہوتا ہے جبکہ جزئی اخص مطلق او کلی اعم مطلق ہوتا ہے۔

۴۔ عموم السلب اور سلب العموم میں فرق:

عموم السلب اور سلب العموم میں دو طرح کا فرق ہے:
(الف)۔ فرق من حیث العنوان (ب)۔ فرق من حیث المعنون

(الف)۔ فرق من حیث العنوان: عموم السلب اور سلب العموم میں فرق باعتبار عنوان اور تعبیر کے یہ ہے کہ عموم السلب میں لفظ عموم مقدم اور سلب مؤخر ہے اور سلب العموم میں لفظ سلب مقدم اور عموم مؤخر ہے۔

(ب)۔ فرق من حیث المعنون: عموم السلب اور سلب العموم میں معنون کے اعتبار سے درج ذیل فرق ہیں:

پہلا فرق: عموم السلب کو شمول النفی اور سلب العموم کو نفی الشمول بھی کہتے ہیں، عموم السلب اور شمول النفی میں مسند الیہ کے ہر ہر فرد سے مسند کی نفی کی جاتی ہے، یعنی کوئی فرد بھی نفی سے خارج نہیں رہتا، جیسے: "كُلُّ إِنْسَانٍ لَمْ يَقُمْ"، اس قضیہ کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں جتنے افراد انسان موجود ہیں، وہ سب کے سب عدم قیام میں شامل ہیں، کوئی فرد بھی عدم قیام میں شامل نہیں اور جب کہ سلب العموم اور نفی الشمول میں مسند الیہ کے جملہ افراد سے نفی کی جاتی ہے، جیسے: "لَمْ يَقُمْ كُلُّ إِنْسَانٍ"، اس قضیہ کا مفہوم یہ ہے کہ جملہ افراد انسان کھڑے نہیں ہوئے، بلکہ بعض افراد انسان کھڑے ہیں۔ یہ قاعدہ اکثریہ ہے، کلیہ نہیں۔

دوسرا فرق: عموم السلب میں اداتِ عموم اداتِ سلب پر مقدم ہوتا ہے، جیسے: "كُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ"، یہ عموم السلب ہے اور سلب العموم میں ادات سلب اداتِ عموم پر مقدم ہوتا ہے، جیسے: "لَيْسَ كُلُّ بِرٍّ هَذَا"۔ یہ سلب العموم ہے۔

تیسرا فرق: عموم السلب میں سلب کلی ہوتا ہے اور سلب العموم میں رفع ایجاب کلی ہوتا ہے اور ایجاب جزئی پر بھی صادق آتا ہے۔

چوتھا فرق: عموم السلب سالبہ کلیہ کا مفاد ہوتا ہے اور سلب العموم سالبہ جزئیہ کا مفاد ہوتا ہے۔

پانچواں فرق: عموم السلب میں شمول النفی ہوتی ہے اور جب کہ سلب العموم میں نفی الشمول ہوتا ہے۔

چھٹا فرق: جس قضیہ میں عموم السلب ہو وہ سالبہ کلیہ ہوگا اور جس میں سلب العموم ہو وہ سالبہ جزئیہ یا مہملہ سالبہ ہوگا، کیونکہ جزئیہ اور مہملہ دونوں کا ماحصل ایک ہے، یعنی مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے تو مہملہ سالبہ سالبہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے۔

ساتواں فرق: عموم السلب اور سلب العموم میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، عموم السلب اخص مطلق اور سلب العموم اعم مطلق ہے، جہاں عموم السلب ہوگا، وہاں سلب العموم بھی ہوگا، لیکن جہاں سلب العموم ہو وہاں عموم السلب کا ہونا ضروری نہیں[1]۔

---

[1] دستور العلماء: ۲/۱۳۰۔

۵۔ کلی کامفہوم:

لفظ کلی لفظِ مشترک ہے جس کااطلاق تین معانی پر ہوتا ہے:

پہلا معنی: کلی منطقی :اس مفہوم میں شرکت کے واقع ہونے کی قابلیت ہونی چاہیے، جیسے خود مفہوم کلی۔ بالفاظ دیگر اس سے مراد وہ مفہوم کلی ہے جس میں اس پہلو کو مد نظر رکھاجاتا ہے کہ یہ مفہوم متعدد افراد اور مصادیق پر صدق کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ یقینا کثیر پر صدق کرنے کے پہلو کو مد نظر رکھناایک ذہنی اور عقلی امر ہے، مثلاانسان، حجر، شجر وغیرہ کہ ان مفاہیم ہر شیءسے قطعِ نظر کرتے ہوئے اس اعتبار سے دیکھیں کہ یہ کثیر پر صدق کر رہے ہیں کلی منطقی کہلائیں گے۔

دوسرا معنی: کلی طبیعی:اس سے مراد ماہیات کاوہ مجموعہ ہے جو کلیت کے وصف کے ساتھ متصف ہوتا ہے، مثلاانسان اور عالم دو مفہوم ہیں جو کہ مشارکت کو قبول کرنے کی قید کے ساتھ مقید ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح مشارکت قبول نہ کرنے کی قید کے ساتھ بھی مقید ہو سکتے ہیں، مثلاانسان اور عالم کاجزئی ہونا۔ بالفاظِ دیگر ماہیتِ انسان اور ماہیتِ عالم آپس میں مشارکت اور مقارنت کے لیے ساز گار ہیں، یہ تب ہو گا جب انسان اور عالم دونوں کلی ہوں یاان دو چیزوں کے درمیان مشارکت اور مقارنت کی ساز گاری نہیں پائی جاتی، مثلا یہ انسان اور یہ عالم، کیونکہ اس میں انسان اور عالم جزئی ہیں۔ یہ ماہیات جو محلِ تقابل ہے کو کلی طبیعی سے تعبیر کیاجاتا ہے۔ واضح ہے کہ اس صورت میں محمول یعنی انسان اور عالم کو کلی ہوناچاہیے تاکہ وہ جزئی (یہ انساان اور عالم) پر بھی حمل ہو اور کلی پر بھی۔

تیسرا معنی: کلی عقلی :اس سے مراد وہ مفہوم کلی ہے جو متعدد مصادیق پر صدق کی قابلیت رکھتا ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ متعدد امور پر صدق کی قابلیت کی قید کو ملحوظ رکھاجاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ پہلی اور دوسری قسم کے مرکب ہونے سے تشکیل پاتا ہے۔ جب وصف اور موصوف کے مجموعے کو باہمی طور پر ملحوظ رکھاجائے اور موصوف کا صفت کے ساتھ متصف ہونے کو مد نظر رکھاجائے تو اس کو کلی عقلی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلی اور دوسری قسم کو مرکب صورت میں ملاحظہ کریں اور دونوں کے اتصاف اور ربط کو مد نظر رکھیں تو کلی عقلی تشکیل پاتی ہے جو کہ فقط ذہنی اور عقلی امر ہے[۱]۔

یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ یہ تین اقسام (منطقی، طبیعی اور عقلی) مفہومِ کلی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ جنس، فصل، نوع اور خاصہ اور عرضِ عام اور ان کے علاوہ دیگر موارد میں بھی موجود ہے۔ ان تین اقسام کو کلی کے ساتھ خاص قرار دینا من باب مثال ہے نہ کہ باب اختصاص وانحصار میں سے ہے۔

الغرض کلی عقلی سے مراد ذہنِ انسانی میں کلی منطقی کاکلیِ طبیعی پر عارض ہونا ہے، مثلا:الإِنْسَانُ كُلِّيٌّ،ہم ایک مرتبہ اس قضیہ کواجزاء میں تقسیم کر کے جدا جدا طور پر ملاحظہ کرتے ہیں؛مثلاایک مرتبہ انسان کو محمول یعنی کُلّی سے جدا کر کے تصور کرتے ہیں اس صورت میں یہ کلیِ طبیعی کہلاتا ہے،اسی طرح ایک مرتبہ ہم محمول کو موضوع سے جدا طور پر ملاحظہ کرتے ہیں مثلاہم فقط کلی کا تصور کرتے

---

[۱] دستور العلماء:۲/۱۳۰۔

ہیں اس صورت میں یہ کلیِ منطقی کہلائے گا۔ لیکن ایک مرتبہ ہم پورے مجموعے یعنی قضیہ کو اس کے اجزاء سمیت مجموعی طور پر ملاحظہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ محمول موضوع پر حمل ہو رہا ہے اس کو کلیِ عقلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر قضیہ میں انسان موصوف ہے جو کلیّت کی صفت کے ساتھ متصف ہو رہا ہے۔ جب موصوف کو اس کے وصف کے ساتھ متصف ہونے کو ملاحظہ کریں یا بالفاظِ دیگر جب ہم محمول کو موضوع پر حمل کرتے ہوئے پورے مجموعے کو ملاحظہ کریں یا عارض کو معروض پر عرض کریں تو اس کو کلیِ عقلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کلی عقلی ذہن میں پایا جاتا ہے کیونکہ عروض و حمل ایک امرِ ذہنی ہے۔ یعنی عارض اور معروض کے مجموعے کی ذہنی صورت کو کلیِ عقلی کہا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر کلیت اور عموم کو کلی منطقی کہا جائے گا اور انسان کے ساتھ کلیت کو ملحق کرنا کلیِ عقلی کہلاتا ہے[1]۔

٦۔ اقسام کلی کا مبدأ:

ان تین قسموں کو اس قضیہ سے حاصل کیا جاتا ہے: "الإنسان كلي"، انسان کلی ہے۔ جب اس قضیہ کا تجزیہ تحلیل کرتے ہیں اور انسان کو کلی سے جدا طور اور کلی کو انسان سے جدا طور پر اور پھر ان کو آپس میں مرکب طور پر ملاحظہ کریں تو یہ تین قسمیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

(الف)۔ انسان: اس کو ہر صفت اور وصف سے قطع نظر کرتے ہوئے فقط اس کی ذات اور طبیعتِ شیء کو ملاحظہ کریں تو یہ لحاظ ماہیتِ انسان کہلائے گا۔ یعنی نہ اس کے کلی و جزئی ہونے کو ملاحظہ کریں اور نہ اس کے موجود ہونے اور معدوم ہونے کو۔ اس صورت میں ہماری توجہ فقط ذات اور ماہیت و طبیعتِ شیء پر مرکوز ہو جائے گی۔

(ب)۔ کلی: یہ وہ وصف یا محمول ہے جس کو قضیہ سے جدا کر کے فقط اس کے کلی ہونے اور کثیر پر صدق کرنے کے پہلو کو ملاحظہ کیا گیا ہے۔

(ج)۔ مرکب صورت میں: اس اعتبار سے وصف یعنی کلی ہونا موصوف یعنی انسان پر صدق کر رہا ہے۔ بالفاظ دیگر قضیہ اور اجزاء قضیہ کے باہمی ربط کو ملاظہ کریں اور وصف و محمول کو موصوف یا موضوع پر حمل کرتے ہوئے اس کو دیکھیں۔ قضیہ میں کلی محمول یا عارض کہلائے گا اور انسان معروض یا موضوع۔

ان تین قسموں میں پہلی میں چونکہ طبیعتِ شیء جو خارج میں اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہے سامنے آجاتی ہے اس لیے کو کلیِ طبیعی سے تعبیر کرتے ہیں۔ جبکہ دوسری قسم میں اہل منطق کی مراد فقط کلیت کو مد نظر رکھنا اور کثیر پر صدق کرنا ملحوظ ہے اس لیے اس کو کلیِ منطقی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جبکہ آخری قسم میں قضیہ کو مرکب صورت میں اور موصوف کو کلیت کے وصف کے ہمراہ مد نظر رکھتے ہیں جس کو عقل درک کرتی ہے اور ذہن میں یہ حمل قرار پاتا ہے اس لیے اس کو کلی عقلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس کلی عقلی میں چونکہ حمل کا ظرف اور موطن ذہن ہے اس لیے یہ خارج میں موجود نہیں ہو سکتی۔

---

[1] دستور العلماء:۱/۱۷۲۔

۷۔ مفہوم کلی اور مفہوم جزئی کی وضاحت:

مفہومِ کلی کے مقابلے میں مفہوم جزئی آتا ہے۔ اس سے مراد وہ مفہوم ہے جو مشارکت اور مشترک ہونے کے قابل ہو۔ بالفاظِ دیگر وہ مفہوم جو متعدد افراد پر صدق کرنے کی قابلیت رکھتا ہے، فرق نہیں پڑتا کہ یہ افراد و مصادیق خارجی ہوں یا ذہنی، یہ افراد انسان ہوں یا غیر انسان یا دیگر اشیاء۔ جزئی سے مراد وہ مفہوم ہے جو متعدد افراد پر صدق کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا بلکہ فقط ایک مصداق کے اوپر صدق کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کلی مفہوم شموم، عموم اور متعدد افراد پر صدق کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔

۸۔ مفہومِ کلی کے مصادیق:

مفہومِ کلی درج ذیل موارد کو شامل ہوتا ہے:

(الف)۔ وہ مفہوم جو کہ بالفعل متعدد مصادیق کو شامل ہو، جیسے: مفہومِ انسان۔

(ب)۔ وہ مفہوم جو بالفعل فقط ایک مصداق کو شامل ہے البتہ متعدد مصادیق فرض کرنا محال نہ ہوں، جیسے: مفہومِ شمس یعنی سورج کا مفہوم۔

(ج)۔ وہ مفہوم جو بالفعل ایک مصداق کو شامل ہے اور ایک سے زائد مصادیق کو فرض کرنا بھی محال ہے، جیسے مفہوم واجب الوجود بالذات۔

(د)۔ وہ مفہوم جو بالفعل کسی مصداق پر منطبق نہیں ہوتا، لیکن اس کا ایک یا ایک سے زائد مصادیق کا موجود ہونا فرض کیا جا سکتا ہے، جیسے: مفہوم عنقا، ایک خیالی پرندہ عنقا کا مفہوم۔

(ھ)۔ وہ مفہوم جو بالفعل کسی مصداق پر منطبق نہیں ہوتا، لیکن اس کے مصداق کے موجود ہونے کو فرض کرنا بھی محال ہے، جیسے: مفہومِ شریک الباری[1]۔

تیسرے اور پانچویں مورد میں مصداق کا فرض کرنا محال اور ناممکن ہونا اس لفظ کے مفہوم سے نہیں ہے بلکہ اس کا سبب لفظ سے خارج ایک امرِ دیگر ہے جس کی وجہ سے اس کے مصداق کے وجود کا فرض کرنا بھی محال ہے۔

۹۔ تمرین:

(الف)۔ کل کے کتنی معانی آتے ہیں؟ نیز کل کلی، کل مجموعی اور کل افرادی میں کیا فرق ہے؟

(ب)۔ کل اور کلی، جزء اور جزئی میں کیا فرق ہے؟

(ج)۔ عموم السلب اور سلب العموم میں کیا فرق ہے؟

(د)۔ مفہوم کلی اور اقسام کلی کا مبدء کیا ہے؟ نیز مفہوم کلی کے مصادیق بیان کریں۔

---

[1] المقرر فی شرح المنطق: ۹۳۔

فصل ہشتم: وجود موضوع اور عقدِ وضع کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

ہر قضیہ موجبہ کے لیے موضوع کا وجود ضروری ہے، کیونکہ قضیہ موجبہ میں محمول کو موضوع کے لیے ثابت کیا جاتا ہے اور ثبوت الشیء للشیء مثبت لہ کے لیے فرع ہوتی ہے، اس لیے مثبت لہ (موضوع) کا ہونا ضروری ہے تب اس کے لیے محمول ثابت ہو گا، جیسے: "زید قائم" وغیرہ مثالوں میں موضوع "زید" موجود ہو گا، تب اس کے لیے "قیام" کا ثبوت ہو گا، یہ ممکن نہیں کہ زید موجود ہی نہ ہو اور اس کے لیے "قیام" کو ثابت کیا جائے۔ اور جب کہ قضیہ سالبہ میں موضوع کا فرض کرنا بھی کافی ہے موضوع کا حقیقی وجود ضروری نہیں، کیونکہ معدوم سے ہر چیز کو سلب کیا جا سکتا ہے، جیسے: "العنقاء لیس بشیء، جبل الذھب لیس بموجود" وغیرہ یہ قضایا سالبہ ہیں ان کا موضوع "عنقاء" اور "سونے کا پہاڑ" کہیں موجود نہیں، صرف فرضی چیزیں ہیں۔ اس قسم قضیہ سالبہ کو سالبہ بانتفاء الموضوع کہتے ہیں۔

اب قضیہ حملیہ کی وجود موضوع کے اعتبار سے کل اقسام نو بنتی ہیں، موضوع محقق ہو گا، یا مقدر ہو گا، یا اعم منہما ہو گا، اسی طرح تین احتمال یہ ہیں، ذہن، خارج اور اعم منہما۔ تین کو تین میں ضرب دینے سے نو قسمیں بنتی جاتی ہیں، تاہم صاحب سلم العلوم[1] اور دیگر حضرات نے یہ پانچ قسمیں ذکر کی ہیں، خارجیہ، خارجیہ حقیقیہ، ذہنیہ، ذہنیہ حقیقیہ، حقیقیہ محضہ۔ لیکن علامہ سید سندؒ فرماتے ہیں کہ خواہ مخواہ تکثر مفہومات قضایا کی ضرورت نہیں اور نہ ہی مناطقہ کی عام اصطلاح میں کسی خاص تغیر کرنے سے کوئی خاص فائدہ ہے، پس اتنا کافی ہے کہ قضیہ میں اگر حکم ثبوت المحمول للموضوع الخارجی ہو تو چاہے وہ محقق ہو یا مقدر ہو اس کا نام خارجیہ ہو گا، جس کی مثال قضایا طبعیہ ہوں گے، اگر موضوع ذہنی کی طرف ثبوت ہو تو چاہے وہ محقق ہو یا مقدر ہو اس سے قضیہ ذہنیہ بنے گا، جیسے عام طور پر اس فن کے قضایا ایسے ہوتے ہیں اور کہیں ثبوت المحمول للموضوع ہو تو حقیقیہ ہو گا کالقضایا الھندسہ[2]۔

۲۔ وجودِ موضوع (محکی عنہ) کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم:

وجود موضوع کے اعتبار سے قضیہ کی پانچ قسمیں ہیں:

(الف)۔ ذہنیہ محضہ (ب)۔ حقیقیہ ذہنیہ (ج)۔ خارجیہ محضہ (د)۔ خارجیہ حقیقیہ (ھ)۔ حقیقیہ مطلقہ۔

(الف)۔ ذہنیہ محضہ کی تعریف:

ذہنیہ محضہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت ایسے موضوع کے لیے ہو جس کا وجود ذہن میں حقیقۃً بلا فرضِ فارض ہو، یعنی جس کا موضوع امر محقق ہو اور صرف ذہن میں پایا جائے، خارج میں نہ ہو، جیسے: "الإنسان کلی"، اس میں انسان امر محقق ہے اور جو انسان

---

[1] حمد اللہ: ۶۱، انوار العلوم: ۱۲۹۔

[2] انوار العلوم: ۱۲۹۔

کلی ہے وہ صرف ذہن میں پایا جاتا ہے، خارج میں اس کے افراد پائے جاتے ہیں[۱]۔

(ب)۔ حقیقیہ ذہنیہ کی تعریف:

حقیقیہ ذہنیہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت ایسے موضوع کے لیے ہو جس کا وجود ذہن میں بطور فرض کے ہو، یعنی جس کا موضوع صرف ذہن میں پایا جائے لیکن واقعۃً نہ پایا جائے، بلکہ صرف مقدر (مانا) ہو، ذہن میں اس کو موجود مان لیا گیا ہو، جیسے: "شريك البارى ممتنع"، اس میں شریک الباری کا خارج میں وجود نہیں، البتہ وہ ذہن میں فرض کیا جاسکتا ہے، کیونکہ شریک الباری کا واقعی وجود ذہن میں بھی نہیں ہو سکتا۔

(ج)۔ خارجیہ محضہ کی تعریف:

خارجیہ محضہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت ایسے موضوع کے لیے ہو جس کا وجود خارج میں حقیقۃً اور واقعۃ موجود ہو، جیسے: "زيد قائم"۔ یہاں موضوع "زید" خارج اور واقع میں حقیقۃً موجود ہے۔

(د)۔ خارجیہ حقیقیہ کی تعریف:

خارجیہ حقیقیہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت ایسے موضوع کے لیے ہو جس کا وجود خارج میں بطور فرض کے ہو، یعنی جس کا موضوع خارج میں واقعۃً موجود نہ ہو، بلکہ مقدرا لوجود ہو، یعنی اس کو موجود مان لیا گیا ہو، جیسے: "اَلْعَنْقاءُ طائِرٌ"، یہاں موضوع "عنقا" ایک فرضی پرندہ ہے۔

(ھ)۔ حقیقیہ مطلقہ کی تعریف:

حقیقیہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس کا موضوع خواہ خارج میں پایا جائے، یا ذہن میں اور خواہ حقیقۃً پایا جائے، تقدیراً، ہر طرح اس میں اطلاق و عموم ہے، جیسے: علم الہندسہ اور علم الحساب کے قواعد و قضیے، جیسے یہ قاعدہ ہے کہ ہر مثلث قائم الزوایہ کا وتر اس کے دو ضلعوں کے برابر ہوتا ہے اسی طرح علم الحساب کے تمام قواعد و قضیے ہیں، جیسے: ہر عدد دوسرے عدد سے یا تو زائد ہو گا، یا ناقص، یا مساوی، یہ سب قضایا حقیقیہ مطلقہ ہیں، ان کا موضوع ذہن میں پایا جاسکتا ہے اور خارج میں بھی، پھر وہ واقعی بھی ہو سکتا ہے اور فرضی بھی ہو سکتا ہے[۲]۔

۳۔ مذکورہ قضایا کی ایجاب و سلب کے اعتبار سے تقسیم:

مذکورہ قضایا کی ایجاب و سلب کے اعتبار سے دو دو قسمیں ہیں، یہ کل دس قسمیں ہوئیں:

۱۔ ذہنیہ محضہ موجبہ، جیسے: "اَلإِنْسَانُ كُلِيٌّ"۔ ۲۔ ذہنیہ محضہ سالبہ، جیسے: "اَلإِنْسَانُ لَيْسَ بِجُزْئِيٍّ"۔

۳۔ حقیقیہ ذہنیہ موجبہ، جیسے: "شَرِيْكُ الْبَارِيِّ مُمْتَنِعٌ"۔ ۴۔ حقیقیہ ذہنیہ سالبہ، جیسے: "شَرِيْكُ الْبَارِيِّ لَيْسَ بِمَوْجُوْدٍ"۔

---

[۱] سلم العلوم: ۱۳۹۔

[۲] سلم العلوم: ۱۳۹۔

۵۔ خارجیہ محضہ موجبہ، جیسے: "زَيْدٌ قَائِمٌ". ۶۔ خارجیہ محضہ سالبہ، جیسے: "زَيْدٌ لَيْسَ بِقَائِمٍ".
۷۔ خارجیہ حقیقیہ موجبہ، جیسے: "الْعَنْقَاءُ طَائِرٌ". ۸۔ خارجیہ حقیقیہ سالبہ، جیسے: "الْعَنْقَاءُ لَيْسَ بِطَائِرٍ".
۹۔ حقیقیہ مطلقہ موجبہ، جیسے: "الْأَرْبَعَةُ زَوْجٌ". ۱۰۔ حقیقیہ مطلقہ موجبہ، جیسے: "الْأَرْبَعَةُ لَيْسَتْ بِفَرْدٍ".

۴۔ میر باقر داماد کی تقسیم:

جمہور مناطقہ کے نزدیک قضیہ حملیہ کی مذکورہ پانچ قسمیں ہیں، تاہم میر باقر داماد نے چھے قسمیں ذکر کی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے کہ میر باقر داماد نے اولاً قضیہ حملیہ کو تین قسموں (۱۔ خارجیہ ۲۔ ذہنیہ ۳۔ حقیقیہ) کی طرف تقسیم کیا ہے، اگر موضوع کے ان افراد پر حکم ہو جو بالفعل خارج میں موجود ہوں تو اسے قضیہ خارجیہ کہتے ہیں، جیسے: "الإِنْسَانُ كَاتِبٌ" اور اگر موضوع کے ان افراد پر حکم ہو جو بالفعل ذہن میں موجود ہوں تو اسے ذہنیہ کہتے ہیں، جیسے: "الإِنْسَانُ كُلِيٌّ" اور اگر موضوع پر حکم بحسب مطلق الوجود و التقرر ہو (تمام خصوصیات اور ظروف سے قطع نظر) یعنی افراد خارج میں بالفعل موجود ہوں یا ممکن الوجود ہوں یا ذہن میں بالفعل موجود ہوں یا ممکن الوجود ہوں تو اسے حقیقیہ کہتے ہیں، جیسے "كُلُّ أَرْبَعَةٍ زَوْجٌ".

پھر انہوں نے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ۱۔ حملیہ بتیہ ۲۔ حملیہ غیر بتیہ۔

حملیہ بتیہ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں ثبوت المحمول للموضوع بالفعل ہو، اور بطریق یقین و قطع ہو جس میں تقدیراً وانطباق کو کوئی اعتبار نہ ہو۔ اور حملیہ غیر بتیہ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں ثبوت المحمول للموضوع علی تقدیر الانطباق ہو، جب مفہوم موضوع ذات موضوع کے لیے ثابت ہو جائے، یعنی ذاتِ موضوع پر منطبق ہو جائے تب اس کے لیے محمول ثابت ہو گا اور یہ قضیہ تب حاصل ہو گا جب موضوع کی ماہیت میں تقرر اور وجود ہو۔

اب میر باقر داماد کے نزدیک قضیہ حملیہ کی چھ قسمیں ہوئیں: ۱۔ خارجیہ بتیہ ۲۔ خارجیہ غیر بتیہ ۳۔ ذہنیہ بتیہ ۴۔ ذہنیہ غیر بتیہ ۵۔ حقیقیہ بتیہ ۶۔ حقیقیہ غیر بتیہ۔

ان کی تفصیل یہ ہے کہ خارجیہ بتیہ وہ قضیہ ہے جس کو جمہور قضیہ خارجیہ کہتے ہیں، خارجیہ غیر بتیہ وہ قضیہ ہے جس کو جمہور قضیہ حقیقیہ خارجیہ کہتے ہیں، ذہنیہ بتیہ وہ قضیہ ہے جس کو جمہور قضیہ ذہنیہ کہتے ہیں، ذہنیہ غیر بتیہ وہ قضیہ ہے جس کو جمہور قضیہ حقیقیہ ذہنیہ کہتے ہیں، حقیقیہ بتیہ وہ قضیہ ہے جس میں موضوع پر حکم بالاتحاد ہو، اور یہ حکم باعتبار وجود محقق (موجود بالفعل) ہو، لیکن کسی ظرفِ خارج یا ظرفِ ذہن میں اعتبار نہ ہو۔ اور حقیقیہ غیر بتیہ وہ قضیہ ہے جس میں موضوع پر حکم بالاتحاد ہو اور یہ حکم باعتبار وجود مقدر (ممکن الوجود) ہو، لیکن کسی ظرفِ خارج یا ظرفِ ذہن کا اعتبار نہ ہو[1]۔

۵۔ قضیہ موجبہ میں موضوع کا وجود ضروری ہے:

---

[1] فتح اللہ: ۲۵۶، ۲۶۵۔

ہر قضیہ موجبہ کے لئے موضوع کا وجود ضروری ہے کیونکہ قضیہ موجبہ میں محمول کو موضوع کے لیے ثابت کیا جاتا ہے اور ثبوت الشئ للشئ مثبت لہ کے لیے فرع ہوتی ہے، لہذا مثبت لہ (موضوع) کا ہونا ضروری ہے، جیسے: "زَيْدٌ قَائِمٌ" میں قیام کو زید کے لیے ثابت کیا گیا ہے، یہ ثبوت اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ مثبت لہ (یعنی وہ ذات جس کے لیے قیام ثابت کیا گیا ہے) پہلے سے موجود ہو، اگر ایسا نہیں تو ایک مجہول اور معدوم چیز پر حکم لگانا لازم آئے گا۔

اور سالبہ میں موضوع کا فرض کرنا بھی کافی ہے، موضوع کا حقیقی وجود ضروری نہیں، جیسے: "اَلْعَنْقَاءُ لَيْسَ بِشَيْءٍ" اور "جَبَلُ الذَّهَبِ لَيْسَ بِمَوْجُوْدٍ" وغیرہ۔ یہ قضایا سالبہ ہیں، ان کا موضوع "عنقاء" اور "سونے کا پہاڑ" کہیں موجود نہیں، صرف فرضی چیزیں ہیں۔ پھر سالبہ عام ہے خواہ شخصیہ ہو، طبعیہ ہو، یا محصورہ ہو وجودِ موضوع کا تقاضا نہیں کرتا[1]۔

۶۔ ایک اشکال اور اس کا جواب:

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حکم لگانے کے لیے موضوع کا تصور ضروری ہے اور متصور چیز موجود ہوتی ہے، خواہ اس کا وجود ذہن میں کیوں نہ ہو، پس وجود موضوع کا تقاضہ کرنے میں موجبہ اور سالبہ دونوں یکساں ہوئے، پھر تفریق کیوں کی جا رہی ہے؟ اس کا جواب صاحب سلم العلوم نے یوں دیا کہ ہم نے موجبہ اور سالبہ میں جو تفریق کی ہے وہ بقائے حکم میں کی ہے، یعنی موجبہ میں حکم اس وقت تک صحیح ہے جب تک موضوع موجود ہے، اگر موضوع کا وجود باقی نہ رہے تو حکم ایجابی باقی نہیں رہے گا اور سالبہ میں یہ بات ضروری نہیں، موضوع باقی رہے یا نہ رہے حکم باقی رہے گا اور عند الحکم موجبہ اور سالبہ میں کوئی فرق نہیں، یعنی جس وقت محمول کو موضوع کے لیے ثابت کیا جا رہا ہو اس وقت میں موجبہ اور سالبہ دونوں وجود موضوع کا تقاضہ کرتے ہیں، لیکن سالبہ میں وجودِ ذہنی بھی کافی ہے اور فرضی بھی چل سکتا ہے، موضوع کا حقیقی وجود ذہن میں بھی ضروری نہیں[2]۔

۷۔ عقدِ وضع کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم:

عقدِ وضع یا موضوع کے محقق اور مقدر ہونے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ بتیہ (ب)۔ غیر بتیہ

(الف)۔ قضیہ بتیہ کی تعریف:

وہ قضیہ حملیہ ہے، جس میں عقد وضع محقق الوجود (واقعی ہو) ہو، یعنی جس کا موضوع محقق ہو، جیسے: "زَيْدٌ عَالِمٌ"، اس قضیہ کا موضوع "زید" محقق الوجود ہے اور عقد وضع واقعی ہے۔

(ب)۔ قضیہ غیر بتیہ کی تعریف:

---

[1] سلم العلوم: ۱۳۸، شرح تہذیب: ۸۴، مفتاح التہذیب: ۵۹۔

[2] ارشاد الفہوم: ۳۳۶۔

وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں عقد وضع غیر محقق الوجود (یعنی فرضی) ہو، یعنی جس کا موضوع مقدرۃ الوجود ہو، جیسے: "شریكُ البارِیّ مُمْتَنِعٌ"۔ یہاں موضوع غیر محقق الوجود اور فرضی ہے۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں، یہ کل چھ قسمیں ہوئیں:

(الف)۔ خارجیہ بتیہ (ب)۔ خارجیہ غیر بتیہ (ج)۔ ذہنیہ بتیہ (د)۔ ذہنیہ غیر بتیہ (ھ)۔ حقیقیّہ بتیہ (و)۔ حقیقیّہ غیر بتیہ۔

(الف)۔ خارجیہ بتیہ کی تعریف:

وہ قضیہ خارجیہ ہے، جس کا موضوع موجود فی الخارج (محقق الوجود) ہو اور عقد وضع بھی واقعی اور نفس الامری ہو۔ جیسے: "زَیْدٌ قَائِمٌ"۔ یہاں موضوع "زید" موجود فی الخارج اور عقدِ وضع بھی واقعی اور نفس الامری ہے۔

(ب)۔ خارجیہ غیر بتیہ کی تعریف:

وہ قضیہ خارجیہ ہے، جس کا موضوع موجود فی الخارج ہو اور عقد وضع فرضی ہو، جیسے: "الْعَنْقَاءُ طَائِرٌ"۔ یہاں موضوع "الْعَنْقَاءُ" موجود فی الخارج ہے اور عقد وضع فرضی ہے۔

(ج)۔ ذہنیہ بتیہ کی تعریف:

وہ قضیہ ذہنیہ ہے، جس کا موضوع موجود فی الذہن ہو اور عقد وضع واقعی اور نفس الامری ہو، جیسے "الإِنْسَانُ كُلِیٌّ"، یہاں موضوع "انسان" موجو فی الذہن ہے اور اس کے عقد وضع واقعی اور نفس الامری ہے۔

(د)۔ ذہنیہ غیر بتیہ کی تعریف:

وہ قضیہ ذہنیہ ہے، جس کا موضوع موجود فی الذہن ہو اور عقد وضع فرضی ہو، جیسے: "شَرِیْكُ الْبَارِیِّ مُمْتَنِعٌ"، یہاں موضوع "شَرِیكُ الْبَارِی" موضوع فی الذہن ہے اور عقد وضعِ فرضی ہے۔

(ھ)۔ حقیقیّہ بتیہ کی تعریف:

وہ قضیہ حقیقیہ ہے، جس کا موضوع خارج اور ذہن دونوں سے قطع نظر ہو اور عقد وضع بھی واقعی اور نفس الامری ہو، جیسے: "الْأَرْبَعَةُ ضِعْفُ الْإِثْنَیْنِ"۔ یہاں موضوع "الأَرْبَعَةُ" موجود نفس الامری اور عقد وضع بھی واقعی اور نفس الامری ہے۔

(و)۔ حقیقیّہ غیر بتیہ کی تعریف:

وہ قضیہ حقیقیہ ہے، جس کا موضوع خارج اور ذہن دونوں سے قطع نظر ہو اور عقد وضع بھی فرضی ہو، جیسے: "اجْتِمَاعُ النَّقِیْضَیْنِ مُحَالٌ"۔ یہاں موضوع "اجْتِمَاعُ النَّقِیْضَیْنِ" موجود نفس الامری ہے اور عقد وضع بھی فرضی ہے[1]۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی ایجاب و سلب کے اعتبار سے دو دو قسمیں ہیں، کل بارہ قسمیں ہوئیں:

---

[1] دیکھئے تیسر القواعد المنطقیہ: ۱۱۴، تحقیق قضیہ بتیہ غیر مطبوع۔

١۔ خارجیہ بتیہ موجبہ، جیسے: ”زَيْدٌ قَائِمٌ“. ٢۔ خارجیہ بتیہ سالبہ، جیسے: ”زَيْدٌ لَيْسَ بِقَائِمٍ“.
٣۔ خارجیہ غیر بتیہ موجبہ، جیسے ”الْعَنْقَاءُ طَائِرٌ“. ٤۔ خارجیہ غیر بتیہ سالبہ، جیسے: ”الْعَنْقَاءُ لَيْسَ بِطَائِرٍ“.
٥۔ ذہنیہ بتیہ موجبہ، جیسے ”الْإِنْسَانُ كُلِّيٌّ“. ٦۔ ذہنیہ بتیہ سالبہ، جیسے: ”الإِنْسَانُ لَيْسَ بِجُزْئِيٍّ“.
٧۔ ذہنیہ غیر بتیہ موجبہ، جیسے: ”شَرِيْكُ الْبَارِيِّ مُمْتَنِعٌ“. ٨۔ ذہنیہ غیر بتیہ سالبہ، جیسے: ”شَرِيْكُ الْبَارِيِّ لَيْسَ بِمَوْجُوْدٍ“.
٩۔ حقیقیہ بتیہ موجبہ، جیسے: ”الأَرْبَعَةُ ضِعْفُ الِاثْنَيْنِ“. ١٠۔ حقیقیہ بتیہ سالبہ، جیسے: ”الْأَرْبَعَةُ لَيْسَ بِفَرْدٍ“.
١١۔ حقیقیہ غیر بتیہ موجبہ، جیسے: ”اجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ مُحَالٌ“. ١٢۔ حقیقیہ غیر بتیہ سالبہ، جیسے: ”اجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ لَيْسَ بِوَاقِعٍ“.

٨۔ محمول کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم:

محمول کے اعتبار سے قضیہ کی دو قسمیں ہیں:۔ ١۔ بسیطیہ ٢۔ عدمیہ

(الف)۔ بسیطیہ کی تعریف:

وہ قضیہ ہے، جس میں محمول کلی ذاتی ہو، جیسے: ”الإِنْسَانُ حَيَوَانٌ“۔ اس میں محمول ”حیوان“ کلی ذاتی ہے۔

(ب)۔ عدمیہ کی تعریف:

وہ قضیہ ہے، جس میں محمول کلی عرضی ہو، جیسے: ”الإِنْسَانُ كَاتِبٌ“۔ اس میں محمول ”كَاتِبٌ“ کلی عرضی ہے۔

٩۔ اتصاف کا مفہوم:

اتصاف کے معنی ہیں: ”قِيَامُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ وَكَوْنُهُ مُتْصِفاً بِه انْضِمَاماً أَوْ انْتِزَاعاً“ ایک چیز کو دوسری چیز کیساتھ قائم ہونا اور ایک چیز کا دوسری چیز کیساتھ متصف ہونا، جیسے: سفید کپڑا اس میں سفیدی جسم کیساتھ قائم ہے اور جسم سفیدی کیساتھ متصف ہے، پھر اتصاف کی دو قسمیں ہیں: انضمامی اور انتزاعی، پھر ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: خارجی اور ذہنی، یہ کل چار قسمیں ہوئیں:

(الف)۔ اتصاف انضمامی خارجی (ب)۔ اتصافِ انضمامی ذہنی (ج)۔ اتصافِ انتزاعی خارجی (د)۔ اتصافِ انتزاعی ذہنی۔

(الف)۔ اتصاف انضمامی خارجی کی تعریف:

هُوَ أَنْ يَكُوْنَ الْمَوْصُوفُ وَالصِّفَةُ مَوْجُوْدَانِ فِيْ ظَرْفِ الْاِتِّصَافِ فِي الخَارِجِ[1].

وہ اتصاف ہے جس میں صفت ایسے موصوف کیساتھ منضم ہو جو خارج میں موجود ہو، جیسے: اسود اور ابیض میں اتصاف انضمامی خارجی ہے۔

(ب)۔ اتصافِ انضمامی ذہنی کی تعریف:

---

[1] دستور العلماء: ١/٢٧۔

هُوَ أَنْ يَّكُوْنَ الْمَوْصُوفُ وَالصِّفَةُ مَوْجُوْدَانِ فِيْ ظَرْفِ الْاِتِّصَافِ فِي الذِّهْنِ.

وہ اتصاف ہے جس میں صفت ایسے موصوف کیساتھ ملے جو ذہن میں موجود ہو،خارج میں نہیں،جیسے:صورتِ علمیہ کیساتھ حالتِ ادراکیہ کاملنا ذہن میں ہوتا ہے۔

(ج)۔اتصافِ انتزاعی خارجی کی تعریف:

هُوَ أَنْ يَّكُوْنَ الْمَوْصُوْفُ فِيْ ظَرْفِ الاتِّصَافِ بِحَيْثُ يَصِّحُ انْتِزَاعُ الصِّفَةِ عَنْهُ فِي الخَارِجِ.

وہ اتصاف ہے جس میں صفت ایسے موصوف سے منتزع (نکالی گئی ہو) ہو جو خارج میں موجود ہے، جیسے: آسمان سے فوقیت کاانتزاع کرنا انتزاعِ خارجی ہے۔

(د)۔اتصافِ انتزاعی ذہنی کی تعریف:

هُوَ أَنْ يَّكُوْنَ الْمَوْصُوْفُ فِيْ ظَرْفِ الاتِّصَافِ بِحَيْثُ يَصِّحُ انْتِزَاعُ الصِّفَةِ عَنْهُ فِي الذِّهْنِ.

وہ اتصاف ہے جس میں صفت ایسے موصوف سے منتزع (نکالی گئی ہو) ہو جو ذہن میں موجود ہے، جیسے:انسانِ کلی سے کلیت کاانتزاع کرنا انتزاعِ ذہنی ہے۔

١٠۔اتصافِ انضمامی اور انتزاعی میں فرق:

اتصاف انضمامی خواہ خارجی ہو،یاذہنی اس میں موصوف اور صفت دونوں کا ظرفِ اتصاف میں موجود ہونا ضروری ہے،خارجی میں خارج میں موجود ہونا ضروری ہے اور ذہنی میں ذہن میں موجود ہونا ضروری ہے، جیسے:اسود (کالے) میں جسم اور سیاہی دونوں خارج میں موجود ہیں اور علم میں صورتِ علمیہ اور حالتِ ادراکیہ دونوں ذہن میں موجود ہیں اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ایک کادوسری چیز کیساتھ ملنا اسی وقت ممکن ہے جب منضم اور منضم الیہ دونوں ایک ہی ظرف میں موجود ہوں اور اتصاف انتزاعی میں خواہ خارجی ہو،یاذہنی، صرف موصوف کاموجود ہونا کافی ہے،انتزاعی خارجی میں خارج میں اور ذہنی میں ذہن میں، جیسے: آسمان سے فوقیت منتزع کرنے میں خارج میں صرف آسمان موجود ہوتا ہے اور کلی سے کلیت منتزع کرنے میں ذہن میں صرف کلی موجود ہوتی ہے [1]۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اتصاف انضمامی میں موصوف اور صفت دونوں کاوجود ضروری ہے اور انتزاعی میں صرف موصوف کاوجود ضروری ہے تو اب اس بات کو سمجھیں کہ جب اتصاف کاایک فرد ایسا ہے کہ اس میں صفت کو وجود ظرف اتصاف میں ضروری نہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مطلق اتصاف صفت کے وجود کا مقتضی نہیں، کیونکہ مطلق کا تحقق ایک فرد کے تحقق سے بھی ہوجاتا ہے۔

١١۔موجبہ سالبۃ المحمول کی تحقیق:

---

[1] دستور العلماء:١/٢٧۔

قضیہ موجبہ سالبۃ المحمول متاخرین مناطقہ کی اختراع ہے اس میں اور سالبہ بسیطہ میں فرق یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا موضوع سے سلب کیا گیا ہو، جیسے: "زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ" اس میں قیام کا زید سے سلب کیا گیا ہے اس لیے یہ قضیہ سالبہ بسیطہ ہے اور اس کا ترجمہ "زید قائم نیست" ہے۔ اور قضیہ موجبہ سالبۃ المحمول وہ قضیہ ہے جس میں پہلے محمول کا موضوع سے سلب کیا جائے، پھر اس سلب کو موضوع کے لیے ثابت کیا جائے، جیسے: "زیدٌ لَیْسَ هُوَ بِقَائِمٍ" اس میں پہلے زید سے قیام کا سلب کیا گیا ہے، پھر پورے "لَیْسَ هُوَ بِقَائِمٍ" کو زید موضوع کے لیے ثابت کیا گیا ہے اور اس کا ترجمہ "زید نیست قائم است" ہے۔

قضیہ موجبہ سالبۃ المحمول کی اختراع کی وجہ یہ ہے کہ متاخرین کے یہ قضیہ دو اعتراضوں سے بچنے کے لیے گھڑا ہے: ایک اعتراض یہ ہے کہ متساوین کی نقیضوں میں بھی تساوی کی نسبت ہوتی ہے، حالانکہ "شيء" اور "ممکن" میں تساوی کی نسبت ہے اور ان کی نقیضوں "لا شیء، لا ممکن" میں تساوی کی نسبت نہیں ہے، کیونکہ ان نقیضوں سے دو موجبے کلیے نہیں بن سکتے، اس لیے کہ موجبہ کلیہ کے صدق کے لیے ضروری ہے کہ موضوع موجود ہو اور "لا شیء" اور "لا ممکن" کا وجود نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ آتا ہے، حالانکہ "کل شيء ممکن" موجبہ کلیہ ہے، لہذا اس کا عکسِ نقیض "کُلُّ لَاممکنٍ لَاشَیْءٍ" آنا چاہیے! لیکن یہ عکس نقیض صحیح نہیں، کیونکہ موجبہ وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے اور "لَاممکن" کا وجود نہیں۔

ان دو اعتراضوں سے بچنے کے لیے متاخرین نے قضیہ موجبہ سالبۃ المحمول وضع کیا اور کہا کہ یہ قضیہ سالبہ بسیطہ کے حکم میں ہے، یعنی جس طرح سالبہ بسیطہ وجودِ موضوع کا تقاضا نہیں کرتا، اسی طرح موجبہ سالبۃ المحمول کے صدق کے لیے بھی وجود موضوع ضروری نہیں، لہذا معترض نے جن قضیوں کے ذریعہ اعتراض کیا ہے، اگر ان میں موضوع نہیں پایا جاتا تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ قضایا وجودِ موضوع کا تقاضہ نہیں کرتے اور متاخرین نے یہ بھی کہا ہے کہ موجبہ سالبۃ المحمول تو وجود موضوع کا تقاضہ نہیں کرنا، لیکن اس کی نقیض یعنی سالبہ سالبۃ المحمول کے صدق کے لیے موضوع کا وجود ضروری ہے، مثلاً: "زَیْدٌ لَیْسَ هُوَ لَیْسَ هُوَ بِقَائِمٍ"، یعنی زید بے قیام نہیں ہے، پس وہ قائم ہوا اور جب قائم ہونے کا حکم اس کے لیے ثابت ہوا تو اس کے لیے موضوع کا وجود ضروری ہے، حاصل یہ ہے کہ قضیہ سالبہ سالبۃ المحمول میں موجبہ کا حکم سالبہ کی طرح ہے اور سالبہ کا حکم موجبہ کی طرح ہے[1]۔

لیکن صاحب سلم العلوم متاخرین کا مذہب رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ متاخرین کا یہ کہنا کہ موجبہ سالبۃ المحمول وجودِ موضوع کا تقاضہ نہیں کرتا صحیح نہیں، بلکہ ہر موجبہ کے لیے وجودِ موضوع ضروری ہے، کیونکہ ربطِ ایجابی میں یعنی قضیہ موجبہ میں محمول خواہ وجودی ہو، یا عدمی، اور ثبوت خواہ مفرد چیز کا ہو، یا نسبت کا، اور نسبت خواہ ایجابی ہو، یا سلبی ان تمام صورتوں میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، کیونکہ ثبوت الشیء للشیء فرع ثبوت المثبت لہ قاعدہ مسلمہ ہے اس میں کسی قسم کا استثناء نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ

---

[1] سلم العلوم: ۱۴۳۔

قضیہ محض اختراعی ہے،متقدمین کے کلام میں اس کانام نشان نہیں،اس لیے محقق دوانی نے فرمایا کہ مذکورہ دونوں اعتراضوں سے بچنے کے لیے کسی نئے قضیہ کے اختراع کی ضرورت نہیں،بلکہ قضایا مسلمہ ہی سے اس کا جواب دیا جاسکتا ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ معترض نے جن قضیوں سے اعتراضات کیے ہیں وہ قضایا ذہنیہ ہیں اور قضیہ ذہنیہ کے لیے خارج میں موضوع کا وجود ضروری نہیں،صرف ذہن میں ان کا وجود کافی ہے اور جو چیز ذہن میں موجود ہوتی ہے وہ نفس الامر میں بھی موجود ہوتی ہے اور قضیہ ذہنیہ کے صدق کے لیے بس اتنی بات کافی ہے[1]۔

یہ بات بھی ذہن نشیں رکھیں کہ معترض نے جن قضایا کے ذریعہ اعتراض کیا ہے ان کا موضوع بھی نفس الامر میں موجود ہے، کیونکہ وہ موضوع ایک مفہومِ تصوری ہے اور تمام مفہوماتِ تصوریہ نفس الامر میں موجود ہوتے ہیں،خواہ ان کا وجود حقیقی ہو،جیسے:"شیء،ممکن،انسان،حیوان"وغیرہ کا وجود۔یا ان کا وجود تقدیری ہو،جیسے:"لاشیء، لاممکن، لاموجود"وغیرہ کا وجود۔ اور جب تمام مفہومات تصوریہ نفس الامر میں موجود ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ موجبہ سالبۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان صدق کے اعتبار سے تلازم ہے، کیونکہ ہر ایک کا موضوع مفہوم تصوری ہے،پس وہ نفس الامر میں موجود ہوگا،اگرچہ وہ وجود تقدیری ہو[2]۔

یہ بات محلِ نظر ہے کہ موجبہ سالبۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان صدق کے اعتبار سے تلازم ہے، کیونکہ ان دونوں میں فرق ہے کہ موجبہ سالبۃ المحمول میں موضوع کے وجود کی ضرورت حکم کے وقت بھی ہے اور اس کے بعد بھی،جب تک وہ سلب موضوع کے لیے ثابت رہے اس وقت تک موضوع کا وجود ضروری ہے اور سالبہ بسیطہ میں صرف حکم کے وقت موضوع کا تصور کافی ہے،بعد میں ضروری نہیں،جب ان دونوں میں فرق ہے تو ان میں تلازم نہیں ہوسکتا!!

١٢۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۴: قضیہ حقیقیہ کا رجع قضیہ شرطیہ کی طرف ہوتا ہے،اور قضیہ خارجیہ کی رجع شرطیہ کی طرف نہیں ہوتا[3]۔

قاعدہ نمبر ۵: قضیہ کی یہ تقسیم ابو علی سینا کی اختراع ہے[4]۔

قاعدہ نمبر ٦: قضیہ ذہنیہ کا موضوع محال عقلی یا محال عادی ہوگا،اور یہ فرض فارض پر موقوف ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۷: قضیہ ذہنیہ کو ذہنیہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ صرف عالم ذہن میں پایا جاتا ہے،خارج کیساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قاعدہ نمبر ۹: قواعد اور قوانین(خواہ طبعی ہوں یا عقلی ہوں یا عرفی ہوں)از قبیل قضایا حقیقیہ ہیں۔

---

[1] سلم العلوم: ١۴٣۔

[2] ارشاد الفہوم: ٣۵٠-٣١۵۔

[3] شرح کتاب المنطق: ٢/٢۵٧۔

[4] دروس المنطق: ٦٣۔

قاعدہ نمبر١٠: علوم میں قضایا حقیقیہ مستعمل ہوتے ہیں، ذہنیہ اور خارجیہ مہجور ہوتے ہیں[١]۔

قاعدہ نمبر١١: قضیہ ذہنیہ کی دو صورتیں ہیں، یا اس کا موضوع ممتنع الوجود ہوگا، یعنی خارج میں اس کا تحقق محال ہوگا، جیسے: ''كلُّ اجتماع النقيضين مغايرٌ لاجتماع المثلين''۔ یا اس کا موضوع ممکن الوجود ہوگا، یعنی محال عادی ہوگا، جیسے: ''كُلُّ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ جميلٌ''.

قاعدہ نمبر١٢: ہر وہ قضیہ خارجیہ جس کا وجود خارج میں بطور فرض ہو تو اسے خارجیہ حقیقیہ کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر١٣: ہر وہ قضیہ ذہنیہ جس کا وجود ذہن میں بطور فرض ہو تو اسے ذہنیہ حقیقیہ کہتے ہیں[٢]۔

قاعدہ نمبر١٤: اگر قضیہ حملیہ میں حکم بالفعل قطعی ہو تو اسے بتیہ کہتے ہیں اور اگر حکم تعلیق اور تقدیر کے طور پر ہو تو اسے غیر بتیہ کہتے ہیں[٣]۔

قاعدہ نمبر١٥: قضیہ غیر بتیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ کے مرتبہ میں ہوتا ہے، یعنی جب شرطیہ صادق ہو تو قضیہ حملیہ غیر بتیہ بھی صادق ہوگا، لیکن یہ عین قضیہ شرطیہ نہیں، اگرچہ تاویل کے بعد شرطیہ بن جاتا ہے۔

قاعدہ نمبر١٦: قضیہ غیر بتیہ میں موضوع کے مقدرۃ الوجود افراد کے لیے محمول کو ثابت کیا جاتا ہے[٤]۔

قاعدہ نمبر١٧: حقیقیہ بتیہ میں حکم نفس الامری محقق اور حقیقیہ غیر بتیہ میں نفس الامری مقدر پر ہوتا ہے[٥]۔

قاعدہ نمبر١٨: حقیقیہ بتیہ بشرط شئی اور غیر بتیہ بشرط لا شئی کے مرتبہ میں ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر١٩: قضیہ غیر بتیہ کو لابتیہ بھی کہتے ہیں[٦]۔

قاعدہ نمبر٢٠: حملیہ بتیہ اور غیر بتیہ کی تقسیم ملا مبین (میر باقر داماد استر آبادی) کی اختراع ہے، لیکن حمد اللہ سندیلوی نے اسے مسترد کیا ہے[٧]۔

قاعدہ نمبر٢١: بَتّیہ کا صحیح تلفظ ''ب'' کے فتحہ کیساتھ ہے[٨]۔

١٢۔ تمرین:

---

(١) دورس المنطق: ٥٦۔

(٢) اسعاد الفہوم: ٣٨/٢، انوار العلوم: ١٢٩۔

(٣) حمد اللہ: ٦١۔

(٤) حمد اللہ شرح سلم العلوم: ٦١۔

(٥) حمد اللہ شرح سلم العلوم: ٦١۔

(٦) مجموعہ آثار شہید مطہر: ٥٦٧/٦۔

(٧) حمد اللہ شرح سلم العلوم: ٦١۔

(٨) تاج العروس: ٤٣٠/٤، المعجم الوسیط: ٣٧/١۔

(الف)۔ وجود موضوع کے اعتبار سے قضیہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ اس میں میر باقر داماد کی رائے بیان کریں۔
(ب)۔ عقد وضع کے اعتبار سے قضیہ کی کتنی قسمیں ہیں؟
(ج)۔ اتصاف کا مفہوم اور اقسام بیان کریں۔
(د)۔ موجبہ سالبۃ المحمول کی تحقیق بیان کریں۔
(ھ)۔ درج ذیل مثالوں میں قضایا کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

النَّارُ مُحْرِقَةٌ. الثَّلَجُ لَيْسَ بِبَادِرٍ. كُلُّ حَدِيْدٍ يَتَمَدَّدُ بِالْحَرَارَةِ. كُلُّ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ جَمِيْلٌ. الإنْسَانُ نَوْعٌ. الْحَيَوَانُ جِنْسٌ. النَّاطِقُ فَصْلٌ. الشَّجَرُ كلِّيٌّ. زَيدٌ جُزْئِيٌّ. كُلُّ جُنْدِيٍّ فِي المعْسَكَرِ مُدَرَّبٌ عَلَى حَمَلِ السَّلاحِ. كُلُّ طَالِبٍ فِي الْمَدَرَسَةِ مُجْتَهِدٌ. الشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ. الْكَلِمَةُ جِنْسٌ. الْإِنْسَانُ كُلِيٌّ. الْأَرْبَعَةُ زَوْجٌ. الماءُ بَارِدٌ. الدُّنْيَا سِجْنُ المؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. الْخَمْرُ جِمَاعُ الْإِثْمِ. الْعَنْقَاءُ طَائِرٌ. أَنْيَابُ الأَغْوَالِ أَسْوَدُ. المؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ. الْأَصَمُّ ذُوْ أُذُنٍ. الْأَعْمَى ذُوْ بَصَرٍ. الدَّائِرَةُ الْعَظِيْمَةُ ذَاتُ قَطْرٍ عَظِيْمٍ. ارْتِفَاعُ النَّقِيْضَيْنِ مُحَالٌ. ارْتِفَاعُ النَّقِيْضَيْنِ لَيْسَ بِمُمْكِنٍ. الإِنْسَانُ ضَاحِكٌ. الْعَدَدُ إِمَّا زَائِدٌ أَوْنَاقِصٌ أَوْ مُسَاوٍ. كُلُّ خَطٍّ يُمْكِنُ تَنْصِيْفُهُ. الْأَرْبَعَةُ زَوْجٌ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁... الشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ بتیہ عدمیہ۔ ۔"الشَّمْسُ"موضوع... "مُشْرِقَةٌ"محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ بتیہ عدمیہ۔

❁... شَرِيْكُ الْبَارِيِّ مُمْتَنِعٌ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ ذہنیہ غیر بتیہ۔ "شَرِيْكُ الْبَارِيِّ"موضوع... "ممتنع"محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ ذہنیہ غیر بتیہ عدمیہ۔

فصل نہم: عدول اور تحصیل کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم

١۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ میں اصل ایجاب ہے، سلب خلاف اصل ہے اس لیے سالبہ میں اداتِ سلب مذکور ہوتے ہیں، اداتِ سلب کا اصل محل نسبت ہے، لیکن کبھی اداتِ سلب نسبت کے بجائے موضوع، یا محمول یا دونوں پر داخل ہوتے ہیں، اب اگر اداتِ سلب قضیہ کے جزء کا جزء ہو تو وہ معدولہ ہے اور جزء نہ ہو تو وہ محصلہ ہے۔

٢۔ تقسیم قضیہ باعتبار عدول و تحصیل:

طرفین قضیہ میں حرف سلب کے ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ معدولہ (ب)۔ محصلہ

(الف)۔ معدولہ کی تعریف:

مَا جُعِلَ فِيْهَا حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً مِنْ جُزْءٍ .

وہ قضیہ ہے، جس میں حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء ہو، جیسے: "اَللَّادِينِيَّةُ فِتْنَةٌ، عَذَابُ اللهِ غَيْرُ مَرْدُودٍ، غَيْرُ الْمُبْتَدِعِ غَيْرُ ضَالٍ"۔ پہلی مثال میں حرف سلب "لَا" موضوع کا جزء ہے، دوسری میں حرف سلب "غَيْرُ" محمول کا جزء ہے اور تیسری مثال میں حرف سلب "غَيْرُ" موضوع اور محمول دونوں کا جزء ہے۔ معدولہ لغت "عدل" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: "پھرا ہوا، بدلا ہوا" اور معدولہ کو معدولہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے اصل انداز سے بدلا ہوا ہوتا ہے، کیونکہ عام طور پر حرفِ نفی موضوع اور محمول کا جزء نہیں ہوتا، بلکہ نسبت کا جزء ہوتا ہے۔

(ب)۔ محصلہ کی تعریف:

مَا لَمْ يُجْعَلْ فِيْهَا حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً مِنْ جُزْءٍ.

وہ قضیہ ہے، جس میں حرف سلب نہ ہو، یا ہو، لیکن موضوع یا محمول یا دونوں میں سے کسی کا بھی جزء نہ ہو، جیسے: "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ، الْحَدِيْدُ لَيْسَ هُوَ بِذَهَبٍ"، پہلی مثال میں حرف سلب ہی نہیں اور دوسری مثال میں ہے، لیکن کسی کا جزء نہیں۔ محصلہ کا معنی ہیں: حاصل کیا ہوا، یعنی وہ قضیہ جو معروف انداز پر ہے[1]۔

٣۔ قضیہ معدولہ کی اقسام:

قضیہ معدولہ کی تین قسمیں ہیں:

(الف)۔ معدولۃ الموضوع (ب)۔ معدولۃ المحمول (ج)۔ معدولۃ الطرفین

---

[1] سلم العلوم: ١٤٧۔

(الف)۔ معدولۃ الموضوع کی تعریف:

مَا يَكُوْنُ فِيْهِ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً مِنَ الْمَوْضُوْعِ.

وہ قضیہ معدولہ ہے، جس میں حرف سلب موضوع کا جزء ہو، جیسے:"غَيْرُكَرِيْمٍ دَنِيٌّ"، یہاں حرف سلب "غَيْرُ" موضوع "كَرِيْمٍ" کا جزء ہے۔

(ب)۔ معدولۃ المحمول کی تعریف:

مَا يَكُوْنُ فِيْهِ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً مِنَ الْمَحْمُوْلِ.

وہ قضیہ معدولہ ہے، جس میں حرف سلب محمول کا جزء ہو، جیسے:"هَذَاالْقَلَمُ غَيْرُمُفِيْدٍ"۔ یہاں حرف سلب "غَيْرُ" محمول "مُفِيْدٍ" کا جزء ہے۔

(ج)۔ معدولۃ الطرفین کی تعریف:

مَا يَكُوْنُ فِيْهِ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً مِنَ الطَّرَفَيْنِ.

وہ قضیہ معدولہ ہے، جس میں حرف سلب موضوع اور محمول دونوں کا جزء ہو، جیسے:"كُلُّ غَيْرِمُؤْمِنٍ غَيْرُ كَرِيْمٍ"، یہاں "غَيْرُ" موضوع "مُؤْمِنٍ" اور محمول "كَرِيْمٍ" دونوں کا جزء ہے[1]۔

۴۔ ایجاب اور سلب کے اعتبار سے معدولہ کی تقسیم:

نسبت ایجابیہ اور سلبیہ کے اعتبار سے معدولہ کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔ معدولۃ الموضوع موجبہ ۲۔ معدولۃ المحمول موجبہ ۳۔ معدولۃ الطرفین موجبہ

۴۔ معدولۃ الموضوع سالبہ ۵۔ معدولۃ المحمول سالبہ ٦۔ معدولۃ الطرفین سالبہ

۵۔ ایجاب اور سلب کے اعتبار سے محصلہ کی تقسیم:

نسبت ایجابیہ اور سلبیہ کے اعتبار سے محصلہ کی دو قسمیں ہیں:۔

(الف)۔ محصلہ موجبہ، جیسے:"زَيْدٌقَائِمٌ". (ب)۔ محصلہ سالبہ، جیسے:"زَيْدٌلَيْسَ بِقَائِمٍ".

٦۔ ایک وہم کا دفعیہ:

"زَيْدٌأَعْمَى"(زید نابینا ہے)، قضیہ ہے حالانکہ اس کے کسی جزء میں حرفِ نفی موجود نہیں؟اس جواب یہ ہے کہ ہم نے معدولہ کی جو تعریف کی ہے وہ معدولہ ملفوظہ کی ہے، کیونکہ منطق میں وہی مقصود ہوتا ہے اور "زَيْدٌأَعْمَى" معنی کے اعتبار سے معدولہ ہے، لفظوں کے اعتبار سے محصلہ ہے اور اس قسم کے قضیوں کا یہاں بیان مقصود نہیں[2]۔

---

[1] سلم العلوم: ۷۔۱۴، کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۵۸۰/۲، دستور العلماء: ۲۰۵/۳۔

[2] سلم العلوم: ۷۔۱۴، کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۵۸۰/۲، دستور العلماء: ۲۰۵/۳۔

۷۔ محصلہ موجبہ کیساتھ خاص نہیں:

بعض مناطقہ نے محصلہ کو موجبہ کیساتھ خاص کیا ہے وہ محصلہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں" قضیہ محصلہ وہ قضیہ ہے جس میں حرفِ نفی جزءنہ اور قضیہ موجبہ ہو، جیسے:"زَیْدٌ قَائِمٌ"اوراگر سالبہ ہو، جیسے:"زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ"تو وہ لوگ اس طرح کے قضیہ کو سالبہ بسیطہ کہتے ہیں، گویاان حضرات کے نزدیک محصلہ ہونے کے لیے صرف طرفین کا وجودی ہونا کافی نہیں، بلکہ نسبت بھی وجودی ہونی ضروری ہے، پس محصلہ مقابل ہو گا سالبہ کا اور جمہور کے نزدیک سالبہ بھی محصلہ ہے، لہٰذا ان کے نزدیک محصلہ معدولہ کا مقابل ہے[1]۔

۸۔ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں فرق:

سالبہ بسیطہ اور معدولۃ المحمول میں فرق سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ قضیہ حملیہ میں حکم کا معنی ہے محمول کے مفہوم کو افرادِ موضوع پر حمل کرنا۔ باقی رہا موضوع کا مفہوم تو وہ صرف ایک عنوان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب عدول اور تحصیل کا تعلق مفہوم کیساتھ ہوتا ہے اور موضوع کا مفہوم قضیہ حملیہ میں معتبر نہیں۔ لہٰذا موضوع کے اعتبار سے قضیہ کے معدولہ یا محصلہ ہونے سے اصل حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ مناطقہ معدولۃ المحمول سے بحث کرتے ہیں۔

محمول کے اعتبار سے قضیہ کے معدولہ یا محصلہ ہونے کی چار صورتیں بنتی ہیں:

۱۔ موجبہ محصلہ ۲۔ موجبہ معدولہ ۳۔ سالبہ محصلہ (سالبہ بسیطہ) ۴۔ سالبہ معدولہ

مذکورہ اقسام میں اشتباہ صرف دو قسموں (سالبہ بسیطہ اور معدولۃ المحمول) میں پایا جاتا ہے، کیونکہ یہ دونوں صرف ایک حرفِ سلب پر مشتمل ہوتے ہیں، موجبہ محصلہ اور باقی اقسام میں کوئی اشتباہ نہیں، کیونکہ موجبہ محصلہ میں کوئی حرفِ سلب نہیں ہوتا اور دیگر قسموں میں حرفِ سلب ہوتا ہے، اسی طرح موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ میں کے درمیان بھی کوئی اشتباہ نہیں، اس لیے کہ موجبہ معدولہ میں ایک حرفِ سلب ہوتا ہے جب کہ سالبہ معدولہ میں دو حرفِ سلب ہوتے ہیں۔ اشتباہ صرف سالبہ بسیطہ اور معدولۃ المحمول کے درمیان ہے، یہی وجہ ہے کہ مناطقہ ان دونوں کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں۔ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں دو طرح کا فرق ہے:

(الف)۔ فرق من حیث العنوان (ب)۔ فرق من حیث المعنون (معنوی فرق)

(الف)۔ فرق من حیث العنوان (لفظی فرق):

سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں من حیث العنوان کئی فرق ہیں:

پہلا فرق: حرف سلب قضیہ کے شروع میں ہو تو سالبہ بسیطہ ہو گا، موجبہ معدولۃ المحمول نہ ہو گا، جیسے:"لَیْسَ الْحَدِیْدُ ذَهَبٌ"۔ یہ قضیہ سالبہ بسیطہ ہے۔

دوسرا فرق: اگر حرف سلب قضیہ کے درمیان میں ہو اور قضیہ ثلاثیہ ہو تو دیکھیں گے، اگر حرف سلب ربط پر داخل ہو تو سالبہ بسیطہ

---

[1] سلم العلوم:۱۴۸۔

ہو گا، جیسے: "اَلْحَدِيْدُ لَيْسَ هُوَ بِذَهَبٍ" اور اگر حرف سلب حرف ربط سے موخر ہو تو موجبہ معدولۃ المحمول ہو گا، جیسے: "اَلْحَدِيْدُ هُوَ لَيْسَ بِذَهَبٍ".

تیسرا فرق: اگر قضیہ ثنائیہ ہو اور حرف سلب موضوع و محمول کے دمیان ہو تو معدولہ یا سالبہ کادارو مدار اعتبار معتبر اور فرض فارض پر ہو گا۔

چوتھا فرق: عموما حرف سلب (لَيْسَ) سالبہ بسیطہ کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور حرف سلب (غَيْرُ) موجبہ معدولہ پر داخل ہوتا ہے اور بعض مناطقہ اس کا برعکس کہتے ہیں۔

(ب)۔ فرق من حیث المعنون (معنوی فرق):

سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں من حیث المعنون (معنوی فرق) دو فرق ہیں:

پہلا فرق: من حیث الحمل ہے کہ: سالبہ بسیطہ میں سلب الحمل ہوتا ہے، موضوع موجود ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں یہ صادق آتی ہے، کیونکہ سلب موجود اور معدوم دونوں سے ہو سکتا ہے، جیسے: "اَلْهَوَاءُ لَيْسَ نَقِيًّا" سالبہ بسیطہ صادق ہے، موضوع (ہوا) موجود ہو، یا نہ ہو۔ اور معدولہ موجبہ معدولۃ المحمول میں حمل السلب ہوتا ہے تو اس کے لیے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، تب تو محمول ثابت ہو گا، معدوم خود ثابت نہیں ہوتا تو محمول اس کے لیے کیسے ثابت ہو گا، جیسے: "اَلْهَوَاءُ غَيْرُ فَاسِدٌ" کہنا تب درست ہو گا جب موضوع "ہوا" موجود ہو، کیونکہ معدوم پر حمل ممکن نہیں۔

دوسرا فرق: من حیث النسبۃ ہے کہ: سالبہ بسیطہ، موجبہ معدولۃ المحمول سے اعم ہے، یعنی سالبہ بسیطہ اعم اور موجبہ معدولۃ المحمول اخص ہے، کیونکہ موجبہ میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، تب تو محمول ثابت ہو گا، معدوم خود ثابت نہیں ہوتا تو محمول اس کے لئے کیسے ثابت ہو گا، جب کہ سالبہ میں موضوع موجود ہو یا نہ ہو، ہ صادق آتا ہے۔ کیونکہ سلب موجود اور معدوم دونوں سے ہو سکتا ہے، پس جب موضوع معدوم ہو تو قضیہ سالبہ صادق ہو گا، جیسے: شریک الباری معدوم ہے اور معدوم کے لیے ایجاب نہیں ہو سکتا، البتہ جب موضوع موجود ہو تو سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ دونوں صادق ہو گے، جیسے: "اَلطَّالِبُ لَيْسَ بِمُجْتَهِدٍ" سالبہ بسیطہ ہے اور "اَلطَّالِبُ غَيْرُ مُجْتَهِدٍ" موجبہ معدولۃ المحمول ہے [1]۔

بعض حضرات نے اس کی یوں تفصیل بیان کی ہے کہ محمول میں عدول اور تحصیل کے اعتبار سے چار قسمیں بنتی ہیں، اس طور پر کہ حرف سلب محمول کا جزء ہو تو معدولہ اور اگر نہ ہو تو محصلہ، پھر ان میں سے ہر ایک موجبہ ہو گا یا سالبہ؟ تو کل چار قسمیں ہوئیں: ۱۔ موجبہ محصلہ، جیسے: (زَيْدٌ كَاتِبٌ) ۲۔ سالبہ محصلہ جیسے: (زَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٌ) ۳۔ موجبہ معدولہ جیسے: (زَيْدٌ لَا كَاتِبٌ) ۴۔ سالبہ معدولہ جیسے: (زَيْدٌ لَيْسَ بِلَا كَاتِبٌ)۔ ان میں صرف سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں التباس ہے، صاحبِ قطبی نے ان

---

[1] سلم العلوم: ۷۱۴۷، کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۵۸۰/۲، دستور العلماء: ۲۰۵/۳، تسہیل القطبی، از دکتور شمس الدین: ۱۲۰-۱۲۱۔

اقسام سے چھ صورتیں بنائی ہیں، جن میں پانچ تو بالکل واضح ہیں، ان میں کوئی التباس نہیں، صرف ایک صورت میں التباس ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

۱)۔ موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان کوئی التباس نہیں، کیونکہ موجبہ میں کوئی حرف سلب نہیں اور سالبہ محصلہ میں ایک حرف سلب ہوتا ہے۔

۲)۔ موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ موجبہ محصلہ میں کوئی حرف سلب نہیں ہوتا اور موجبہ معدولہ میں حرف سلب ہوتا ہے۔

۳) ۔ موجبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان بھی کوئی التباس نہیں، اس لیے کہ موجبہ میں تو کوئی حرف سلب نہیں اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہوتے ہیں۔

۴)۔ سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان بھی کوئی التباس نہیں، اس لیے کہ سالبہ محصلہ میں ایک حرف سلب ہوتا ہے اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہوتے ہیں۔

۵)۔ موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ موجبہ میں ایک حرف سلب ہوتا ہے اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہوتے ہیں۔

۶)۔ سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان التباس ہے، اس لیے کہ ان دونوں میں ایک ایک حرف سلب ہوتا ہے، جیسے: (زَیْدٌ لَیْسَ بِکَاتِبٍ) اب اس میں یہ معلوم نہیں کہ یہ سالبہ محصلہ (سالبہ بسیطہ) ہے یا موجبہ معدولۃ المحمول ہے؟ اس لیے ان دونوں میں فرق بیان کیا جاتا ہے۔

۹۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: معدولہ میں موضوع یا محمول یا دونوں عدمی کہلاتے ہیں[۱]۔

قاعدہ نمبر ۲: محصلہ میں موضوع اور محمول دونوں وجودی ہوتے ہیں[۲]۔

قاعدہ نمبر ۳: قضیہ معدولہ کو مغیرہ اور غیر محصلہ بھی کہتے ہیں[۳]۔

قاعدہ نمبر ۴: محصلہ کو محصلۃ الطرفین، معدولۃ الموضوع کو محصلۃ المحمول، معدولۃ المحمول کو محصلۃ الموضوع بھی کہتے ہیں[۴]۔

قاعدہ نمبر ۵: جس قضیہ میں حرف سلب نہ ہو یا ہو، لیکن کسی کا جزء نہ ہو تو وہ محصلہ کہلائے گا خواہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو۔

---

[۱] کشاف اصطلاحات الفنون: ۲/۱۵۸۰۔

[۲] کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۳۹۱۔

[۳] کشاف اصطلاحات الفنون: ۲/۱۵۸۰۔

[۴] شرح کتاب المنطق ۲/۲۶۳۔

قاعدہ نمبر ٦: اگر حرف سلب نسبت پر داخل ہو تو قضیہ سالبہ ہو گا اور اگر طرفین میں سے کسی پر داخل ہو تو معدولہ ہو گا[1]۔

قاعدہ نمبر ۷: معدولہ اگر موجبہ ہو تو اسے محصلہ اور اگر سالبہ ہو تو اسے بسیطہ کہتے ہیں[2]۔

قاعدہ نمبر ۸: اگر حرف سلب قضیہ ثلاثیہ میں رابط پر داخل ہو تو سالبہ، جیسے: "الْحَدِیْدُ لَیْسَ هُوَ بِذَهَبٍ" اور اگر حرف سلب رابط سے موخر تو معدولۃ المحمول ہو گا جیسے "الْحَدِیْدُ هُوَ لَیْسَ بِذَهَبٍ"[3]۔

قاعدہ نمبر ۹: عدول و تحصل کا تعلق محمول سے ہوتا ہے اور موضوع کا مفہوم جملہ میں معتبر نہیں ہوتا لہٰذا موضوع کے اعتبار سے قضیہ کے معدولہ یا محصلہ ہونے سے اصل حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لیے مناطقہ معدولہ المحمول سے بحث کرتے ہیں[4]

قاعدہ نمبر ۱۰: معدولہ میں اکثر رابطہ مذکور ہوتا ہے اور سالبہ میں اکثر مذکور نہیں ہوتا۔ نیز سالبہ میں سلب الحمل اور معدولہ میں حمل السلب ہوتا ہے[5]۔

قاعدہ نمبر ۱۱: سالبہ میں اکثر "لَیْسَ" اور معدولہ میں اکثر "لَا" اور "غَیْرُ" مستعمل ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۲: قضیہ ثنائیہ میں عدول اور تحصیل کا مدار اعتبار معتبر اور فرض فارض پر ہوتا ہے[6]۔

قاعدہ نمبر ۱۳: سالبہ بسیطہ موجبہ معدولۃ المحمول سے اعم ہے، کیونکہ موجبہ میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے، تب تو محمول ثابت ہو گا معدوم خود ثابت نہیں ہوتا تو محمول اس کے لیے کیسے ثابت ہو گا، اور سالبہ میں موضوع موجود ہو یا نہ ہو وہ صادق آتا ہے، کیونکہ سلب موجود اور معدوم دونوں سے ہو سکتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۴: جہاں سلب معنا ملحوظ ہو تو وہ قضیہ محصلہ ملفوظہ اور معدولہ معقولہ کہلاتا ہے، جیسے: "زَیْدٌ أَعْمَی" وغیرہ[7]۔

قاعدہ نمبر ۱۵: قضیہ معقولہ بھی دو قسم پر ہے معدولہ اور محصلہ۔

۱۰۔ تمرین:

(الف)۔ عدول اور تحصیل کے اعتبار سے قضیہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

(ب)۔ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں کیا فرق ہے؟

(ج)۔ قضیہ ثنائیہ اور ثلاثیہ میں عدول اور تحصیل کا مدار کیا ہے؟

---

(۱) کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۵۸۰/۲۔

(۲) سلم العلوم: ۱۴۷، تفہیم المنطق: ۹۳۔

(۳) کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۵۸۰/۲۔

(۴) شرح کتاب المنطق: ۲۶۵/۲۔

(۵) کشاف اصطلاحات ا: ۱۵۸۰/۲۔

(۶) تسہیل القطبی، از ڈاکٹر شمس الدین: ۱۲۰۔

(۷) حمد اللہ: ۸۰۔

(د)۔ ذیل میں قضیہ محصلہ اور معدولہ کی تعیین کریں، نیز منطقی ترکیب کریں۔

أَنَّكُم غَيْرُ مُعْجِزِي الله. الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ. عَمَلُ الْمُبْتَدِعِ غَيْرُ صَالِحٍ. الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ. عَذَابُ الله غَيْرُ مَرْدُوْدٍ. لَن نَصبِرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ. لَا يَدْخُلِ الجَنَّةَ قَتَّاتٌ. وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكمِهِ أَحَدًا. عَمْرٌو أَصَمُّ. وَلَمْ يَكُن لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلكِ. لَنْ نَدعُوَ مِن دُونِهِ إِلَهًا. لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا. مَا سَمِعنَا بِهَذَا فِي المِلَّةِ الآخِرَة. كُلُّ غَيْرِمُؤْمِنٍ غَيْرُكَرِيْمٍ. غَيْرُالْكَرِيْمِ دَنِّيٌ. زَيْدٌ أَبْكَمُ. هَذَاالْقَلَمُ غَيْرُمُفِيْدٍ. اَلْلادِيَّنِيَةُ فِتْنَةٌ. غَيْرُالْمُبْتَدِعِ غَيْرُضَالٍّ. نِظَامُ الدَّوْلَةِ غَيْرُمَشْرُوْعٍ. الدُّنْيَا مُدْبِرَةٌ غَيْرُمُقْبِلَةٍ- الآخِرَةُ مُقْبِلَةٍ غَيْرُمُدْبِرَةٍ. قَدْ وَثَّقَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ. الْمُؤْمِنُ غَيْرُ دَنِّيٍ. هَذَا الْحَدِيْثُ غَيْرُ صَحِيْحٍ. غَيْرُ الْعَدُوْلِ غَيْرُ حَامِلِيْنَ لِهَذَا الْعِلْمِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞... الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔ ''الدُّعَاءُ''موضوع... ''مُخُّ الْعِبَادَةِ'' مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

۞...الْلَادِيْنِيَّةُ فِتْنَةٌ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ غیر محصلہ مغیرہ معدولہ معدولۃ الموضوع۔ ''الْلَادِيْنِيَّةُ''موضوع... ''فِتْنَةٌ''محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ غیر محصلہ مغیرہ معدولہ معدولۃ الموضوع۔

۞...غَيْرُالْمُبْتَدِعِ غَيْرُضَالٍّ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ غیر محصلہ مغیرہ معدولہ معدولۃ الطرفین۔ ''غَيْرُالْمُبْتَدِعِ''مرکب تقییدی موضوع... ''غَيْرُضَالٍّ''مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ غیر محصلہ مغیرہ معدولہ معدولۃ الطرفین۔

۞...زَيْدٌ أَعْمَى.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ ملفوظہ معدولہ معقولہ۔ ’’زَیْدٌ‘‘موضوع… ’’أَعْمَی‘‘ محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو… موضوع بامحمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ ملفوظہ معدولہ معقولہ۔

قضیہ حملیہ کے منطقی تراکیب

۞... مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔ "مُحَمَّدٌ"موضوع... "رَسُوْلُ" مقید... "اللہ"قید... مقید با قید مرکب تقییدی ہو کر محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

۞... أُولَئِكَ هُمُ الْمُفلِحُونَ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثلاثیہ تامہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر معدولہ غیر مغیرہ۔ "أُولَئِكَ"موضوع... "هُمْ"رابطہ غیر زمانیہ... "الْمُفْلِحُوْنَ"محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثلاثیہ تامہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر معدولہ غیر مغیرہ۔

۞... فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ مغیرہ معدولہ معدولۃ المحمول۔ ویا کہ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ سالبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔ "فَ"ادات ادات غیر زمانیہ... "مَا" ادات سلب... "رَبِحَتْ"،محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذو ہو حمل ترکیبی... "تِجَارَتُ"مقید... "هُمْ" قید... مقید با قید مرکب تقییدی ہو کر موضوع... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ مغیرہ معدولہ معدولۃ المحمول۔ ویا کہ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ سالبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

۞... لَا يَعْلَمُوْنَ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ سالبہ عند المتاخرین و مہملہ سالبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔ ویا کہ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ مغیرہ معدولہ معدولۃ المحمول۔ "لَا"ادات سلب... "يَعْلَمُوْنَ"،محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... "وَ" ضمیر موضوع ... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ سالبہ عند المتاخرین و مہملہ سالبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔ ویا کہ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ مغیرہ معدولہ معدولۃ المحمول۔

۞... إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔"انَّ"ادات غیر زمانیہ..."الشِّرْكَ" موضوع... "لَظُلْمٌ"مقید ..."لَعَظِيْمٌ"قید...مقید باقید مرکب تقییدی ہو کر محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... موضوع بامحمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

۞... فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔"فَ"ادات غیر زمانیہ... "أَكَلَ" محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذو ہو حمل ترکیبی..."ہٗ" ضمیر متعلق محمول..."الذِّئْبُ" موضوع ... موضوع بامحمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

۞...إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔"إِنَّ" ادات غیر زمانیہ..."الْ"استغراقی ادات غیر زمانیہ سور موجبہ کلیہ..."إِنْسَانَ" موضوع... "لَفِيْ"جزء اول..."خُسْرٍ" جزء ثانی ... جزء اول جزء ثانی سے مل کر مرکب غیر تقییدی محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذو ہو حمل ترکیبی... موضوع بامحمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

۞... وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الهَوَى.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ سالبہ عند المتاخرین و مہملہ سالبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔ویا کہ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ مغیرہ معدولہ معدولۃ المحمول ۔ "وَ"ادات غیر زمانیہ..."مَا"ادات سلب..."يَنْطِقُ"محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذو ہو حمل ترکیبی...اس میں ضمیر موضوع..." عَنِ" جزء اول..."الهَوَى"جزء ثانی ... جزء اول جزء ثانی سے مل کر مرکب غیر تقییدی ہو کر متعلق محمول... موضوع بامحمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ سالبہ عند المتاخرین و مہملہ سالبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔ویا کہ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ مغیرہ معدولہ معدولۃ المحمول۔

۞... كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔"كُلُّ"سور موجبہ کلیہ مقید..."بِدْعَةٍ"قید...مقید باقید مرکب تقییدی ہو کر موضوع ..."ضَلَالَةٌ"محمول بحمل المواطات حمل مواطاتی حمل ہو ہو... موضوع بامحمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

بابِ دوم : شرطیات

یہ باب درج ذیل پانچ فصلوں پر مشتمل ہے :

۞... فصل اول : شرطیات ۞... فصل دوم : شرطیہ متصلہ کی تقسیم ۞... فصل سوم : جہت انفصال کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم ۞... فصل چہارم : انفصال کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے شرطیہ منفصلہ کی تقسیم ۞... فصل پنجم : قضیہ شرطیہ کی باعتبار احوالِ مقدم کی اقسام

فصل اول: شرطیات

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

متکلم کا فرض منصبی یہ ہے کہ مخاطب کو سمجھائے اور مخاطب کا فرضِ منصبی یہ ہے کہ وہ سمجھے، کبھی متکلم مخاطب کو اپنی بات اور مدعیٰ سمجھانے کے لیے مقتضیٰ حال کے مطابق علی سبیل الجزم بات کو تعبیر کرتا ہے اور کبھی علی سبیل التعلیق والتقدیر۔ پہلی تعبیر کو مناطقہ قضیہ حملیہ کہتے ہیں اور دوسری تعبیر کو قضیہ شرطیہ۔ قضیہ شرطیہ اصل میں دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، لیکن جب متکلم دو قضیوں کو ملا کر ایک کی نسبت دوسری کی طرف کرتا ہے تو یہ ایک قضیہ (شرطیہ) بن جاتا ہے، قضیہ شرطیہ میں حملیہ کی طرح نسبت ثبوت اور اتحاد کا نہیں ہوتا، کیونکہ اتحاد بین القضایا نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ نسبت اتصال، تعلیق اور تقدیر کا ہوتا ہے۔

۲۔ قضیہ شرطیہ کی تعریف:

مَا لَمْ يُحْكَمْ فِيْهَا بِثُبُوْتِ شَيْءٍ لَشَيْءٍ أَوْ نَفْيِهِ عَنْهُ/ مَا يَنْحَلُّ إِلٰى قَضِيَّتَيْنِ.

قضیہ شرطیہ وہ قضیہ ہے جس میں ثبوت الشیء للشیء یا نفی الشیء عن الشیء کا حکم نہ ہو، یا وہ قضیہ ہے جو منحل الی القضیتین نہ ہو، بالفاظِ دیگر قضیہ شرطیہ بظاہر ایسے دو قضیوں سے مرکب قول ہوتا ہے جن میں ربط واتصال یا منافات وانفصال کا اظہار مقصود ہوتا ہے، یعنی شرطیہ وہ قضیہ ہے، جس میں دو نسبتوں (قضیوں) کے درمیان اتصال یا انفصال کے ہونے یا نہ ہونے کو ظاہر کیا گیا ہو، قضیہ حملیہ میں جو جزء محکوم علیہ ہوتا ہے وہ موضوع کہلاتا ہے اور قضیہ شرطیہ میں جو جزء محکوم علیہ ہوتا ہے وہ مقدم کہلاتا ہے اور قضیہ حملیہ میں جو جزء محکوم بہ ہوتا ہے وہ محمول کہلاتا ہے اور قضیہ شرطیہ میں جو جزء محکوم بہ ہوتا ہے وہ تالی کہلاتا ہے۔ اتصال کی مثال جیسے: "مَنْ طَلَبَ فَقَدْ وَجَدَ"، اس میں مقدم "مَنْ طَلَبَ" اور تالی "فَقَدْ وَجَدَ" کے درمیان وجودِ اتصال ہے۔ اور انفصال کی مثال جیسے: "اَلْإِنْسَانُ إِمَّاشَقِيٌّ وَإِمَّاسَعِيْدٌ"۔ اس میں مقدم "اَلْإِنْسَانُ إِمَّاشَقِيٌّ" اور تالی "إِمَّاسَعِيْدٌ" کے درمیان وجودِ انفصال ہے۔

یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ شرطیہ متصلہ میں بالاتفاق جزء اول کو مقدم اور جزء ثانی کو تالی کہتے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اسی طرح شرطیہ منفصلہ میں بھی جزء اول کو مقدم اور جزء ثانی کو تالی کہتے ہیں، جب کہ بعض مناطقہ کہتے ہیں کہ شرطیہ منفصلہ میں مقدم اور تالی کی تعیین اعتبارِ معتبر اور فرضِ فارض پر موقوف ہے، کیونکہ اس میں ترتب اور تعلیق نہیں ہوتا، جیسے: "اَلْعَدَدُ إِمَّا زَوْجٌ وَإِمَّا فَرْدٌ" میں جس جزء کو چاہیں مقدم بنا دیں اور جسے چاہیں تالی بنا دیں، لیکن شرطیہ متصلہ میں "لَوْ كَانَ هٰذَاإِنْسَاناًلَكَانَ حَيَوَاناً" میں جزء اول مقدم اور جزء ثانی تالی ہے اس کا عکس درست نہیں، جیسے: "لَوْ كَانَ هٰذَاحَيَوَاناًلَكَانَ إِنْسَاناً"، اس لیے کہ یہ کاذب ہے[1]۔

---

[1] آداب البحث والمناظرۃ للشنقیطی: ۴۳-۴۷۔

۳۔ قضیہ شرطیہ کی تقسیم:

قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ متصلہ (ب)۔ منفصلہ

(الف)۔ شرطیہ متصلہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ ہے، جس میں دو نسبتوں (مقدم اور تالی) کے درمیان وجودِ اتصال یا سلبِ اتصال ہو، وجودِ اتصال کی مثال، جیسے: ”مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَد أَطَاعَ الله“۔ اس میں مقدم ”مَن يُطِعِ الرَّسُولَ“ اور تالی ”فَقَد أَطَاعَ الله“ میں وجود اتصال ہے اور سلبِ اتصال کی مثال، جیسے: ”لَيْسَ الْبتَّةَ إِنْ كَانَ أَحَدٌ ظَالِماً فَيَكُوْنُ كَافِراً“، اس میں مقدم ”لَيْسَ الْبَتَّةَ إِنْ كَانَ أَحَدٌ ظالما“ اور ” فَيَكُوْنُ كَافِراً“ میں سلب اتصال ہے۔

(ب)۔ شرطیہ منفصلہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ ہے، جس میں دو نسبتوں (مقدم اور تالی) کے درمیان وجودِ انفصال یا سلبِ انفصال ہو، وجودِ انفصال کی مثال، جیسے: ”هَذَاالرَّجُلُ إِمَّا مُؤْمِنٌ وَإِمَّاكَافِرٌ“، یہاں مقدم اور تالی میں وجودِ انفصال ہے کہ یہ شخص یا مؤمن ہے یا کافر ہے اور سلبِ انفصال کی مثال، جیسے: ”لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ عَالِماًأَوْتَاجِراً“، یعنی ایسی بات ہر گز نہیں کوئی شخص عالم ہو یا تاجر، بلکہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں کہ ایک آدمی عالم بھی ہو اور تاجر بھی ہو[1]۔

۴۔ ایجاب وسلب کے اعتبار سے متصلہ کی اقسام:

شرطیہ متصلہ کی ایجاب اور سلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ متصلہ موجبہ (ب)۔ متصلہ سالبہ

(الف) متصلہ موجبہ کی تعریف:

وہ شرطیہ متصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی میں وجودِ اتصال ہو جیسے: ”وَمَنْ يُؤْتَ الحِكمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيرًا كَثِيرًا “، یہاں مقدم ”وَمَن يُؤْتَ الحِكمَةَ“ اور تالی ” فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا“ میں وجودِ اتصال ہے۔

(ب)۔ متصلہ سالبہ کی تعریف:

وہ شرطیہ متصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی میں سلبِ اتصال ہو، جیسے: ”لَيْسَ الْبَتَّةَ إِنْ كَانَ أَحَدٌ كَافِراً فَيَكُوْنَ مَقْبُوْلًا عِنْدَالله“، یہاں مقدم ”لَيْسَ الْبَتَّةَ إِنْ كَانَ أَحَدٌ كَافِراً“ اور تالی ”فَيَكُوْنُ مَقْبُوْلًا عِنْدَالله“ میں سلب اتصال ہے کہ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا ہے کہ کافر عند اللہ مقبول ہو۔

---

[1] الاشارات مع الشرح:۱۱۵:۱، اساس الاقتباس:۶۹، التحصیل:۴۴، شرح المطالع:۱۱۱، الجوہر النضید:۳۳۔

۴۔ ایجاب وسلب کے اعتبار سے منفصلہ کی اقسام:

شرطیہ منفصلہ کی بھی ایجاب اور سلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ منفصلہ موجبہ (ب)۔ منفصلہ سالبہ

(الف)۔ منفصلہ موجبہ کی تعریف:

وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان وجود انفصال ہو، جیسے:"هَذَا الرَّجُلُ إِمَّا مُؤْمِنٌ وَ إِمَّاكَافِرٌ"، یہاں مقدم"هَذَاالرَّجَلُ إِمَّامُؤْمِنٌ"اور تالی"وَإِمَّاكَافِرٌ"میں وجود انفصال ہے کہ ایک آدمی مومن اور کافر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح یہ مثالیں ہیں: یہ کلمہ یا اسم ہے یا فعل، یہ شخص عالم ہے یا جاہل، یہ آدمی ظالم ہے یا منصف۔ ان سب میں وجود انفصال ہے۔

(ب)۔ منفصلہ سالبہ کی تعریف:

وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان سلب انفصال ہو، جیسے:"لَيْسَ الْبَتَّةٌ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ انْسَانًا أَوْ نَبِيًّا"، یہاں مقدم"لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ إِنْسَانًا"اور تالی"أَوْنَبِيًّا"میں سلب انفصال ہے، یعنی ایسی بات ہر گز نہیں کہ کوئی انسان ہی ہو یا نبی ہی ہو، بلکہ دونوں جمع ہوسکتے ہیں۔ ایسی بات ہر گز نہیں کہ کوئی طالب علم ہو، یا تاجر ہو، بلکہ دونوں جمع ہوسکتے ہیں[1]۔

۵۔ قضیہ شرطیہ اور جملہ شرطیہ میں فرق:

قضیہ شرطیہ اور جملہ شرطیہ میں کئی فرق ہیں:

پہلا فرق: منطقی حضرات کے نزدیک تالی کا قضیہ (جملہ خبریہ) ہونا ضروری ہے، لیکن نحاۃ کے نزدیک جزاء کا جملہ خبریہ ہونا شرط نہیں، بلکہ جملہ انشائیہ بھی جزاء بن سکتی ہے، جیسے:"فَإِنْ قَاتَلُوْكُم فَاقتُلُوْهَمْ"، یہ نحات کے نزدیک جملہ شرطیہ انشائیہ ہے، لیکن مناطقہ کے نزدیک قضیہ شرطیہ نہیں، البتہ اگر اسے صورۃً(فَإِنْ قَاتَلُوْكُمْ يَجِبُ عَلَيْكُمْ قَتْلَهُمْ)جملہ شرطیہ بنا یا دیا جائے تو یہ قضیہ شرطیہ ہوگا۔

دوسرا فرق: قضیہ شرطیہ کی ایک قسم (منفصلہ) میں بظاہر ادواۃ شرط نہیں ہوتے، اور جملہ شرطیہ میں کلمہ شرط کا ہونا ضروری ہوتا ہے، یعنی جملہ شرطیہ کی مشابہت صرف قضیہ شرطیہ متصلہ کیساتھ ہے، منفصلہ کیساتھ نہیں۔ منفصلہ کو توسعاً شرطیہ کہتے ہیں۔

تیسرا فرق: مناطقہ کے نزدیک تالی کا مؤخر ہونا کوئی شرط نہیں، البتہ نحات (بصریین) کے نزدیک شرط کی تقدیم جزاء پر ضروری ہوتی ہے، جیسے:"أُجِيبُ دَعوَةٌ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ"۔(البقرۃ:۱۸۶) یہ مناطقہ کے نزدیک قضیہ شرطیہ ہے۔

---

[1] ليس من حق السالبم أن تسمىٰ حملية أومتصلة أومنفصلة، لأنهاسلب الحمل أوسلب الاتصال أوسلب الانفصال، ولكن تشبيهالهابالموجبة سميت بإسما.

چوتھا فرق: جملہ شرطیہ میں جزاء کا جملہ ہونا ضروری ہوتا ہے، لیکن قضیہ شرطیہ میں تالی کا قضیہ ہونا ضروری نہیں، جیسے: "كُلُّ مَوْجُوْدٍ إِمَّا خَالِقٌ أَوْ مَخْلُوْقٌ"۔ اس میں تالی صورۃً قضیہ نہیں۔

پانچواں فرق: قضیہ شرطیہ اور جملہ شرطیہ میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، مادہ اجتماعی کی مثال: "كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلحَرْبِ أَطفَأَهَا الله"، مادہ افتراقی کی پہلی مثال: "فَإِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاقتُلُوْهُمْ"۔ یہ جملہ شرطیہ ہے، لیکن اصلا قضیہ شرطیہ نہیں۔ مادہ افتراقی کی دوسری مثال: "اَلْإِنْسَانُ إِمَّا سَعِيْدٌ أَوْ شَقِيٌّ"۔ یہ قضیہ شرطیہ ہے، لیکن جملہ شرطیہ نہیں[1]۔

۶۔ قضیہ حملیہ اور شرطیہ میں فرق:

قضیہ حملیہ اور شرطیہ میں کئی فرق ہیں، چند یہ ہیں:

پہلا فرق: قضیہ حملیہ میں طرفین (موضوع و محمول) مفرد، یا مفرد کے حکم میں ہوتے ہیں، جیسے مرکب ناقص اور قضیہ شرطیہ میں طرفین (مقدم و تالی) مرکب تام اور قضیہ ہوتے ہیں۔

دوسرا فرق: قضیہ حملیہ میں موضوع اور محمول کے درمیان اتحاد ہوتا ہے، جیسے: "زَيْدٌ قَائِمٌ" میں "زَيْدٌ" اور "قَائِمٌ" دونوں کا مصداق واقع اور خارج میں ایک ہے اور جو "زَيْدٌ" کا وجود ہے وہ "قَائِمٌ" کا وجود ہے اور قضیہ شرطیہ میں مقدم اور تالی کے درمیان اتحاد نہیں ہوتا، بلکہ اس میں وجود مشروط متوقف علی تحقق الشرط ہوتا ہے کہ تالی تب متحقق ہوتا ہے جب شرط متحقق ہو، جیسے: "إِنْ كَانَ زَيْدٌ قَائِماً فَخَالِدٌ جَالِسٌ"، اب یہاں واقع اور خارج میں قیام زید اور جلوس خالد میں کوئی اتحاد نہیں، بلکہ دونوں میں اشتراط و تلازم ہے، کیونکہ قضیہ شرطیہ میں نسبتِ حکمیہ تلازم، تعلیق اور اشتراط کو ثابت کرتی ہے اتحاد کو نہیں۔

تیسرا فرق: قضیہ حملیہ میں جزء اول کو موضوع اور جزء ثانی کو محمول کہتے ہیں اور قضیہ شرطیہ میں جزء اول کو مقدم اور جزء ثانی کو تالی کہتے ہیں۔

چوتھا فرق: قضیہ حملیہ میں بہ نسبت شرطیہ کے کلمات کم ہوتے ہیں، کیونکہ قضیہ حملیہ مفردین اور نسبتِ حکمیہ سے مرکب ہوتا ہے اور جب کہ قضیہ شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے۔

پانچواں فرق: قضیہ حملیہ منحل الی المفردین یا الی مفرد و قضیہ ہوتا ہے اور جب کہ قضیہ شرطیہ منحل الی القضیتین ہوتا ہے۔

چھٹا فرق: قضیہ حملیہ میں حمل (حمل اولی یا حمل شائع متعارف) ہوتا ہے اور جب کہ قضیہ شرطیہ میں ترتیب اور اشتراط ہوتا ہے۔

ساتواں فرق: قضیہ حملیہ میں ایک موضوع اور ایک محمول ہوتا ہے اور قضیہ شرطیہ میں عموما موضوعین اور محمولین ہوتے ہیں، مقدم موضوع اور محمول سے مرکب ہوتا ہے اور اسی طرح تالی بھی موضوع اور محمول سے مرکب ہوتی ہے۔

۷۔ قضیہ شرطیہ میں حکم کہاں ہوتا ہے؟

---

[1] قضیہ شرطیہ منفصلہ جملہ شرطیہ نہیں ہوتا۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حکم قضیہ حملیہ میں موضوع اور محمول کے درمیان ہوتا ہے، لیکن قضیہ شرطیہ میں حکم کہاں ہوتا ہے اور اس میں مناطقہ اور اہل عربیت کا اختلاف ہے:

(الف)۔ مناطقہ کا مذہب یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ میں اتصال وانفصال کا حکم مقدم اور تالی کے درمیان ہوتا ہے، یعنی حکم میں مقدم و تالی دونوں کا دخل ہوتا ہے، جیسے: "إِنْ كَانَتْ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ" میں اتصال و تلازم کا حکم "الشَّمْسُ طَالِعَةٌ" اور "النَّهَارُ مَوْجُوْدٌ" کے درمیان ہے، یعنی دونوں قضیوں کا حکم میں دخل ہے۔

(ب)۔ اہل عربیت اور بیانیین کا مذہب ہے کہ حکم اجزاء میں یعنی تالی میں ہوتا ہے اور شرط یعنی مقدم اس حکم کے لیے قید ہوتی ہے، جیسے: حال ذوالحال کے لیے قید ہوتا ہے اور ظرفِ زمان و مکان فعل کے لیے قید ہوتے ہیں، لہذا ان کے نزدیک مذکورہ بالا قضیہ میں "النَّهَارُ مَوْجُوْدٌ" میں وجودِ نہار کا حکم ہے اور "الشَّمْسُ طَالِعَةٌ" اس کے لیے قید ہے، پس ان کے نزدیک تقدیر عبارت یوں ہوگی: "النَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَقْتُ طَلُوْعُ الشَّمْسُ"۔

اس مسئلہ میں سید شریف جرجانیؒ مناطقہ کے وکیل ہیں اور محقق دوانی بیانیین کے وکیل ہیں، سید شریف جرجانیؒ کہتے ہیں کہ مناطقہ کا مذہب حق ہے اس لیے کہ حکم تالی میں ہوگا تو تالی کے کاذب ہونے کی صورت میں پورا قضیہ شرطیہ کاذب ہونا چاہیے، حالانکہ بارہا تالی کاذب ہوتی ہے اور قضیہ شرطیہ صادق ہوتا ہے، جیسے: "إِنْ كَانَ زَيْدٌ حِمَاراً كَانَ نَاهِقاً" کی تقدیر عبارت اہل عربیت کے مذہب کے مطابق یوں ہوگی: "زَيْدٌ نَاهِقٌ وَقْتَ كَوْنِهِ حِمَاراً" اس میں پہلا قضیہ "زَيْدٌ نَاهِقٌ" مطلق ہے اور دوسرے جزء کی قید کیساتھ پورا قضیہ "زَيْدٌ نَاهِقٌ وَقْتٌ كَوْنِهِ حِمَاراً" مقید ہے اور مطلق قضیہ "زَيْدٌ نَاهِقٌ" کاذب ہے، کیونکہ زید ناطق ہے ناہق نہیں، پس مقید قضیہ بھی کاذب ہونا چاہیے، کیونکہ مطلق کے انتفاء کے لیے مقید کا انتفاء لازم ہے، حالانکہ یہ قضیہ بالاتفاق سچا ہے، لیکن اہل عربیت کے مذہب پر اس کا کاذب ہونا لازم آتا ہے، معلوم ہوا کہ ان کا مذہب صحیح نہیں اور مناطقہ کے مذہب پر کوئی خرابی لازم نہیں آتی، لہذا ان کا مذہب درست ہے۔

(ج)۔ بعض حضرات نے ان میں محاکمہ کیا ہے کہ قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ شرطیہ ہے جس کی تالی انشاء ہو۔ اور ایک وہ شرطیہ ہے جس کی تالی خبر ہو۔ چنانچہ جس شرطیہ کی تالی انشاء ہو تو نحات کہتے ہیں کہ اس صورت میں حکم جزاء میں ہوگا اور شرط (مقدم) قید ہوگی اور جس شرطیہ کی تالی خبر ہو تو مناطقہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں حکم بین المقدم والتالی ہوگا[1]۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں علامہ جلال الدین دوانی اہل عربیت کے وکیل ہیں کہ اہل عربیت کا مذہب حق ہے، محقق دوانی سید شریف جرجانی کی دلیل کا جواب دیتے ہیں کہ یہ قاعدہ تو مسلمہ ہے کہ مطلق کے انتفاء کے لیے مقید کا انتفاء لازم ہے، لیکن آپ نے جو قضیہ پیش کیا ہے اس میں مطلق منتفی نہیں، کیونکہ "زَيْدٌ نَاهِقٌ" کے دو فرد ہیں: ایک نفس الامر میں زید کا گدھے کی طرح رینکنے والا ہونا اور دوسرا

---

[1] فتح اللہ شرح حمد اللہ: ۱۱۲، ۱۰۹، آداب البحث والمناظرہ: ۴۷۔

زید کو گدھا فرض کرنے کی صورت میں رینکنے والا ہونا۔ اب ظاہر ہے کہ پہلا فرد تو بلاشک منتفی ہے، لیکن دوسرا فرد منتفی نہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ مطلق کے پائے جانے کے لیے ایک فرد کا پایا جانا بھی کافی ہے، مطلق کا انتفاء اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے سارے افراد منتفی ہو جائیں کسی ایک فرد کے منتفی ہونے سے مطلق کا انتفاء لازم نہیں آتا، کیونکہ اس کا تحقق دوسرے فرد کے ضمن میں ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر زید کا ناہق ہونا اوقاتِ واقعیہ کے اعتبار سے مسلوب (منتفی) ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اوقاتِ فرضیہ کے اعتبار سے بھی مسلوب ہو، یعنی جس وقت زید کو حمار فرض کر لیا جائے تو اس صورت میں بھی ناہقیت اس سے مسلوب ہو یہ لازم نہیں آتا، لہذا سید شریف جرجانیؒ کا بیان کیا ہوا قاعدہ اس مثال یں جاری نہیں ہوتا، اس لیے ان کی دلیل بے کار ہے اور اہل عربیت کا مذہب بالکل حق اور درست ہے۔

اس مسئلہ کو ایک نظیر سے سمجھیں: ایک شخص کہتا ہے: "زَيْدٌ قَائِمٌ فِيْ ظَنِّيْ" (میرے گمان میں زید کھڑا ہے)، یہاں قیام زید کی دو صورتیں ہیں: ایک نفس الامر کے اعتبار سے اور دوسری گمان کرنے والے کے گمان کے اعتبار سے، اب اگر واقع کے اعتبار سے "زَيْدٌ قَائِمٌ" کاذب ہو، یعنی زید نفس الامر میں کھڑا نہ ہو تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قضیہ گمان کرنے والے کے گمان کے اعتبار سے بھی کاذب ہو، یہی حال قضیہ "إِنْ كَانَ زَيْدٌ حِمَاراً كَانَ نَاهِقاً" کا ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مطلق دلالت ان دونوں فردوں پر دلالت مطابقی نہیں، لہذا اس میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ مقصود ہمیشہ دلالتِ مطابقی سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ دوسری دلالات سے بھی ثابت کیا جاتا ہے[1]۔

۸۔ شبہ معدوم النظیر کا حل:

مذکورہ بالا مسئلہ میں محقق دوانی نے سید شریف جرجانی کو جو جواب دیا ہے اس سے ایک اور شبہ بھی حل ہو جاتا ہے، وہ شبہ یہ ہے کہ جس وقت زید نفس الامر میں موجود ہو اس وقت قضیہ "زَيْدٌ مَعْدُوْمٌ" باطل ہے، ورنہ وجود اور عدم کا اجتماع لازم آئے گا جو اجتماع نقیضین ہے اور جب "زَيْدٌ مَعْدُوْمٌ" منتفی ہوا جو کہ مطلق ہے تو "زَيْدٌ مَعْدُوْمُ النَّظِيْرِ" بھی منتفی ہوگا جو مقید ہے، کیونکہ انتفائے مطلق کے لیے انتفائے مقید لازم ہے، حالانکہ "زَيْدٌ مَعْدُوْمٌ" کے صادق نہ ہونے کے باوجود "زَيْدٌ مَعْدُوْمُ النَّظِيْرِ" صادق ہے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ قاعدہ غلط ہے کہ انتفائے مطلق کے لیے انتفائے مقید لازم ہے؟

اس شبہ کا بھی یہی جواب ہے کہ "زَيْدٌ مَعْدُوْمٌ" کے دو فرد ہیں: ایک معدوم فی نفسہ، دوسرا معدوم بنظیرہ، اب اگر ایک فرد منتفی ہو جائے تو اس سے دوسرے فرد کا انتفاء لازم نہیں آتا، پس معترض کا یہ کہنا کہ جب "زَيْدٌ مَعْدُوْمٌ" وجودِ زید کی صورت میں غلط ہے تو "زَيْدٌ مَعْدُوْمُ النَّظِيْرِ" بھی غلط ہوگا، یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ اب مطلب ہوگا کہ زید موجود نہیں، حالانکہ وہ موجود ہے،

[1] اس مسئلہ میں صاحب سلم العلوم مناطقہ کے وکیل و ترجمان ہیں، انہوں نے مناطقہ کے مذہب کو راجح قرار دیتے ہوئے محقق دوانی کو جوابات دیے ہیں۔ دیکھئے: سلم العلوم: ۱۱۹۔

البتہ دوسرے اعتبار سے صحیح ہے اوراس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بے نظیر شخصیت کا مالک ہے،الغرض جب مطلق کا ایک فرد موجود ہے تو مطلق منتفی نہ ہوا،مطلق منتفی اس وقت ہوگا جب کے دونوں فرد منتفی ہوجائیں!

۹۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر۱: قضیہ کا حملیہ یا شرطیہ ہونا حصر عقلی(مذکورہ احتمالات کے علاوہ اور کوئی احتمال نہیں ہوسکتا) ہے اور قضیہ شرطیہ کی اقسام(متصلہ اور منفصلہ) کا حصر استقرائی(مذکورہ احتمالات کے علاوہ اور کوئی احتمال بھی ہوسکتا ہے،جن میں نہ اتصال حکم ہو اور نہ انفصال حکم ہو) ہے۔

قاعدہ نمبر۲: قضیہ منفصلہ پر شرطیہ کا اطلاق مجازا ہوتا ہے[1]۔

قاعدہ نمبر۳: متصلہ میں جزءِ اول کو مقدم اور جزء ثانی کو تالی کہتے ہیں،تاہم منفصلہ میں مقدم اور تالی کی تعیین فرض فارض پر موقوف ہے[2]۔

قاعدہ نمبر۴: مناطقہ کے نزدیک قضیہ شرطیہ میں حکم بین التالی والمقدم ہوتا ہے اوراہل عربیت کے نزدیک حکم فقط تالی میں ہوتا ہے اور مقدم اس کے لیے قید ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر۵: قضیہ شرطیہ میں کیفیت(ایجاب اور سلب) کا مدار تالی پر ہوتا ہے،یعنی اگر تالی مثبت ہو تو قضیہ موجبہ ہوگا اوراگر تالی منفی ہو تو قضیہ سالبہ ہوگا،مقدم کے مثبت اور منفی ہونے سے قضیہ شرطیہ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا،کیونکہ مقدم میں محض شرط پائی جاتی ہے۔

قاعدہ نمبر۶: قضیہ شرطیہ میں مقدم بمنزلہ موضوع اور تالی بمنزلہ محمول ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر۷: قضیہ شرطیہ کا مفاد نسبت اتصالیہ یا انفصالیہ ہوتی ہے اور حملیہ کا مفاد نسبت حملیہ ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر۸: صرف مقدم یا صرف تالی کو قضیہ نہیں کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں صدق اور کذب کا احتمال نہیں ہوتا،بلکہ صدق اور کذب کا مدار اتصال اور انفصال کے ربط پر ہوتا ہے[3]۔

قاعدہ نمبر۹: اگر جزاء(تالی) خبر ہو تو جملہ شرطیہ خبریہ ہوگا،جیسے:"إِنْ جِئْتَنِيْ فَأُكْرِمُكَ"اوراگر جزاء انشاء ہو تو جملہ شرطیہ انشائیہ کہلائے گا،جیسے:"إِنْ جَاءَكَ زَيْدٌ فَأَكْرِمْهُ"[4]۔

قاعدہ نمبر۱۰: ہر وہ لفظ جو اتصال پر دال ہو تو وہ ادوات اتصال کہلاتا ہے جیسے کلمات شرط و جزاء وغیرہ،اوراگر انفصال پر دال ہو تو ادوات انفصال کہلاتا ہے،جیسے:"إِمَّا"اور"أَوْ"وغیرہ۔

---

[1] التجرید الشافی:۲۸۶۔

[2] سلم العلوم:۱۱۹،کشاف اصطلاحات الفنون:۱/۱۰۱۴،دستور العلماء:۳/۵۷۔

[3] دستور العلماء:۳/۵۷۔

[4] کشاف اصطلاحات الفنون:۱/۱۰۱۷،دستور العلماء:۳/۵۷۔

قاعدہ نمبر۱۱: قضایا شرطیہ میں ایجاب اور سلب کا مدار اتصال اورانفصال کے ایجاب اور سلب پر ہوتا ہے، اگر حرف سلب اداۃ اتصال پر داخل ہو تو قضیہ سالبہ، ورنہ موجبہ ہو گا[1]۔

قاعدہ نمبر۱۲: قضیہ منفصلہ میں حکم دو یا دو سے زیادہ نسبتوں کی تردید یا نفی تردید پر ہوتا ہے[2]۔

قاعدہ نمبر۱۳: مقدم اور تالی قضیہ شرطیہ کے اطراف بن جانے کے بعد محتمل صدق و کذب نہیں ہوتے[3]۔

قاعدہ نمبر۱۴: قضیہ شرطیہ کے اطراف (مقدم اور تالی) حکم پر مشتمل نہ ہونے کی وجہ سے قضیہ نہیں کہلاتے، البتہ قضیہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔

قاعدہ نمبر۱۵: قضیہ شرطیہ کے اطراف کا ارتباط سے قبل قضیہ ہونا ضروری نہیں، یعنی شرطیہ کے اطراف بن جانے سے پہلے مقدم اور تالی میں سے کسی کا بھی قضیہ ہونا ضروری نہیں، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ دونوں مفرد ہوں اورادوات شرط کے دخول کے بعد دونوں مل کر قضیہ بن چکے ہوں[4]۔

قاعدہ نمبر۱۶: قضیہ شرطیہ میں تحلیل کے بعد حکم کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ کبھی اطراف کاذب ہوتے ہیں، البتہ علامہ تفتازانیؒ کے نزدیک حکم کا پایا جانا ضروری ہے[5]۔

قاعدہ نمبر۱۷: قضیہ شرطیہ میں صدق اور کذب کا مدار اطراف (مقدم، تالی) کے صدق اور کذب پر نہیں، بلکہ اتصال اورانفصال کے صدق پر ہو گا، یعنی اگر قضیہ شرطیہ میں اتصال کا حکم صادق ہے تو قضیہ صادقہ ہو گا ورنہ نہیں، اوراگر منفصلہ میں انفصال کا حکم صادق ہے تو منفصلہ صادقہ ہو گا ورنہ کاذبہ ہو گا[6]۔

قاعدہ نمبر۱۸: قضیہ شرطیہ میں موجبہ اور سالبہ ہونے کا مدار اطراف پر نہیں، بلکہ اتصال اورانفصال کے ایجاب و سلب پر ہے اگر یہ حکم ایجاب کیساتھ ہے تو شرطیہ متصلہ یا منفصلہ موجبہ ہو گا، اوراگر یہ حکم سلب کیساتھ ہے تو متصلہ یا منفصلہ سالبہ ہو گا۔

قاعدہ نمبر۱۹: تمام شرطیات کا تحقق ہر ایک کے ادات کے مطابق متکلم کے قصد و فیصلے پر موقوف ہے، اگر شرطیہ کی دو نسبتوں میں متکلم نے ادات اتصال کے ذریعہ ربط واتصال کا حکم کیا ہو تو قضیہ متصلہ ہو گا اوراگر انفصال کا حکم کیا ہو تو منفصلہ ہو گا، پھر اگر واقع میں بھی ان میں وہ اتصال یا انفصال موجود ہو تو قضیہ صادقہ ہو گا ورنہ کاذبہ ہو گا، جیسے: ”إنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالْلَيْلُ مَوْجُوْدٌ“ قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ ہے اور ”إِمَّاأَنْ يَّكُوْنَ الشَّيْءُ إِنْسَاناًأَوْحَيَواناً“ منفصلہ موجبہ ہے، حالانکہ واقع میں دونوں کاذبہ ہیں۔

---

(۱) قطبی:۳۲۹۔
(۲) ضوابط المعرفۃ:۹۷۔
(۳) سلم العلوم:۱۶۸۔
(۴) اسعاد الفہوم:۲/۷۸۔
(۵) سلم العلوم:۱۶۸، اسعاد الفہوم:۲/۷۹۔
(۶) سلم العلوم:۱۶۸، اسعاد الفہوم:۲/۷۹۔

قاعدہ نمبر ۲۰: شرطیہ کے صدق کا دار و مدار طرفین پر نہیں، بلکہ واقعی اتصال یا انفصال پر ہے، جیسے: ”إِنْ کَانَ زَیْدٌ حِمَاراً کَانَ نَاھِقاً“ متصلہ صادقہ ہے، حالانکہ طرفین حماریت و ناہقیت زید کاذب ہیں۔

۱۰۔ تمرین:

(الف)۔ قضیہ شرطیہ کی تعریف اور اقسام بیان کریں۔

(ب)۔ قضیہ شرطیہ اور جملہ شرطیہ میں کیا فرق ہے؟

(ج)۔ قضیہ شرطیہ اور حملیہ میں فرق بیان کریں، نیز قضیہ شرطیہ میں حکم کہاں ہوتا ہے؟

(د)۔ شبہ معدوم النظیر کا حل بیان کریں۔

(ھ)۔ درج ذیل امثلہ میں قضیہ شرطیہ کی اقسام کی تعیین کیجئے۔

لَوِ استَطَعنَا لَخَرَجنَا مَعَکُم. فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَکرِھِنَّ أَرسَلَت إِلَیھِنَّ. لَو نَشَاءُ لَقُلنَا مِثلَ ھٰذَا. وَإِن تُبتُم فَلَکُم رُءُ وْسُ أَمْوَالِکُم. فَإِن لَم تَکُونُوا دَخَلتُم بِھِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیکُم. فَإِن طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّی تَنکِحَ زَوجًا غَیرَہُ. فَإِن لَم یُصِبھَا وَابِلٌ فَطَلٌّ. اللَّفْظُ إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ مُفْرداً أَوْ مُرَکباً. لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَزِنُ عِنْدَ اللہ جَنَاحَ بَعُوْضَةً مَا سَقَی مَنهْا کَافرًا کَأسًا. الْمُرَکَّبُ إِمَّا تَامٌّ أَوْنَاقِصٌ. لَوْکَانَ الْإِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنالَهُ رِجَالٌ مِنَ الْعَجَمِ. إِمَّا شَاکِرًا وَإِمَّا کَفُورًا. لَوْکَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنَ الْخَطَابِ. أَخْبَرَکُمْ أَنْ المَرَدَّ إِلی اللہ إِمَّا إِلَی جَنَّةٍ أَوْ نَارٍ. لِسَانُ الْقَاضِیْ بَیْنَ جَمْرَتَیْنَ حَتَّی یَصِیْرَ إِمَّا إِلَی جِنَّةٍ وَإِمَّا إِلیَ نَارٍ. إِنْ کَانَتِ الطِّیْرَةُ شَیْئًا فَھُوَ فِی الْمُرأَۃِ وَالْفَرَسِ. فَإِنَّکُمْ إِلی إِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ إِمَّا الشَّھَادَۃُ وَإِمَّا الْفَتْحُ. لَیْسَ الْبَتَّةَ لَوْ کَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادٍ مِنْ مَالٍ لَمَا ابْتَغی ثَانِیًا. إِمَّا أَنْ تَکُوْنَ السَّاعَةَ الْآن الْوَاحِدَۃُ أَوْ الثَّانِیَّةُ. لَیْسَ إِذَا کَانَ المدرِّسُ حَاضِراً الآنَ فإِنَّه مَشْغُوْلٌ بِالدَّرْسِ. وَإِمَّا أَنْ یَکُوْنَ زَیْدٌ وَھُوَ فِی الْبَیْتِ نَائِماً أَوْ مُسْتَیْقِظاً. لَیْسَ إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ الطَّالِبُ وَھُوَ فِی الْمدْرَسةِ وَاقِفاً أَوْ فِی الدَّرْسِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞... لَوْ یَشَاءُ اللہُ لَھَدَی النَّاسَ جَمِیعًا:

قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ۔ ”لَو“ ادات اتصال... ”یَشَاءُ“ محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... لفظ ”اللہ“ موضوع... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم... ”لَ“ ادات غیر زمانیہ... ”ھَدَی“ محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... اس میں ضمیر موضوع... ”النَّاسَ“ مرکب غیر تقییدی متعلق اول محمول... ”جَمِیعًا“ متعلق ثانی محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلقات محمول سے

مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ۔

۞... لَوْ أَطاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا:

قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ۔ "لَوْ" ادات اتصال... "أَطَاعُ" محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... "وَ" ضمیر موضوع... "نَا" متعلق محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم... "مَا" ادات سلب... "قُتِلُوا" محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... "وَ" ضمیر موضوع... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ۔

۞... أَتَتْكُمُ الْمَنِيَّةُ رَاتِبَةً لَازِمَةً إِمَّا بِشَقَاوَةٍ وَإِمَّا بِسَعَادَةٍ:

قضیہ شرطیہ منفصلہ موجبہ۔ "أَتت" محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... "كُمْ" متعلق اول محمول... "المَنِيَّةُ" موضوع... "رَاتِبَةً" متعلق ثانی محمول... "لَازِمَةً" متعلق ثالث... "إِمَّا" ادات تردید... "بِشَقَاوَةٍ" مرکب غیر تقییدی متعلق رابع محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلقات محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم... "وَ" ادات غیر زمانیہ... "إِمَّا" ادات تردید "بِسَعَادَةٍ" مرکب غیر تقییدی تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ منفصلہ موجبہ۔

فصل دوم: شرطیہ متصلہ کی تقسیم

۱۔ شرطیہ متصلہ کی اقسام:

شرطیہ متصلہ کی تین قسمیں ہیں:

(الف)۔ لزومیہ (ب) اتفاقیہ (ج)۔ مطلقہ

(الف)۔ متصلہ لزومیہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا علاقہ ہو، جیسے: "وَمَنْ يَبتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقبَلَ مِنْهُ"، یہاں مقدم "وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِينًا" اور تالی "فَلَن يُقبَلَ مِنهُ" میں لزوم کا علاقہ ہے۔ اس کو لزومیہ اس لیے کہتے ہیں کہ مقدم اور تالی کے درمیان جب کسی علاقہ اور تعلق کی وجہ سے حکم ہو تو ان دونوں کے درمیان اتصال لازم ہو تا ہے اور اس قضیہ میں بھی اتصال لازم ہو تا ہے، اس لیے اس کو لزومیہ کہتے ہیں۔

(ب)۔ متصلہ اتفاقیہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان اتفاق کا علاقہ ہو، جیسے: "إنْ كَانَ الْإمْامُ الْغَزَالِيُّ فَيْلَسُوْفاً فَابْنُ تَيْمِيَّةَ مُتَكَلِماً"، یہاں مقدم "إنْ كَانَ الْإمْامُ الْغَزَالِيُّ فَيْلَسُوْفاً" اور تالی "فَابْنُ تَيْمِيَّةَ مُتَكَلِماً" کے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ جو لزوم کا متقضی ہو بلکہ اتفاق یہ ہے کہ امام غزالیؒ فلسفی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ متکلم ہیں۔ اس کو اتفاقیہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں مقدم اور تالی کے درمیان اتصال محض اتفاقی ہے، لزوم کا علاقہ نہیں۔

(ج)۔ متصلہ مطلقہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ لزوم اور اتفاق سے قطع نظر کرتے ہوتے حکم لگایا گیا ہو، یعنی جس میں لزوم اور اتفاق کی قید نہ ہو۔ اس کی مثالیں وہی ہیں جو لزومیہ اور اتفاقیہ کی تھیں، البتہ اس میں لزوم اور اتفاق کی قید ملحوظ نہ ہو گی۔ اس کو اتفاقیہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں لزوم اور اتفاق کی کوئی قید ملحوظ نہیں ہوتی[۱]۔

۲۔ لزومیہ، اتفاقیہ اور مطلقہ کی اقسام باعتبار ایجاب وسلب:

لزومیہ، اتفاقیہ اور مطلقہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو دو قسمیں ہیں، کل چھ قسمیں ہوئیں:

(الف)۔ لزومیہ موجبہ (ب)۔ لزومیہ سالبہ (ج)۔ اتفاقیہ موجبہ (د)۔ اتفاقیہ سالبہ (ھ)۔ مطلقہ موجبہ (و)۔ مطلقہ سالبہ۔

(الف)۔ لزومیہ موجبہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ ہے، جس کے مقدم اور تالی میں اتصال ایجابی کو لازم مانا گیا ہو، یعنی یہ مانا گیا ہو کہ مقدم سے تالی الگ نہیں

---

[۱] شرح المطالع: ۲۰۲، القواعد الجلیہ: ۲۷۶، شرح المنظومہ: ۳۷۔

رہ سکتی، جیسے:"كُلَّمَا أَشْرَقَتِ الشَّمْسُ كَانَ النَّهَارُمَوْجُوْداً"۔اسی طرح یہ مثالیں ہیں: زید اگر بکر کا باپ ہے تو بکر زید کا بیٹا ہے۔ جب رمضان کا مہینہ آئے تو روزہ رکھنا فرض رہے گا اور اگر نماز کا وقت ہو تو نماز کا ادا کرنا فرض ہے۔

(ب)۔ لزومیہ سالبہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ ہے، جس کے مقدم اور تالی میں اتصال سلبی کو لازم مانا گیا ہو، یعنی یہ مانا گیا ہو کہ مقدم سے تالی ضرور علیحدہ ہے، جیسے:"لَيْسَ الْبَتَّةَ إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ نَمَّامًا كَانَ أَمِيْنًا"، یعنی ایسا نہیں کہ جب انسان چغلخور ہو گا تو امانت دار ہو گا، اسی طرح یہ مثال ہے: ایسا نہیں کہ جب بچہ عاقل بالغ ہو جائے تو نماز اس سے معاف رہے اور اسی طرح یہ مثال ہے: ایسا نہیں کہ جب کوئی طالب علم ہو تو محنتی ہو گا۔

(ج)۔ اتفاقیہ موجبہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ ہے، جس کے مقدم اور تالی کے درمیان اتصال ایجابی کا حکم ہو، لیکن لازمی طور پر نہ ہو، جیسے:"إِذَاكَانَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ صَاحِبَ سِرِّ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَبُوْعُبَيْدَةُ بْنُ الْجَرَّاحُ أَمِيْنُ هَذِهِ الْأُمَّةِ"۔اسی طرح یہ مثالیں ہیں: انسان اگر ناطق ہے تو فرس صاہل ہے۔ جب آپ مجھ پر سختی کریں گے تب میں پڑھوں گا اور اگر زید مجھے گالی دے گا تو میں اس کو ماروں گا۔ اگر استاذ مدرسہ میں ہو گا تو میں سبق یاد کروں گا۔

(د)۔ اتفاقیہ سالبہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ ہے، جس کے مقدم اور تالی کے درمیان اتصال سلبی کا حکم ہو، لیکن لازمی طور پر نہ ہو، جیسے: "لَيْسَ الْبَتَّةَ إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ غَيْرُ ظَالِمٍ يَكُوْنُ كَافِرًا"،اسی طرح یہ مثالیں ہیں: ایسا نہیں کہ انسان اگر ناطق ہے تو حمار ناہق ہے۔ ایسا نہیں کہ اگر زید مجھے گالی دے تو میں اس کو قتل کر دوں۔ ایسا نہیں کہ استاذ قابل ہے تو طالب علم محنتی ہو گا۔

(ھ)۔ مطلقہ موجبہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ لزوم او اتفاق سے قطع نظر کرتے ہوتے حکم ایجابی لگایا گیا ہو، یعنی جس میں لزوم اور اتفاق کی قید نہ ہو۔ اس کی مثالیں وہی ہیں جو لزومیہ اور اتفاقیہ کی تھیں، البتہ اس میں لزوم اور اتفاق کی قید ملحوظ نہ ہو گی[1]۔

(و)۔ مطلقہ سالبہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ لزوم او اتفاق سے قطع نظر کرتے ہوتے حکم سلبی لگایا گیا ہو، یعنی جس میں لزوم اور اتفاق کی قید نہ ہو۔ اس کی مثالیں وہی ہیں جو لزومیہ اور اتفاقیہ کی تھیں، البتہ اس میں لزوم اور اتفاق کی قید ملحوظ نہ ہو گی۔

---

[1] اس میں اطلاق کی قید ملحوظ ہو گی۔

۳۔ علاقہ کی اقسام:

مناطقہ کی اصطلاح میں مقدم اور تالی کے درمیان کسی ایسے تعلق اور رشتہ کا نام علاقہ ہے جو تالی کی مصاحبت (ساتھ ہونے) کو چاہتا ہو، اب مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ لزوم کی کئی قسمیں ہیں:

(الف)۔ مقدم تالی کے لیے سبب ہو، جیسے: "إذَامَرَّتِ الرِّيَاحُ الْبَارِدَةُ عَلَى السَّحَابِ الْمثقَّلِ بِبُخَارِالماءِ نَزَلَ الْمَطَرُ".

(ب)۔ مقدم تالی کے لیے مسبب ہو، جیسے: "إِذَا نَزَل الْمطَرُ فَقَدْبَرَدَجَوُّالسَّحَابِ الذِّى كَانَ يَحْمِلُهُ".

(ج)۔ مقدم تالی کے لیے علت ہو، جیسے: "إنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُمَوْجُوْدٌ".

(د)۔ تالی مقدم کے علت ہو، جیسے: "كُلَّمَا كَانَ النَّهَارُمَوْجُوْداً كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً".

(ھ)۔ مقدم اور تالی دونوں ایک علت کے معلول ہوں، جیسے: "كُلَّمَاكَانَ النَّهَارُمَوْجُوْداً كَانَتِ الأَرْضُ مُضِيَّةً".

(و)۔ مقدم اور تالی کے درمیان تضائف کا علاقہ ہو، جیسے: "إذَا كَانَتْ عَائِشَةُ بِنْتًالِأَبِى بَكْرٍالصِّدِيْقُ فَأَبُوْبَكْرٍأَبٌ لَهُ. وَإِذَا كَانَ أَبُوْبَكْرٍأَبًالِعَائِشَةَ فَعَائِشَةُ بِنْتٌ لَهُ"[1].

(ز)۔ علاقہ عدم انفکاک بین الشیئین، جیسے: "كُلَّمَا تَحَقَّقَ اجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ يَتَحَقَّقُ ارْتِفَاعُ النَّقِيْضَيْنِ"[2].

۴۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: قضیہ اتفاقیہ کو وفاقیہ بھی کہتے ہیں[3]۔

قاعدہ نمبر ۲: جس قضیہ میں لزوم یا اتفاق کی تصریح نہ ہو تو اسے مطلقہ کہتے ہیں[4]۔

قاعدہ نمبر ۳: قضیہ شرطیہ کے جزء اول مقدم کو معلق بہ اور جزء ثانی تالی کو معلق بھی کہتے ہیں[5]۔

قاعدہ نمبر ۴: علاقہ تضائف میں مقدم اور تالی میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۵: شیخ نے شفاء میں فرماتے ہیں کہ "إنْ" شدت لزوم پر دال ہوتا ہے، "مَتَى" کی دلالت لزوم پر ضعیف ہے اور "إذْ" کا درجہ ان دونوں کے درمیان ہے، لہذا "إنْ" وہاں استعمال ہوگا جہاں مقدم اور تالی میں شدت لزوم ہے، لیکن صاحب سلم العلوم اس کے قائل نہیں[6]۔

---

[1] ضوابط المعرفۃ: ۹۴۔

[2] ضیاء النجوم: ۱۶۹۔

[3] کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/ ۲۹۶۔

[4] ہامش التذہیب: ۲۹۱۔

[5] کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/ ۱۷۴۳۔

[6] سلم العلوم: ۱۶۸۔

قاعدہ نمبر ٦: شارح مطالع کا نقطہ نظریہ ہے کہ جس طرح لزومیہ میں مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ ہوتا ہے تو اسی طرح اتفاقیہ میں بھی علاقہ ضروری ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ لزومیہ میں علاقہ کا علم پہلے سے ہوتا ہے خواہ بالداہۃ ہو یا بالنظر ہو، اور اتفاقیہ میں مقدم اور تالی کے اجتماع کے بعد دلیل قائم کی جاتی ہے کہ ان کی معیت ممکن ہے اور ہر ممکن کے لیے علت کا ہونا ضروری ہے، لیکن صاحب سلم نے اسے محل نظر قرار دیا ہے[1]۔

۵۔ تمرین:

(الف)۔ شرطیہ متصلہ کی اقسام وانواع بیان کریں۔

(ب)۔ علاقہ کی اقسام وانواع بیان کریں۔

(ج)۔ درج ذیل امثلہ میں قضیہ متصلہ کے اقسام کی تعیین کیجئے۔ نیز منطقی ترکیب کریں۔

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبكُمُ اللهُ. إِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامتَحِنُوْهُنَّ. فَإِنْ عَلِمتُمُوهُنَّ مُؤمِنَاتٍ فَلَا تَرجِعُوهُنَّ إِلَى الكُفَّارِ. إِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ. وَمَنْ يَبتَغِ غَيرَ الإِسلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقبَلَ مِنهُ. وَإِنْ خِفتُم عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغنِيكُمُ اللهُ مِنْ فَضلِه. وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرضِعُ لَهُ أُخرَى. وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا. وَإِن أَطَعتُمُوهُم إِنَّكُم لَمُشْرِكُوْنَ. ضَرَبْتُ زَيْداً فَمَاتَ. إِذَا مَرَّتِ الرِّيَاحُ الْبَارِدَةُ عَلَى السَّحَابِ المثقَلِ بِبُخَارِ الْمَاءِ نَزَلَ الْمَطَرِ. لَوْ لَمْ يَقْتُلْ قَابِيْلُ هَابِيْلَ لَمَا كَتَبَ اللهُ عَلَى بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسُ جَمِيْعاً. إِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ مُهَنْدَسًا كَانَ عَلِيٌّ دُكْتُوْرًا. إِذَا كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً فَالنَّهَارُ مُضِيٌّء. لَوْ كَانَ يَعْقُوْبُ أَبَاَلَيُوْسَفَ فَيُوْسُفُ هُوَ ابنٌ لَهُ. إِذَا كَانَ الْحَيَوَانُ النَّاطِقُ كُلَّ الْإِنْسَانِ فَالنَّاطِقُ جُزْئِي لَهُ. كُلَّمَا كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً فَالشَّمْسُ طَالِعَةً. إِذَا تَمَدَّدَ الماءُ فَقَدْ سَخَنَ. كَلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالْعَالَمُ مُضِيٌّء. إِذَا نَزَلَ المطَرُ فَقَدْ بَرَدَ جَوُّ السَّحَابُ الْحَامِلُ لَهُ. إِذَا كَانَ الإِنْسَانُ يَمْشِىْ عَلَى رِجْلَيْنِ فَالْفَرَسُ يَمْشِىْ عَلَى أَرْبَعَةٍ. إِذَا كَانَ الْحَدِيْدُ مَعْدِناً صُلْباً فالزِئْبَقُ مَعْدَنٌ سَائِلٌ. لَيْسَ البتَّةَ إِذَا كَانَ الْإِنْسَان مَجْنوْنًا كَانَ عالمًا. لَيْسَ دَائِماً إِذَا كَانَ الإِنْسَانُ صَالِحَ الأَبَوَيْنَ فَهُوَ صَالِحٌ. لَوْكانَ شَيْءٌ سَابِقَ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ. لَوْكَانَ شَيْءٌ يَشْفِىْ مِنَ الموْتِ لَكَانَ السَّنَا شِفَاءٌ مِنَ الموتِ. لَوْ كَانَ لِلإِنْسَانِ وَادِيَانِ مِنَ المالِ لَالْتَمَسَ الثَّالِثَ. إِنْ كَانَ سَقَرَاطُ تِلْمِيْذا لِفِيْثَاغَوْرَسُ كَانَ أَفْلَاطُوْنُ تِلْمِيْذًا لِسَقَرَاطُ. إِنْ كَانَ زَيْدٌ اسِما كَانَ كَلِمَةً.

[1] سلم العلوم: ۱۷۳۔

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞... لَوْ كَانَ لِلإِنْسَانِ وَادِيَانِ مِنَ المالِ لَالْتَمَسَ الثَّالِثَ:

قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ۔

''لَوْ''ادات شرط...''كَانَ لِلإِنْسَانِ وَادِيَانِ مِنَ المالِ''مقدم...''لَالْتَمَسَ الثَّالِثَ''تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ۔

۞... لَوْ كَانَ يَعْقُوْبُ أَبَاًلِيُوْسَفَ فَيُوْسُفُ هُوَ ابنٌ لَهُ:

قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ۔

''لَوْ''ادات شرط...''كَانَ يَعْقُوْبُ أَبَاًلِيُوْسَفَ''مقدم...''فيوسُف هو ابنٌ له''تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ۔

۞... لَيْسَ دَائِماً إِذَا كَانَ الإِنْسَانُ صَالِحَ الأَبَوَيْنِ فَهُوَ صِالِحٌ.

قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ سالبہ۔

''لَيْسَ دَائِماً''ادات سلب...''إِذَا''ادات شرط... ''صَالِحَ الأَبَوَيْنِ''مقدم...''فَهُوَ صِالِحٌ''تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ سالبہ۔

۞... إِذَا كَانَ الإِنْسَانُ يَمْشِيْ عَلَى رِجْلَيْنِ فَالْفَرَسُ يَمْشِيْ عَلَى أَرْبَعَةٍ:

قضیہ شرطیہ متصلہ اتفاقیہ وفاقیہ موجبہ۔

''إِذَا''ادات شرط...''كَانَ الإِنْسَانُ يَمْشِيْ عَلَى رِجْلَيْنِ'' مقدم...''فَالْفَرَسُ يَمْشِيْ عَلَى أَرْبَعَةٍ''تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ اتفاقیہ وفاقیہ موجبہ۔

۞... إِذَا كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً فَالنَّهَارُ مُضِئٌّ:

قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ۔

''إِذَا'' ادات شرط...''كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً'' مقدم...''فَالنَّهَارُ مُضِئٌّ''تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ۔

فصل سوم: جہت انفصال کے اعتبار سے قضیہ کی تقسیم

ا۔ شرطیہ منفصلہ کی پہلی تقسیم:

قضیہ شرطیہ منفصلہ کی جہت انفصال کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

(الف)۔ حقیقیہ (ب)۔ مانعۃ الجمع (ج)۔ مانعۃ الخلو

(الف)۔ حقیقیہ منفصلہ کی تعریف[۱]:

وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے، جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صدقاً (وجوداً)، کذباً (عدماً) معاً (وجوداً و عدماً) انفصال ایجابی یا انفصالِ سلبی ہو۔ صدقاً کذباً معاً انفصالِ ایجابی کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو مقدم اور تالی دونوں ایک ساتھ پائے جائیں اور نہ ہی دونوں نہ پائے جائیں، بلکہ دونوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے، جیسے: ”كُلُّ مَوْجُوْدٍ إِمَّا خَالِقٌ أَوْ مَخْلُوْقٌ“، (ہر موجود یا خالق ہے یا مخلوق)، یعنی ایسا نہیں کہ کوئی موجود خالق اور مخلوق دونوں ہوں یا دونوں نہ ہوں، کیونکہ اگر دونوں جمع ہو جائیں تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے اور اگر دونوں نہ پائے جائیں تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو کہ باطل ہے اور جو چیز باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتی ہے۔ یہ حقیقیہ منفصلہ موجبہ کی مثال ہے اور اگر مقدم و تالی میں صدقاً کذباً معاً انفصالِ سلبی ہو تو اسے منفصلہ سالبہ کہتے ہیں، صدقاً انفصالِ سلبی کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے اور کذباً انفصال سلبی کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا ارتفاع بھی ہو سکتا ہے، یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ مقدم اور تالی دونوں نہ ہوں، جیسے: ”لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْأَصْمَعِيُّ مُحَدِّثاً أَوْ فَلَكِيّاً“ (ایسا نہیں کہ اصمعی محدث ہو یا ماہر فلکیات ہو)، یعنی اصمعی محدث اور ماہر فلکیات دونوں ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اصمعی محدث اور ماہر فلکیات دونوں نہ ہوں۔ دونوں جمع بھی ہو سکتے ہیں اور دونوں مرتفع بھی ہوں سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسری مثال یہ ہے: ”لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ أَحَدٌ إِنْسَاناً أَوْ رَسُوْلاً“۔ (ایسا نہیں کہ کوئی انسان ہو یا رسول ہو)، یعنی دونوں میں وجود اور عدم کے اعتبار سے جدائی نہیں، بلکہ دونوں جمع بھی ہو سکتے ہیں اور دونوں معدوم بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ منفصلہ سالبہ میں مقدم اور تالی کے ایک ساتھ صادق آنے میں بھی منافات نہیں اور کاذب ہونے میں بھی منافات نہیں ہے[۲]۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقیہ موجبہ اور دوسرا حقیقیہ سالبہ۔ حقیقیہ موجبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کی دو نسبتوں کے درمیان تنافی فی الصدق والکذب کا حکم کیا گیا ہو، یعنی جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صدقاً اور کذباً دونوں طرح تنافی مانی گئی ہو، جیسے: ”هَذَا الْخَبَرُ إِمَّا صَادِقٌ أَوْ كَاذِبٌ“۔ اور حقیقیہ سالبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صدقاً اور کذباً دونوں طرح عدمِ تنافی کا حکم کیا گیا ہو، یعنی جس منفصلہ سالبہ میں یہ مانا گیا ہو کہ مقدم کی نسبت اور تالی کی نسبت دونوں ایک

---

[۱] اساس الاقتباس: ۷۷، الارشادات مع الشرح: ۱۳۴، شرح المطالع: ۲۰۰۔

[۲] منفصلہ حقیقیہ وہاں صادق ہو گا جہاں مقدم اور تالی ایک دوسری کی نقیض یا مساوی نقیض ہوں۔

ساتھ صادق آسکتی ہے اور یونہی دونوں ایک ساتھ برطرف ہوسکتی ہے وہ حقیقیہ سالبہ ہے، جیسے"لَيْسَ إمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَا الْحَيَوَانُ نَاطِقاً أَوْإنْسَاناً"۔اور"ایسا نہیں کہ یہ شخص یا تو کافر ہے یامشرک"۔

(ب)۔مانعۃ الجمع کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے، جس کے مقدم اور تالی کے درمیان فقط صدقاً(وجوداً)انفصال ایجابی،یاانفصال سلبی ہو، صدقاًانفصالِ ایجابی کامطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی دونوں جمع نہیں ہوسکتے،البتہ مرتفع ہوسکتے ہیں،جیسے:"هَذَا الْحَيَوَانُ إمَّا فَرَسٌ وَإمَّاحِمَارٌ"،(یہ حیوان یا گھوڑاہے یا گدھا)،یہاں گھوڑے اور گدھے میں صرف صدق کے اعتبار سے منافات ہے،یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی حیوان گھوڑااور گدھادونوں ہو،ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ نہ گھوڑاہو،نہ گدھا۔ بلکہ گائے یابکری وغیرہ ہو۔یہ مانعۃ الجمع موجبہ کی مثال ہےاور صدقاً انفصال سلبی مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی دونوں جمع ہوسکتے ہیں،جیسے:"لَيْسَ الْبَتَّةَ إمَّا أَنْ يَكُوْنَ الإنْسَانُ غَنِيًّا أَوْعَالِماً"،(ایسا نہیں کہ انسان مالدار ہویاعالم ہو)،یعنی یہ دونوں ضروری نہیں کہ انسان مال دار ہویاعالم ہو،،بلکہ دونوں جمع بھی ہوسکتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مانعۃ الجمع کی بھی دوقسمیں ہیں:مانعۃ الجمع موجبہ اور مانعۃ الجمع سالبہ۔مانعۃ الجمع موجبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صرف صدقاًتنافی مانی گئی ہو،یعنی جس منفصلہ موجبہ میں یہ مانا گیاہو کہ مقدم کی نسبت اور تالی کی نسبت دونوں ایک ساتھ صادق نہیں آسکتی،ہاں!ایک ساتھ برطرف ہوسکتی ہے وہ مانعۃ الجمع موجبہ ہے،جیسے:"یہ کلمہ یااسم ہے یافعل"۔اورمانعۃ الجمع سالبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صرف صدقاًعدم تنافی کاحکم کیا گیاہو،یعنی یہ مانا گیاہو کہ مقدم اور تالی دونوں کی نسبتوں کے صرف ایک ساتھ صادق آنے میں تنافی نہیں ہے لیکن برطرف ہونے میں تنافی ہے، جیسے:"لَيْسَ إمَّاأَنْ يَكُوْنَ هَذَاالْإنْسَانُ نَاطِقاًأَوْجَوْهَراً"[1].

(ج)۔مانعۃ الخلو کی تعریف:

وہ شرطیہ منفصلہ ہے، جس کے مقدم اور تالی کے درمیان فقط کذباً(عدماً)انفصالِ ایجابی یاانفصالِ سلبی ہو،کذباًانفصال ایجابی کامطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی دونوں مرتفع تو ہوسکتے ہیں،لیکن جمع نہیں ہوسکتے،جیسے:"مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ إمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَّإمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإمَّاأَنْ تَجِدَمِنْه رِيْحاًطَيِّبَةً."(اچھے ہم نشیں کی مثال ایسی ہے جیسا کہ عطر فروش،یا تو تمہیں عطر تحفہ میں دے دے گایا پھر تم اس سے خرید لوگے اوریا تو تمہیں کم ازکم خوشبو تو آے گی ہی)،یعنی یہ سب بیک وقت جمع ہوسکتے ہیں، لیکن بیک وقت سب معدوم نہیں ہوسکتے،بلکہ ان میں سے کوئی ایک ضرور ہو گا۔یہاں مقدم اور تالی میں فقط کذب کے اعتبار سے منافات ہے،یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ عطر فروش کے پاس آدمی بیٹھے نہ اس سے عطر خریدے اور نہ اسے خوشبو آئے،

---

[1] منفصلہ مانعۃ الجمع وہاں صادق ہو گاجہاں مقدم اور تالی ایک دوسری کی نقیض سے اخص ہوں۔

لیکن صدق کے اعتبار سے منافات نہیں ہے، کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ عطر فروش سے عطر خریدے اور اسے خوشبو بھی آئے۔ اسی طرح دوسری مثال یہ ہے: ”طَعَامُ الضُّیُوْفِ حُلُواً أَوْصَالِحٌ“۔ یعنی دونوں بیک وقت معدوم نہیں ہوں گے، بلکہ ایک ضرور موجود ہو گا۔ سالبہ کی مثال ”لَیْسَ الْبَتَّۃَ أَنْ نَتَکَلَّمُ بِاللُّغَۃِ الْعَرَبِیَّۃِ أَوِالْفَارِسِیَّۃِ“ و،(ایسا نہیں کہ ہم عربی میں بات کریں یا فارسی میں)، یہاں مقدم اور تالی کے درمیان انفصالِ سلبی ہے کہ یہ دونوں بیک وقت معدوم ہو سکتے ہیں، کہ ان دونوں زبانوں کے علاوہ کسی اور زبان مثلاً اردو میں یا پشتو میں گفتگو کریں[۱]۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مانعۃ الخلو کی بھی دو قسمیں ہیں: مانعۃ الخلو موجبہ اور مانعۃ الخلو سالبہ۔ مانعۃ الخلو موجبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صرف کذبا تنافی مانی گئی ہو، یعنی جس منفصلہ میں یہ مانا گیا ہو کہ مقدم کی نسبت اور تالی کی نسبت دونوں ایک ساتھ برطرف نہیں ہو سکتی، ہاں! دونوں ایک ساتھ صادق آ سکتی ہے وہ مانعۃ الخلو موجبہ ہے، جیسے ”یہ فاعل یا تو معرب ہے یا مرفوع“۔ اور مانعۃ الخلو سالبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان عدم تنافی کا حکم صرف کذبا ہو، یعنی جس منفصلہ سالبہ میں یہ مانا گیا ہو کہ مقدم اور تالی دونوں کی نسبتوں کے صرف برطرف ہونے میں تنافی نہیں لیکن صادق آنے میں تنافی ہے وہ مانعۃ الخلو سالبہ ہے، جیسے: ”لَیْسَ إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ ھَذَاالْشَیْءُ شَجَراً أَوْحَجَراً“۔ ایسا نہیں کہ یہ کاغذ یا تو سفید ہے یا کالا۔ ایسا نہیں کہ آپ یا تو میرے ساتھ محبت کریں یا مجھ سے نفرت کریں۔

۲۔ حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کی وجہ تسمیہ:

حقیقیہ کو حقیقیہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے مقدم اور تالی میں مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کے مقابلے میں زیادہ منافات پائی جاتی ہے، کیونکہ مانعۃ الجمع میں صرف صدق کے اعتبار سے منافات ہوتی ہے اور مانعۃ الخلو میں صرف کذب کے اعتبار سے منافات ہوتی ہے اور حقیقیہ میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات ہوتی ہے تو گویا اصل انفصال کا مفہوم اور اس کی حقیقت اسی قضیہ میں ہے اس لیے اس کو حقیقیہ کہتے ہیں اور مانعۃ الجمع کو مانعۃ الجمع اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: جمع ہونے سے روکنے والا قضیہ اور چونکہ اس کے دونوں جزء (مقدم و تالی) ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اس لیے اسے مانعۃ الجمع کہتے ہیں اور مانعۃ الخلو کو اس لیے مانعۃ الخلو کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: خالی ہونے سے روکنے والا، چونکہ اس کے دونوں جزء خالی اور مرتفع نہیں ہو سکتے، اس لیے اس کا نام مانعۃ الخلو رکھا گیا ہے[۲]۔

۳۔ مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کا دوسرا معنی:

مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کے مذکورہ معانی کے علاوہ ایک دوسرے معانی ہیں، مانعۃ الجمع کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مانعۃ الجمع وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں صدق کے اعتبار سے منافات ہو، خواہ کذب میں منافات ہو یا نہ ہو، اس تعریف میں ”فقط“ کی قید ملحوظ نہیں۔ اس

---

[۱] منفصلہ مانعۃ الجمع وہاں صادق ہو گا جہاں مقدم اور تالی ایک دوسری کی اعم سے اخص ہوں۔
[۲] تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۰۲۔

کا مطلب یہ ہے کہ مانعۃ الجمع کے جزئیں جمع نہیں ہوسکتے، دونوں مرتفع ہوں یا نہ ہوں اس میں عموم ہے اور مانعۃ الخلو کا دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ وہ قضیہ ہے جس میں کذب کے اعتبار سے منافات ہو، خواہ صدق میں منافات ہو یا نہ ہو۔ اس تعریف میں بھی "فقط" کی قید ملحوظ نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مانعۃ الخلو کے جزئیں مرتفع نہیں ہوسکتے، دونوں جمع ہو یا نہ ہوں اس میں عموم ہے [1]۔

۳۔ حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو میں نسبتیں:

مانعۃ الجمع کے دونوں معنوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، پہلا معنی اخص مطلق ہے اور دوسرا معنی اعم مطلق ہے، کیونکہ پہلے معنی میں صرف صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم ہے، کذب میں کوئی منافات نہیں ہوتی، بلکہ دونوں مرتفع ہوسکتے ہیں جب کہ دوسرے معنی میں صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم ہوتا ہے، خواہ کذب میں منافات ہو، یا نہ ہو، لہذا جہاں معنی اول صادق ہو گا وہاں معنی ثانی بھی ضرور صادق ہو گا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں۔

مانعۃ الجمع بالمعنی الثانی اور حقیقیہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، حقیقیہ اخص مطلق ہے اور یہ اعم ہے، کیونکہ حقیقیہ میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات ہوتی ہے اور مانعۃ الجمع کے دوسرے معنی میں کذب سے قطع نظر ہے، خواہ اس میں منافات ہو یا نہ ہو، اس اعتبار سے یہ اعم ہے اور مانعۃ الجمع بالمعنی الاول اور حقیقیہ میں تباین ہے اور مانعۃ الخلو کے دونوں معنوں کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، پہلا معنی اخص ہے اور دوسرا معنی اعم ہے، کیونکہ پہلے معنی میں صرف کذب میں منافات کا حکم ہوتا ہے، صدق میں نہیں اور دوسرے معنی میں مطلقاً کذب میں منافات کا حکم ہوتا ہے، خواہ صدق میں منافات ہو یا نہ ہو، اس اعتبار سے معنی ثانی میں عموم ہے، لہذا جہاں پہلا معنی صادق ہو گا وہاں دوسرا معنی بھی ضرور صادق ہو گا، لیکن اس کا برعکس نہیں۔

اسی طرح مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی اور حقیقیہ کے درمیان بھی عموم و خصوص کی نسبت ہے، حقیقیہ اخص ہے اور مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی اعم ہے، اس لیے کہ حقیقیہ میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات ہوتی ہے اور مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی میں کذب تو منافات ہوتی ہے، لیکن صدق میں دونوں احتمال ہیں، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ منافات ہو اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ منافات نہ ہو تو اس اعتبار سے اس میں عموم ہے، لہذا جہاں حقیقیہ صادق ہو گا وہاں مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی بھی ضرور صادق ہو گا، لیکن جہاں مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی صادق ہو گا وہاں حقیقیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

۴۔ حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کی معرفت کا عام فہم طریقہ:

وہ جملہ خبریہ جس کے مبتداء کے لیے بواسطہ حرفِ تردید دو خبریں مذکور ہوں اسے مناطقہ منفصلہ کہتے ہیں، جیسے: "هَذَا الرَّجُلُ إِمَّا مُؤْمِنٌ أَوْ كَافِرٌ" یہ منطقیوں کی اصطلاح میں شرطیہ منفصلہ ہے اور نحویوں کے محاورے میں ایسا جملہ خبریہ ہے جس کے مبتداء کے لیے حرف تردید کے واسطہ سے دو خبریں مذکور ہیں، مذکور جملہ کی ترکیب نحوی یوں کی جائے گی: "هَذَا الرَّجُلُ" مبتداء "إِمَّا" حرف تردید "مُؤْمِنٌ" معطوف علیہ "أَوْ" حرف عطف "كَافِرٌ" معطوف، معطوف علیہ سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۰۲۔

مل کر جملہ خبریہ اسمیہ ہوا۔

اب اگر کسی جملہ میں ایسی دو خبریں مذکور ہوں جو اپنے مبتداء پر نہ ایک ساتھ صادق آسکیں اور نہ اپنے مبتداء سے ایک ساتھ برطرف ہوسکیں تو اس جملہ کو منطقی اسلوب میں منفصلہ حقیقیہ کہا جائے گا، جیسے:"هَذَا الْفِعْلُ إِمَّا مَعْرُوْفٌ أَوْ مَجْهُوْلٌ"،منفصلہ حقیقیہ ہے، کیونکہ کسی فعل معین پر معروف اور مجہول دونوں ایک ساتھ صادق نہیں آسکتے اور یونہی کسی فعل معین سے دونوں ایک ساتھ برطرف بھی نہیں ہوسکتے۔ اور اگر کسی جملہ میں ایسی دو خبریں ہوں جو اپنے مبتداء پر ایک ساتھ صادق نہ آسکیں لیکن اپنے مبتداء سے ایک ساتھ برطرف ہوسکتی ہوں تو ایسے جملہ کو منفصلہ مانعۃ الجمع کہا جائے گا، جیسے:"هَذَا الْحَيَوَانُ إِمَّا إِنْسَانٌ أَوْ فَرَسٌ"،منفصلہ مانعۃ الجمع ہے، کیونکہ کسی حیوان معین پر انسان اور فرس دونوں ایک ساتھ صادق نہیں آسکتے، لیکن ایک ساتھ دونوں برطرف ہوسکتے ہیں، مثلا: کوئی حیوان معین جب حمار ہو اس سے انسان اور فرس دونوں ایک ساتھ برطرف رہیں گے اور جیسے:"یہ سنی یا تو حنفی ہے یا شافعی"، بھی منفصلہ مانعۃ الجمع ہے کیونکہ کسی معین سنی پر حنفی اور شافعی دونوں ایک ساتھ صادق نہیں آسکتے، لیکن معین سنی سے حنفی اور شافعی دونوں ایک ساتھ برطرف ہوسکتے ہیں، مثلاً جب کوئی معین سنی مالکی مذہب والا ہو تو اس سے حنفی اور شافعی دونوں کی نسبت برطرف رہے گی۔ اور جب کسی جملہ میں ایسی دو خبریں ہوں جو اپنے مبتداء سے ایک ساتھ برطرف نہ ہوسکیں، لیکن اپنے مبتداء پر ایک ساتھ صادق آسکیں تو ایسے جملہ کو منفصلہ مانعۃ الخلو کہیں گے، مثلاً:"یہ جسم یا تو حساس ہے یا جوہر"،مفصلہ مانعۃ الخلو ہے، کیونکہ کسی جسم معین سے حساس اور جوہر دونوں ایک ساتھ برطرف نہیں ہوسکتے، لیکن کسی جسم معین پر دونوں ایک ساتھ صادق آسکتے ہیں، مثلاً کوئی جسم معین جب حیوان ہو تو اس پر حساس اور جوہر دونوں ایک ساتھ صادق آئیں گے[1]۔

۵۔ قضیہ شرطیہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار کیا ہے؟

قضیہ شرطیہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار کیا ہے؟ اس میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے، متقدمین کہتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ کے طرفین اگر صادق ہوں تو وہ قضیہ صادقہ ہوگا اور اگر اس کے طرفین کاذب ہوں تو قضیہ کاذبہ ہوتا ہے، حکم واقع کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ لیکن متاخرین مناطقہ کہتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار یہ ہے کہ اگر اس میں اتصال یا انفصال کا حکم نفس الامر کے مطابق ہو تو وہ قضیہ صادق ہے اور اگر وہ نفس الامر کے مطابق نہ ہو تو وہ قضیہ کاذب ہے، خواہ اس کے جزئین (مقدم و تالی) کاذب ہوں یا صادق، اس سے کوئی بحث نہیں، یہ صدق و کذب کا معیار نہیں ہے، اصل تو حکم ہے، اگر اتصال یا انفصال کا حکم واقع کے مطابق ہو تو وہ قضیہ شرطیہ صادقہ ہے، ورنہ کاذبہ۔ اس کے طرفین جیسے بھی ہوں، اس سے کوئی غرض نہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم جب شرطیہ کے جزئین کو نفس الامر کی طرف منسوب کریں گے تو ہمیں چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں، کیونکہ مقدم و تالی دونوں صادق ہوں گے یا دونوں کاذب ہوں گے، یا مقدم صادق اور تالی کاذب ہوگی، یا اس کے عکس کہ مقدم کاذب اور تالی صادق ہوگی۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۰۸۔

۶۔ متصلہ لزومیہ موجبہ کے صدق کی چار صورتیں:

شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ صادقہ کے مرکب ہونے کی درج ذیل چار صورتیں ہیں:

(الف)۔ صادقین سے مرکب ہو، یعنی مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں، جیسے: "إِنْ كَانَ زَيْدٌإِنْسَاناً فَهُوَحَيَوَانٌ"، اس قضیہ کے دونوں جزء مقدم اور تالی صادق ہیں، کیونکہ زید جب انسان ہو گا تو وہ یقیناً حیوان بھی ہو گا۔

(ب)۔ کاذبین سے مرکب ہو، یعنی مقدم اور تالی دونوں کاذب ہوں، جیسے: "إِنْ كَانَ زَيْدٌحَجَراً فَهُوَجمَادٌ"، یہ قضیہ بھی صادقہ ہے، کیونکہ جب ہم نے نفس الامر میں زید کو پتھر مان لیا تو وہ جماد بھی ہو گا۔

(ج)۔ ایسے مقدم کو تالی سے مرکب ہو، جو صدق اور کذب کے اعتبار سے مجہول ہوں، جیسے: "إِنْ كَانَ زَيْدٌيَكْتُبُ فَهُوَيَتَحَرَّكُ يَدَه"، زید نفس الامر میں کاتب اور متحرک الید ہے یا نہیں، اس کے بارے میں کوئی علم نہیں، لیکن کتابت اور تحرک ید میں لزوم تو یقینی ہے۔

(د)۔ ایسے قضایا سے مرکب ہو، جس میں مقدم کاذب اور تالی صادق ہوں، جیسے: "إِنْ كَانَ زَيْدٌحِمَاراًكَانَ حَيَوَاناً"، اس قضیہ میں زید کا حمار ہونا کاذب ہے اور حیوان ہونا صادق ہے اور حیوانیت وحماریت میں لزوم ہے، اس چوتھی قسم کا عکس لغوی (الٹا ہونا) محال ہے، یعنی مقدم صادق اور تالی کاذب ہو، کیونکہ اس صورت میں صادق یعنی مقدم کاذب یعنی تالی کو مستلزم ہونا لازم آرہاہے جو کہ ممتنع اور محال ہے اس لیے کہ اگر یہ مان لیا جائے تو صادق کا کاذب ہونا اور کاذب کا صادق ہونا لازم آتا ہے، اب صادق کا کاذب ہونا اس طرح لازم آتا ہے کہ تالی مقدم کو لازم ہے اور مقدم ملزوم ہے اور اس صورت میں مقدم صادق اور تالی کاذب ہے جو کہ لازم ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ لازم کا کذب ملزوم کے کذب کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی تالی کا کذب مقدم کے کذب کو مستلزم ہو گا اور کاذب کا صادق ہونا اس طرح لازم آتا ہے کہ یہاں مقدم صادق ہے جو کہ ملزوم ہے اور تالی کاذب ہے جو کہ لازم ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ملزوم کا صدق لازم کے صدق کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا اس صورت میں تالی کا بھی صادق ہونا لازم آگیا جب کہ نفس الامر میں وہ کاذب ہے، خلاصہ یہ ہے کہ متصلہ لزومیہ موجبہ کی صرف چار صورتیں ہیں، یہ پانچویں صورت باطل اور ممنوع ہے، کیونکہ اس صورت میں صادق کا کاذب اور کاذب کا صادق ہونا لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے جو باطل کو مستلزم ہو وہ بی باطل ہوتا ہے، لہذا پانچویں صورت بھی باطل ہے [1]۔

۷۔ متصلہ لزومیہ موجبہ کے کذب کی چار صورتیں:

شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ کاذبہ کے مرکب ہونے کی چار صورتیں ہیں، اس لیے جب مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا حکم واقع اور نفس الامر کے مطابق نہ ہو تو وہ کاذبہ ہو گا، وہ چار صورتیں یہ ہیں:

(الف)۔ مقدم اور تالی دونوں کاذب ہوں، جیسے: "إِنْ كَانَ الْخَلَاءُمَوْجُوْداً كَانَ الْعَالَمُ قَدِيْماً"، اس میں مقدم بھی کاذب ہے، کیونکہ دنیا میں خلاء کہیں بھی موجود نہیں کم از کم ہوا تو ضرور ہو گی اور تالی بھی کاذب ہے اس لیے کہ عالم حادث ہے قدیم نہیں۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۰۸۔

(ب)۔ مقدم کاذب ہو اور تالی صادق ہو، جیسے: "إنْ كَانَ الْخَلَاءُ مَوْجُوْداً فَالْإِنْسَانُ نَاطِقٌ"، یہاں مقدم "الْخَلَاءُ مَوْجُوْدٌ" کاذب اور تالی "الإِنْسَانُ نَاطِقٌ" صادق ہے۔

(ج)۔ مقدم صادق اور تالی کاذب ہو، جیسے: "إنْ كَانَ الإنْسَانُ نَاطِقاً فَالْخَلَاءُ مَوْجُوْدٌ"، یہاں مقدم "الإنْسَانُ نَاطِقٌ" صاق ہے اور تالی "الْخَلَاءُ مَوْجُوْدٌ" کاذب ہے۔

(د)۔ مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں، جیسے: "إنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَزَيْدٌ إِنْسَانٌ"، یہ بھی لزومیہ کاذبہ ہے، کیونکہ اگر اسے صادق قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید کی انسانیت طلوع شمس پر موقوف ہے، حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہے[1]۔

۸۔ متصلہ اتفاقیہ کے صدق کی چار صورتیں:

متصلہ اتفاقیہ میں چونکہ مقدم و تالی کے درمیان لزوم کا علاقہ نہیں ہوتا، بلکہ محض نفس الامر میں ان کے تحقق کی وجہ سے اتصال کا حکم ہوتا ہے اسی اعتبار سے اس کی ترکیب کی بھی چار صورتیں ہیں، جن میں سے تین کاذب اور ایک صادق ہے:

(الف)۔ متصلہ اتفاقیہ موجبہ کے مقدم و تالی دونوں ہی صادق ہوں، اس صورت میں یہ صادق ہوگا، کاذب نہیں ہوگا، کیونکہ جب طرفین صادق ہوں تو ان میں سے ہر ایک بھی ضروری طور پر صدق میں دوسرے کے مواد ق ہوگا، جیسے: "إنْ كَانَ الإنْسَانُ نَاطِقاً فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ"، اس کے طرفین صادق ہیں، صرف اس صورت میں متصلہ اتفاقیہ صادق ہوگا، باقی تین صورتوں میں متصلہ اتفاقیہ کاذب ہوگا۔

(ب)۔ جب مقدم اور تالی دونوں کاذب ہوں۔

(ج)۔ مقدم صادق ہو اور تالی کاذب ہو، کیونکہ تالی کاذب نہ کسی کاذب کیساتھ متحقق ہو سکتی ہے اور نہ کسی مقدم کے صادق کیساتھ۔

(د)۔ مقدم کاذب ہو اور تالی صادق ہو، یہ بھی اتفاقیہ کاذبہ کی صورت ہے اس لیے کہ تالی صادق مقدم صادق کیساتھ متحقق ہوگی نہ کہ مقدم کاذب کیساتھ، کیونکہ متصلہ اتفاقیہ میں دونوں طرف کے صدق کا اعتبار ہوتا ہے، یہ آخری تینوں صورتیں متصلہ اتفاقیہ کاذبہ کی ہیں[2]۔

مذکورہ بالا صورتیں شرطیہ اتفاقیہ خاصہ کی ہیں، جس میں مقدم اور تالی دونوں میں نفس الامر کے اعتبار سے صدق کا اعتبار کیا گیا ہے، لیکن اتفاقیہ عامہ ہو جس میں صرف تالی کے صدق کا اعتبار ہوتا ہے مقدم کی تقدیر پر، خواہ مقدم کاذب ہو، یا صادق، تو اس تعریف کے اعتبار سے متصلہ اتفاقیہ دو صورتوں میں صادق اور دو ہی صورتوں میں کاذب ہوگا، صدق کی دو صورتیں یہ ہیں: ۱۔ مقدم و تالی دونوں صادق ہوں۔ ۲۔ مقدم کاذب اور تالی صادق ہو اور کذب کی دو صورتیں یہ ہیں: ۱۔ مقدم و تالی دونوں کاذب ہوں۔ ۲۔ مقدم صادق اور تالی کاذب ہو[3]۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۰۸۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۰۸۔

[3] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۰۸۔

یہاں یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ خواہ اتفاقیہ خاصہ ہو جس میں اس کے طرفین کے صدق کا اعتبار ہوتا ہے، یا اتفاقیہ عامہ جس میں صرف تالی کا صادق ہونا ضروری ہوتا ہے، اتفاقیہ کے صادق ہونے کے لیے اتنا ہی کافی نہیں، بلکہ ایک قید بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ان کے درمیان کوئی علاقہ نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر اتفاقیہ کے دونوں طرف یعنی مقدم اور تالی صادق ہوں اور ساتھ ساتھ ان کے درمیان ایک ایسا علاقہ ہو جو ان کے درمیان ملازمت کا تقاضا کرتا ہو تو پھر اتفاقیہ کاذبہ ہو گا، صادقہ نہ ہو گا، اگرچہ اس صورت میں اس کے طرفین صادق ہی ہوں تو معلوم ہوا کہ اتفاقیہ کے صادق ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے طرفین کے درمیان کوئی علاقہ لزوم نہ ہو[1]۔

۹۔ شرطیہ منفصلہ کی صدق و کذب کی صورتیں:

یہ بات بسط و تفصیل کیساتھ بیان ہو چکی ہے کہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں: ۱) حقیقیہ ۲) مانعۃ الجمع ۳) مانعۃ الخلو۔ اور یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ ان میں مقدم اور تالی مفہوم کے لحاظ سے جدا نہیں ہو سکتے، اس کے طرفین صادق ہوں گے، یا دونوں کاذب ہوں گے، یا ایک صادق ہو گا اور دوسرا کاذب ہو گا۔ اب منفصلہ موجبہ حقیقیہ ایک صورت میں صادق اور دو صورتوں میں کاذب ہو گا۔ وہ تین صورتیں یہ ہیں:

(الف)۔ ایک صادق اور ایک کاذب سے مرکب ہو تو اس وقت منفصلہ حقیقیہ موجبہ صادق ہو گا، کیونکہ حقیقیہ میں دونوں جزء بیک وقت نہ تو جمع ہو سکتے ہیں اور نہ اٹھ سکتے ہیں، بلکہ ایک صادق ہوتا ہے اور دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، لہذا منفصلہ حقیقیہ موجبہ جب ایک صادق اور ایک کاذب سے مرکب ہو تو یقیناً یہ صادق ہو گا، جیسے: "إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ هَذَاالْعَدَدُزَوْجاًأَوْ لَازَوْجاً"، (یہ عدد یا تو زوج ہے یا لَازَوْجٌ (فرد) ہے)، اس میں یہ ایک قضیہ صادق ہے: "یا تو وہ عدد زوج ہو گا یا فرد ہو گا"، ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک معین عدد زوج اور فرد دونوں نہ ہوں یا دونوں ہوں۔

(ب)۔ اگر حقیقیہ کے طرفین صادقین ہوں، یعنی مقدم اور تالی دونوں جمع ہو جائیں تو اس وقت منفصلہ حقیقیہ موجبہ کاذب ہو گا، جیسے: "إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ الْأَرْبَعَةُ زَوْجاًأَوْمُنْقَسِمةً بِمُتَسَاوِيَيْنِ"، (یہ عدد یا تو چار ہے یا دو میں برابر تقسیم ہونے والا ہے)، یہ کاذب ہے، کیونکہ یہ دونوں ایک ساتھ جمع ہو گئے، حالانکہ حقیقیہ میں دونوں جزء صادق نہیں ہو سکتے۔

(ج)۔ اگر حقیقیہ کے طرفین دونوں مرتفع ہو جائیں تو اس وقت بھی منفصلہ حقیقیہ موجبہ کاذب ہو گا، جیسے: "إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ الثَّلَاثَةُ زَوْجاً أَوْمُنْقَسِمَةً بِمُتَسَاوِيَيْنِ"، (یہ عدد تین یا تو جفت ہے یا برابر تقسیم ہونے والا ہے)، یہ دونوں قضیے چونکہ مرتفع ہو رہے ہیں، وہ نہ تو جفت ہے اور نہ برابر تقسیم ہوتا ہے اس لیے اس صورت میں بھی حقیقیہ موجبہ کاذب ہو گا[2]۔

۱۰۔ منفصلہ مانعۃ الجمع موجبہ کی صدق و کذب کی صورتیں:

منفصلہ مانعۃ الجمع موجبہ کی تین صورتیں ہیں، دو صورتوں میں صادق اور ایک میں کاذب ہے:

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۱۱۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۱۱۔

(الف)۔ اگر طرفین کاذب ہوں، یعنی مقدم اور تالی دونوں شئ واحد سے مرتفع ہوں، تو اس صورت میں قضیہ صادق ہو گا، جیسے: "زَيْدٌ إِمَّا شَجَرٌ أَوْ حَجَرٌ"۔ (زید یا تو درخت ہے یا پتھر)، اس مثال میں دونوں جزء کاذب ہیں، کیونکہ زید نہ تو درخت ہے اور نہ پتھر، لہذا مانعۃ الجمع صادق ہے، کیونکہ مانعۃ الجمع اس قضیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں مقدم اور تالی جمع نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، یعنی اس میں مقدم اور تالی جمع نہیں ہو سکتے، البتہ دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں، اسی طرح ان میں سے ایک کا صادق ہونا اور دوسرے کا مرتفع ہونا ضروری ہوتا ہے، اب جب دونوں جزء کاذب ہوں گے تو دونوں کا ارتفاع ہو جائے گا تو اس صورت میں مانعۃ الجمع صادق ہو گا۔

(ب)۔ طرفین میں سے ایک صادق اور ایک کاذب ہو، اس صورت میں بھی یہ قضیہ صادق ہو گا، جیسے: "زَيْدٌ إِمَّا إِنْسَانٌ أَوْ حَجَرٌ"۔ (زید یا تو انسان ہے یا پتھر)، اس میں ایک جزء "زید انسان ہے" صادق ہے اور دوسرا جزء "زید پتھر ہے" کاذب ہے، لہذا یہ مانعۃ الجمع بھی صادق ہے، کیونکہ اس میں ایک کا ارتفاع ہے اور مانعۃ الجمع میں ایک کا صادق ہونا اور دوسرے کا مرتفع ہونا ضروری ہوتا ہے تو جب دونوں جزءوں میں ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو تو اس صورت میں مانعۃ الجمع صادق ہو گا۔

(ج)۔ اگر مانعۃ الجمع موجبہ ایسے دو جزؤں سے مرکب ہو جو دونوں صادق ہوں تو اس وقت یہ کاذب ہو گا، اس لیے کہ مانعۃ الجمع موجبہ میں دونوں جزؤں کا اجتماع ممتنع ہے اور جب دونوں جزء صادق ہوں تو اس وقت دونوں کا اجتماع ہو جائے گا، جیسے: "إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ إِنْسَاناً أَوْ نَاطِقاً"، اس مثال میں دونوں جزء صادق ہیں، اس لیے یہ قضیہ مانعۃ الجمع موجبہ کاذب ہے، کیونکہ مانعۃ الجمع موجبہ میں دونوں جزء کا صدق اور اجتماع ممنوع ہے [1]۔

۱۱۔ مانعۃ الخلو موجبہ کی صدق و کذب کی صورتیں:

مانعۃ الخلو موجبہ دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے:

(الف)۔ اگر اس کے طرفین (مقدم و تالی) دونوں صادق ہوں، یعنی دونوں جمع ہو جائیں تو اس صورت میں مانعۃ الخلو موجبہ صادق ہوتا ہے، جیسے: "إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ لَا حَجَراً وَ لَا شَجَراً"، (زید یا لا شجر ہے یا لا حجر)، اس مثال میں دونوں جزء مرتفع نہیں ہیں، بلکہ جمع ہیں، کیونکہ زید لا شجر بھی ہے اور لا حجر بھی۔ لہذا یہ مانعۃ الخلو موجبہ بھی صادق ہے۔

(ب)۔ اگر طرفین میں سے ایک صادق اور ایک کاذب ہو تو اس صورت میں بھی مانعۃ الخلو موجبہ صادق ہو گا، جیسے: "إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ لَا حَجَراً وَ لَا إِنْسَاناً"، (زید یا تو لا حجر ہے یا لا انسان)، اس مثال میں ایک جزء "لا حجر" صادق ہے، کیونکہ زید پتھر نہیں بلکہ انسان ہے اور ایک جزء "لا انسان" کاذب ہے، اس لیے کہ زید انسان ہے، لہذا یہ مانعۃ الخلو موجبہ بھی صادق ہے۔

(ج)۔ اگر مانعۃ الخلو موجبہ کے طرفین دونوں کاذب ہوں، یعنی دونوں نہ ہو تو اس صورت میں یہ کاذب ہو گا، اس لیے کہ مانعۃ الخلو موجبہ میں دونوں جزؤں کا نہ ہونا درست نہیں، اس کی مثال یہ ہے: "إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ لَا إِنْسَاناً أَوْ لَا نَاطِقاً"، (زید یا لا انسان ہے یا لا ناطق

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۱۲۔

ہے)،اس مثال میں دونوں مرتفع ہیں،اس لیے کہ زید لا انسان بھی نہیں ہے اور لا ناطق بھی نہیں ہے،بلکہ وہ انسان اور ناطق ہے،لہٰذا یہ مانعۃ الخلو موجبہ کاذب ہے[۱]۔

۱۲۔ متصلات و منفصلات سالبہ کے صدق و کذب کی صورتیں:

متصلات و منفصلات سالبہ کے صدق و کذب کی صورتیں یہ ہیں کہ سوالب خواہ متصلہ ہوں یا منفصلہ،ان تمام صورتوں میں صادق ہوتے ہیں جن صورتوں میں موجبات کاذب ہوتے ہیں اور جن صورتوں میں موجبات صادق ہوتے ہیں ان میں سوالب کاذب ہوتے ہیں،اس کی دلیل یہ ہے کہ موجبہ کا کاکذب سالبہ کے صادق ہونے کا تقاضہ کرتا ہے اور موجبہ کا صدق سالبہ کے کاذب ہونے کا تقاضا کرتا ہے،مثلاً حقیقیہ موجبہ ایک صورت میں صادق اور دو صورتوں میں کاذب ہوتا ہے،لہٰذا سالبہ حقیقیہ ایک صورت میں کاذب اور دو صورتوں میں صادق ہوگا اور مانعۃ الجمع موجبہ دو صورتوں میں صاوق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے،لہٰذا سالبہ مانعۃ الجمع دو صورتوں میں کاذب اور ایک صورت میں صادق ہوگا اور مانعۃ الخلو موجبہ دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے، لہٰذا سالبہ مانعۃ الخلو دو صورتوں میں کاذب اور ایک صورت میں صادق ہوگا[۲]۔

۱۳۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: منفصلہ حقیقیہ میں مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو دونوں ہوتے ہیں[۳]۔

قاعدہ نمبر ۲: منفصلہ حقیقیہ وہاں ہوگا جہاں مقدم اور تالی آپس میں ضدین ہوں، جیسے: ”انسان اور لا انسان“[۴]۔

قاعدہ نمبر ۳: قضیہ منفصلہ کی ترکیب کتنے اجزاء سے ہوتی ہے؟ اس میں مناطقہ کا اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک منفصلہ حقیقیہ کے صرف دو اجزاء ہوتے ہیں، اس سے زائد نہیں ہوسکتے، البتہ مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کی دو سے زائد اجزاء سے بھی ترکیب ہوسکتی ہے، تاہم مناطقہ کی ایک جماعت کا نقطہ نظریہ ہے کہ منفصلہ خواہ حقیقیہ ہو یا مانعۃ الجمع ہو یا مانعۃ الخلو ہو، ان میں سے کسی ایک کی ترکیب دو سے زائد اجزاء سے نہیں ہوسکتی ہے اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ منفصلہ خواہ حقیقیہ ہو یا مانعۃ الجمع ہو یا مانعۃ الخلو ہو، ہر ایک کی ترکیب دو سے زائد اجزاء سے ہوسکتی ہے، صاحب سلم نے دوسری مذہب کو راجح قرار دیا ہے[۵]۔

قاعدہ نمبر ۴: منفصلہ حقیقیہ کی ترکیب ایک قضیہ اور اس کے نقیض یا مساوی نقیض سے ہوتی ہے، یعنی ایک طرف ایک قضیہ ہو اور دوسری طرف اس قضیہ کی نقیض ہو، جیسے: ”هَذَا الْعَدَدُ إِمَّا زَوْجٌ وَإِمَّا لَيْسَ بِزَوجٍ“۔ اور یا نقیض کے مساوی کوئی دوسرا قضیہ ہو، جیسے: ”كُلُّ عَدَدٍ إِمَّا زَوْجٌ وَإِمَّا فَرَدٌ“۔ وغیرہ[۶]۔

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۱۲۔

[۲] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۱۳۔

[۳] علم المنطق:۸۸۔

[۴] علم المنطق:۸۸۔

[۵] سلم العلوم:۱۷۳۔

[۶] سلم العلوم:۱۷۴۔

قاعدہ نمبر ۵: مانعۃ الجمع کی ترکیب ایک قضیہ سے اور اس قضیہ کے نقیض سے جو قضیہ خاص ہو اس قسم کے دو قضیوں سے ہوتی ہے، یعنی جزء اول ایک قضیہ ہو اور دوسرا جزء اس قضیہ کی نقیض سے خاص کوئی دوسرا قضیہ ہو، جیسے: ”هَذَا الشَّيْءُ إِمَّا شَجَرٌ وَإِمَّا حَجَرٌ“۔ اس میں ”حجر“ جزء اول یعنی ”شجر“ کی نقیض ”لا شجر“ سے خاص ہے کیونکہ ”لا شجر“ حجر کے علاوہ پر بھی صادق آتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۶: مانعۃ الخلو کی ترکیب ایک قضیہ اور اس کے نقیض سے جو قضیہ عام ہو اس قسم کے دو قضیوں سے ہوتی ہے یعنی جزء اول ایک قضیہ ہو اور دوسرا جزء اس قضیہ کی نقیض سے عام کوئی دوسرا قضیہ ہو۔

قاعدہ نمبر ۷: اگر مانعۃ الجمع موجبہ کی عربی مثال میں ”لَيْسَ“ اور اردو مثال میں ”ایسا نہیں“ داخل کریں تو مانعۃ الخلو سالبہ بن جائے گا، جیسے: ”هَذَا الْجِسْمُ إِمَّا إِنْسَانٌ أَوْ فَرَسٌ“۔ مانعۃ الجمع موجبہ ہے، جب اس قضیہ پر ”لَيْسَ“ داخل کر کے یوں کہیں ”لَيْسَ هَذَا الْجِسْمُ إِمَّا إِنْسَاناً أَوْ فَرَساً“ تو یہ قضیہ مانعۃ الخلو سالبہ بن جائے گا۔ اور اگر مانعۃ الخلو موجبہ کی عربی مثال میں ”لَيْسَ“ اور اردو مثال میں ”ایسا نہیں“ داخل کریں تو وہ مانعۃ الجمع سالبہ بن جائے گا، جیسے ”هَذَا الْجِسْمُ إِمَّا نَاطِقٌ أَوْ جَوْهَرٌ“، قضیہ مانعۃ الخلو موجبہ ہے، اگر اس پر ”لَيْسَ“ داخل کر کے یوں کہیں ”لَيْسَ هَذَا الْجِسْمُ إِمَّا نَاطِقاً أَوْ جَوْهَراً“ تو قضیہ مانعۃ الجمع سالبہ بن جائے گا۔

۱۴۔ تمرین:

(الف)۔ حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کی تعریف کریں۔

(ب)۔ مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کا معنی ثانی بیان کریں، نیز حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو میں نسبت بیان کریں۔

(ج)۔ قضیہ شرطیہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار کیا ہے؟

(د)۔ متصلہ لزومیہ موجبہ کے صدق اور کذب کی چار چار صورتیں بیان کریں۔

(ھ)۔ متصلہ اتفاقیہ کی صدق کی چار صورتیں بیان کریں، نیز منفصلہ کی صدق اور کذب کی صورتیں بیان کریں۔

(و)۔ مانعۃ الجمع موجبہ کی صدق و کذب کی صورتیں بیان کریں۔

(ز)۔ مانعۃ الخلو موجبہ کی صدق و کذب کی صورتیں بیان کریں، نیز متصلات و منفصلات سالبہ کی صدق و کذب کی صورتیں بیان کریں۔

(خ)۔ درج ذیل امثلہ میں قضیہ منفصلہ کے اقسام کی تعیین کیجئے۔ نیز منطقی ترکیب کریں۔

الْعَدَدُ الصَّحِيْحُ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ زَوْجاً أَوْ فَرداً. الْإِنْسَانُ إِمَّا سَعِيْدٌ أَوْ شَقِيٌّ. لَيْسَ هَذَا إِنْ كَانَ اللَّيْلُ مَوْجُوْداً فَالشَّمْسُ طَالِعَةً. إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْجِسْمُ فِي الْمَاءِ أَوْ لَا يَغْرِقُ زَيْدٌ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ إِمَاماً أَوْ عَاصِياً لله. كُلُّ شَيْءٍ لَا يَخْلُوْ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ عِلَّةً أَوْ مَعْلُوْلاً. لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْحَيَوَانُ نَاطِقاً وَإِمَّا أَنْ يَكُوْنَ قَابِلًا لِلتَّعْلِيْم. لَيْسَ إِمَّا أَنْ يَكُوْن الْجِسْمُ غَيْرَ أَبْيَض أَوْ غَيْرَ أَسْوَد. لَيْسَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْجِسْمُ أَبْيَضاً وَإِمَّا أَنْ يَكُوْنَ أَسْوَداً. الْجِسْمُ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ غَيْرَ أَبْيَض أَوْ غَيْرَ

أَسْوَدَ. إمَّا أنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ نَائمًا أَوْ مُسْتَيْقِظًا لَيْسَ إذَا كَانَ الْإِنْسَانُ فَاسِقًا كَانَ مَحْبُوْبًا إلَى الله. قَدْ يَكُوْنُ إمَّا أنْ يَكُوْنَ الْإنْسَان مُسْتَلْقِيًا أَوْ جالِسًا. إمَّا أنْ يَكُوْنَ الجَالِسُ فِي الدَّارِ مُحَمَّدًا أوْ عَلِيًّا. لَيْسَ الْبَتَّةَ إمَّا أنْ يَكُوْنَ الجِسْمُ عَلَى الْيَبْسِ أوْ يَغْرِقَ. لَيْسَ إمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْإنْسَانُ مُسْتَلْقِيًّا أَوْ قَاعِدًا. الإنْسَانُ إمَّا كَافِرٌ أوْ مُسْلِمٌ. المُصَابُّ بِالْقَتْلِ إمَّا أنْ يَقْتَصَّ أَوْ يَعْفُوَ أَوْيَأْخُذَ الدِيَّةَ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞... زَيْدٌ إمَّا عَالِمٌ أوْجَاهِلٌ:

قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ موجبہ۔ "زَيْدٌ"موضوع..."إمَّا"ادات انفصال ..."عَالِمٌ"محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ذوہو، حمل ترکیبی... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ بتیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم..."جَاهِلٌ" تالی... مقدم با تالی قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ موجبہ۔

۞... ذَلِكَ الْحَيَوَانُ إمَّا فَرَسٌ وَإمَّاحِمَارٌ:

قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الجمع موجبہ۔"ذَلِكَ الْحَيَوانُ"مرکب تقییدی موضوع..."إمَّا"ادات انفصال ..."فَرَسٌ"محمول الخ۔۔۔موضوع با محمول قضیہ حملیہ الخ۔۔۔ہو کر مقدم..."وَ"ادات غیر زمانیہ..."إمَّا"ادات انفصال ..."حِمَارٌ"تالی...مقدم با تالی قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الجمع موجبہ۔

۞... طَعَامُ الضُّيُوْفِ حُلُّوٌ أوْصَالِحٌ:

قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو موجبہ۔"طَعَامُ الضُّيُوْفِ"مرکب غیر تقییدی موضوع..."حُلُّوا"محمول الخ۔۔۔موضوع با محمول قضیہ حملیہ الخ۔۔۔مقدم..."أوْ" ادات انفصال..."صَالِحٌ" تالی...مقدم با تالی قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو موجبہ۔

فصل چہارم: انفصال کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے شرطیہ منفصلہ کی تقسیم

۱۔ شرطیہ منفصلہ کی دوسری تقسیم:

انفصال کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں:

(الف)۔عنادیہ (ب)۔اتفاقیہ (ج)۔مطلقہ

(الف)۔عنادیہ کی تعریف:

وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان منافات وعدم لذاتہ ہو، منافات لذاتہ کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی دونوں کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، جیسے: "هَذَا الرَّجُلُ إِمَّا مُؤْمِنٌ إِمَّا غَيْرُ مُؤْمِنٍ"، یہاں مقدم اور تالی میں منافات لذاتہ ہے کہ مقدم اور تالی دونوں جمع نہیں ہوسکتے، یہ موجبہ کی مثال ہے اور عدم منافات لذاتہ کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی دونوں جمع ہوسکتے ہیں، جیسے: "لَيْسَ إِمَّا إِنْ يَكُوْنَ هَذَا الْحَيَوَانُ نَاطِقاً أَوْ إِنْسَاناً"، (ایسا نہیں کہ یہ حیوان یا ناطق ہے یا انسان ہے)، یہاں مقدم اور تالی دونوں جمع ہوسکتے ہیں کہ ناطق بھی ہو اور انسان بھی ہو۔ یہ سالبہ عنادیہ کی مثال ہے[۱]۔

(ب)۔اتفاقیہ کی تعریف:

وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان منافات وعدم اتفاقی ہو، یعنی واقع میں ان کے درمیان منافات محض اتفاقی ہے، ذاتی نہیں ہوتی، ان میں سے ایک کا مفہوم دوسرے کے مفہوم کے منافی ہونے کا تقاضہ نہیں کرتا، جیسے: "هَذَا الْإِنْسَانُ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْأَسْوَدُ أَوِ الْكَاتِبُ"، یہ حقیقیہ اتفاقیہ ہے، کیونکہ اسوا اور کاتب کے مفہوم میں ذاتی طور پر کوئی منافات نہیں، دونوں کا اجتماع ہوسکتا ہے، لیکن ہم نے ان میں منافات فرض کیا ہے تو اس لیے ان میں اب اتفاقی منافات ہے، چنانچہ یہ دونوں صادق نہیں ہوسکتے، یہ اتفاقیہ موجبہ کی مثال ہے اور عدم منافات اتفاقی کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی میں منافات لازمی نہیں، یہ اتفاقیہ سالبہ ہے، جیسے: "لَيْسَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَا الرَّجُلُ عَالِمٌ أَوْ تَاجِرٌ"۔ یہاں مقدم اور تالی میں سلب منافات لازمی نہیں، بلکہ اتفاقی ہے، کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص عالم بھی ہو اور تاجر بھی۔

(ج)۔مطلقہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان عناد اور اتفاق سے قطع نظر کرتے ہوئے حکم انفصالی یا سلبِ انفصالی لگایا گیا ہو، یعنی اس میں عناد اور اتفاق دونوں کی قید ملحوظ نہیں۔ اس کی مثالیں بھی وہی ہیں جو اوپر گذر چکی ہیں، البتہ فرق اتنا ہے کہ اس میں آپ عناد اور اتفاق کا لحاظ نہ کریں[۲]۔

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۰۵۔

[۲] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۰۵۔

۲۔ حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کی اقسام:

منفصلہ حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں، تو تین کو تین میں ضرب دیں گے تو کل نو قسمیں ہو جائیں گے تو معلوم ہوا کہ منفصلہ کی نو قسمیں ہیں:

۱۔ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ، جیسے: ”إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ هَذَا الرَّجُلُ عَالِمٌ أَوْجَاهِلٌ“. ۲۔ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ، جیسے: ”هَذَا الْإِنْسَانُ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْأَسْوَدُ أَوِالْكَاتِبُ“. ۳۔ منفصلہ حقیقیہ مطلقہ، جیسے: ”هَذَاالرَّجُلُ إِمَّامُوَحِّدٌوإِمَّا مُشْرِكٌ“۔ ۴۔ منفصلہ مانعۃ الجمع عنادیہ، جیسے: ”إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَا الشَّيْءُ حَجَرٌ أَوْشَجَرٌ“. ۵۔ منفصلہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ، جیسے: ”إِمَّا أَنْ يَكُوْن هَذَا الْإِنْسَانُ أَسْوَدَ أَوْكَاتِباً“. ۶۔ منفصلہ مانعۃ الجمع مطلقہ، جیسے: ”إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَا الْإِنْسَانُ أَسْوَدُ أَوْكَاتِباً“. ۷۔ منفصلہ مانعۃ الخلو عنادیہ، جیسے: ”إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ فِى الْبَحْرِ أَوْأَنْ لَايَغْرِقَ“. ۸۔ منفصلہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ، جیسے: ”إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَا الْإِنْسَانُ أَسْوَدَ أَوْلَا كَاتِباً“۔ ۹۔ منفصلہ مانعۃ الخلو مطلقہ، جیسے: ”إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَا الْإِنْسَانُ أُسوَدَا أَوْلَا كَاتِباً“[1]۔

۳۔ ایک عام فہم مثال سے وضاحت:

مذکورہ اقسام کی وضاحت ایک عام فہم مثال سے سمجھیں: مثلاً فرض کریں کہ ایک شخص مدرسہ میں بیک وقت طالب علم اور تاجر ہے، اگر تم اس مفروض انسان کے بارے میں یوں کہو کہ: ”هَذَاالْإِنْسَانُ إِمَّاطَالِبُ عِلْمٍ وَإِمَّالَاتَاجِرٌ“ (یہ انسان یا تو طالب علم ہے یا تاجر نہیں) تو یہ قضیہ حقیقیہ اتفاقیہ موجبہ ہے، کیونکہ اس مفروض انسان پر ”طالب علم“ اور ”لا تاجر“ ایک ساتھ صادق نہیں آسکتا اور یونہی اس مفروض انسان سے ”طالب علم“ اور لا تاجر“ ایک ساتھ برطرف بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس مفروض انسان کے بارے میں یوں کہو کہ ”هَذَاالْإِنْسَانُ إِمَّالَاطَالِبُ عِلْمٍ أَوْ لَاتَاجِرٌ“ (یہ انسان یا تو طالب علم نہیں یا تاجر نہیں) تو یہ قضیہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ موجبہ ہو گا، اس لیے کہ اس مفروض انسان پر ”لا طالب علم“ اور ”لا تاجر“ ایک ساتھ صادق نہیں آسکتا، لیکن اس سے ”لا طالب علم“ اور ”لا تاجر“ ایک ساتھ برطرف ہو سکتا ہے۔

اگر تم اگر مفروض انسان کے بارے میں یوں کہو کہ ”هَذَا الْإِنْسَانُ إِمَّاطَالِبُ عِلْمٍ وَإِمَّاتَاجِرٌ“ (یہ انسان یا تو طالب علم ہے یا تاجر) تو یہ قضیہ مانعۃ الخلو موجبہ اتفاقیہ ہو گا، اس لیے کہ اس مفروض انسان سے ”طالب علم“ اور ”تاجر“ ایک ساتھ برطرف نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس سے خلاف مفروض لازم آئے گا، لیکن دونوں ایک ساتھ صادق آسکتا ہے، کیونکہ اس انسان کو ہم ”طالب علم“ اور ”تاجر“ فرض کر چکے ہو۔

اور اگر ہم کسی انسان کے بارے میں یوں کہو کہ ”لَيْسَ هَذَاالْإِنْسَانُ إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ طَالِبُ عِلْمٍ أَوْتَاجِراً“

---

[1] ان اقسام کی تعریفیں ما قبل ضمناً بیان ہو چکی ہیں۔

تو یہ قضیہ حقیقیہ سالبہ اتفاقیہ ہو گا،اس لیے کہ کسی معین انسان پر''طالب علم''اور''تاجر''دونوں ایک ساتھ صادق آسکتا ہے جیسا کہ اوپر اس مفروض انسان کے حق میں دونوں ایک ساتھ صادق آرہا ہے اور یونہی کسی معین انسان سے''طالب علم''اور ''تاجر''دونوں ایک ساتھ برطرف ہو سکتا ہے،مثلاً ایک انسان ایسا فرض کرلو جو''طالب علم''اور''تاجر''نہ ہو اتو اس سے''طالب علم''اور''تاجر''دونوں کا مفہوم ایک ساتھ برطرف رہے گا۔اور اگر اس میں مقدم اور تالی دونوں کا لحاظ نہ رکھیں تو یہ منفصلہ مطلقہ بن جائے گا اور پھر اگر مانعۃ الجمع اتفاقیہ موجبہ کی مذکوربالامثال پر''لَیْسَ''داخل کردو تو وہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ سالبہ بن جائے گا اور یونہی اگر مانعۃ الخلو اتفاقیہ موجبہ کی دی ہوئی مثال پر''لیس''بڑھادیا جائے تو وہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ سالبہ بن جائے گا۔اور اگر یہاں بھی صدقاً کذباً منافات دونوں کا لحاظ نہ رکھیں تو مانعۃ الجمع مطلقہ اور مانعۃ الخلو مطلقہ بن جائے گا۔

۴۔قضیہ شرطیہ کی کل اقسام:

قضیہ شرطیہ کی کل بارہ قسمیں ہیں،جن میں تین قسمیں شرطیہ متصلہ کی اور نو قسمیں شرطیہ منفصلہ کی ہیں اور پھر ان میں سے ایجاب وسلب کے اعتبار سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں،تو یہ کل چوبیس قسمیں ہوئیں:

۱)۔متصلہ لزومیہ موجبہ ۲)۔متصلہ لزومیہ سالبہ ۳)متصلہ اتفاقیہ موجبہ ۴)۔متصلہ اتفاقیہ سالبہ ۵)۔متصلہ مطلقہ موجبہ ۶)۔متصلہ مطلقہ سالبہ ۷)۔منفصلہ حقیقیہ عنادیہ موجبہ ۸)۔منفصلہ حقیقیہ عنادیہ سالبہ ۹)۔منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ موجبہ ۱۰)۔منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ سالبہ ۱۱)۔منفصلہ حقیقیہ مطلقہ موجبہ ۱۲)۔منفصلہ حقیقیہ مطلقہ سالبہ ۱۳)۔مانعۃ الجمع عنادیہ موجبہ ۱۴)۔مانعۃ الجمع عنادیہ سالبہ ۱۵)۔مانعۃ الجمع اتفاقیہ موجبہ ۱۶)۔مانعۃ الجمع اتفاقیہ سالبہ ۱۷)۔مانعۃ الجمع مطلقہ موجبہ ۱۸)۔مانعۃ الجمع مطلقہ سالبہ ۱۹)۔مانعۃ الخلو عنادیہ موجبہ ۲۰)۔مانعۃ الخلو عنادیہ سالبہ ۲۱)۔مانعۃ الخلو اتفاقیہ موجبہ ۲۲)۔مانعۃ الخلو اتفاقیہ سالبہ ۲۳)۔مانعۃ الخلو مطلقہ موجبہ ۲۴)۔مانعۃ الخلو مطلقہ سالبہ۔

مذکورہ اقسام کی تعریفیں اور مثالیں ماقبل تفصیل وبسط کیساتھ بیان ہو چکی ہیں۔

۵۔قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: تنافی بین المقدم والتالی لذاتہ ہو تو منفصلہ عنادیہ ہو گا اور اگر نہ ہو تو منفصلہ اتفاقیہ ہو گا۔

قاعدہ نمبر ۲:وہ شرطیہ منفصلہ جس کے مقدم اور تالی کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو وہ عنادیہ کہلاتا ہے،جیسے:''هَذَا الرَّجُلُ إِمَّا مُؤْمِنٌ وَإِمَّا كَافِرٌ''۔یہاں مقدم''مومن''اور تالی''کافر''کے درمیان تباین کی نسبت ہے[1]۔

قاعدہ نمبر ۳:وہ شرطیہ منفصلہ ہے،جس کے مقدم اور تالی میں اتفاقاً انفصال ہو تو وہ اتفاقیہ کہلاتا ہے،جیسے کوئی کہے:''طَعَامُنَا كُلَّ يَوْمٍ إِمَّا الْخُبْزُ أَوْ الْأَرُزُّ''(ہمارا روز کا کھانا روٹی ہے یا چاول ہے)روٹی اور چاول دونوں بیک وقت جمع ہو سکتے ہیں،مگر اتفاقی بات

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۰۵۔

ہے کہ ایک چیز ہے دوسری نہیں۔

قاعدہ نمبر۴: قضایا شرطیہ کے سالبہ ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ حرف سلب حرف شرط پر مقدم ہو تب ہی وہ سالب کا فائدہ دے گا اور اگر حرف سلب حرف شرط سے مؤخر ہو گیا اور تالی کیساتھ مل گیا ہو تو یہ سلب کا فائدہ نہیں دے گا، بلکہ قضیہ موجبہ شمار ہو گا، چنانچہ "لَيْسَ إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةَ فَالْلَيْلُ موجود" یہ سالبہ ہے اور "إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَلَيْسَ اللَّيْلُ مَوْجُوداً" قضیہ موجبہ ہے۔

٦۔ تمرین:

(الف)۔ عنادیہ، اتفاقیہ اور مطلقہ کی تعریف کریں۔

(ب)۔ حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کی اقسام بیان کریں۔

(ج)۔ قضیہ شرطیہ کی کل کتنی قسمیں ہیں؟

(د)۔ درج ذیل امثلہ میں قضیہ منفصلہ کے اقسام کی تعیین کیجئے۔ نیز منطقی ترکیب کریں۔

كُلُّ مَوْجُوْدٍ إِمَّاخَالِقٌ أَوْمَخْلُوْقٌ. أَنْتُمْ إِمَّا أَنْ تَخْلُوَا لَنَا أَرْضَكُمْ وَإِمَّا أَنْ نَسِيْرَ إِلَيْكُمْ. اخْتَرْ مِنِّى إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ تَسْلِمَ فَيَكُوْنَ لَكَ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ وَإِمَّا تُؤَدِّى الْخِرَاجَ وإِمَّا أَنْ تَلْحِقَ بِالرُّوْمِ. زَيْدٌ إِمَّا سَارِقٌ أَوْ لُصٌّ. إِمَّا أَنْ تَزِيْدَ فِى السَّعْرِ وَإِمَّا أَنْ تَرْفَعَ مِنْ سُوْقِنَا. فَمَنْ مَاتَ مِنْهُ فَدِيْتهُ إِمَّا قَالَ فِىْ بَيْتِ الْمَالِ وَإِمَّا قَالَ عَلَى عَاقَلِةِ الْإِمَامِ. خَالِدٌ إِمَّا طَالِبُ الْعِلْمِ أَوْ مُسْلِمٌ. اكْتُبْوا هَذَا الْعِلْمَ فَإِنَّكُمْ تَنْتَفِعُوْنَ بِهِ إِمَّا فِىْ دُنْيَاكُمْ وَإِمَّا فِىْ آخِرَتِكُمْ. وَلَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمُوْتَ إِمَّا مُحْسِنٌ فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ خَيْراً وَإِمَّا مُسِيْءٌ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ. زَيْدٌ إِمَّا كَاتِبٌ أَوْ شَاعِرٌ. أَنْتُمْ إِمَّا عُلَمَاءُ أَوْ جُهلَاء. إِمَّا أَنْ يَكُوْن زَيْدٌ نَائِمًا أَوْ مُسْتَيْقِظًا. لَيْسَ إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ فَاسِقًا كَانَ مَحْبُوْبًا إِلَى اللهِ. قَدْ يَكُوْنَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْإِنْسَانُ مُسْتَلْقِيًا أَوْ جَالِسًا. إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْجَالِسُ فِى الدَّارِ محمّدًا أَوْ علياً. لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْجِسْمُ عَلَى الْيَبْسِ أَوْ يَغْرِقُ. لَيْسَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الإِنْسَانُ مُسْتَلْقِياً أَوْ قَاعِدً. الإِنْسَانُ إِمَّا كَافِرٌ أَوْ مُسْلِمٌ. المصَابُ بِالْقَتْلِ إمّا أَنْ يَقْتَصَّ أَوْ يَعْفُوَ أَوْيَأْخُذَ الدِّيَّةَ. حَقُّ المدَعِيِّ عَلَيْهِ إِمَّا مَنْعٌ أَوْ نَقْضٌ أَوْ مُعَارِضَةٌ. دائماً الْخَصْمُ إِمَّا مُدَّعِيٌّ أَوْ مُدَّعَى عَلَيْهِ. لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْكَافِرُ شَكُوْراً أَوْ مُطِيْعًا لله.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞... كُلُّ مَوْجُوْدٍ إِمَّاخَالِقٌ أَوْمَخْلُوْقٌ:

قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ موجبہ۔

”کُلٌّ“سور موجبہ کلیہ… ”مَوْجُوْدٍ“موضوع… ”إِمَّا“ادات انفصال… ”خَالِقٌ“محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی… موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ خارجیہ بتیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم… ”أَوْ“ادات انفصال… ”مَخْلُوْقٌ“تالی… مقدم با تالی قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ موجبہ۔

۞… خَالِدٌ إِمَّا طَالِبُ الْعِلْمِ أَوْ مُسْلِمٌ:

قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ وفاقیہ موجبہ۔

”خَالِدٌ“موضوع… ”إِمَّا“ادات انفصال… ”طَالِبُ الْعِلْمِ“مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی… موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ بتیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم… ”أَوْ“ ادات انفصال… ”مُسْلِمٌ“ تالی… مقدم با تالی قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ موجبہ۔

فصل پنجم: قضیہ شرطیہ کی باعتبار احوالِ مقدم کی اقسام

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ شرطیہ کی باعتبار مقدم کی تقسیم سے پہلے یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ جس طرح قضیہ حملیہ شخصیہ، محصورہ اور مہملہ طرف منقسم ہوتا ہے اسی طرح شرطیہ بھی ان اقسام کی طرف منقسم ہوتا ہے اور جس طرح قضیہ حملیہ کا کلیہ ہونا موضوع اور محمول کے کلی ہونے کے اعتبار سے نہیں ہوتا، بلکہ حکم کے کلی ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے اسی طرح شرطیہ کے کلیہ اور جزئیہ ہونے کا دارو مدار حکم کے کلی اور جزئی ہونے پر ہے، شرطیہ کے کلیہ ہونے کا دارو مدار شرطیہ کے مقدم اور تالی کے کلیہ ہونے پر نہیں ہے، بلکہ یہاں بھی حکم کے کلی ہونے پر دارو مدار ہے، اگر اتصال یا انفصال کا حکم کلی ہو تو شرطیہ کلیہ ہو گا اور اگر حکم اتصال یا انفصال جزئی ہو تو شرطیہ جزئیہ ہو گا، جیسے: "كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ يَكْتُبُ فَهُوَ يُحَرِّكُ يَدَه"، (جب تک زید لکھتا رہے گا تو وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتا رہے گا)، یہ قضیہ شرطیہ کلیہ ہے، حالانکہ اس کے مقدم اور تالی شخصیہ ہیں، لیکن چونکہ اس میں اتصال کا حکم ایک حکمِ کلی ہے کہ جب بھی زید وصفِ کتابت کیساتھ متصف ہو گا تو وہ متحرک الید بھی ہو گا، لہٰذا یہ قضیہ شرطیہ کلیہ ہے۔

۲۔ قضیہ شرطیہ کی احوال وازمان کے اعتبار سے تقسیم:

قضیہ شرطیہ کی احوال وازمان کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

(الف)۔ شخصیہ (مخصوصہ) (ب)۔ محصورہ (مسورہ) (ج)۔ مہملہ

(الف)۔ شرطیہ شخصیہ (مخصوصہ) کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں اتصال یا انفصال کا حکم کسی خاص زمانے میں کسی خاص ہیئت پر کسی خاص شخص کے حال پر ہو، جیسے: "إِنْ جِئْتَنِيْ الْيَوْمَ فَأَكْرَمْتُكَ"، (اگر تو آج میرے پاس آئے گا تو تیرا اکرام کروں گا)، اس میں اکرام متکلم کا اتصال مخاطب کیساتھ خاص زمانے میں اور حالِ مشخص پر ہو رہا ہے اور وہ آج کا دن ہے، جس کا مقدم کیساتھ جمع ہونا ممکن ہے، یہ مثال تو حکم اتصالی کی ہے، اب حکمِ انفصالی کی مثال سمجھیں، جیسے: "إِمَّا أَنْ تَطَّلِعَ الْيَوْمَ الشَّمْسُ وَإِمَّا أَنْ لَا تَكُوْنَ مُضِيَّةٌ"، (یا تو سورج نکلے گا یا روشن نہ ہو گا)، اس مثال میں حکم انفصالی ہے، یعنی سورج کا نکلنا اور روشن نہ ہونا، ایک معین زمانہ یعنی "الْيَوْمَ" پر ہے اور اس کا مقدم کیساتھ جمع ہونا ممکن ہے، لہٰذا یہ قضیہ شرطیہ شخصیہ ہے[1]۔

(ب)۔ شرطیہ محصورہ (مسورہ) کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں حکم مقدم کے تمام احوال وازمان پر، یا بعض احوال وازمان پر ہو، اگر تمام اوضاع وازمان پر ہو تو اس کا نام محصورہ کلیہ ہے، جیسے: "كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدٌ"، یہاں دن موجود ہونے کا حکم

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۱۴۔

کسی خاص وضع اور زمانہ پر نہیں، بلکہ مقدم کے تمام ازمان واحوال پر ہے جس پر لفظ "كُلَّمَا" دال ہے، یعنی جس زمانے میں اور جس احوال واوضاع میں سورج نکلے گا تو دن ضرور موجود ہوگا اور اگر حکم مقدم کے بعض احوال وازمان پر ہو تو اس کو محصورہ جزئیہ کہتے ہیں، جیسے: "قَدْ يَكُوْنُ إِذَاكَانَ الشَّيْءُ حَيَوَاناً كَانَ إِنْسَاناً"، (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی چیز حیوان ہو تو انسان ہو)، یہاں "شئ ء" پر انسان ہونے کا حکم مقدم کے تمام احوال وازمان پر نہیں ہے، اس لیے کہ تمام احوال وازمان میں شئ انسان نہیں ہوتی، بلکہ بعض تقادیر پر ہے، جس پر موجبہ جزئیہ کا سور لفظ "قَدْ" دلالت کر رہا ہے، یعنی وہ بعض حالتیں اور بعض زمانے جو مقدم کیساتھ جمع ہو سکتے ہیں جب کبھی ان میں شئ حیوان ہوگی تو انسان ہوگی۔

(ج)۔ شرطیہ مہملہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ ہے جس مین حکم مقدم پر مطلق اوضاع وازمان کے لحاظ سے ہو، یعنی جس میں احوال وازمان کو ذکر نہ کیا جائے، نہ تمام کو اور نہ ہی بعض کو، جیسے: "إِنْ كَانَ زَيْدٌإِنْسَاناًكَانَ حَيَوَاناً"، (جب کوئی شئ ء انسان ہوگی تو حیوان بھی ہوگی)۔ اس مثال میں احوال اورازمان کا بالکل ہی ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ حیوان ہونے کا حکم تمام احوال وازمان میں ہے یا بعض احوال وازمان میں، یہ قضیہ شرطیہ مہملہ ہے[1]۔

۳۔ اوضاع اور تقادیر کا مفہوم:

اوضاع اور تقادیر مقدم سے مقدم کے وہ حالات واوقات مراد ہیں جو مقدم کو تمام ممکن الاجتماع امور کی موجودگی میں حاصل ہوتے ہیں، مثلا: طلوع آفتاب کے وقت زید کا لکھنا، عمر کا سونا، حسان کا پڑھنا اوراس طرح ہر ممکن الوقوع واقعہ کا ہونا طلوع آفتاب کے تقادیر اوراوضاع ہیں، یعنی اوضاع سے مرادوہ امور ہیں جن کا مقدم کیساتھ اجتماع ممکن ہو ان کی طرف مقدم کی نسبت کرنے سے جو احوال مقدم کو حاصل ہوں، مثلاً جب یوں کہاجائے کہ زید انسان ہے تو حیوان بھی ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید کی انسانیت کے لیے حیوانیت کا لزوم تمام اوقات وازمان میں ثابت ہے اسی طرح یہ لزوم ان تمام احوال میں بھی متحقق ہے جن کا جمع ہونا مقدم کیساتھ ممکن ہے، مثلاً: زید کا کھڑا ہونا، بیٹھنا، چلنا او پھرنا ان تمام احوال و عوارض کی صورت میں انسانیت کے لیے حیوانیت کا ثبوت لازمی طور پر ثابت ہے، ان تمام احوال کو زید کی انسانیت کے لیے اوضاع کہاجائے گا[2]۔

۴۔ قضیہ شرطیہ طبعیہ نہیں ہو سکتا:

قضیہ حملیہ طبعیہ اس لیے ہوتا ہے کہ اس لیے کہ حملیہ طبعیہ میں حکم موضوع کی نفس طبیعت پر من حیث ہی ہی ہوتا ہے اور شرطیہ میں یہ نہیں ہو سکتا کہ حکم مقدم کی نفس طبیعت پر ہو، کیونکہ شرطیہ میں ہمیشہ حکم مقدم کی تقدیر پر ہوتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ بغیر تقدیر کا لحاظ کیے ہوئے اس کی نفس طبیعت پر ہو جائے، تاہم حملیہ میں یہ صورت ہو سکتی ہے کہ بغیر افراد کے لحاظ کے موضوع کی نفس طبیعت پر حکم ہو جائے۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۱۴۔

[2] الحاشیۃ للسید السند علی تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۱۴۔

۵۔ متصلہ اور منفصلہ کے جزئیہ ہونے کا مدار:

متصلہ اور منفصلہ کے جزئیہ ہونے کا دارو مدار مقدم اور تالی کے جزئی ہونے پر نہیں، بلکہ ازمان واحوال کے جزئی ہونے پر ہے، چنانچہ اگر اتصال کا حکم بعض ازمان اور بعض احوال میں ہو تو وہ متصلہ جزئیہ ہوگا، جیسے: "قَدْيَكُوْنُ إِذَا كَانَ الشَّيْءُ حَيَوَاناًكَانَ إِنْسَاناً"، یہ متصلہ جزئیہ ہے اس لیے کہ اس میں حیوان کے لیے انسان ہونے کا ثبوت تمام احوال وازمان میں نہیں، بلکہ بعض ان ازمان اور احوال میں ہے جب کہ وہ ناطق ہو، اسی طرح اگر انفصال کا حکم بعض ان ازمان اور احوال مین ہو تو وہ منفصلہ عنادیہ جزئیہ ہوگا، جیسے: "قَدْيَكُوْنُ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَا الشَّيْءُ نَامِياً أَوْجَماداً"، اس مثال میں نامی اور جماد کے درمیان عناد شیء کے تمام ازمان واحوال پر نہیں ہے، بلکہ اس وقت ہے جب وہ شیء عنصریات میں سے ہو، کیونکہ جماد کا اطلاق عنصریات پر ہوتا ہے نہ کہ فلکیات پر[۱]۔

۶۔ متصلہ لزومیہ کے کلیہ ہونے کا مدار:

متصلہ لزومیہ کی صورت میں شرطیہ اس وقت کلیہ ہوگا جب اس میں تالی مقدم کو تمام زمانوں اور تمام ان احوال میں جن کا جمع ہونا مقدم کیساتھ ممکن ہو لازم ہو اور منفصلہ عنادیہ کی صورت میں شرطیہ اس وقت کلیہ ہوگا جب اس میں تالی مقدم کے معاند اور منافی ہو تمام زمانوں میں اور تمام ان احوال میں جن کا جمع ہونا مقدم کیساتھ ممکن ہو۔

۷۔ شرطیہ اتفاقیہ کب کلیہ ہوگا؟

شرطیہ اتفاقیہ کے کلی ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اوضاع جن کا اجتماع مقدم کیساتھ ممکن ہے وہ نفس الامر کے اعتبار سے ہوں، صرف ان اوضاع کا ممکنۃ الاجتماع ہونا کافی نہیں ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو، بلکہ اس میں تمام اوضاع ممکنۃ الاجتماع علی الاطلاق معتبر ہوں، خواہ وہ نفس الامر کے مطابق ہوں یا نہ ہو تو پھر اتفاقیہ کلیہ صادق نہ ہوگا[۲]۔

۸۔ قضیہ شرطیہ متصلہ کے اجزاء ترکیبی:

قضیہ شرطیہ کی ترکیب دو قضیوں سے ہوتی ہے یا دو حملیہ سے یا دو متصلہ سے یا دو منفصلہ سے، ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے، یا ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے ہوگی۔ اب قضیہ شرطیہ متصلہ کی ترکیب کے اعتبار سے درج ذیل نو صورتیں بنتی ہیں:

(الف)۔ متصلہ مرکبہ من حملیتین: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم اور تالی دونوں حملیہ ہوں، جیسے: "كُلَّمَاكَانَ الشَّيْءُ إِنْسَاناً كَانَ حَيَوَاناً"۔ یہاں مقدم "كَانَ الشَّيْءُإِنْسَاناً" اور تالی " كَانَ حَيَوَاناً" دونوں قضایا حملیہ ہیں۔

(ب)۔ متصلہ مرکبہ من متصلتین: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم اور تالی دونوں شرطیہ متصلہ ہو، جیسے: "كُلَّمَا إِنْ كَانَ الشَّيْءُ إِنْسَاناً فَهُوَحَيَوَانٌ، فَكُلَّمَا لَمْ يَكُنِ الشَّيْءُحَيَوَاناًلَمْ يَكُنْ إِنْسَاناً"، یہاں مقدم "كُلَّمَا إِنْ كَانَ الشَّيْءُ إِنْسَاناً فَهُوَحَيَوَانٌ" اور تالی " فَكُلَّمَا لَمْ يَكُنِ الشَّيْءُحَيَوَاناًلَمْ يَكُنْ إِنْسَاناً" دونوں قضایا شرطیہ متصلہ ہیں۔

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۱۵۔

[۲] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۱۵۔

(ج)۔ متصلہ مرکبہ من منفصلتین: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم اور تالی دونوں شرطیہ منفصلہ ہوں، جیسے: "کُلَّمَا کَانَ دَائِمًا إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ ھَذَا الْعَدَدُ زَوْجاً أَوْفَرْداً، فَدَائِماً إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ مُنْقِسَماً بِمَتَساوِیَیْنِ أَوْغَیْرَمُنْقَسِم"۔ یہاں مقدم "کُلَّمَا کَانَ دَائِماً إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ ھَذَاالْعَدَدُ زَوْجاً أَوْفَرْداً" اور تالی "فَدَائِماً إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ مُنْقِسَماً بِمَتَساوِیَیْنِ أَوْغَیْرَمُنْقَسِم" دونوں قضایا منفصلہ ہیں۔

(د)۔ متصلہ مرکبہ من حملیۃ و متصلۃ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم حملیہ اور تالی شرطیہ متصلہ ہو، جیسے: "إِنْ کَانَ طُلُوْعُ الشَّمْسُ عِلَّةً لِوُجُوْدِالنَّھارِ فَکُلَّمَا کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فالنَّھارُمَوْجُوْدٌ"، یہاں مقدم "إِنْ کَانَ طُلُوْعُ الشَّمْسُ عِلَّةً لِوُجُوْدِ النَّھار" قضیہ حملیہ ہے اور تالی " فَکُلَّمَا کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فالنَّھارُمَوْجُوْدٌ" قضیہ شرطیہ متصلہ ہے۔

(د)۔ متصلہ مرکبہ من متصلہ و حملیۃ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم شرطیہ متصلہ اور تالی قضیہ حملیہ ہو، جیسے: "إِنْ کَانَ کُلَّمَا کَانَت الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّھارُمَوْجُوْدٌ فَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مَلْزُوْمٌ لِوُجُوْدِالنَّھارِ"، یہاں مقدم "کُلَّمَا کَانَت الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّھارُمَوْجُوْدٌ " شرطیہ متصلہ ہے اور تالی "فَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مَلْزُوْمٌ لِوُجُوْدِ النَّھارِ" قضیہ حملیہ ہے۔

(ھ)۔ متصلہ مرکبۃ من حملیۃ و منفصلۃ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم قضیہ حملیہ اور تالی شرطیہ منفصلہ ہو، جیسے: "إِنْ کَانَ ھَذَا عَدَداً فَھُوَإِمَّازَوْجٌ أَوْفَرْدٌ"، یہاں مقدم "إِنْ کَانَ ھَذَا عَدَداً" قضیہ حملیہ اور تالی "فَھُوَإِمَّازَوْجٌ أَوْفَرْدٌ" شرطیہ منفصلہ ہے[1]۔

(و)۔ متصلہ مرکبۃ من منفصلۃ و حملیۃ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم شرطیہ منفصلہ اور تالی حملیہ ہو، جیسے: "کُلَّمَا کَانَ ھَذَا إِمَّا زَوْجاً أَوْفَرْداً کَانَ ھَذَاعَدَداً"، یہاں مقدم "کُلَّمَا کَانَ ھَذَا إِمَّا زَوْجاً أَوْفَرْداً" قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے اور تالی "کَانَ ھَذَاعَدَداً" قضیہ حملیہ ہے۔

(ز)۔ متصلۃ مرکبۃ من متصلۃ و منفصلۃ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم شرطیہ متصلہ اور تالی شرطیہ منفصلہ ہو، جیسے: "إِنْ کَانَ کُلَّمَا کَانَت الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّھَارُمَوْجُوْدٌ، فَدَائماً إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وإِمَّا أَنْ یَکُوْنَ النَّھَارُمَوْجُوْداً"، یہاں مقدم "إِنْ کَانَ کُلَّمَا کَانَت الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّھَارُمَوْجُوْدٌ، " اور تالی "فَدَائماً إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وإِمَّا أَنْ یَکُوْنَ النَّھَارُمَوْجُوْداً " شرطیہ منفصلہ ہے۔

(خ)۔ متصلہ مرکبۃ من منفصلۃ و متصلۃ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم شرطیہ منفصلہ اور تالی شرطیہ متصلہ ہو، جیسے: "کُلَّمَا کَانَ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۱۹۔

دَائِماً إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَإِمَّا أَنْ لَايَكُوْنَ النَّهَارُمَوْجُوْداً،فَكُلَّمَاكَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُمَوْجُوْدٌ"،اس میں مقدم"كَانَ دَائِماً إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَإِمَّا أَنْ لَايَكُوْنَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً"شرطیہ منفصلہ ہے اور تالی"كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُمَوْجُوْدٌ"شرطیہ متصلہ ہے[1]۔

۹۔ قضیہ شرطیہ منفصلہ کے اجزاء ترکیبی:

قضیہ شرطیہ منفصلہ کی ترکیب کے اعتبار سے درج ذیل چھ صورتیں بنتی ہیں:

(الف)۔ منفصلہ مرکبۃ من حملیتین:وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی دونوں قضایا حملیہ ہوں، جیسے:"إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَاالْعَدَدُ زَوْجاًأَوْفَرْداً"،یہاں مقدم"إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَاالْعَدَدُ زَوْجاً"شرطیہ منفصلہ ہے اور تالی"أَوْفَرْداً"بھی شرطیہ منفصلہ ہیں۔

(ب)۔ منفصلہ مرکبۃ من متصلتین:وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی دونوں قضایا شرطیہ متصلہ ہوں، جیسے:دَائِماً إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُمَوْجُوْدٌ،وَإِمَّا أَنْ يَكُوْنَ إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً لَمْ يَكُنْ النَّهَارُمَوْجُوْداً "،یہاں مقدم"إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُمَوْجُوْدٌ"اور تالی"أَنْ يَكُوْنَ إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً لَمْ يَكُنْ النَّهَارُمَوْجُوْداً"دونوں قضایا شرطیہ منفصلہ ہیں۔

(ج)۔ منفصلہ مرکبۃ من منفصلتین:وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی دونوں قضایا شرطیہ منفصلہ ہوں، جیسے:"دَائِماً إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَاالْعَدَدُ زَوْجاً أَوْفَرْداً، وَإِمَّاأَنْ يَكُوْنَ هَذَاالْعَدَدُ لَازَوْجاًوَلَافَرْداً"،یہاں مقدم" إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هَذَاالْعَدَدُ زَوْجاً أَوْفَرْداً"اور تالی"أَنْ يَكُوْنَ هَذَاالْعَدَدُ لَازَوْجاًوَلَافَرْداً"دونوں قضایا شرطیہ منفصلہ ہیں۔

(د)۔ منفصلہ مرکبۃ من حملیۃ ومتصلۃ:وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم حملیہ اور تالی شرطیہ متصلہ ہو، جیسے:"دَائِماً إِمَّا أَنْ لَا يَكُوْنَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ عِلَّةً لِوُجُوْدِالنَّهَارِ،وَإِمَّاأَنْ يَكُوْنَ كُلَّمَاكَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُمَوْجُوْداً"،یہاں مقدم"أَنْ لَايَكُوْنَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ عِلَّةً لِوُجُوْدِالنَّهَارِ "قضیہ حملیہ ہے اور تالی"كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً "شرطیہ منفصلہ ہے۔

(ھ)۔ منفصلہ مرکبۃ من حملیۃ ومنفصلۃ:وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم حملیہ اور تالی شرطیہ منفصلہ ہو، جیسے:"دَائِماً إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ هَذَاالشَّيْءُلَيْسَ عَدَداً،وَإِمَّاأَنْ يَكُوْنَ زَوْجاًأَوْفَرْداً"،یہاں مقدم"إِمَّاأَنْ يَكُوْنَ هَذَاالشَّيْءُلَيْسَ عَدَداً"،قضیہ حملیہ اور تالی"أَنْ يَكُوْنَ زَوْجاًأَوْفَرْداً"شرطیہ منفصلہ ہے۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۱۹۔

(و)۔ منفصلہ مرکبۃ من متصلۃ و منفصلۃ: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم شرطیہ متصلہ اور تالی شرطیہ منفصلہ ہو، جیسے: "دَائِماً إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُمَوْجُوْدٌ، وَإِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَإِمَّا أَنْ لَايَكُوْنَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً"، یہاں مقدم "أَنْ يَكُوْنَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُمَوْجُوْدٌ" شرطیہ متصلہ اور تالی "أَنْ لَايَكُوْنَ النَّهَارُمَوْجُوْداً" شرطیہ منفصلہ ہے[1]۔

۱۰۔ ایک اشکال اور اس کا جواب:

یہاں بظاہر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ متصلہ کی نو صورتیں اور منفصلہ کی چھ صورتیں کیوں بنتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ متصلہ میں نو صورتیں اس لیے بنتی ہیں کہ متصلہ میں مقدم اور تالی دونوں مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں، مقدم کا مفہوم ملزوم ہوتا ہے اور تالی کا مفہوم لازم ہوتا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ ایک شئی دوسری شئی کی ملزوم ہو اور اس کا لازم نہ ہو تو متصلہ میں مقدم، مقدم ہونے کی وجہ سے اور تالی تالی ہونے کی وجہ سے متعین ہوتی ہے، اس لیے اس کی نو صورتیں بنتی ہیں اور منفصلہ میں ان کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ منفصلہ کے مقدم اور تالی کے درمیان مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا، صرف ذکر میں اتنا امتیاز ہوتا ہے کہ جس کو پہلے ذکر کیا جائے اس کو مقدم کہتے ہیں اور جس کو بعد میں ذکر کیا جائے اس کو تالی کہتے ہیں، کیونکہ منفصلہ میں مقدم اور تالی کی تعیین فرضِ فارض اور اعتبارِ معتبر پر موقوف ہے، معنی اور مفہوم کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا، کیونکہ منفصلہ میں معاندت کا حکم ہوتا ہے اور معاندت باب مفاعلہ ہے جس کی خاصیت مشارکت ہے، لہٰذا منفصلہ کے مقدم اور تالی میں سے ہر ایک معانِد بصیغہ فاعل بھی ہے اور ہر ایک معانَد بصیغہ اسم مفعول بھی ہے، کیونکہ جو معانِد (اسم فاعل) ہو وہ معانَد (اسم مفعول) بھی ضرور ہوتا ہے اور اس کے برعکس بھی۔ یعنی اس میں مقدم کو تالی بنائیں یا تالی کو مقدم بنائیں بات ایک ہی رہے گی، اس لیے شرطیہ منفصلہ کی صرف چھ صورتیں ہیں[2]۔

۱۱۔ شرطیہ محصورہ کی اقسام:

شرطیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں: ۱۔ موجبہ کلیہ ۲۔ موجبہ جزئیہ ۳۔ سالبہ کلیہ ۴۔ سالبہ جزئیہ

مذکورہ تمام اقسام متصلہ اور منفصلہ دونوں کو شامل ہیں تو یہ کل چودہ قسمیں بن جاتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ متصلہ شخصیہ ۲۔ متصلہ محصورہ ۳۔ متصلہ مہملہ ۴۔ متصلہ موجبہ کلیہ ۵۔ متصلہ موجبہ جزئیہ ۶۔ متصلہ سالبہ کلیہ ۷۔ متصلہ سالہ جزئیہ ۸۔ منفصلہ شخصیہ ۹۔ منفصلہ محصورہ ۱۰۔ منفصلہ مہملہ ۱۱۔ منفصلہ موجبہ کلیہ ۱۲۔ منفصلہ موجبہ جزئیہ ۱۳۔ منفصلہ سالبہ کلیہ ۱۴۔ منفصلہ سالبہ جزئیہ۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۱۹۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۰۔

١٢۔ قضیہ شرطیہ کے اسوار:

جس طرح حملیات میں کمیتِ افراد پر دلالت کرنے کے لیے سور مقرر ہیں اسی طرح شرطیات میں کمیتِ اوضاع اور تقادیرِ مقدم پر دلالت کرنے کے لیے سور مقرر ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف)۔ شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کا سور: ہر وہ لفظ جو عموم پر دال ہو، جیسے: "كُلَّمَا، مَهْمَا، حَيْثُمَا، مَتٰى "وغیرہ۔

(ب)۔ شرطیہ متصلہ موجبہ جزئیہ کا سور: ہر وہ لفظ ہے، جو بعضیت پر دال ہو، جیسے: "قَدْيَكُوْنُ، قَدْيَكُوْن إذَا، رُبَمَايَكُوْنَ، رُبَمَايَكُوْن إذَا، قَدْكَانَ، رُبَمَاكَانَ، كَانَ تَارَةً، يَكُوْنُ تَارَةً، تَارَةً يَكُوْنَ"وغیرہ۔

(ج)۔ شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ کا سور: ہر وہ لفظ ہے، جو عموم سلب پر دال ہو، جیسے: "لَيْسَ الْبَتَّةَ، لَيْسَ الْبَتَّةَ إذَا"وغیرہ۔

(د)۔ شرطیہ متصلہ سالبہ جزئیہ: ہر وہ لفظ ہے، جو بعضیت کی نفی پر دال ہو، جیسے: "قَدْلَايَكُوْنُ إذَا، لَيْسَ كُلَّمَا"وغیرہ۔

(ھ)۔ شرطیہ منفصلہ موجبہ کلیہ کا سور: ہر وہ لفظ ہے، جو عموم پر دال ہو جیسے: "دَائِماً إمَّا، خُلُوْداًإمَّ، أبَداً إمَّا"وغیرہ۔

(و)۔ شرطیہ منفصلہ موجبہ جزئیہ کا سور: ہر وہ لفظ ہے، جو بعضیت پر دال ہو، جیسے: "قَدْيَكُوْنُ إمَّا، رُبَمَايَكُوْنُ إمَّا، كَثِيْراً مَّايَكُوْنُ إمَّا"وغیرہ۔

(ز)۔ شرطیہ منفصلہ سالبہ کلیہ کا سور: ہر وہ لفظ ہے، جو عموم السلب پر دال ہو، جیسے: "لَيْسَ الْبَتَّةَ إمَّا"وغیرہ۔

(ح)۔ شرطیہ منفصلہ سالبہ جزئیہ سور: ہر وہ لفظ ہے، جو بعضیت کی نفی پر دال ہو، جیسے: "لَيْسَ دَائِماً إمَّا، قَدْلَايَكُوْن إمَّا"وغیرہ۔

١٣۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر١: قضیہ شرطیہ طبعیہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ کیونکہ اس میں حکم مقدم کے احوال پر ہوتا ہے نہ کہ طبعیت وماہیت پر[١]۔

قاعدہ نمبر٢: ادوات شرط کے دخول سے پہلے مقدم اور تالی مرکب تام کہلاتا ہے، لیکن ان کے دخول کے بعد مرکب ناقص بن جاتا ہے[٢]۔

قاعدہ نمبر٣: قضیہ شرطیہ میں تقادیر بمنزلہ افراد کے ہوتے ہیں۔

قاعدہ نمبر٤: قضیہ شرطیہ مہملہ قدمائیہ نہیں ہوسکتا[٣]۔

قاعدہ نمبر٥: قضایا شرطیہ کی صدق کا مناط اتصال اور انفصال ہے[٤]۔

قاعدہ نمبر٦: قضیہ شرطیہ کی تقسیم اقسام ثلاثہ کو باعتبار الاَوضاع والاَحوال ہے۔

---

[١] سلم العلوم: ١٦٧، حمد اللہ: ١١٦، شرح نظام المنطق: ١٣٣۔

[٢] کشاف اصطلاحات الفنون: ٧٦٨/١، حمد اللہ شرح سلم العلوم: ١١٩، شرح نظام المنطق: ١٢٦۔

[٣] حمد اللہ: ١١٦۔

[٤] شرح نظام المنطق: ١٢٤۔

قاعدہ نمبر ۷: قضیہ شرطیہ میں اوضاع اور احوال کی کمیّت نامعلوم ہونے کی صورت میں قضیہ شرطیہ مہملہ ہو گا[۱]۔

قاعدہ نمبر ۸: شرطیہ میں وضع متعیّن ہونے کی صورت میں شرطیہ شخصیہ متصور ہو گا، شرطیہ شخصیہ کی نشانی مخصوص تقدیر یا وقت کی تصریح ہے[۲]۔

قاعدہ نمبر ۹: قضیہ شرطیہ میں اوضاع کی کمیّت معلوم ہونے کی صورت میں قضیہ محصورہ ہو گا[۳]۔

قاعدہ نمبر ۱۰: اگر حکم سب اوضاع واحوال کی بناء پر ہو تو قضیہ شرطیہ محصورہ کلیہ اور اگر بعض اوضاع کی بنیاد پر ہو تو قضیہ شرطیہ محصورہ جزئیہ ہو گا۔

قاعدہ نمبر ۱۱: منفصلہ مہملہ کا سور ''إمَّا'' اور ''أوْ'' آتا ہے۔ مناطقہ ''إمَّا'' اور ''أوْ'' کو ادوات تردید اور ادوات انفصال بھی کہتے ہیں[۴]۔

قاعدہ نمبر ۱۳: متصلہ مہملہ کا سور ''إنْ، لَوْ، إذْ'' آتا ہے[۵]۔

قاعدہ نمبر ۱۴: شرطیہ میں مقدم کے اوضاع اور تقادیر ایسے ہیں، جیسے حملیات میں افراد موضوع، یعنی جس طرح حملیہ افراد موضوع کے اعتبار سے شخصیہ، محصورہ، مہملہ آتا ہے اسی طرح شرطیہ تقادیر مقدم کے اعتبار سے شخصیہ، محصورہ، مہملہ آتا ہے، البتہ شرطیات میں طبعیہ اس واسطے نہیں آسکتا کہ یہاں کسی ماہیت اور طبیعت پر حکم نہیں ہوتا، بلکہ اتصال یا انفصال نسبتین کا حکم ہوتا ہے۔

۱۳۔ تمرین:

(الف)۔ قضیہ شرطیہ کی احوال اور ازمان کے اعتبار سے اقسام بیان کریں۔

(ب)۔ تقادیر اور اوضاع سے کیا مراد ہے؟ نیز شرطیہ، طبعیہ کیوں نہیں ہو سکتا؟ نیز متصلہ اور منفصلہ کے جزئیہ اور کلیہ ہونے کا مدار کیا ہے؟

(ج)۔ شرطیہ اتفاقیہ کب کلیہ ہو گا؟ نیز شرطیہ متصلہ کی ترکیب کتنی اجزاء سے ہوتی ہے؟

(د)۔ شرطیہ منفصلہ کی ترکیب کے اعتبار سے کتنی صورتیں بنتی ہیں؟ نیز قضیہ شرطیہ کے اسوار بیان کریں۔

(ھ)۔ مندرجہ ذیل قضایا میں شخصیہ، محصورہ اور مہملہ کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

لَو كَانَ هؤُلَاء آلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا. لَو كُنَّا نَسمَعُ أَو نَعقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصحَابِ السَّعِيرِ. وَلَو شَاءَ اللهُ لَذَهَبَ بِسَمعِهِم وَأَبصَارِهِم. كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيهَا زَكَرِيَّا المِحرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزقًا. مَهمَا تَأتِنَا

---

[۱] شرح نظام المنطق: ۱۳۳، قطبی: ۴۰۷۔

[۲] قطبی: ۴۰۸، شرح نظام المنطق: ۱۳۳۔

[۳] قطبی: ۴۰۸، شرح نظام المنطق: ۱۳۳۔

[۴] قطبی: ۴۱۰۔

[۵] ضوابط المعرفۃ: ۹۷۔

بِهِ مِن آيَةٍ لِتَسْحَرَنَا بِهَا. كُلَّمَا أَوقَدُوا نَارًا لِلحَربِ أَطفَأَءَ الله. فَإِنِّیْ مَهْمَا أَسْبَقَكُمْ به إِذَا رَكَعْتُ فإنَّكم تَدْرُكُوْنِیْ بِه إِذَا رَفَعْتُ. كُلَّمَا أَرَادُوْا أَن يَخْرُجُوا مِنهَا أُعِيدُوا فِيها. إِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ الْيَوْمَ فَلَا أَخْرُجُ مِنَ الدَّار. لَيْسَ إِذَا كَانَ الإِنْسَانُ فَاسِقاً كَانَ مَحْبُوْباً. مَهْمَا أُوْتِيْتُمْ مِنْ كِتَابِ الله فَالْعَمَلُ بِه لَا عُذْرَ لأَحَدٍ فِیْ تركِه. مَهْمَا يَنْزِلُ بِعَبْدٍ مُؤْمِنٍ مِنْ شِدَّةٍ يَجْعَلُ اللهُ بَعْدِها فَرَجاً. مَهْمَا أَنفَقْتُ مِنْ نَفَقةٍ فَإِنَّهَا صَدَقَة حَتَّى الَّلُقْمَةُ تَرْفَعه ا إِلَى فَیْ أَمْرأَتِك. مَتَى أَشْتَكِی الْجَسَدُ اشْتَكَى الرَّأسُ. مَتَى اشْتَكَى الرَّأسُ اشْتَكَى سَائِرُ الْجَسَدِ. قَدْ يَكُوْن فِی الرَّجُلِ عَشْرَةُ أَخْلَاقٍ تِسْعةٌ صَالِحَةٌ وَوَاحِدٌ سَيِّءٌ فَيُفْسِدُ التِّسْعَةَ الصَّالحةَ ذلكَ السَّيْءُ. لَيْسَ الْبَتَّةَ كُلَّما كَانَ الْحَيَوانُ ذَا جَناحَيْنِ فَهُوَ يَطِيْرُ فِی الْجَوِّ. لَيْسَ الْبَتَّةَ مَتَى كَانَ الإِنْسَانُ مَقْطُوْعُ الْيَدَيْنِ فَهُوَ غَيْرُ كَاتِبٍ. لَيْسَ الْبَتَّةَ مَتى كَانَ الإِنْسَانُ مَقْطُوْعُ الْيَدَيْنِ فَهُوَ غَيْرُ كَاتِبٍ.

ایک حل شدہ تطبیقی مثال:

۞... لَوْ أَنزَلنَا هَذَا القُرآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّن خَشيَةِ الله:

قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین ومہملہ موجبہ عند المتقدمین۔ "لَوْ"ادات اتصال... "أَنزَلَ"،محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی ...اس میں"نَا"،ضمیر موضوع... "هَذَا القُرآنَ"،متعلق اولِ محمول ..."عَلَى جَبَلٍ"،متعلق ثانی محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلقاتِ محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین ومہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہوکر مقدم۔"لَ"ادات غیر زمانیہ... "رَأَيتَ"،محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی ...اس میں"تَ"، ضمیر موضوع......"ہ"، متعلق محمول... "خَاشِعًا"،متعلق ثانی محمول... "مُّتَصَدِّعًا مِّن خَشيَةِ الله"،متعلق ثالثِ محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلقاتِ محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین ومہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہوکر تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین ومہملہ موجبہ عند المتقدمین۔

قضیہ شرطیہ کے منطقی تراکیب

۞... مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَد أَطَاعَ اللهَ:

قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتأخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین۔

''مَنْ''ادات اتصال ... ''يُطِعِ''محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذوہو، حمل ترکیبی ...اس میں''هُوَ''ضمیر موضوع ...'' الرَّسُول''متعلق محمول ... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتأخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم۔

''فَ''ادات اتصال ... ''قَدْ'' ادات غیر زمانیہ ...''أَطَاعَ''محمول بحمل الاشتقاق ، حمل اشتقاقی، حمل ذوہو، حمل ترکیبی ...اس میں''هُوَ'' ضمیر موضوع......''الله''متعلق محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتأخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر تالی ... مقدم با تالی قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتأخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین۔

بالفاظ دیگر:

۞... مَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَد أَطَاعَ الله:

قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتأخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین۔

''مَنْ''ادات اتصال ...''يُطِعِ''مقید...''ال''جزء اول...''رسُول''جزء ثانی... جزء اول جزء ثانی سے مل کر مرکب غیر تقییدی ہو کر قید... مقید با قید مرکب تقییدی ہو کر محمول بحمل الاشتقاق ،حمل اشتقاقی، حمل ذوہو، حمل ترکیبی...اس میں''هُوَ'' ضمیر موضوع... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتأخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم۔

''فَ''ادات اتصال... ''قَدْ''اداۃ غیر زمانیہ...''أَطَاعَ''مقید...''ال'' جزء اول... ''الہ'' جزء ثانی... جزء اول جزء ثانی سے مل کر مرکب غیر تقییدی ہو کر قید... مقید با قید مرکب تقییدی ہو کر محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذوہو، حمل ترکیبی ...اس میں''هُوَ'' ضمیر موضوع... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتأخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر تالی... مقدم با تالی قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتأخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین۔

۞... إِنْ تَشكُرُوا يَرضَهُ لَكُم:

قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتأخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین۔

"إِنْ"ادات اتصال... "تَشکُرُ"محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی ...اس میں"أَنْتَ" ضمیر موضوع... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عندالمتأخرین و مہملہ موجبہ عندالمتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم۔

"یَرْضَ "محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی ...اس میں"ھُوَ" ضمیر موضوع...... "ہُ"ضمیر متعلق اول محمول... "لَکُمْ"مرکب غیر تقییدی متعلق ثانی محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلقات محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عندالمتأخرین و مہملہ موجبہ عندالمتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عندالمتأخرین و مہملہ موجبہ عندالمتقدمین۔

بالفاظ دیگر:

۞... إِنْ تَشکُرُوا یَرضَہُ لَکُم:

قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عندالمتأخرین و مہملہ موجبہ عندالمتقدمین۔

"إِنْ"ادات اتصال... "تَشْکُرُ" محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی ... "واوَ" ضمیر موضوع... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عندالمتأخرین و مہملہ موجبہ عندالمتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر ہو کر مقدم۔

"یَرْضَ "مقید "ہ"ضمیر قید اول... "لام"جزء اول... "کُمْ"ضمیر جزء ثانی... جزء اول با جزء ثانی مرکب غیر تقییدی ہو کر قید ثانی، مقید اپنی دونوں قیدوں سے مل کر محمول بحمل الاشتقاق، حمل اشتقاقی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی...اس میں"ھُوَ" ضمیر مستتر موضوع ... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عندالمتأخرین و مہملہ موجبہ عندالمتقدمین حقیقیہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر تالی... مقدم باتالی قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عندالمتأخرین و مہملہ موجبہ عندالمتقدمین۔

بابِ سوم : مقدمہ موجہات

یہ باب درج ذیل آٹھ فصلوں پر مشتمل ہے :

۞ ... فصل اول : مقدمہ موجہات ۞ ... فصل دوم : مادہ قضیہ اور جہتِ قضیہ ۞ ... فصلِ سوم : قضیہ موجہہ فصل چہارم : اقسامِ موجہات ۞ ... فصل پنجم : دوام اور فعلیت کا بیان ۞ ... فصل ششم : امکان کا بیان فصل ہفتم : امکان پر فلسفیانہ بحث ۞ ... فصل ہشتم : تتمہ مباحثِ امکان

فصلِ اول: مقدمہ موجہات

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

ما قبل میں قضیہ کی اقسام موضوع اور نفسِ نسبت کے اعتبار سے بیان ہوئیں اب قضیہ کی اقسام کیفیتِ نسبت کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں، قضیہ ملفوظہ میں اگر رابطہ (دال علی النسبۃ) مذکور نہ ہو تو اسے ثنائیہ کہتے ہیں، جیسے: "أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ." اور اگر رابطہ (دال علی النسبۃ) مذکور ہو تو اس کو ثلاثیہ کہتے ہیں، جیسے: "أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ." یہ قضیہ ملفوظہ کی دو قسمیں اس وقت ہیں جب کہ قضیہ میں جہت مذکور نہ ہو اور اگر قضیہ ملفوظہ میں جہت بھی مذکور ہو تو اس وقت قضیہ ملفوظہ کی ایک قسم اور بنے گی اور وہ ہے رباعیہ[1]، جیسے: "اللهُ رَبُّنَا بِالضَّرُوْرَةِ."۔ تو اب اس اعتبار سے قضیہ ملفوظہ کی تین قسمیں ہیں:

(الف)۔ ثنائیہ (ب)۔ ثلاثیہ (ج)۔ رباعیہ۔

اگر قضیہ میں صرف موضوع و محمول مذکور ہوں تو قضیہ ثنائیہ کہلائے گا اور اگر موضوع اور محمول کے علاوہ رابطہ مذکور ہو، جہت نہ ہو، یا جہت ہو رابطہ نہ ہو تو وہ قضیہ ثلاثیہ کہلائے گا اور اگر موضوع، محمول، رابطہ اور جہت چاروں مذکور ہوں تو قضیہ رباعیہ کہلائے گا۔ تاہم ہر قضیہ کے لیے تین اجزاء ضروری ہوتے ہیں، خواہ دال علی النسبۃ مذکور ہو یا نہ ہو۔ ۱۔ موضوع ۲۔ محمول ۳۔ نسبت۔ پھر ان میں ہر واحد کے چار وجود ہیں:۔ ۱۔ خارجی، ۲۔ ذہنی، ۳۔ لفظی، ۴۔ کتبی۔

مثلاً موضوع کے چار وجود ہیں: ۱۔ وجودِ خارجی، ۲۔ وجودِ ذہنی، ۳۔ وجودِ لفظی، ۴۔ وجودِ کتبی۔ وجودِ خارجی اس لحاظ سے کہ موضوع خارج میں موجود ہو اور وجودِ ذہنی اس لحاظ سے کہ موضوع ذہن میں موجود ہو اور وجودِ لفظی اس لحاظ سے کہ موضوع لفظ میں موجود ہو اور وجودِ کتبی وہ ہوتا ہے کہ جس لحاظ سے موضوع کتابت میں موجود ہو۔ اسی طرح محمول، نسبت اور جہت کے بھی یہ ہی چار وجود ہیں[2]:

۱۔ محمول وجودِ خارجی ۲۔ محمول وجودِ ذہنی ۳۔ محمول وجودِ لفظی ۴۔ محمول وجودِ کتبی۔ اسی طرح نسبت کے بھی چار وجود ہیں: ۱۔ نسبت وجودِ خارجی ۲۔ نسبت وجودِ ذہنی ۳۔ نسبتِ وجودِ لفظی ۴۔ نسبتِ وجودِ کتبی۔ اور اسی طرح جہت کے بھی چار وجود ہیں: ۱۔ جہت وجودِ ذہنی

---

(۱) شرح المطالع: ۷۹/۲، القواعد الجلیۃ: ۲۵۹، حاشیہ ابن مامون: ۳۰، ہامش تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۷۳، توضیح المنطق: ۹۶۔

(۲) اعْلَم أَن للشَّيْء فِي الْوُجُود أَربع وجودات. الأول: وجوده الْحَقِيقِيّ وَهُوَ حَقِيقَته الْمَوْجُودَة فِي نَفسهَا - وَالثَّانِي: وجوده الذهْنِي وَهُوَ وجوده الظلي المثالي الْمَوْجُود فِي الذِّهْن - وَالثَّالِث: وجوده اللَّفْظِيّ وَهُوَ وجود لَفظه الدَّال على الْوُجُود الْخَارِجِي والمثال الذهْنِي - وَالرَّابِع: وجوده الْكِتَابِيّ وَهُوَ وجود النقوش الدَّالَّة على اللَّفْظ الدَّال على الشَّيْء - والوجودان الْأَوَّلَانِ لَا يَخْتَلِفَانِ باخْتلَاف الْأُمَم - والأخيران قد يَخْتَلِفَانِ باختلافهم كاختلاف اللُّغَة الْعَرَبيَّة والفارسية والخط الْعَرَبِيّ والفارسي والهندي. وبهذه الوجودات الْأَرْبَع صرح الْمُحَقق التَّفْتَازَانِيّ فِي شرح العقائد بقوله إِن للشَّيْء وجودا فِي الْأَعْيَان. ووجودا فِي الأذهان. ووجودا فِي الْعبارَة. ووجودا فِي الْكِتَابَة. فالكتابة تدل على الْعبارَة وَهِي على مَا فِي الأذهان وَهُوَ على مَا فِي الاعيان- (دستور العلماء: ۳/ ۳۰۹).

۲۔ جہت وجود خارجی ۳۔ جہت وجودِ لفظی ۴۔ جہتِ وجودِ کتبی۔

اب چونکہ جہات اور کیفیات مختلف ہیں، اس لیے جہت کے اعتبار سے قضیہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ اب رباعیہ کو موجہہ اور منوعہ بھی کہتے ہیں۔ قضیہ موجہہ میں چند چیزیں ہوتی ہیں: کیفیت، مادہ قضیہ اور جہتِ قضیہ [1]۔ ذیل میں ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

۲۔ کیفیت کی تعریف [2]:

کیفیت کی تعریف سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ موضوع اور محمول کے درمیان رابطہ تین حالتوں سے خارج نہیں ہوتا، مثلاً: اگر ہم ایک محمول کو کسی موضوع سے نسبت دیدیں اور یوں کہیں کہ ''زید انسان ہے''۔ تو ''انسان'' کا ''زید'' سے رابطہ وجوب، امکان اور امتناع کی تین کیفیتوں میں سے ایک ہو گا: یا تو یہ رابطہ ضروری، حتمی اور ناقابل تخلف ہو گا، بالفاظِ دیگر عقل اس کے خلاف قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ یا اس کے برعکس ہو گا، یعنی رابطہ امتناعی ہو گا، یعنی محال ہے کہ محمول موضوع کا عارض بن جائے، بالفاظِ دیگر عقل اسے قبول نہیں کرتی ہے اور یا رابطہ اس طرح ہو گا کہ مثبت بھی ہو سکتا ہے اور منفی بھی ہو سکتا ہے، یعنی قابل اثبات بھی ہے اور قابل نفی بھی ہے، بالفاظِ دیگر عقل نہ اسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے اور اس کے خلاف کو قبول کرنے سے بھی انکار کرتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم کہیں کہ: چار کا عدد جفت ہے تو یہ رابطہ ضروری اور حتمی ہے، عقل کے خلاف کو قبول نہیں کرتی ہے۔ عقل کہتی ہے: چار کا عدد جفت ہے بالضرورۃ وبالوجوب۔ لہذا جو چیز اس رابطہ پر حاکم ہے وہ وجوب اور ضرورت ہے۔

لیکن اگر ہم کہیں کہ: پانچ کا عدد جفت ہے تو یہ رابطہ امتناعی ہے، یعنی ہماری عقل اسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے، لہذا پانچ کے عدد اور جفت کے درمیان امتناع اور استحالہ کا رابطہ ہے۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ: آج دھوپ ہے تو یہ رابطہ ایک امکانی رابطہ ہے، یعنی دن کی طبیعت کا نہ یہ اقتضاء ہے کہ حتماً اور یقینی طور پر دھوپ ہو اور نہ اس کا اقتضاء ہے کہ حتماً بادل ہوں۔ دن کی طبیعت کے مطابق دونوں چیزیں ممکن ہیں، یہاں دن اور دھوپ کے درمیان رابطہ امکانی ہے۔

۳۔ موادِ قضیہ اور کیفیات میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف:

موادِ قضیہ اور کیفیات میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے، متقدمین مناطقہ کے نزدیک کیفیات تین ہیں: ۱۔ وجوب ۲۔ امتناع ۳۔ امکان (خاص)، اور متاخرین کہتے ہیں کہ موادِ قضیہ اور کیفیات ان تین میں منحصر نہیں، متاخرین کے نزدیک مادہ ہر اس کیفیت کو کہتے ہیں جو قضیہ کی نسبت کے لیے ہو اور قضیہ اس کیساتھ متصف ہو سکے، خواہ نسبت ایجابیہ ہو یا سلبیہ، جیسے دوام جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے تمام اوقات میں ثابت ہو اور توقیت جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے کسی وقت معین یا غیر معین میں ہو، اس کے علاوہ کوئی کیفیت ہو، مثلاً: اطلاق عام ہو، یا مکان عام یا امکان خاص ہو وغیرہ۔ اس لیے متاخرین کے نزدیک جہات کا انحصار تین

---

(۱) شرح المطالع: ۸۱/۲۔

(۲) علم منطق میں قضایا کی اقسام کے ذیل میں نسبتِ قضیہ کی کیفیت سے جب بحث کی جاتی ہے تو کیفیتِ نسبت کے ذیل میں مادہ اور جہت کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ نسبت کی دلالت محمول کے موضوع سے تعلق یا عدمِ تعلق کی بناء پر ہوتی ہے۔

میں نہیں، بلکہ جہات غیر متناہی ہیں، اس لیے قضایا موجہہ بھی غیر متناہی ہیں، لیکن مناطقہ اس کو ذکر کرتے ہیں جن کی ضرورت قیاس میں ہوتی ہے اور وہ پندرہ قضایا موجہہ ہیں۔

۴۔ اصول الکیفیات/موادالقضایا/عناصر العقود:

اب ہم متقدمین مناطقہ کے بیان کردہ اصول الکیفیات پر گفتگو کرتے ہیں، جنہیں موادالقضایا اور عناصر العقود بھی کہتے ہیں اور اور وہ کیفیات تین ہیں[1]:

(الف)۔ کیفیۃ الوجوب (ب)۔ کیفیۃ الامتناع (ج)۔ کیفیۃ الامکان (خاص)

(الف)۔ کیفیۃ الوجوب کی تعریف:

هِيَ اسْتِحَالَةُ انْفِكَاكِ الْمَحْمُوْلِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ.

کیفیۃ الوجوب کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا انفکاک موضوع سے مستحیل ہے، یعنی محمول کا ثبوت موضوع کے لیے ضروری ہو، کبھی بھی محمول موضوع سے جدا نہ ہوتا ہو، جیسے: "الإنسان ناطق" اس میں ناطق محمول، موضوع انسان سے جدا نہیں ہو سکتا، کیونکہ ناطق انسان کا جزء مقوم ہے، اسی طرح "الأربعة زوج" میں زوجیت اربعہ کے لیے ضروری ہے، کیونکہ زوجیت کا اربعہ سے جدا ہونا مستحیل ہے اور اسی طرح مثال ہے: "اللہ موجود"، اس میں موجود محمول ہے جس کو اللہ تعالی کے لیے ثابت کیا گیا ہے اور وجود اللہ تعالی کے لیے ضروری ہے، کبھی بھی اس سے منفک نہیں ہو سکتا۔ کیفیۃ الوجوب کو وجوب الوجود اور ضرورۃ الوجود بھی کہتے ہیں[2]۔

(ب)۔ کیفیۃ الامتناع کی تعریف:

هِيَ اسْتِحَالَةُ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ.

کیفیۃ الامتناع کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے ممتنع اور محال ہے، جیسے: "الأربعة فرد" اس میں محمول فردیت کا ثبوت ذات موضوع "الاربعۃ" کے لیے ممتنع ہے، ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ چار عدد طاق ہو۔ اسی طرح یہ مثال ہے: "أبولهب يدخل الجنة"، اس میں "يدخل الجنة" محمول ہے جس کا ثبوت ابولہب کے لیے محال ہے۔ کیفیۃ الامتناع کو ضرورہ الامتناع اور وجوب العدم بھی کہتے ہیں[3]۔

(ج)۔ کیفیۃ الامکان (خاص) کی تعریف:

هِيَ أَنَّ ثُبُوْتَ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ وَعَدَمِهِ لَيْسَا ضَرُوْرِيِّيْنِ.

کیفیۃ الامکان کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے نہ ضروری ہو اور نہ محال ہو، جیسے: "الانسان

---

(۱) شرح المطالع: ۸۲/۲، حاشیۃ ابن مامون: ۳۱۔

(۲) شرح المطالع: ۸۲/۲، الاشارات مع شرح الطوسی: ۲۷۲/۱، توضیح المنطق: ۱۵۹۔

(۳) الاشارات مع شرح الطوسی: ۲۷۲/۱۔

ضاحك بالامكان’’،اس میں ’’ضاحک‘‘ محمول ہے اورانسان موضوع ہے،انسان کے لیے ضحک نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی محال ہے،بلکہ ممکن ہے کہ انسان ہنسے اوریہ بھی ممکن ہے کہ نہ ہنسے۔اسی طرح یہ مثال ہے:’’الانسان موجود بالامكان‘‘،اس میں موضوع انسان کے لیے نہ وجود ضروری ہے اور نہ عدم ضروری ہے،اگرانسان کے لیے وجود ضروری ہوتا تو اس پر کبھی عدم طاری نہ ہوتا اوریہ واجب الوجود ہوتا،حالانکہ یہ ممتنع ہے اوراسی طرح اس کا عدم بھی ضروری نہیں،کیونکہ اگر عدم ضروری ہوتا تو یہ کبھی موجود نہ ہوتا،حالانکہ انسان موجود ہے۔یہ امکان خاص ہے اور کیفیۃ الامکان میں امکان سے یہی امکان خاص مراد ہے،امکان خاص میں طرف الوجوداور طرف العدم دونوں برابر ہوتے ہیں،یعنی امکان خاص مسلوب الضرورتین(ضرورۃالوجود،ضرورۃالعدم)ہوتا ہے[1]۔

کیفیۃ الامکان(امکان خاص) لابشرط الشیء کے مرتبہ میں ہوتا ہے،اس میں ضرورۃالوجوداور ضرورۃ العدم دونوں کاملاحظہ نہیں ہوتا اور کیفیۃ الوجوب والضرورۃ بشرط الشیء کے مرتبہ میں ہوتا ہے،کیونکہ اس میں وجوب الوجود ہوتا ہے اور کیفیۃ الامتناع بشرط لاشیء کے مرتبہ میں ہے،کیونکہ اس میں وجود کاملاحظہ نہیں ہوتا۔

۴۔ایک اشکال اوراس کا جواب:

یہاں بظاہر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ وجوب ضروری الوجود کو کہتے ہیں،امتناع ضروری العدم کو کہتے ہیں اورامکان خاص میں سلب الضرورتین(ضرورۃ الوجود،ضرورۃ العدم)ہوتا ہے،تو اب یہاں ایک چوتھا احتمال بھی بنتا ہے جو ضروری الوجودو ضروری العدم ہے،مناطقہ اسے کیوں نہیں ذکر کرتے ؟تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض احتمال ہے،الگ کوئی قسم نہیں بن سکتا،کیونکہ یہ اجتماع نقیضین ہے جو کہ باطل ہے،یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شئی وجود بھی ضروری ہو اور عدم بھی ضروری ہو۔

متقدمین کے نزدیک کیفیتیں مذکورہ تین(وجوب،امتناع،امکان)ہیں اور جب کہ متاخرین مناطقہ کے نزدیک کیفیتیں تین میں منحصر نہیں،تین کے علاوہ بھی متعدد کیفیتیں ہیں،جیسے:ضرورت،دوام،فعلیت وغیرہ۔ان کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۵۔کیفیتِ نسبت سے بحث کیوں کی جاتی ہے؟

کیفیتِ نسبت سے بحث کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم خارج کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ خارج میں موجود ہر ذات کسی نہ کسی خصوصیت یا صفت سے متصف ہے،یا بعض خصوصیات،یاصفات سے عاری اور مبرّا ہے۔خارج میں ہمیں ذات اورصفات وخصوصیات متحد نظر آتی ہیں،جنہیں خارج میں ایک دوسرے سے جدا کرکے ملاحظہ نہیں کیاجاسکتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ذات اور صفات،یا خصوصیت کو جداگانہ طور پر ملاحظہ نہیں کرسکتے۔ممکن ہے مادی طور پر میں ایسا کرنا ممکن نہ ہو،لیکن اللہ تعالی نے انسانی عقل کو یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ ذات اور صفات کو عقلی قوت سے ادراک کرسکے اوراس کو جداگانہ طور پر ملاحظہ کرے،البتہ ہم جب بھی کسی ذات کے لیے صفت یا خصوصیت کو ثابت کرتے ہیں،یا نفی کرتے ہیں تو اس کو کلام کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔

---

[1] الاشارات والتنبیہات مع شرح الطوسی:۱/۲۷۲،توضیح المنطق:۱۶۰۔

اب کلام میں جو نسبت ہے وہ ذات کی صفت یا خصوصیت کے ساتھ تعلق یا عدم تعلق پر دلالت کرتی ہے۔ اگر یہ نسبت نہ ہوتی تو قضیہ میں موجود کلمات قاموس اور ڈکشنری کی مانند ایک دوسرے سے جدا اور لاتعلق بن کر رہ جاتے اور ان کا آپس میں کسی قسم کا کوئی تعلق نہ ہوتا۔ پس باہمی تعلق یا تعلق نہ ہونے پر دلالت نسبتِ قضیہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ نسبتِ قضیہ اگر خارج میں موجود نسبت کے عین مطابق ہو تو قضیہ صادقہ اور اگر مخالف ہو تو قضیہ کاذبہ کہلاتا ہے[1]۔

٦۔ کیا موادِ حکمیہ اور جہاتِ منطقیہ میں فرق ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ موادِ ثلاثہ (وجوب، امتناع، امکان) کے معنی جو فلسفہ میں ہیں وہی معنی منطق میں ہیں یا اس کے غیر ہیں، صاحب سلم العلوم کی رائے یہ ہے کہ مواد حکمیہ اور جہاتِ منطقیہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں، البتہ استعمال میں معمولی فرق ہے وہ یہ کہ حکمت میں ان مواد ثلاثہ کا استعمال صرف ان قضایا میں ہوگا جن کا محمول از قبیل وجود ہو، جیسے: "الله موجود بالوجوب، شريك الباري موجود بالامتناع، الإنسان موجود بالإمكان" اور منطق میں یہ قید نہیں، بلکہ یہ ہر قضیہ میں استعمال ہوسکتے ہیں، خواہ محمول وجود کے قبیل سے ہو یا نہ ہو، لیکن استعمال کے فرق سے مفہوم اور مصداق میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

صاحب مواقف اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ مواد حکمیہ اور جہات منطقیہ ایک نہیں ہیں، یعنی وجوب، امتناع اور امکان کا جو مفہوم حکمت میں ہے وہ منطق میں نہیں، ورنہ تمام لوازم ماہیت واجب الوجود ہوجائیں گے جس سے تعدد وجبا لازم آئے گا جو محال ہے، مثلاً: مناطقہ کہتے ہیں کہ زوجیت کا ثبوت اربعہ کے لیے واجب ہے، اب اگر واجب کے معنی منطق میں وہی ہیں جو فن حکمت میں ہیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ زوجیت جو اربعہ کے لیے لازم ہے یہ واجب الوجود ہوجائے، کیونکہ حکمت میں وجوب کے معنی وجوب الوجود کے ہیں۔ اس طرح تمام لوازم کا واجب الوجود ہونا لازم آئے گا، کیونکہ ماہیت کا لازم اس کے لیے واجب ہوا کرتا ہے اور دونوں اصطلاحوں کے اتحاد کی وجہ سے واجب بمعنی واجب الوجود ہوگا اور اس سے تعدد وجبا لازم آئے گا جو محال ہے اور جو مستلزم ہو محال کو وہ خود محال ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ مواد حکمیہ اور جہات منطقیہ کا مفہوم ایک نہیں ہے۔

صاحب سلم العلوم اس کا جواب دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں تسلیم ہے کہ لازم ماہیت کا ثبوت ماہیت کے لیے واجب ہے، لیکن اس سے اتنا ہی تو لازم آتا ہے کہ لازم ماہیت کا ثبوت ماہیت کے لیے واجب ہوگا، یہ کہاں لازم آتا ہے کہ لازم کا وجود اپنی ذات کے لیے واجب ہوجائے گا، کیونکہ وجوب الثبوت لغیرہ اور وجوب الوجود لعینہ دونوں ایک نہیں ہیں اور تعدد وجبا ثانی صورت میں لازم آتا ہے نہ کہ اول میں!!۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لوازم ماہیت کے لیے جو واجب ثابت ہوتا ہے اس سے محال نہیں لازم آتا ہے محال اس وقت لازم آتا ہے جب کہ لازم کا وجود خود اسی کے لیے واجب ہوتا! پس یہاں جو لازم ہے وہ محال نہیں اور جو محال ہے وہ لازم نہیں!![2]

---

(۱) شرح المطالع: ۸۲/۲۔

(۲) سلم العلوم: ۱۵۰-۱۵۱۔

۷۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: کیفیات ثلاثہ (وجوب، امتناع، امکان خاص) کو مواد القضایا، عناصر العقود اور اصول الکیفیات بھی کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲: وجوب اور امتناع دونوں ضرورۃ الحکم میں مشترک ہیں، البتہ وجوب میں ضرورۃ الایجاب ہوتا ہے اور امتناع میں ضرورۃ السلب ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: موجہات میں اس نسبت سے بحث ہوتی ہے جو موضوع و محمول کے درمیان واقع اور نفس الامر میں ہوتی ہے، خواہ یہ نسبت ایجابیہ ہو، یا سلبیہ ہو[1]۔

قاعدہ نمبر ۴: اگر نسبت کا وجود ضروری ہو تو واجب اور اگر انتفاء ضروری ہو تو ممتنع اور اگر نہ وجود ضروری ہو اور نہ انتفاء تو وہ ممکن ہے۔

قاعدہ نمبر ۵: وجوب تأکد الوجود کو کہتے ہیں، امتناع تأکد العدم کو کہتے ہیں اور امکان میں نہ تأکد الوجود ہوتا ہے اور نہ تأکد العدم۔

قاعدہ نمبر ۶: کیفیۃ الوجوب کو کیفیۃ الضرورۃ بھی کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۷: وجوب اور امتناع آپس میں ضدین ہیں، کیونکہ ضرورۃ ضرورۃ الوجود کو کہتے ہیں اور امتناع ضرورۃ العدم کو کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وجوب وجوب الوجود کو کہتے ہیں اور امتناع وجوب العدم کو کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۸: ضرورۃ اور امتناع دونوں میں وجوب ہوتا ہے، لیکن ضرورۃ میں وجوب الوجود ہوتا ہے اور امتناع میں وجوب العدم ہوتا ہے، جیسے: وجود شریک الباری ممتنع الوجود بالضرورۃ ہے، اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ شریک باری کا موجود نہ ہونا اتفاقاً ہے، بلکہ شریک الباری کا وجود ضروری اور واجب ہے اور یہ عدم وجود اتفاقی نہیں، بلکہ ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر ۹: امکان خاص میں تساوی طرفین (طرف الوجود اور طرف العدم) ہوتا ہے، بالفاظِ دیگر امکان خاص میں سلب الضرورتین عن الطرفین ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۰: امکان خاص لابشرط الشیء کے مرتبہ میں ہوتا ہے، اس میں عدم اور وجود دونوں کا ملاحظہ نہیں ہوتا اور وجوب بشرط الشیء کے مرتبہ میں ہوتا ہے اس میں وجود شرط ہے اور امتناع بشرط لاشیء کے مرتبہ میں ہوتا ہے، کیونکہ اس میں وجود کا ملاحظہ نہیں ہوتا۔

قاعدہ نمبر ۱۱: کیفیات ثلاثہ میں یہ حصر عقلی ہے استقرائی نہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۲: ضروری الوجود کو وجوب کہتے ہیں، ضروری العدم کو امتناع کہتے ہیں اور لاضروری الوجود و لاضروری العدم کو امکان خاص کہتے ہیں اور ضروری الوجود و ضروری العدم محض احتمال ہے، کیونکہ اس میں اجتماع النقیضین لازم آتا ہے جو محال ہے[2]۔

قاعدہ نمبر ۱۳: کیفیات ثلاثہ میں مناطقہ صرف وجوب اور امکان سے بحث کرتے ہیں، امتناع اس لیے بحث نہیں کرتے، کیونکہ یہ ممتنع

---

(۱) الاشارات مع شرح الطوسی: ۱/۲۷۲، شرح المطالع: ۲/۸۱، توضیح المنطق: ۱۶۱۔

(۲) الاشارات مع شرح الطوسی: ۱/۲۷۲، توضیح المنطق: ۱۶۲۔

الوجود ہوتا ہے، خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا[1]۔

۷۔ تمرین:

(الف)۔ کیفیت کی تعریف بیان کریں۔

(ب)۔ کیفیۃ الوجوب، کیفیۃ الامتناع اور کیفیۃ الامکان کی تعریف بیان کریں۔

(ج)۔ کیفیتِ نسبت سے بحث کیوں کی جاتی ہے؟

(د)۔ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک کیفیات کتنی ہیں؟

(ھ)۔ درج ذیل مثالوں میں کیفیاتِ ثلاثہ کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

إنَّ اللهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بِالضَّرُوْرَةِ، اللهُ حَيٌّ قَادِرٌبِالضَّرُوْرَةِ، شَرِيْكُ الْبَارِيْ ممْتَنِعٌ، الْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ بِالضَّرُوْرَةِ، المؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ بِالْإِمْكَانِ، الْحَيَوانُ جِدَارٌبِالْاِمْتِنَاعِ، اللهُ خَالِقُنَا بِالضَّرُوْرَةِ، إنَّ الْإنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍبِالإمْكَانِ، إنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍقَدِيْرٌبِالضَّرُوْرَةِ، الْقُرْآنُ لَيْسَ كَلَامُ الشُّعَرَاءِبِالضَّرُوْرَةِ، الإنْسَانُ مَخْلُوْقٌ بِالضَّرُوْرَةِ، أَنَارَبُّكُمُ الْأَعْلَى بِالْاِمْتِنَاعِ، إنَّ الْكَافِرِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّهِيْنٍ بِالضَّرُوْرَةِ، حُبُّكَ الشَّيْءِيُعْمِيْ وَيَصُم بِالإمْكَانِ، كُلُّ بَنِيْ آدمَ خَطَّاؤُنْ بِالْإمْكَانِ، ألَا إنَّ حِزْبَ الله هُمُ الْغَالِبُوْنَ بِالضَّرُوْرَةِ، الْإنْسَانُ حَيَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ ، الْإنْسَانُ نَاطِقٌ بِالضَّرُوْرَةِ، الحِمَارُنَاهِقٌ بِالضَّرُوْرَةِ ، الشَّجَرُنَام بِالضَّرُوْرَةِ، الطُّلابُ مُجْتَهِدُوْنَ بِالإمْكَان. آفةُ الْعِلْم النِّسْيَانُ، الْحَيَوانُ يَمْشِيْ بِالْإمْكَانِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ الله بِالضَّرُوْرَةِ، الْإِنْسَانُ يَتَعَلَّمُ بِالْإِمْكَانِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁... إنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌبِالضَّرُوْرَةِ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔

"إنَّ" ادات غیر زمانیہ... لفظ "اللہ" "موضوع... "عَلَى" جزء اول... "كُلِّ شَيْءٍ" مرکب تقییدی جزء ثانی... جزء اول با جزء ثانی مرکب غیر تقییدی ہو کر متعلق محمول... "قَدِيرٌ" محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو ... "بِالضَّرُوْرَةِ" مرکب غیر تقییدی متعلق ثانی محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلقات محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔

[1] الاشارات مع شرح الطوسی: ۱/۲۷۲، توضیح المنطق: ۱۶۲۔

۞ ...الْکَافِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُونَ بِالضَّرُوْرَۃِ.

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثلاثیہ تامہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔... ''الْکَافِرُوْنَ'' مرکب غیر تقییدی موضوع... ''ھُم'' رابطہ غیر زمانیہ... ''الظّٰلِمُونَ'' مرکب غیر تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل ہو ہو ... ''بِالضَّرُوْرَۃِ'' مرکب غیر تقیدی متعلق محمول... قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثلاثیہ تامہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔

فصل دوم: مادہ قضیہ اور جہتِ قضیہ

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ قضایا میں موضوع، محمول اور نسبت کی اصطلاحات ظرف الخارج میں موجودہ حقائق کی تعبیر و تشریح ہے، کیونکہ ظرف الخارج میں شئ موجود لامحالہ کسی نہ کسی صفت، خصوصیت یا حالت سے متصف ہوتی ہے، لہذا جب بھی ظرف الخارج میں موجود کسی حقیقت وواقعیت کو انسان بیان کرتا ہے اور اس حقیقت کے لیے کسی خصوصیت کو ثابت کرتا ہے، یا کسی امر یا خصوصیت کی نفی کرتا ہے تو لامحالہ ذات کے لیے کسی شيء کو ثابت یا سلب کرتا ہے تو قضیہ کے وجود میں آنے سے پہلے وہ حقائق اور واقعیت اپنی جگہ موجود ہوتی ہے جس سے حاکی اور معبر حکایت یا ترجمانی کرتا ہے اس طور پر کہ عموماً ذات کو قضیہ میں موضوع اور اس کے لیے جس صفت یا خصوصیت کو ثابت کیا جاتا ہے اس کو محمول بنایا جاتا ہے اور نسبت آکر محمول کا موضوع سے ربط اور تعلق جوڑتی ہے، اب اس نسبت کی کیفیت سے بحث کرتے ہوئے ہمارے پاس "مادہ اور جہت" کی صطلاحات آتی ہیں، پس اگر کیفیت نسبت خارج میں موجود ہو تو اس کو مادہ کہتے ہیں اور اگر کیفیتِ نسبت بذاتِ خود قضیہ سے سمجھی جا رہی ہو تو اس کیفیتِ نسبت کو جہت سے تعبیر کرتے ہیں [۱]۔

۲۔ مادہ قضیہ کی تعریف[۲]:

هِيَ النِّسْبَةُ الْقَائِمَةُ بَيْنَ الْمَوْضُوْعِ وَالْمَحْمُوْل فِيَ الْوَاقِعِ وَنَفْسِ الْأَمْرِ./ المَادَّةُ هِيَ الْوُجُوْدُ الْخَارِجيُّ لَلْكِفِيْةِ.

محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی کیفیت کیساتھ مکیف ہوتی ہے، ان کیفیتوں کو مادہ قضیہ کہتے ہیں، یعنی واقع اور نفس الأمر میں نسبت جس کیفیت کیساتھ مکیف و متصف ہو تو اس کیفیت کو مادہ قضیہ کہتے ہیں، جیسے: "كل إنسان حيوان بالضرورة". انسان کے لیے خارج میں حیوان کا ہونا ضروری ہے، یعنی مادہ قضیہ نسبت کی نفس الامری کیفیت کا نام ہے[۳]۔

اس کو مادہ قضیہ اس لیے کہتے ہیں کہ جس سے شئ مرکب ہو اس کو "مادہ" کہتے ہیں اور قضیہ کے مادہ تین چیزیں ہیں: موضوع، محمول اور نسبت، ان تینوں اجزاء میں نسبت جزء اشرف ہے اور اس کی کیفیت کا جزء اشرف کیساتھ تعلق ہے اور نفس الامر میں یہ کیفیت اس نسبت کو لازم ہے تو اس مناسبت سے اس کیفیت کو مادہ قضیہ کہتے ہیں، یہ مجاز مرسل تسمية اللازم للجزءالأشرف بإسم الكل کے قبیل سے ہے[۴]۔

---

(۱) شرح المطالع:۲/۸۱۔

(۲) الاشارات مع شرح الطوسی:۱/۲۶۱، اساس الاقتباس:۱۲۹، النجاۃ:۱۴، التحصیل:۵۹، الجوہر النضید:۵۰، شرح المطالع:۲/۸۱، تحریر القواعد المنطقیہ:۲۷۴، القواعد الجلیۃ:۲۵۹۔

(۳) الاشارات مع شرح الطوسی:۱/۲۶۱، حاشیۃ ابن مامون:۳۱، توضیح المنطق:۱۶۱۔

(۴) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۷۴، حاشیۃ ابن مامون علی الرسالۃ الشمسیۃ:۳۱۔

۳۔ لفظ "مادہ" مشترک لفظی ہے:

یہ مادہ کا منطقی مفہوم ہے، لیکن علوم و فنون میں مادہ کی اصطلاح اشتراک لفظی کے طور پر استعمال ہوتی ہے، اس کے مختلف معانی ہیں، اب اُردو زبان میں "نر" کے مقابلے میں مادہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور اسی طرح ایک شيء کے عناصر اور اجزاء کو بھی مادہ کہتے ہیں، لیکن اسلامی علوم میں کلمہ مادہ ان دونوں معانی سے ہٹ کر درج ذیل معانی میں استعمال ہوتا ہے:

(الف)۔ مادہ بمعنی عنصرِ مادی جس سے مادی اجسام کی تشکیل ہوتی ہے۔

(ب)۔ مادہ بمعنی ایک لفظ کے ظاہری وزن اور صورت کے اندر الفاظ کا مجموعہ، مثلاً "نَصَرَ" جو کہ "فَعَلَ" کے وزن پر ہے، اس میں "فَعَلَ" وزن اور "ن-ص-ر" مادہ کہلاتا ہے۔

(ج)۔ مادہ بمعنی "ہیولیٰ" یعنی استعداد محض، جو کہ ایک فلسفی اصطلاح ہے، اس معنی میں مادہ کے مقابل صورت ہے، اس سے فلسفہ میں بحث ہوتی ہے۔

(د)۔ مادہ جو کہ جہت کے مقابلے میں ہوتا ہے، یہاں مبحوث عنہ یہی معنی ہے۔

۴۔ جہتِ قضیہ کی تعریف:

هِيَ النِّسْبَةُ الْقَائِمَةُ بَيْنَ الْمَوْضُوْعِ وَالْمَحْمُوْل فِيَ الذِّهْنِ./ الْجِهَةُ هِيَ الْوُجُوْدُ الذِّهِنِيُّ لِتَلْكَ الْكِفِيْةِ اَوِ الْمَادَّةِ[1].

جہتِ قضیہ اس لفظ کو کہتے ہیں جو نفس الامری کیفیت پر دلالت کرتا ہے، یعنی جو مادہ قضیہ پر دال ہو، جیسے: "الإنسان حیوان بالضرورۃ"، انسان کے لیے نفس الامر اور خارج میں حیوانیت ضروری ہے، جب اس خارجی جہان کی اس کیفیت کو کسی لفظ سے تعبیر کیا جائے، تو اس لفظ کو جہت قضیہ کہتے ہیں، جیسے مذکورہ مثال میں ہے کہ انسان کے لیے حیوانیت ضروری ہے، جس کو ہم نے لفظ "ضرورۃ" سے تعبیر کیا، تو اس "ضرورۃ" کے لفظ کو جہت قضیہ کہتے ہیں اور قضیہ معقولہ میں صورت عقلیہ اس کیفیت پر دال ہوتی ہے، تو اس صورت عقلیہ کو قضیہ معقولہ کی جہت کہتے ہیں۔

۵۔ مادہ اور جہت کی ایک مثال سے تفہیم:

مادہ اور جہت کی وضاحت ایک مثال سے سمجھیں کہ: "حسان جالس أمام الأستاذ"، (حسان استاذ کے سامنے بیٹھا ہے)، یہ ایک قضیہ ہے، یہاں حسان نامی طالب علم کا بیٹھنا واقع اور خارج میں موجود ہے، ان دونوں کے درمیان ایک تعلق و علاقہ ہے جس کو امکان خاص سے تعبیر کیا جاتا ہے، کیونکہ اگر اس کے لیے جلوس ضروری ہوتا تو یہ کھڑا نہ ہو سکتا اور اسی طرح اس کے لیے جلوس ممتنع بھی نہیں، کیونکہ اگر جلوس ممتنع ہوتا تو پھر یہ خارج میں اس کیساتھ ہر گز متصف نہ ہوتا، حالانکہ یہ خارج میں بیٹھا ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں

---

[1] النجاۃ:۱۷،التحصیل:۵۹،الجوہر النضید:۵۰،شرح المطالع:۸۱/۲،القواعد الجلیۃ:۲۶۰،حاشیۃ ابن ماموں:۳۱، تحریر القواعد المنطقیۃ:۲۷۵۔

کہ یہ امکان خاص کیساتھ جالس ہے۔ اب جب اس خارجی اورواقعی کیفیت کا تصوراور ظل وعکس ذہن میں آتا ہے اس موجود ذہنی کو قضیہ کہتے ہیں، جو موضوع اور محمول سے مرکب ہے تو اب اس کیفیت کے دووجود ہیں: ایک کیفیت موجودہ بلحاظ وجودِ خارجی اوردوسری کیفیتِ موجودہ بلحاظ وجودِ ذہنی۔ کیفیت موجودہ بلحاظ وجودِ خارجی کومادہ قضیہ کہتے ہیں اوردوسری کیفیتِ موجودہ بلحاظ وجودِ ذہنی، کو جہتِ قضیہ کہتے ہیں۔

۶۔مادہ قضیہ اور جہتِ قضیہ میں فرق:

مادہ قضیہ اور جہتِ قضیہ میں کئی فرق ہیں:

پہلا فرق: مادہ قضیہ کیفیت کے وجودِخارجی کو کہتے ہیں اوراس کیفیت خارجی کے وجودِ ذہنی کو جہتِ قضیہ کہتے ہیں۔ پس مادہ قضیہ اصل اور جہتِ قضیہ فرع ہے، کیونکہ وجودِ ذہنی وجودِ خارجی کا فرع ہوتی ہے اوراس لیے کہ جب ایک چیز کی وجودِخارجی نہ ہو تو اس کی وجودذہنی کیسے ہوگی، کیونکہ وجودِ ذہنی وجودخارجی کا ظل اور عکس ہوتا ہے۔

دوسرا فرق: مادہ قضیہ میں موضوع اور محمول کے درمیان موادِ ثلاثہ (وجوب،امتناع،امکان خاص) میں سے کوئی ایک مادہ خارج میں ضرور موجود ہوگا،یاوجوب ہوگا،یاامتناع ہوگااوریاامکانِ خاص، کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ خارج میں موضوع اور محمول متحقق ہوں اوران کے مابین کوئی رابطہ نہ ہو اور جب کہ جہتِ قضیہ کبھی ذہن میں ملحوظ ہوتا ہے اور کبھی نہیں،اس لیے جہت کے اعتبار سے قضیہ کی دو قسمیں بتلائی جاتی ہیں: ایک موجہہ (جس میں جہت مذکور ہو) اورایک مطلقہ جس میں جہت مذکور نہ ہو۔

تیسرا فرق:مادہ قضیہ میں موضوع اور محمول کے درمیان جونسبت ہوتی ہے وہ ناقابل تخلف اور غیر متغیر ہوتی ہے،اگروہ نسبتِ خارجیہ وجوب ہو تو وجوب ہی رہے گااوراگرامکان ہو تو امکان ہی رہے گا،لیکن جہتِ قضیہ میں تخلف اور تغییر ہوسکتی ہے، جیسے: ''اللهُ مُرِيْدٌ''، اکثرفلاسفہ اللہ تعالی کی صفتِ ارادہ سے انکار کرتے ہیں اورامتناع کے قائل ہیں،جب کہ متکلمین کہتے ہیں:''إن الله مريدبالضرورة الأزلية''،یہ حضرات جہت ضرورہ کو ثابت کرتے ہیں، متکلمین اور فلاسفہ کا جہت میں اختلاف ہے۔

چوتھافرق:مادہ قضیہ واقع اور نفس الامر میں متعین ہوتا ہے اور جب کہ جہتِ قضیہ غیر متعین ہوتی ہے،جہت میں یہ بات حتمی اور یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتی ہے کہ موضوع مو محمول میں وجوب ہے،یاامتناع ہے یا جہتِ امکان[1]۔

پانچواں فرق: مادہ ہر قضیہ کا ہوتا ہے اور جہت ہر قضیہ میں ملحوظ نہیں ہوتی۔ یعنی مادہ قضیہ کے لیے جہت کا ہونا ضروری نہیں اور جہتِ قضیہ کے لیےمادہ قضیہ کا ہوناضروری ہے، کیونکہ جہتِ قضیہ میں مادہ اور جہت دونوں ملحوظ ہوتے ہیں اور مادہ قضیہ میں جہت ملحوظ نہیں ہوتی۔

چھٹافرق:مادہ موادثلاثہ (وجوب، امتناع،امکان خاص) میں منحصر ہے اورجہات ان تینوں میں منحصر نہیں،بلکہ ان کے علاوہ

---

[1] حاشیہ ابن مامون:۱۳۱، توضیح المنطق:۱۷۸۔

دیگر جہات دوام اور فعلیت عند المتاخرین پائے جاتے ہیں۔

ساتواں فرق: جہت اس کیفیۃ النسبۃ کو کہتے ہیں جس کی تصریح کی جاتی ہے اور مادہ اس کیفیۃ النسبۃ کو کہتے ہیں جو غیر مصرح ہو۔

۷۔ شیخ اشراقی کا موجہات کے متعلق رائے:

شیخ شہاب الدین سہروردی نے تمام موجہات کو قضیہ ضروریہ میں مندرج مانا ہے، کیونکہ تمام جہات میں ضرورۃ ملحوظ ہے اس لیے کہ ممکن وہ ہے جس کا امکان ضروری ہو، ممتنع وہ ہے جس کا امتناع ضروری ہو اور واجب وہ ہے جس کا وجوب ضروری ہو، تو ضرورۃ تمام صورتوں میں ملحوظ ہے اس لیے قضیہ ہر صورت میں ضروریہ کہلائے گا، خواہ امتناع کی جہت ہو، وجوب کی جہت ہو، یا امکان کی جہت ہو۔ اور اب اس ضرورۃ کو محمول کا جزء قرار دیا جائے گا جیسا کہ حرف سلب کو محمول کا جزء بنا کر قضیہ معدولۃ المحمول بنایا جاتا ہے تو یہ قضیہ بتانہ کہلائے گا، موجہات کی متعدد اقسام ذکر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، صرف ایک قضیہ بتانہ کی اصطلاح تمام موجہات کو اپنے اندر سمولے گی[1]۔

۸۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ملفوظہ اور معقولہ۔ اگر موضوع محمول اور نسبت اس لحاظ سے ہوں کہ ذہن میں موجود ہیں تو قضیہ معقولہ اور اگر یہ تینوں تلفظ یا کتابت میں موجود ہوں تو قضیہ ملفوظہ ہو گا۔ اب اگر ثبوت محمول کا واسطے موضوع کے جس کیفیت کیساتھ مکیف ہو اگر خارج اور واقعہ کے اعتبار سے ہو تو اسے مادہ مادہ قضیہ کہتے ہیں، اگر ذہن، تلفظ یا کتابت کے اعتبار سے ہو تو اس کو جہتِ قضیہ کہتے ہیں، اب اگر یہ جہت اس اعتبار سے ہو کہ مادہ قضیہ میں موجود ہو تو اس کو جہت کا وجود خارجی کہتے ہیں اور اگر اس اعتبار سے ہو کہ تلفظ میں موجود ہو تو اس کو جہت کا وجودِ لفظی کہتے ہیں اور اس لحاظ سے ہو کہ کتابت میں موجود ہو تو اس کو جہت کا وجود کتبی اور اگر اس لحاظ سے ہو کہ ذہن میں موجود ہو اس کو جہت کا وجودِ ذہنی کہتے ہیں۔

---

[1] وفی شرح المنظومة:الشیخ الإشراقی ذوالفطانة الألهیة بل التألهة قضیة قصرفی البتانة(بتقدیم الباءالموحدة علی المثناة والنون)من البت بمعنی القطع والجزم فإن الضرورة هی الیقین کل الجهات فی الضروری أی کل الموجهات فی القضیة الضروریة أدرجاطلباللاختصار، ولفاللانتشاروعنایة بالأصول، ورفضاللفضول،إذالوجودکاشف،لأن حیثیة الوجود حیثیة الإباءعن العدم وإذاجهة ان جزءمحمول غدت کسلب یجعل جزء للمحمول فبالضرورة، لقدآلت أی رجعت القضیة لبت أی إلی الضرورة. قال فی حکمة الإشراق:"ولماکان الممکن إمکانه ضروریا، والممتنع امتناعه ضروریا، والواجب وجوبه أیضاکذلك،فالأولی أن یجعل الجهات من الوجوب وقسیمیه أجزاءللمحمولات حتی تصیرالقضیة علی جمیع الأحوال ضروریة، کماتقول:کل إنسان بالضرورة هویمکن أن یکون کاتبا،أویجب أن یکون حیوانا،أویمتنع أن یکون حجرا، فهذه هی الضرورة البتانة،فإناإذاطلبنافی العلوم إمکان شیءأوامتناعه فهوجزءمطلوبنا،أی لا أنه جهةله،بل الجهة فی الکل هی الضرورة المطلقة،ولایمکنناأن نحکم حکماجازماإلامانعلم أنه بالضرورة کذا فلانورد من القضایا إلاالبتانة".(شرح المنظومة:۱/ ۲۶۳-۲۶٤)

قاعدہ نمبر ۲: ہر حملیہ کی نسبت خواہ ایجابی ہو، یا سلبی نفس الامر میں کیفیت امکان، دوام، ضرورت، فعلیت وغیرہ میں کسی نہ کسی کیفیت سے موصوف ہوتی ہے، خواہ قضیہ میں اس کی تصریح موجود ہو، یا نہ ہو اسی کیفیت نفس الامری کو مادۃ القضیہ کہتے ہیں۔ اور قضیہ میں جو لفظ اس پر دال ہو اس کو جہۃ القضیۃ کہتے ہیں[1]۔

قاعدہ نمبر ۳: جہت سے مراد موضوع اور محمول کے درمیان پائی جانے والی نسبت کی "کیفیت و نوعیت" ہے۔ اگر ہم خارج میں ایک ذات کے کسی وصف یا خصوصیت کو ملاحظہ کریں اور اس وصف یا خصوصیت کو ذات سے نسبت دیں تو یہ امر تین صورتوں سے خارج نہیں ہو گا:

۱) یا تو اس وصف یا خصوصیت کو ذاتِ موضوع پر حمل کرنا ضروری اور لازم ہے، اس کو کہتے ہیں "وجوب"۔

۲)۔ یا اس وصف یا خصوصیت کو ذاتِ موضوع پر حمل کرنا ممنوع اور محال ہے، یعنی ضروری ہے کہ حمل نہ کیا جائے، اس کو کہتے ہیں "امتناع"۔

۳)۔ یا وصف یا خصوصیت کو ذاتِ موضوع پر نہ حمل کرنا ضروری ہے اور نہ اس خصوصیت کو ذاتِ موضوع سے سلب کرنا ضروری ہے، اس کو کہتے ہیں "امکان"۔

قاعدہ نمبر ۴: وجوب، امتناع اور امکان کو کیفیتِ نسبت کہتے ہیں۔ اگر یہی کیفیتِ نسبت خارج میں واقعیت رکھتی ہو تو منطق میں اس کو مادہ کہتے ہیں اور اگر یہ قضیہ میں موجود ہو تو اس کو "جہت یا موجہات" کہتے ہیں[2]۔

قاعدہ نمبر ۵: مفہومِ ضرورت اور مفہومِ لاضرورت یعنی ضرورت کا نہ ہونا ہر دو بدیہی مفہوم ہیں۔

قاعدہ نمبر ۶: مواد ثلاث میں ہر ایک اسی مفہوم ضرورت سے تشکیل پایا ہے۔ وجوب، امتناع اور امکان تینوں ضرورت سے تشکیل پائے ہیں۔ اس لیے موادِ ثلاث بھی بدیہی شمار ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی جو تعریف بھی لائی جائے اس تعریف سے دَور لازم آئے گا۔

قاعدہ نمبر ۷: کیفیات ثلاثہ (وجوب، امتناع، امکان خاص) کتب منطق میں جہات ثلاثہ کے عنوان سے مذکور ہیں اور فلاسفہ اسے مواد ثلاثہ کے عنوان سے معنون کرتے ہیں، کیونکہ فلاسفہ مادہ سے بحث کرتے ہیں۔

۸۔ تمرین:

(الف)۔ مادہ اور جہت کی تعریف کریں۔

(ب)۔ مادہ اور جہت میں کیا فرق ہے؟

(ج)۔ مادہ کتنی معانی میں استعمال ہوتا ہے؟

(د)۔ درج ذیل مثالوں میں جہت اور مادہ کی تعیین کیجیے، نیز منطقی تطبیق کریں۔

---

[1] الاشارات مع شرح الطوسی: ۱/۲۶۲، حاشیۃ ابن مامون: ۳۱، توضیح المنطق: ۱۷۸۔
[2] الاشارات مع شرح الطوسی: ۱/۲۶۲، توضیح المنطق: ۱۷۷۔

اللهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ بِالضَّرُوْرَةِ، إنَّ اللهَ كَانَ عَلِيْماً حَكِيْماً بِالضَّرُوْرَةِ. وَاللهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بِالضَّرُوْرَةِ، الْحَيَوَانُ يَأْكُلُ بِالإِمْكَانِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ صَدَّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ بِالضَّرُوْرَةِ، الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ، آكِلُ الرِّبَا مَلْعُوْنٌ بِالضَّرُوْرَةِ، الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ، الْمُؤمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ، اَلْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيمٌ، الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، الْقُرْآنُ كِتَابُ اللهِ بِالضَّرُوْرَةِ، لَيْسَ الذَّكَرُكَالْأُنْثَى، مَاكَفَرَسُلَيْمَنُ بِالضَّرُوْرَةِ، زَيْدٌكَاتِبٌ بِالْإِمْكَانِ، إِنَّمَاالْحَيَاةُ الدُّنْيَالَعِبٌ وَلَهْوٌ، الْعِلْمُ نُوْرٌ بِالضَّرُوْرَةِ، لَاشَیْءَمِنَ الْجَهْلِ بِنُوْرٍ بِالضَّرُوْرَةِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞... إِنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌبِالضَّرُوْرَةِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔

"إِنَّ"ادات غیر زمانیہ... "اللہ"موضوع... "عَلَى"جزء اول... "كُلِّ شَيْءٍ"مرکب تقییدی جزء ثانی... جزء اول با جزء ثانی مرکب غیر تقییدی ہوکر متعلق محمول... "قَدِيرٌ"محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو ... "الضَّرُوْرَةِ"جہت ضرورۃ... موضوع اپنے محمول اور متعلقات محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔

۞...الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔

"الْمَسْحُ"موضوع... "عَلَى الْخُفَّيْنِ"مرکب غیر تقییدی،محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو ... "جَائِزٌ"جہت امکان... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔

فصلِ سوم: قضیہ موجہہ

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

کیفیات ثلاثہ (وجوب، امتناع، امکان خاص) کی تفصیل ما قبل بیان ہو چکی ہے، اب جس قضیہ میں جہت (نسبت کی کیفیت) صراحت کیساتھ مذکور ہو تو اسے قضیہ موجہہ کہتے ہیں، خواہ جہت ضرورت کی ہو، یا امکان کی ہو، یا دوام کی ہو، یا امتناع۔ یعنی واضح اور صریح طور پر ذکر ہوتا ہے کہ محمول اپنے موضوع کے لیے یا تو ضروری و واجب ہے، یا ممتنع ہے، یا امرِ ممکن ہے۔ موجہہ کو رباعیہ اور منوعہ کہتے ہیں، موجہہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں جہت مذکور ہے اور رباعیہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس قضیہ کے چار اجزاء (۔ موضوع، محمول، نسبت ، جہت) ہیں اور منوعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں کیفیت کی نوعیت بیان ہوتی ہے۔

۲۔ قضیہ موجہہ کی تعریف:

هِيَ الْقَضِيْةُ الَّتِّي يُبَيَّنُ فِيْهَا كَيْفِيَّةُ النِّسْبَةِ.

موجہہ وہ قضیہ ہے جس میں جہت (نسبت کی کیفیت) مذکور ہو، جیسے: "الإنسان ناطق بالضرورة"، اس قضیہ میں "انسان" موضوع ہے اور "حیوان" محمول ہے اور ان دونوں کے درمیان نسبتِ ایجابیہ ہے اور نسبتِ ایجابی کی کیفیت ضروری ہونا ہے جو مادہ قضیہ ہے اور اس کیفیت پر دلالت کرنے والا لفظ "بالضرورة" ہے، یہ جہتِ قضیہ ہے اور یہ پورا قضیہ جس میں نسبت کی کیفیت مذکور ہے قضیہ موجہہ، رباعیہ اور منوعہ ہے اور جس قضیہ میں جہت یعنی نسبت کی کیفیت مذکور نہ ہو تو اس کو مطلقہ اور مہملہ کہتے ہیں، جیسے: "کل انسان حیوان"، یہ قضیہ مطلقہ اور مہملہ ہے، کیونکہ اس میں نسبت کی کیفیت بیان نہیں کی گئی ہے، مہمل چھوڑ دی گئی ہے[1]۔

۳۔ جہت میں مناطقہ کا اختلاف:

جہت میں مناطقہ کا اختلاف ہے، اس میں دو مذہب ہیں:

(الف)۔ متقدمین مناطقہ کہتے ہیں کہ جہت صرف ایجاب کیساتھ لگتی ہے، سلب کیساتھ نہیں، کیونکہ سلب میں نسبت نہیں ہوتی اور جہت نسبت کیساتھ لگتی ہے، اس لیے ان کے نزدیک موجہہ صرف موجبہ ہوتا، سالبہ نہیں اور یہی نقطہ نظر میر باقر داماد کا بھی ہے۔

(ب)۔ متاخرین مناطقہ کہتے ہیں کہ جہت ایجاب اور سلب دونوں کیساتھ لگتی ہے، اس لیے کہ متاخرین موجہات میں موجبہ اور سالبہ دونوں کی مثالیں دیتے ہیں۔

۴۔ قضیہ موجہہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار:

---

[1] الاشارات مع شرح الطوسی: ۱/۱۳۲، حاشیہ ابن مامون: ۳۷، القواعد الجلیہ: ۲۶۰۔

قضیہ میں اگر جہت مادہ کے مطابق ہو تو قضیہ صادقہ ہو گا ورنہ کاذبہ ہو گا، جیسے: "الله ربنا بالضرورة"، اس قضیہ میں موضوع ذات باری تعالی ہے، وصف ربوبیت کو اس کے لیے ثابت کیا گیا ہے، جو محمول ہے اور یہ بات واقع میں ضروری ہے، یہ مادہ ہے اور قضیہ میں "بالضرورة" (جہت) سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ جہت مادہ کے مطابق ہے، اس لیے قضیہ صادقہ ہے۔ اور اگر جہت مادہ کے مطابق نہ ہو تو قضیہ کاذبہ کہتے ہیں، جیسے: "الله موجود بالإمكان الخاص"، یہ قضیہ کاذبہ ہے، کیونکہ اس میں جہت (امکان خاص) مادہ کے مطابق نہیں، باری تعالی موجود بالامکان العام مقید بجانب الوجود ہے، اس لیے کہ باری تعالی کے لیے وجود ضروری اور عدم ممتنع ہے۔

اس معیار کی دلیل یہ ہے کہ جب قضیہ ملفوظہ میں لفظ کسی خاص کیفیت پر دلالت کرے یا قضیہ معقولہ میں عقل کسی خاص کیفیت کا حکم کرے اور نفس الامر میں وہ کیفیت ثابت نہ ہو تو اس قضیہ ملفوظہ یا معقولہ کا حکم واقع کے مطابق نہ ہو گا اور واقع کے مطابق نہ ہونا ہی کذب ہے، لہذا یہ قضیہ کاذب ہے، جیسے: "كل إنسان حيوان لا بالضرورة"، اس قضیہ میں جہت لا بالضرورۃ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے لیے حیوان ہونا ضروری نہیں، انسان حیوان بھی ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے، حالانکہ نفس الامر میں انسان کے لیے حیوان ہونا ضروری ہے تو یہاں جہتِ قضیہ اور مادہ قضیہ ایک دوسرے کے موافق نہیں، اس لیے یہ قضیہ کاذبہ ہے۔

۵۔ ایک شبہ اور اس کا جواب:

یہاں بظاہر ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے کہا کہ نسبت کے لیے کسی نہ کسی کیفیت کا ہونا ضروری ہے جو نفس الامر میں ثابت ہے، حالانکہ نسبت کا تو وجود نہیں اور جب اس کا وجود ہی نہیں تو اس کے لیے کیفیت کیسے ثابت کی جا سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح موضوع، محمول، کیفیت، نسبت، وصفِ موضوع اور قید محمول وغیرہ کے تین وجود ہوتے ہیں[1]، اسی طرح محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہوتی ہے، خواہ ایجابی ہو، یا سلبی، اس کے لیے بھی تین وجودوں کا ہونا ضروری ہے:

(الف)۔ وجودِ نفس الامری (ب)۔ وجود عقلی (ج)۔ وجودِ لفظی

جب کوئی نسبت نفس الامر میں ثابت ہو تو وہ کسی کیفیت کیساتھ ضرور متصف ہو گی اور جب نسبت عقل میں حاصل ہو تو اس کے لیے بھی کوئی کیفیت ہو گی جو نفس الامری کیفیت کی عین ہو گی یا اس کی غیر ہو گی اور یہ نسبت جب لفظوں میں پائی جائے تو اس نسبت لفظیہ کے لیے وہ کیفیت معتبر ہو گی جو نسبت عقلیہ میں معتبر تھی، اس لیے کہ الفاظ صُور عقلیہ کے مقابلہ میں ہوتے ہیں۔ تو جس طرح موضوع محمول اور نسبت کا نفس الامر اور عقل میں وجود ہے جس کی بناء پر یہ تینوں قضیہ معقولہ کے اجزاء ہوتے ہیں اور ان کا لفظ میں بھی موجود ہے جس کی بناء پر یہ قضیہ ملفوظہ کے اجزاء ہوتے ہیں، اسی طرح نسبت کی کیفیت کے لیے بھی یہ تین وجود ہوتے ہیں: وجودِ نفس الامری، وجودِ عقلی اور وجودِ لفظی۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت کے لیے جو کیفیت نفس الامر میں ہوتی ہے اس کو مادہ قضیہ کہتے ہیں اور جو کیفیت

---

[1] اگر وجود کتبی کو شمار کیا جائے تو چار وجود بنتے ہیں جن کی تفصیل ما قبل گذر چکی ہے۔

عقل میں ہوتی ہے اس کو قضیہ معقولہ کی جہت کہتے ہیں اور جو نسبت لفظ میں ہوتی ہے اس کو قضیہ ملفوظہ کی جہت کہتے ہیں، قضیہ معقولہ میں اگر عقل نے کسی کیفیت کا اعتبار کرلیا اور قضیہ ملفوظہ میں کیفیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ لایا گیا تو اس کو قضیہ موجہہ کہتے ہیں، کیونکہ اس میں جہت مذکور ہے اور رُباعیہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس میں چار اجزاء مذکور ہوتے ہیں اور اگر عقل نے کسی کیفیت کا اعتبار نہیں کیا، یا کیفیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں لایا گیا تو اس کو قضیہ مطلقہ کہتے ہیں[1]۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشیں رکھیں کہ جس طرح نسبتِ معقولہ اور نسبتِ ملفوظہ اگر نفس الامری نسبت کے مطابق نہ ہو تو قضیہ کاذبہ کہلاتا ہے، اسی طرح کیفیتِ معقولہ اور کیفیتِ ملفوظہ اگر مادہ قضیہ کے مطابق نہ ہو تو تب بھی قضیہ کاذبہ کہلاتا ہے، کیونکہ عقلی صورتیں اور ان پر دلالت کرنے والے الفاظ کا نفس الامر کے مطابق ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ عقل کبھی نفس الامر کے خلاف کا تصور کرلیتی ہے اور کبھی کلامِ نفس الامر کے خلاف صادر ہوجاتا ہے، اس لیے جہتِ قضیہ کا مادہ قضیہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں ، لہذا جب جہت عقلی یا جہت لفظی مادہ کے مطابق ہو تو قضیہ صادقہ ہوگا ورنہ کاذبہ ہوگا[2]۔

کیفیت کے نفس الامر، عقل اور لفظ میں موجود ہونے اور کبھی نفس الامر کے مطابق ہونے اور کبھی مطابق نہ ہونے کی مثال یہ ہے کہ جب ہم دور سے کوئی شکل دیکھتے ہیں جو اصل میں انسان ہو، لیکن دوری کی وجہ سے عقل میں اس کی مختلف شکلیں آتی ہیں، کبھی عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ وہ انسان ہے اور دیکھنے والا اس کو انسان سے تعبیر کرتا ہے اور کبھی عقل کہتی ہے کہ وہ فرس ہے اور دیکھنے والا اسے فرس سے تعبیر کرتا ہے، اب ان دونوں صورتوں میں اس شکل کے تین وجود ہوتے ہیں تو جس طرح اس شکل کے تین وجود ہوتے ہیں تو اسی طرح "کل إنسان حیوان بالضرورۃ" میں نسبت کی کیفیت کے بھی تین وجود ہیں:۱)۔ نفس الامری وجود اور وہ "ضرورۃ" ہے۔ ۲)۔ عقلی وجود اور وہ عقل کا فیصلہ ہے۔ ۳)۔ وجود لفظی اور وہ لفظ ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کیفیتِ معقولہ یا کیفیتِ ملفوظہ اگر مادہ قضیہ کے مطابق ہو تو قضیہ صادق ہوگا، ورنہ یقیناً کاذبہ ہوگا[3]۔

۶۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: قضیہ موجہہ اگر صرف ایک ہی ایجابی یا سلبی نسبت پر مشتمل ہو تو اس کو بسیطہ اور ایسے دو مختلف الکیف قضیوں سے مرکب ہو جن میں پہلا قضیہ تو صریحی ہو، مگر دوسرا کسی مختصر لفظ کے ضمن میں سمجھا جاتا ہو تو اس کو مرکبہ کہتے ہیں[4]۔

قاعدہ نمبر ۲: قضیہ حملیہ موجہہ وہ قضیہ ہے جس میں موضوع اور محمول کے درمیان نسبت کی کیفیت صراحت کے ساتھ موجود ہوتی ہے۔ فرق نہیں پڑتا وہ نسبت ضرورت ہے یا امکان، دوام ہے یا امتناع۔ یعنی واضح اور صریح طور پر ذکر ہوتا ہے کہ محمول اپنے موضوع کے

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۴۔
(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۴۔
(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۴۔
(۴) القواعد الجلیہ: ۲۶۰، حاشیۃ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۶۔

لیے یا تو ضروری و واجب امر ہے یا ممتنع ہے یا امرِ ممکن ہے۔ قضیہ موجہہ کو منوّعہ اور رباعیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے چار اجزاء ہوتے ہیں: موضوع، محمول، رابطہ اور جہت۔ وہ لفظ جو اس نسبتِ قضیہ کی کیفیت پر دلالت کرتا ہے اسے جہت یا نوع کہتے ہیں اور بالضرورۃ کے الفاظ قضیہ کی جہت اور نسبتِ قضیہ کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔ بالضرورۃ اور بالإمکان اور اس کی مانند دیگر الفاظ کو جہتِ قضیہ کہا جاتا ہے۔ البتہ ممکن ہے کہ یہ جہتِ قضیہ نفس الامر کے مطابق ہو کہ اس صورت میں قضیہ صادق کہلائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفس الامر کے مطابق نہ ہو، اس صورت میں قضیہ کاذب کہلائے گا[1]۔

۷۔ تمرین:

(الف)۔ قضیہ موجہہ کی تعریف بمع مثال بیان کریں۔

(ب)۔ قضیہ موجہہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار کیا ہے؟

(ج)۔ وجود کی اقسام بمع امثلہ بیان کریں۔

(د)۔ درج ذیل مثالوں میں قضیہ موجہہ اور غیر موجہہ کی تعیین کیجیے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ، ھُوَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ بِالضَّرُوْرَۃِ، وَاللّٰہُ عَزِیْزٌحَکِیْمٌ، المؤْمِنُ مِرْآۃُ المؤْمِنِ بِالْإِمْکَانِ، لَاشَیْءٍمِنَ المنَافِقِیْنَ بِصَادِقٍ بِالدَّوَام، المؤْمِنُ لَیْسَ بِخَادِعٍ مَادَامَ مُؤْمِناً، ذَالِکُمْ اللّٰہُ رَبُّکُمْ بِالضَّرُوْرَۃِ، زَیْدٌعَالِمٌ بِالْإِمْکَانِ، الإِنْسَانُ لَیْسَ بِحِمَارٍ، وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُبِالْفِعْلِ، آوْلَئِکَ ھُمُ المؤْمِنُوْن بِالدَّوَام، وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ، وَاللّٰہُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ بِالْفَعْلِ، وَھُوَأَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ بِالضَّرُوْرَۃِ، وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِیْنَ بِالضَّرُوْرَۃِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞...وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ:

قضیہ حملیہ متعارفہ مرکبہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ غیر موجہہ غیر منوعہ مطلقہ مہملہ۔

"وَ"ادات غیر زمانیہ... لفظ"اللّٰہُ"موضوع... "یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ"محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذوہو... باز "یُحِبُّ"، محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذوہو... اس میں ضمیر موضوع... "الْمُحْسِنِیْنَ"متعلق محمول... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ غیر موجہہ غیر منوعہ مطلقہ مہملہ۔

۞... المؤْمِنُ مِرْآۃُ المؤْمِنِ بِالْإِمْکَانِ:

---

[1] القواعد الجلیۃ علی الرسالۃ الشمسیۃ:۲۶۱۔

قضیہ حملیہ متعارفہ مرکبہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ غیر موجہہ غیر منوعہ موجہہ۔
"المؤْمِنُ" موضوع... "مِرْآةُ المؤْمِنِ" محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو... "بِالْإِمْكَانِ" جہتِ امکان ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ غیر موجہہ غیر منوعہ موجہہ۔

فصل چہارم: اقسام موجہات

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

متقدمین مناطقہ صرف نسبت ایجابیہ کا اعتبار کرتے ہیں اور نسبتیں بھی ان کے نزدیک تین (وجوب، امتناع، امکان) ہیں، جس کی تفصیل ما قبل بیان ہو چکی ہے، اس لیے متقدمین کے نزدیک موجہات کی تعداد کم ہے، نیز ان کے نزدیک کوئی قضیہ سالبہ موجہہ نہیں ہو سکتا۔ اور متاخرین مناطقہ کے نزدیک نسبتِ ایجابیہ اور نسبتِ سلبیہ دونوں کیفیتیں ذکر کرنے سے قضیہ موجہہ بن جاتی ہے اور کیفیتیں بھی ان کے نزدیک تین میں منحصر نہیں ہیں، اس وجہ سے موجہات کی تعداد ان کے نزدیک زیادہ ہے، لیکن فن میں صرف دو کیفیتوں سے بحث کی جاتی ہے: ایک ضرورت اور دوسرا دوام۔ اب ضرورت کی نقیض امکان ہے اور دوام کی نقیض فعلیت ہے، اس وجہ سے مقابلۃً فعلیت اور امکان سے بھی بحث کرتے ہیں۔

۲۔ جہاتِ معتبرہ:

فن منطق میں جو کیفیات اور جہات عند المتاخرین معتبر ہیں، وہ درج ذیل چار ہیں[۱]:

(الف)۔ ضرورۃ (ب)۔ دوام (ج)۔ فعلیت (د)۔ امکان

(الف)۔ ضرورۃ کی تعریف[۲]:

هِيَ اسْتِحَالَةُ انْفِكَاكِ المَحْمُوْلِ عَنِ المَوْضُوْعِ[۳].

ضرورت[۴] اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ جس میں محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا محال ہو، جیسے: "الإنسان حیوان بالضرورۃ"، اس قضیہ میں حیوانیت کی نسبت انسان کی طرف ہے تو انسان جب تک موجود رہے گا تو کبھی بھی اس سے حیوانیت جدا نہیں ہو سکتی، کیونکہ حیوان انسان کا جزء مقوم ہے۔ اسی طرح "الله أحد"، اس قضیہ میں احدیت کی نسبت جو اللہ تعالی کی طرف ہے وہ کبھی بھی اللہ تعالی سے جدا نہیں ہو سکتی۔

---

(۱) الاشارات مع شرح الطوسی: ۱/۲۶۳، شرح المطالع: ۲/۸۱، حاشیۃ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۳۔

(۲) ضرورت کے لغوی معنی لزوم اور محتاج ہونے کے ہیں، یہ لفظ عوام الناس کے نزدیک محتاجی و احتیاج کے معنی میں زیادہ استعمال ہوتا ہے، جب کہ ضرورت بمعنی لزوم اور جدائی کا نہ ہونا علمی مباحث میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے، امام راغب اصفہانیؒ نے ضرورت اور ضروری کے تین معنی ذکر کیے ہیں: ۱۔ مجبوری اور قہری طور پر ایک شیء کا ہونا، جیسے: درخت کا شدید ہوا سے ہلنا ضروری ہے۔ ۲۔ جس کا وجود اس شیء کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، اس شیء کو ضرورت یا ضروری کہا جائے گا، جیسے بدنِ انسانی کی حفاظت کے لیے غذا ضروری ہے۔ ۳۔ ضرورت اس شیء کے لیے بولا جاتا ہے جس کا برخلاف واقع نہیں ہو سکتا، جیسے ایک بدن ایک حالت میں دو جگہوں میں نہیں ہو سکتا۔ ان تینوں معانی میں مشترک معنی لزوم اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہونے کے موجود ہیں۔ لغات میں ضرورت کا دوسرا معنی احتیاج اور محتاجی کے ذکر ہوئے ہیں۔

(۳) شرح المطالع: ۲/۸۲.

(۴) الضَّرُورَة: امْتنَاع انفكاك شَيْء عَن آخر عقلا فَيُقَال نِسْبَة الْحَيَوَان إِلَى الْإِنْسَان مثلا ضَرُورِيَّة أَي ممتنعة الانفكاك يَعْنِي أَن الْعقل يحكم بامتناع انفكاك الْحَيَوَان عَن الْإِنْسَان فَتكون تِلْكَ النِّسْبَة دائمة الْبَتَّةَ. فالدوام أَعم من الضَّرُورَة لِأَن كل ضَرُورِيّ دَائِم وَلَيْسَ كل دَائِم ضَرُورِيًّا-(دستور العلماء: ۲/ ۱۹۱)

بعض مناطقہ ضرورۃ کی تعریف یوں کرتے ہیں جب تک ذات موضوع موجود ہو تو حکم بھی ضروری ہو۔ یہ صحیح نہیں، کیونکہ ضرورت کی جہت سالبہ کیساتھ بھی لگتی ہے اور سالبہ میں وجودِ موضوع ضروری نہیں ہوتا، جب وجود موضوع ضروری نہ ہوا تو پھر حکم بھی ضروری نہ ہوا۔ صحیح تعریف وہ ہے جو اُستاذ الکل امام المناطقہ استاذ ائمی والوں نے کی ہے کہ ضرورۃ اس کو کہتے ہیں جس کا جدا ہونا محال ہو[۱]۔

مناطقہ کے نزدیک لفظِ ضرورت یا ضروری وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایک محمول کا ایک موضوع سے جدا اور علیحدہ ہونا، ممکن نہ ہو۔ جس قضیہ میں محمول اپنے موضوع سے جدا نہیں کیا جاسکتا وہاں اس کو ضرورت سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی یہ محمول اپنے موضوع کے لیے ضروری ہے۔ لفظِ ضرورت کو جب ہم وجود کی طرف اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ایک شیٔ کے لیے ضرورتِ وجود، اس کا مطلب وجوب ہوتا ہے۔ اسی طرح جب لفظِ ضرورت کو عدم کی طرف اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ضرورتِ عدم، اس کو اصطلاح میں امتناع کہتے ہیں۔

۳۔ ضرورت کی اقسام:

مناطقہ نے ضرورت کی متعدد اقسام ذکر کی ہیں، جن میں یہ چار قسمیں ہیں معرف و متداول ہیں[۲]:

(الف)۔ ضرورۃِ ذاتیہ (ب)۔ ضرورۃِ وصفیہ (ج)۔ ضرورۃِ وقتیہ (د)۔ ضرورۃِ منتشرہ

(الف) ضرورۃ ذاتیہ کی تعریف:

هِيَ اسْتِحَالَةُ انْفِكَاكِ المَحْمُوْلِ عَنِ المَوْضُوْعِ مَا دَامَ المَوْضُوْعُ مَوْجُوْداً[۳].

ضرورۃ ذاتیہ کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذات موضوع سے ضروری ہو، جب تک ذات موضوع موجود ہو، یعنی ایک محمول ذاتِ موضوع کے لیے ضروری ہے لیکن اس شرط و قید کے ساتھ کہ موضوع موجود ہو۔ اگر موضوع وجود نہ رکھتا ہو تو محمول کو اس کے لیے ثابت نہیں کیا جاسکے گا، جیسے: "ہر انسان حیوان بالضرورۃ" ہے، یعنی حیوانیت انسان کے

---

(۱) دیکھئے ہماری تحقیق کیساتھ صغری شیخ القرآنی: ۱۱۰۔

(۲) ثمَّ الضَّرُورَة خَمْسَة أَنْوَاع: الأول أزلية مثل الله عَالم بِالضَّرُورَةِ الأزلية أَي أزلا وأبدا. وَالثَّانِي ذاتية وَتسَمى مُطلقَة هِيَ مَا دَامَ الذَّات. وَالثَّالِث وَصفِيَّة بِمَعْنى مَا دَامَ الْوَصْف أَو بِشَرْط الْوَصْف أَو لأَجله - وَالرَّابِع وقتية إِمَّا فِي وَقت معِين أَو وقتا مَا. وَالْخَامِس بِشَرْط الْمَحْمُول ثبوتا أَو سلبا فَكل مَحْمُول ضَرُورِيّ بِالشّرطِ. وَاعْلَم أَنه إِذا قيل كل (ج ب) بِالضَّرُورَةِ من غير قيد فأزلية كَمَا فِي الإشارات وذاتية كَمَا فِي (الشِّفَاء) فالأزلية دَاخِلَة فِي الذاتية وَلِذَا قَالُوا إِن الضَّرُورَة ذاتية - ووصفية - ووقتية مُعينَة - ووقتية منتشرة - لِأَنَّهَا إِن كَانَت بِحَسب ذَات الْمَوْضُوع وبشرط وجوده فَهِيَ ضَرُورَة ذاتية كَمَا فِي الضرورية الْمُطلقَة مثل كل إِنْسَان حَيَوَان بِالضَّرُورَةِ. وَإِن كَانَت بِحَسب وصف الْمَوْضُوع وبشرط وَصفه فَهِيَ ضَرُورَة وَصفِيَّة مَا فِي الْمَشْرُوطَة الْعَامَّة مثل بِالضَّرُورَةِ كل كَاتب متحرك الْأَصَابِع مَا دَامَ كَاتبا. وَإِن كَانَت فِي وَقت معِين من أَوْقَات وجود الْمَوْضُوع فَهِيَ ضَرُورَة وقتية مُعينَة كَمَا فِي الوقتية الْمُطلقَة مثل بِالضَّرُورَةِ كل قمر منخسف وَقت الْحَيْلُولَة. وَإِن كَانَت فِي وَقت غير معِين من أَوْقَات وجود الْمَوْضُوع فَهِيَ ضَرُورَة وقتية منتشرة كَمَا فِي المنتشرة الْمُطلقَة مثل بِالضَّرُورَةِ كل إِنْسَان متنفس وقتا مَا. وَلَا يذهب عَلَيْك أَن الضَّرُورَة منحصرة فِي هَذِه الْأَرْبَع لِأَن لَهَا حالات شَتَّى عِنْد الْعقل لكِنهمْ لم يزِيدُوا فِي بَيَان جِهَة النِّسْبَة الضرورية على هَذِه الْأَرْبَع الْمَذْكُورَة فَافْهَم. (دستور العلماء: ۲/ ۱۹۱)

(۳) الارشارات مع شرح الطوسی: ۹۱/۱، النجاۃ: ۲۰، اساس الاقتباس: ۱۳۲، التحصیل: ۶۲، شرح المنظومہ: ۵۵، شرح المطالع: ۸۴/۲۔

لیے ذاتی ہے، لہذا جب بھی ماہیتِ انسان موجود ہو اس کے لیے محمول یعنی حیوانیت کا ثابت ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر موضوع موجود نہیں ہے تو اس کے لیے محمول بھی ضروری نہیں ہے۔

(ب)۔ ضرورۃِ وصفیہ کی تعریف:

هِيَ اسْتِحَالَةُ انْفِكَاكِ المَحْمُوْلِ عَنِ المَوْضُوْعِ مَا دَامَ المَوْضُوْعُ مَوْصُوْفاً بِالْوَصْفِ العُنْوَانِيِّ لِلْمَوْضُوْعِ[1].

ضرورۃِ وصفیہ کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذات موضوع کے لیے ضروری ہو، جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کیساتھ متصف ہو، یعنی بعض اوقات ایک محمول ایک موضوع کے لیے اس وقت ضروری ہوتا ہے جب وہ موضوع کسی خاص صفت کے ساتھ متصف ہو۔ اگر موضوع اس صفت کے ساتھ متصف نہیں ہے تو محمول بھی اس موضوع کے لیے ضروری نہیں ہوگا۔ یہ محمول اس موضوع کے لیے علت نہیں بنا رہا ہوتا، بلکہ موضوع چونکہ خاص صفت کے ساتھ متصف ہے اس لیے محمول کو اس موضوع پر حمل کرنا ضروری ہے، جیسے: مثلاً: ”ہر لکھنے والا انگلیوں کو حرکت دینے والا ہوتا ہے جب تک وہ کاتب ہے“۔ اس مثال میں انگلیوں کا حرکت کرنا کاتب بننے کی علت وسبب نہیں ہے لیکن جب بھی کاتب ہوگا اور کتابت و لکھنے کی صفت اس کے لیے ثابت ہوگی محمول کا اس کے لیے ثبوت ضروری ہوگا۔

(ج)۔ ضرورۃِ وقتیہ کی تعریف:

هِيَ اسْتِحَالَةُ انْفِكَاكِ المَحْمُوْلِ عَنِ المَوْضُوْعِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ[2].

ضرورۃِ وقتیہ کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذاتِ موضوع سے وقت معین میں ضروری ہو، یعنی اگر ایک محمول کسی موضوع کے لیے کسی خاص وقت میں ضروری ہو تو اس ضرورت کو ضرورتِ وقتی کہتے ہیں، مثلاً چاند کا گرہن کے وقت بالضرورۃ گھٹ جانا۔ اس مثال میں محمول یعنی گھٹنا موضوع کے لیے خاص وقت کے داخل ہونے کے بعد ضروری ہے۔ اگر یہ وقت نہ ہو تو محمول کا موضوع کے لیے ثابت ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس محمول ایک خاص وقت میں موضوع کے لیے ضروری الثبوت ہے۔

(د)۔ ضرورۃِ منتشرہ کی تعریف:

هِيَ اسْتِحَالَةُ انْفِكَاكِ المَحْمُوْلِ عَنِ المَوْضُوْعِ فِيْ وَقْتٍ مَّا[3].

ضرورۃِ منتشرہ کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذات موضوع سے وقت غیر معین میں

---

[1] شرح المطالع:۸۶/۲.

[2] شرح المطالع:۸۸/۲.

[3] شرح المطالع:۸۸/۲۔

ضروری ہو، یعنی اگر ایک محمول کسی موضوع کے لیے کسی غیر معین وقت میں ضروری ہو تو اس ضرورت کو ضرورتِ وقتی کہتے ہیں، مثلاً: حیوان کا متنفس بالضرورۃ ہونا۔ اس مثال میں محمول یعنی متنفس موضوع کے لیے غیر معین وقت میں ضروری ہے، پس محمول ایک غیر معین وقت میں موضوع کے لیے ضروری الثبوت ہے۔

۴۔ ضرورۃ کی دیگر اقسام:

(الف)۔ ضروریۃ ازلیہ (ب)۔ ضرورۃ بشرط المحمول

(الف)۔ ضرورۃ ازلیہ کی تعریف:

هِيَ اسْتِحَالَةُ انْفِكَاكِ الْمَحْمُوْلِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ[1].

متقدمین مناطقہ نے ضرورت کی ایک قسم ضرورۃ ازلیہ بھی بیان کی ہے، ضرورۃ ازلیہ کا مطلب یہ ہے کہ جس میں محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے ضروری ہو، جب تک ذات موضوع موجود ہو، یعنی محمول کا ذاتِ موضوع کے لیے ثبوت ضروری و واجب ہے۔ اس ضرورت کے لیے کسی قسم کی قید و شرط حتی قیدِ وجود بھی معتبر نہیں ہے، لہذا یہ ضرورت ہر قسم کی قید و شرط سے آزاد ہے۔ اس نوعِ ضرورت کو ضرورتِ ازلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ضرورت اس موضوع کے ساتھ مختص ہے جس کی ذات اپنے وجود میں کسی غیر کی احتیاج نہیں۔ یہ صرف واجب الوجود بالذات یعنی اللہ سبحانہ کے ساتھ مختص ہے۔ بالفاظ دیگر اس ضرورت کا موضوع ہمیشہ واجب الوجود بالذات ہو گا۔ اللہ تعالی کا غیر اس ضرورت سے متصف نہیں ہو سکتا۔

ضرورت ازلی میں محمول ہر صورت میں موضوع پر حمل کیا جاتا ہے۔ ضرورت ذاتی میں موضوع کے وجود کی قید مد نظر ہوتی ہے کہ جب تک موضوع موجود ہے محمول کو اس کے لیے ثابت کرنا ضروری ہے۔ لیکن ضرورتِ ازلی میں وجودِ موضوع کی قید بھی معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ ضرورت ازلی میں وجود کو موضوع کے لیے قید یا شرط کے عنوان سے اخذ نہیں کر سکتے۔ پس ضرورت ازلی اس موضوع کے ساتھ مختص ہے جس کا وجود اس کی ذات ہے اور اسی ذات سے قائم ہے۔ اس لیے یہ نوبت نہیں آتی کہ وجود بطور قید یا شرط ملاحظہ کیا جائے۔ بالفاظ دیگر ضرورتِ ازلی میں حتمی طور پر موضوع لامحدود وجود ہونا چاہیے اور یہ وجود صِرف وجود ہو جس کی کوئی ماہیت نہ ہو اور وہ کسی علت کا محتاج نہ ہو[2]۔

اس اعتبار سے یہ کہنا چاہیے کہ ضرورتِ ازلی فقط واجب الوجود بالذات کے وجود اور اس کی صفات ذاتی کے ساتھ مختص ہے۔ یعنی اللہ تعالی کا وجود اور اس کی صفات ذاتی اس کی ذات پر ضرورت ازلی کے طور پر حمل ہوتی ہیں۔ کیونکہ واجب الوجود اپنے وجود اور اپنی صفات میں کسی علت یا سبب کا محتاج نہیں ہے اور اس کے ساتھ کسی قید یا شرط کو ضمیمہ نہیں کیا جا سکتا۔ بالفاظ دیگر فلسفی طور پر اللہ

---

[1] الاشارات مع شرح الطوسی: ۸۸/۱-۸۹، شرح المطالع: ۸۶/۲، توضیح المنطق: ۱۸۴۔
[2] نہایۃ الحکمۃ: ۷۰۔

تعالی یعنی واجب الوجود بالذات کا وجود اور اس کی صفات ذاتی اس کی ذات کے اعتبار سے ہر قید و شرط اور ہر قسم کی حیثیت تعلیلی و حیثیت تقییدی سے مبرّا ہے۔

حقیقت اور واقعیت کے اعتبار سے وجود اور ہر صفت ذاتی کا واجب تعالی کے لیے ثابت ہونا ضروری ہے اور یہ ضروری ہونا اس کی ذات سے انتزاع ہوتا ہے۔ لہذا یہ ضرورت کسی قید اور شرط کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ تمام عالم میں افاضۂ وجود اور وجود میں آنے والی ہر شیء کی ایجاد اس اعتبار سے اللہ تعالی کی جانب پلٹتی ہے کہ اس کی ذات اور صفت اس کے لیے ذاتی اور ضرورت ازلی ہے۔ اور ضرورت ازلی اس کے وجود اور اس کی صفات ذاتی کے ساتھ مختص ہے۔ نیز یہ ضرورت ازلی ذاتِ موضوع کی بساطت اور ذاتِ موضوع کی وحدت کے ساتھ ساز گار اور اس کے ہمراہ ہے کیونکہ واجب الوجود بالذات ذاتاً بسیط اور واحد ہے[1]۔

(ب)۔ ضرورت بشرط المحمول کی تعریف:

بعض قضایا ایسے ہوتے ہیں جن میں محمول اپنے موضوع کے لیے قید بن رہا ہوتا ہے، اس قید کو بعنوان محمول ذکر کیا جاتا ہے جسے اصطلاح میں ضرورت بشرط محمول کہا جاتا ہے، مثلا انسان جب تک ہنستا ہے ہنسنے والا ہے، اس مثال میں ہنسنے کی صفت محمول واقع ہو رہی ہے لیکن حقیقت میں یہی صفت موضوع کے لیے قید بھی بن رہی تھی[2]۔

۵۔ ضرورۃ بشرط المحمول کی اصطلاح میں مناطقہ اور فلاسفہ کا اختلاف:

ضرورۃ بشرط المحمول کی اصطلاح میں مناطقہ اور فلاسفہ کا قدرے اختلاف ہے، مناطقہ کے نزدیک اگر محمول اپنے موضوع کے لیے قید و شرط بن رہا ہو تو اس صورت میں محمول کو موضوع پر حمل کرنا ضروری ہوگا۔ اس ضرورت کو اصطلاح میں ضرورت بشرط محمول کہتے ہیں۔ منطقی کی نظر میں ضرورت بشرط محمول ماضی یا حال کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتا۔ نیز اس معنی میں ایک جہت سے یہ ضرورتِ ذاتی سے مشابہت رکھتا ہے اور ایک جہت سے ضرورتِ وصفی سے، لیکن نہ عینِ ضرورت ذاتی ہے اور نہ ضرورت وصفی۔ وہ مشابہت یہ ہے کہ ضرورت بشرط محمول میں محمول کو موضوع کی قید ہونے کی وجہ سے حمل کرنا ضروری ہوتا ہے[3]۔

فلاسفہ اعیانِ خارجیہ واقعیہ سے بحث کرتے ہیں، فلسفی کا تعلق چونکہ خارج اور اور عینِ واقعیت کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے وہ فقط ذہنی اعتبار سے جائزہ نہیں لیتا بلکہ وجود اور عینِ واقعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ماضی اور حال اور مستقبل میں فرق کو ملاحظہ کرتا ہے۔ فلسفی کی نظر میں ضرورت بشرط محمول سے مراد ہر وہ ماہیت ہے جو وجود کے ساتھ وابستہ اور متصف ہے جس کی بناء پر وجود کی اس ماہیت کی طرف نسبت دینا ضروری اور واجب ہے۔ کیونکہ ماہیت نے جب وجود پا لیا تو اس کے لیے وجود کو ثابت کرنا ضروری قرار پائے گا۔ ماہیت اس وقت تک وجود میں نہیں آتی جب تک اس کا وجود واجب نہ ہو جائے۔ چنانچہ ماہیت کے غیر کی جانب سے وجودِ ماہیت کے

---

[1] اسفار اربعہ:۱/۹۳، نہایۃ الحکمۃ:۷۰۔

[2] الاشارات مع شرح الطوسی:۱۸۹، توضیح المنطق:۱۸۵۔

[3] الاشارات مع شرح الطوسی:۱۸۹۔

لیے علت تامہ مہیا ہوتی ہے اور اس کے بعد ماہیت کا وجود میں آنا واجب ہو جاتا ہے۔ نیز ماہیت کے وجود میں آنا جب واجب ہوتا ہے تو ماہیت کو واجب بالغیر کہتے ہیں اور اسی وقت دوسرے قسم کا واجب بھی اس کے لیے ضروری قرار پاتا ہے اور وہ ماہیت کے لیے وجود کا ثابت کیے رہنا ہے۔ اس کو اصطلاحِ فلسفی میں ضرورت بشرط محمول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۶۔ وجود کو ماہیت پر حمل کرنے کی ضرورت:

ہر ماہیت جو کہ موجود ہے اس کا وجود اس کے لیے ضرورت ہے۔ ماہیت کے لیے وجود کا ضروری ہونا ضرورت بشرط محمول کہلاتا ہے؛ کیونکہ اگر وجود کا ماہیت پر حمل کرنا ضروری قرار نہ پائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس موجودہ ماہیت پر عدم بھی حمل ہو سکتا ہے۔ اگر ماہیت کے موجود ہوتے ہوئے اسی وقت عدم بھی اس پر حمل کیا جاسکے تو اس سے اجتماعِ نقیضین لازم آئے گا۔ واقع میں موجود ماہیت پر عدم کو حمل کرنے سے موجودیت اور معدومیت کا اجتماع لازم آتا ہے اور یہ وہی وجود اور عدم کا جمع ہونا ہے جو کہ محال ہے۔ پس ماہیت جب تک موجود ہے وجود کا اس پر حمل ہونا ضروری ہے اور اس صورت میں عدم کو ماہیت پر حمل نہیں کر سکتے[1]۔

خلاصہِ کلام کہ ہر ممکن الوجود واقع میں یا تو موجود ہے یا معدوم۔ اگر معدوم ہو تو ماہیت پر عدم کو حمل کرنا ضروری ہے اور اگر موجود ہو تو وجود کو اس پر حمل کرنا ضروری ہے اور اس کو ضرورت بشرط محمول کہا جاتا ہے۔

۷۔ ممکن الوجود کا دو وجوب کا حامل ہونا:

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہر ممکن الوجود دو وجوب کے مابین ہوتا ہے؛ کیونکہ فلسفی قاعدہ "الشَّیءُ مَا لَمۡ یَجِب لَمۡ یُوجَد" کے مطابق ہر ممکن الوجود اس وقت تک وجود میں نہیں آتا جب تک اپنی علت کی جانب سے اس کا وجود اس کے لیے ضروری قرار نہ پا جائے۔ یہ پہلا وجوب ہوا جس میں ماہیت کے لیے علتِ تامہ مہیا ہو جائے تو اس کا وجود میں آنا ضروری ہو جاتا ہے۔ پس ماہیت کے وجود میں آنے سے پہلے ایک دوسرے وجود کی جانب سے اس کی علت کا ہونا ضروری ہے۔ چونکہ ماہیت اپنے غیر کے ذریعے سے وجود پاتی ہے اور اس کے لیے وجود ضروری قرار پاتا ہے اس لیے ماہیت کو واجب بالغیر کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا وجوب یہ قرار پاتا ہے کہ جب تک اس کے لیے علت مہیا ہے تب تک ماہیت کو وجود سے متصف کرنا ضروری قرار پائے گا۔ لہذا ماہیت کے وجود میں آنے کے بعد ماہیت سے وجود کو سلب نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کو وجود سے متصف قرار دیئے رکھنا ضروری ہے اس وقت تک جب تک اس کی علت موجود ہے۔ پس اس وجود کے بعد ماہیت یا ممکن الوجود کے لیے وجود واجب قرار پاتا ہے۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ وجوب بشرط محمول ہے۔ لہذا ہر ممکن الوجود دو وجوب کا حامل ہوتا ہے: ۱) وجود میں آنے سے قبل، ۲) وجود پانے کے بعد[2]۔

---

[1] شرح المنظومہ، سبزواری: ۲/۲۶۶۔

[2] شرح المنظومہ، سبزواری: ۲/۲۶۵۔

۸۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر: بسائط کی بنیادی اور اساسی چار قسمیں ہیں: ضروریہ، دائمہ، ممکنہ، مطلقہ، پھر ان اقسام کی آگے دیگر اقسام فرعیہ ہیں، جیسے ضروریہ کی کئی قسمیں ہیں: ضرورۃ ازلیہ، ضرورۃ مطلقہ، مشروطہ مطلقہ، وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ، ضرورۃ بشرط المحمول[۱]۔

قاعدہ نمبر: ضرورۃ وہ ہے جس میں حکم ضروری ہو، امکان وہ ہے جس میں حکم ضروری نہ ہو، یعنی امکان ضرورت کی نقیض ہے اور دوام وہ ہے جس میں حکم ہمیشہ ہو اور فعلیت اس کو کہتے ہیں جس میں حکم ہمیشہ نہ ہو، یعنی فعلیت دوام کی نقیض ہے۔

قاعدہ نمبر: ضرورۃ ذاتیہ میں مادام الموضوع موجوداً کی قید ہوتی ہے، جیسے: "الإنسان إنسان مادام إنسانا"، کہ انسان انسان ہے جب تک انسان ہے اور اگر انسان منقلب ہو شجر اور حجر بنے تو انسان باقی نہیں رہے گا تو اس لیے محمول ذات موضوع کے لیے ثابت بالضرورۃ والوجوب ہے اور جب تک موضوع موجود متحقق ہے تو اس سے محمول کا انفکاک مستحیل ہے اور اسی طرح یہ مثال ہے: "الإنسان حیوان ناطق بالضرورۃ"۔ اب حیوان ناطق کا انسان کے لیے ثابت ہونا اس وقت تک انسان موجود ہے، اگر مٹی بن جائے تو اس لیے حیوان ناطق ثابت نہیں ہوگا[۲]۔

قاعدہ نمبر: ضرورۃ ازلیہ اور ضرورۃ ذاتیہ میں فرق یہ ہے کہ ضرورۃ ذاتیہ بشرط الشیء کے مرتبہ میں ہوتی ہے یعنی اس میں مادام الموضوع موجوداً کی قید ملحوظ ہوتی ہے اور ضرورۃ ازلیہ لابشرط الشیء کے مرتبہ میں ہوتی ہے، یعنی یہ ہر قسم قیود سے معریٰ ہوتی ہے، اس لیے ضرورۃ ازلیہ کا مصداق صرف باری تعالیٰ اور صفات باری تعالیٰ ہیں، جیسے: "اللہ موجود بالضرورۃ، اللہ حی قادر بالضرورۃ، اللہ سمیع بصیر عالم بالضرورۃ" وغیرہ۔ اور جب کہ ضرورۃ ذاتیہ کے مصادیق متعدد ہیں: ۱) حمل الماہیۃ علی الماہیۃ، جیسے: "الإنسان إنسان بالضرورۃ"، یہ حمل اولی ذاتی ہے۔ ۲) حمل ذاتیات الماہیۃ علی الماہیۃ، جیسے: "الانسان حیوان ناطق بالضرور"۔ ۳) حمل اللوازم الذاتیۃ التی لاتنفک عن الملزوم علی الذات، جیسے: "الأربعۃ زوج"۔ زوجیت اپنے ملزوم اربعہ سے منفک نہیں ہوسکتی[۳]۔

قاعدہ نمبر: ضرورۃ ذاتیہ کے تین موارد ہیں: ۱) حمل الشیء علی ذاتہ، جیسے: "الإنسان إنسان بالضرورۃ"۔ یہاں محمول "انسان"، موضوع "انسان" پر محمول ہے کہ انسانیت ذاتِ انسان (زید، عمرو، بکر وغیرہ) پر محمول ہے۔ ۲) حمل ذاتیات الشیء علی الذاتی، جیسے: "الإنسان حیوان بالضرورۃ"۔ یہاں "حیوان" محمول "انسان" کے لیے ذاتی ہے، کیونکہ انسان کی ماہیت حیوان ناطق

---

[۱] القواعد الجلیۃ: ۲۶۱۔

[۲] الضَّرُورَة الذاتية فَإِن ضَرُورَة ثُبُوت الْحَيَوَان للْإِنْسَان فِي وَقت وجوده فَهِيَ ضَرُورَة مُقَيّدَة إِذْ لَو لم يُوجد الْإِنْسَان أصلا لم يكن حَيَوَانا وَلَا يلْزم من ذَلِك محَال بِخِلَاف ضَرُورَة ثُبُوت الْمَحْمُول لَهُ تَعَالَى فَإِنَّهَا ضَرُورَة غير مُقَيّدَة بِشَرْط فَإِن انْتِفَاء ثُبُوت الْمَحْمُول لَهُ تَعَالَى مُسْتَحِيل لذاته. (دستور العلماء: ۲/۱۹۱)

[۳] القواعد الجلیۃ علی الرسالۃ الشمسیۃ: ۲۶۱۔

ہے۔ ۳) حمل لوازم الماہیۃ علی الماہیۃ، جیسے:"الأربعة زوج بالضرورة"یہاں زوجیت اربعہ کے لیے لازم ماہیت ہے، لیکن ان تمام صورتوں میں"مادام الموضوع موجوداً"کی قید ہے۔

قاعدہ نمبر: مذکورہ اقسام کے علاوہ عقلی طور پر ضرورت کی دیگر اقسام بھی بن سکتی ہیں، لیکن مناطقہ ان کا اعتبار نہیں کرتے[1]۔

قاعدہ نمبر: ضروریہ ذاتیہ میں مادام ذات الموضوع موجوداًکی قید وجود خارجی اور وجود ذہنی دونوں میں ملحوظ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ضرورۃ ذاتیہ میں مادہ اور جہت دونوں موجبہ میں وجوب اور سالبہ میں امتناع کی ہوتی ہے، موجبہ کی مثال، جیسے:"الإنسان حیوان بالضرورة مادام إنسانا"اورسالبہ کی مثال، جیسے:"الشجرليس متنفسابالضرورة مادام شجراً".

قاعدہ نمبر: ازل دوام الوجود فی الماضی اورابد دوام الوجود فی المستقبل کو کہتے ہیں[2]۔

۹۔ تمرین:

(الف)۔ضرورۃ کی تعریف اوراقسام بیان کریں۔

(ب)۔ضرورۃ ذاتیہ اور ضرورۃ ازلیہ میں کیا فرق ہے؟

(ج)۔ضرورۃ ذاتیہ اور ضرورۃ ازلیہ کے موارد بیان کریں۔

(د)۔درج ذیل مثالوں میں اقسام ضرورت کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

اَلَاإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ بِالضَّرُوْرَةِ، إِنَّ اللهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيِّنٍ، اللهُ حَيٌّ قَادِرٌبِالضَّرُوْرَةِ، اَلْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ بِالضَّرُوْرَةِ، هُنَالِكَ دَعَازَكَرِيَّارَبَّهُ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيِّنٍ ،هُوَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ بِالضَّرُوْرَة، هُوَقَائِمٌ يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيِّنٍ، الْمَاكِرُمَلْعُوْنٌ مَادَامَ مَاكِراً، الْمُصَلِّي لَيْسَ بِمَشْغُوْلٍ فِي الْحَوَائِجِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيِّنٍ، إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِوَالْمُنْكَرِفِيْ وَقْتٍ مَّا، دَعَازَكَرِيَّارَبَّهُ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيِّنٍ، اللهُ غَفُوْرٌرَّحِيْمٌ فِيْ وَقْتٍ مَّا، الْقِيَامَةُ آتِيَةٌ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيِّنٍ، وَاللهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ فِيْ وَقْتٍ مَّا، اللهُ عَالِمٌ بِالْغَيْبِ بِالضَّرُوْرَةِ، آكِلُ الرِّبَاءِمَلْعُوْنٌ مَادَامَ آكِلُ الرِّبَاءِ، الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِه وَيَدِه، الْجِهَادُفَرْضٌ بِالضَّرُوْرَةِ، المؤْمِنُ غِرٌّكَرِيْمٌ مَادَامَ مُؤْمِناً، إِنَّ خَيْرَالْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، الْفَاسِقُ خَبٌّ لَئِيْمٌ مَادَامَ فَاسِقاً، إِنَّماالمؤْمِنُ لَيْسَ بِخَادِعٍ مَادَامَ مُؤْمِناً،إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ فِيْ يَوْمٍ لَارَيْبَ فِيْهِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيِّنٍ، شَرُّالْأُمُوْرِمُحْدَثَاتُهَا فِيْ وَقْتٍ مَّا، الجَنَّةُ حَقٌّ بِالضَّرُوْرَةِ، كُلُّ مُبْتَدِعٍ ضَالٌّ

---

(۱) دستور العلماء:۱۹۱/۲۔

(۲) شرح المطالع:۷۹/۲۔

مَادَامَ مُبْتَدِعاً، لَاشَیْءَمِنَ الْمُنَافِقِیْنَ بِمُخْلِصِیْنَ مَادَامُوْامُنَافِقِیْنَ، الْمؤْمِنُ لَیْسَ بِمُنَافِقٍ مَادَامَ مُؤْمِناً.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞.....اللّٰہُ حَیٌّ قَادِرٌبِالضَّرُوْرَۃِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ مرکبہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ غیر مہملہ۔

"اللّٰہُ"موضوع... "حَيٌّ قَادِرٌ"محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو... "بِالضَّرُوْرَۃِ"جہت ضرورۃ ازلی... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ غیر مہملہ۔

۞..... الْمُصَلِّی لَیْسَ بِمَشْغُوْلٍ فِی الْحَوَائِجِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ:

قضیہ حملیہ متعارفہ مرکبہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ سالبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ غیر مہملہ۔

"الْمُصَلِّی"موضوع... "لَیْسَ"اداتِ سلب... "بِمَشْغُوْلٍ"محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذو ہو حمل ترکیبی... "فِی الْحَوَائِجِ"متعلق محمول... "فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ"جہت ضرورۃ وقتیہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ سالبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ غیر مہملہ۔

فصل پنجم: دوام اور فعلیت کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

یہ بات ما قبل بسط و تفصیل کیساتھ بیان ہو چکی ہے کہ ہر قضیہ موضوع، محمول اوران کے درمیان نسبت پر مشتمل ہوتا ہے۔ بعض اوقات قضیہ میں نسبت کو بیان کرنے کے لیے لفظ کو ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ اردو زبان میں لفظ ''ہے''اور فارسی میں ''است''آتا ہے، مثلاً: عربی میں کہا جاتا ہے:''الله هو أحد''، اس مثال میں''هو''رابط ہے جو کہ نسبت کو بیان کر رہا ہے۔ عربی زبان میں عموماً نسبت کو بیان کرنے کے لیے کوئی لفظ نہیں لایا جاتا، بلکہ قضیہ کی ہیئت اس نسبت پر دلالت کرتی ہے۔ قضیہ میں موجود نسبت مختلف کیفیات کیساتھ مکیف ہوتی ہے: کبھی کیفیتِ وجوب کیساتھ، کبھی کیفیتِ دوام کیساتھ، کبھی کیفیت امکان کیساتھ، کبھی کیفیت امتناع کیساتھ اور کبھی کیفیتِ فعلیت کیساتھ۔ یعنی ضرورۃ وہ ہے جس میں حکم ضروری ہو، امکان وہ ہے جس میں حکم ضروری نہ ہو، یعنی امکان ضرورت کی نقیض ہے اور دوام وہ ہے جس میں حکم ہمیشہ ہو اور فعلیت اس کو کہتے ہیں جس میں حکم ہمیشہ نہ ہو، یعنی فعلیت دوام کی نقیض ہے۔

۲۔ دوام کی تعریف:

هُوَ ثُبُوْتُ الْمَحْمُوْلِ لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبُهُ عَنْهُ بِالدَّوَامِ فِيْ جَمِيْعُ الْأَزْمِنَةِ.

دوام اس کیفیت کو کہتے ہیں محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہے وہ تمام زمانوں میں اور ہر وقت میں موجود رہتی ہے، یعنی محمول کا ثبوت یا سلب موضوع سے ضروری تو نہ ہو، لیکن پھر کسی وجہ سے ایسا التزام پایا جاتا ہو کہ موضوع محمول کی صفت سے کبھی خالی نہ ہو، جیسے:''الفلك متحرك''، (آسمان متحرک ہے)، آسمان کا حرکت کرنا اگرچہ موضوع کی ذات کا تقاضا نہیں ہے، لیکن پھر بھی تمام زمانوں میں موضوع محمول کی صفت کیساتھ متصف رہتا ہے[۱]۔

بعض مناطقہ دوام کی تعریف یوں کرتے ہیں جب تک ذات موضوع موجود ہو تو حکم بھی دائمی ہو۔ یہ صحیح نہیں، کیونکہ دوام کی جہت سالبہ کیساتھ بھی لگتی ہے اور سالبہ میں وجودِ موضوع دائما نہیں ہوتا، جب وجود موضوع ضروری نہ ہوا تو پھر حکم بھی ضروری نہ ہوا۔ صحیح تعریف وہ ہے جو اُستاذ الکل امام المناطقہ استاذ ذَہَبی والوں نے کی ہے کہ دوام اس کو کہتے ہیں کہ جو جدا ہو سکے، لیکن جدا نہ ہو، جیسے: حرکت فلک[۲]۔

۲۔ دوام کی اقسام:

مناطقہ نے دوام کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(الف)۔ دوام ذاتی (ب)۔ دوام وصفی

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیۃ:۲۷۴۔
[۲] دیکھئے ہماری تحقیق کیساتھ صغری شیخ القرآنی:۱۱۱۔

(الف)۔دوامِ ذاتی کی تعریف:

هُوَ ثُبُوْتُ الْمَحْمُوْلِ لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبُهُ عَنْهُ بِالدَّوَامِ فِيْ جَمِيْعُ الْأَزْمِنَةِ مَا دَامَ الْمَوْضُوْعُ مَوْجُوْداً[1].

دوامِ ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذات موضوع سے دائمی ہو،جب تک ذات موضوع موجود ہو،یعنی دوام ذاتی سے مراد ایسا محمول ہے جو اس شرط کے ساتھ موضوع کے لیے دائمی اور مستمر طور پر ثابت ہو،یا سلب ہو کہ موضوع جب تک موجود ہے محمول اس کے لیے دائمی طور پر ثابت یا دائمی طور پر سلب ہے۔اگر موضوع موجود نہ ہو تو محمول کا یہ حکم بھی ثابت نہیں ہے اور اس طرح دوام ذاتی نہیں رہے گا،مثلاً:زمین جب تک موجود ہے تب تک حرکت اس کے لیے ثابت ہے،یا زمین جب تک موجود ہے تب تک ساکن ہونا اس سے سلب ہے۔

(ب)۔دوام وصفی کی تعریف:

هُوَ ثُبُوْتُ الْمَحْمُوْلِ لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبُهُ عَنْهُ بِالدَّوَامِ فِيْ جَمِيْعُ الْأَزْمِنَةِ مَا دَامَ الْمَوْضُوْعُ مَوْصُوْفاً بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِيِّ[2].

دوام وصفی کا مطلب یہ ہے کہ جس میں محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذات موضوع سے دائمی ہو،جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کیساتھ متصف ہو،دوام وصفی میں وصف سے مراد ذاتِ موضوع کا کسی صفت یا حالت سے متصف ہونا ہے۔دوام وصفی میں جب محمول کو دائمی طور پر موضوع کے لیے ثابت کیا جاتا ہے تو اس شرط اور قید کیساتھ حمل کیا جاتا ہے کہ جب تک ذاتِ موضوع اس صفت کے ساتھ متصف اور مربوط ہے اس وقت تک محمول دائماً اس موضوع کے لیے ثابت ہے۔لیکن اگر موضوع اس صفت کے ساتھ متصف نہ رہے تو ایسی صورت میں محمول کو موضوع پر حمل کرنا دائمی اور ہمیشگی کے طور پر ثابت نہیں ہو گا،مثلاً:پانی جب تک رنگ ذائقہ بُو تبدیل نہ کرلے اس وقت تک طہارت کا اس پر حکم لگے گا۔اس مثال میں پانی کا رنگ،ذائقہ اور بُو تبدیل نہ ہونے کی صفت سے متصف ہونا طہارت (محمول) کے دائمی طور پر ثابت ہونے کو بیان کر رہا ہے۔اگر پانی مذکورہ صفت سے متصف نہ رہے تو طہارت کا حکم اس پر لاگو نہیں ہو گا۔

۳۔دوام کی دیگر اقسام:

(الف)۔دوام ازلی (ج)۔دوام وقتی

(الف)۔دوام ازلی کی تعریف:

---

[1] الاشارات مع شرح الطوسی:۱/۹۴،شرح المطالع:۲/۸۸۔

[2] شرح المطالع:۲/۸۸۔

هُوَ ثُبُوْتُ الْمَحْمُوْلِ لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبُهُ عَنْهُ بِالدَّوَامِ فِيْ جَمِيْعِ الْأَزْمِنَةِ بِدُوْنِ شَرْطٍ[1].

محمول اپنے موضوع کے لیے دائمی اور استمراری طور پر ثابت ہو اور اس کا موضوع کے لیے ثابت ہونا کسی شرط سے مقید نہ ہو حتی کے ذاتِ موضوع کے موجود ہونے کی بھی شرط نہ ہو تو اس کو دوامِ ازلی[2] سے تعبیر کیا جاتا ہے، مثلاً: اللہ تعالی اپنے بندوں پر رحیم ہے۔ اس قضیہ میں دقت کریں تو معلوم ہو گا کہ محمول (رحیم ہونا) موضوع (ذات الٰہی) کے لیے دائمی طور پر ثابت ہے۔ جہتِ قضیہ بیان کر رہی ہے کہ یہ دوام ازلی ہے او کسی شرط کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

(ب)۔ دوام وقتی کی تعریف:

هُوَ ثُبُوْتُ الْمَحْمُوْلِ لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبُهُ عَنْهُ بِالدَّوَامِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ.

دوام وقتی سے مراد محمول کا موضوع کے لیے دائمی طور پر معین وقت میں ثابت ہونا ہے، مثلاً: انسان مصیبت میں مبتلا ہے جب تک وہ اس دنیا میں زندہ ہے، اس میں موضوع انسان کے لیے محمول ابتلاءِ مصیبت دائمی طور پر معین وقت میں ثابت ہے۔

۴۔ فعلیت کی تعریف:

هُوَ ثُبُوْتُ الْمَحْمُوْلِ لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبُهُ عَنْهُ فِيْ أَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ.

فعلیت اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ہو، جیسے: "کل إنسان ضاحك بالفعل"، (ہر انسان بالفعل ہنسنے والا ہے)، یعنی ہنسا کسی وقت پایا جاتا ہے، ہر وقت نہیں پایا جاتا ہے۔

۵۔ فعلیت کی تعبیریں:

فعلیت دوام کی ضد ہے اس لیے فعلیت کو "لادوام" سے بھی تعبیر کرتے ہیں، اسی طرح فعلیت کو بالفعل اور بالاطلاق العام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے: "کل انسان ضاحك بالاطلاق العام" اور "کل انسان ضاحك بالفعل" وغیرہ۔

۶۔ جہات کی چالیس اقسام:

ما قبل جہات کی اقسام انواع بیان ہوئیں کہ جہات عند المتاخرین چار ہیں: ضرورۃ، دوام، فعلیت اور امکان۔ اب ان چاروں جہات میں سے ہر ایک کی دس دس قسمیں ہیں: دس کو چار میں ضرب دینے سے کل چالیس اقسام حاصل ہوئیں: اس کی تفصیل و تشریح میں مناطقہ کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ:

---

(۱) شرح المطالع: ۸۵/۲۔

(۲) دوام ازلی دو لفظوں سے مرکب ہے: دوام اور ازلی۔ دوام میں ہمیشگی کا معنی پایا جاتا ہے جب کہ ازلی میں دوام کا ختم نہ ہونا اور ازلی ہونا ہے۔ (شرح المطالع: ۸۵/۲)

بعض مناطقہ کہتے ہیں کہ ضرورت کی اولاً دو قسمیں ہیں: (الف)۔ضرورتِ ذاتی (ب)۔ضرورت وصفی۔
پھر ضرورت ذاتی کی باعتبار تعریف تین قسمیں ہیں:
۱۔ضرورتِ ذاتی زمانی ۲۔ضرورت ذاتی دہری ۳۔ضرورت ذاتی سرمدی

۱۔ضرورتِ ذاتی زمانی کی تعریف:

وہ ضرورت ذاتی ہے جس میں حکم سب زمانوں میں ضروری ہو، جیسے:"الإنسان حیوان بالضرورۃ"،یہاں انسان کے لیے حیوانیت کا حکم ہر زمانے میں ضروری ہے۔

۲۔ضرورت ذاتی دہری کی تعریف:

ضرورت ذاتی دہری وہ ہے جس میں حکم ضروری ہو سوائے زمانہ کے دہر میں بھی، جیسے:"الملائکۃ موجودۃ".

۳۔ضرورت سرمدی کی تعریف:

ضرورت ذاتی سرمدی وہ ہے جس میں حکم ضروری ہو نہ زمانے میں نہ دہر میں،یعنی حکم بغیر کسی قید کے ہو، جیسے:"اللّٰہ موجودبالضرورۃ".

پھر ضرورت دوسری تقسیم کے اعتبار سے بھی ایک قسم پر ہے کہ جب محمول موضوع کے لیے ثابت ہو تو حکم ضروری ہو،اس کو"ضرورۃ ذاتی مادام المحمول ثابتاًللموضوع"کہتے ہیں اور تیسری تقسیم کے اعتبار سے بھی ایک ہی قسم ہے کہ حکم ضروری ہو جب تک ذاتِ موضوع موجود ہو۔اوراس کیساتھ وقت معین یا غیر معین کی قید نہ ہو تو اسے ضرورت مطلقہ کہتے ہیں اور یہ جس قضیہ میں ہواس کو ضروریہ مطلقہ کہتے ہیں اوراگراس کیساتھ وقتِ معین کی قید ہو تو اسے ضرورتِ وقتی اور یہ جس قضیہ میں ہو اسے وقتیہ مطلقہ کہتے ہیں،اگر وقت غیر معین کی قید ہو تو اسے ضرورت وقتی غیر معین کہتے ہیں اور یہ جس قضیہ میں ہو اسے منتشرہ مطلقہ کہتے ہیں[1]۔

(ب)۔ضرورتِ وصفی:

ضرورت وصفی وہ ہوتی ہے جس میں موضوع کے لیے وصف عنوانی کا ثبوت ضروری ہو اور وصف عنوانی موضوع کا وہ ہوتا ہے کہ جس کیساتھ ذاتِ موضوع کی تعبیر کی جائے،اس کی بھی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ضرورت وصفی زمانی:ہ ہے جس میں موضوع کے وصف عنوانی کا ثبوت ذات موضوع کے لیے سب زمانوں میں ضروری ہو۔
۲۔ضرورت وصفی دہری:ہ ہے جس میں موضوع کے وصف کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے سوائے زمانہ کے دہر میں بھی ضروری ہو۔
۳۔ضرورت وصفی سرمدی:ہ ہے جس میں وصفِ عنوانی کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے نہ زمانے میں اور نہ ہی دہر میں ضروری ہو،یعنی اس میں زمانہ اور دہر کی قید نہ ہو۔

---

[1] صغری شیخ القرآنی:۱۱۷۔

۴۔ ضرورت وصفی مادام المحمول ثابتاللموضوع: وہ ہے جس میں وصفِ عنوانی کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے ضروری ہو جب تک محمول موضوع کے لیے ثابت ہو۔

۵۔ وصفِ عنوانی ذاتِ موضوع کے لیے ضروری ہو جب تک ذاتِ موضوع موجود ہو، اگر اس کیساتھ علیۃ الوصف، زمان الوصف، شرطیۃ الوصف کی قید نہ ہو تو اس کو ضرورت وصفی مطلق کہتے ہیں اور جس قضیہ میں ہو اس کو مشروطہ عامہ کہتے ہیں اور جس میں علیۃ الوصف کی قید ہو اس کو مشروطہ عامہ لاجل الوصف کہتے ہیں اور جس میں زمان الوصف کی قید ہو اس کو قضیہ مشروطہ عامہ فی زمان الوصف اور جس میں شرطیۃ الوصف کی قید ہو اس کو مشروطہ عامہ بشرط الوصف کہتے ہیں۔

اب یہ پانچ قسمیں ضرورت ذاتی اور پانچ قسمیں ضرورتِ وصفی کی ہوئیں تو یہ کل دس قسمیں ہوئیں۔

اسی طرح دوام کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک دوام ذاتی اور دوسری دوام وصفی۔ پھر دوام ذاتی کی باعتبار تعریف تین قسمیں ہیں: پہلی تقسیم کے اعتبار سے ذاتی کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ دوام ذاتی زمانی ۲۔ دوام ذاتی دہری ۳۔ دوام ذاتی سرمدی۔

۱۔ دوام ذاتی زمانی: وہ ہے جس میں حکم تمام زمانوں میں دائمی ہو۔

۲۔ دوام ذاتی دہری: وہ ہے جس میں حکم دائمی ہو دہر میں ہو نہ کہ زمانہ میں۔

۳۔ دوام ذاتی سرمدی: وہ ہے جس میں حکم دائمی ہو نہ زمانہ میں اور نہ ہی دہر میں، یعنی اس میں زمانہ اور دہر دونوں کی قید ملحوظ نہ ہو۔

اور دوسری تقسیم کے اعتبار سے ایک قسم ہے کہ حکم دائمی ہو جب تک محمول موضوع کے لیے ثبات ہو اس کو دوام ذاتی مادام المحمول ثابتاللموضوع کہتے ہیں۔

تیسری تقسیم کے اعتبار سے بھی ایک ہی قسم ہے کہ حکم دائمی ہو جب تک ذات موضوع موجود ہو، اگر اس کیساتھ وقت کی قید نہ ہو تو اس کو دوام ذاتی مطلق کہتے ہیں اور جس قضیہ میں ہو اس کا نام دائمہ مطلقہ ہے اور اگر اس کیساتھ وقت معین کی قید ہو تو اس کو دوام وقتی معین کہتے ہیں اور جس قضیہ میں ہو اس کا نام وقتیہ دائمہ ہے اور اگر اس کیساتھ وقت غیر معین کی قید ہو تو اس کو دوام وقتی غیر معین کہتے ہیں اور جس قضیہ میں ہو اس کو منتشرہ دائمہ ہے [1]۔

اور اسی طرح دوام وصفی کی بھی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ دوام وصفی زمانی ۲۔ دوام وصفی دہری ۳۔ دوام وصفی سرمدی ۴۔ دوام وصفی مادام المحمول ثابتاللموضوع ۵۔ دوام وصفی مطلق

۱۔ دوام وصفی زمانی: وہ ہے جس میں موضوع کا وصف، عنوانی ذاتِ موضوع کے لیے سب زمانوں میں ہمیشہ ثابت ہو۔

۲۔ دوام وصفی دہری: وہ ہے جس میں موضوع کا وصفِ عنوانی ذاتِ موضوع کے لیے سوائے زمانہ کے دہر میں ہمیشہ ثابت ہو۔

۳۔ دوام وصفی سرمدی: وہ ہے جس میں وصف عنوانی ذاتِ موضوع کے لیے دائمی طور پر ثابت ہو، نہ زمانہ میں اور نہ ہی دہر میں۔

---

(۱) صغری شیخ القرآنی: ۱۱۷۔

۴۔ دوام وصفی مادام المحمول ثابتا للموضوع: وہ ہے جس میں وصف عنوانی موضوع کے لیے دائمی طور پر ثابت ہو جب تک محمول موضوع کے لیے ثابت ہو۔

۵۔ دوام وصفی مطلق: وہ ہے جس میں وصف عنوانی ذاتِ موضوع کے لیے دائمی طور پر ثابت ہو جب تک ذاتِ موضوع موجود ہو، اگر اس میں قید نہ ہو تو اس کو دوام وصفی مطلق کہتے ہیں اور یہ جس قضیہ میں اس کو عرفیہ عامہ کہتے ہیں اور اگر علیۃ الوصف کی قید ہو اس کو قضیہ کا نام عرفیہ عامہ لاجل الوصف کہتے ہیں اور اگر زمان الوصف کی قید ہو تو عرفیہ عامہ فی زمان الوصف کہتے ہیں اور اگر شرطیۃ الوصف کی قید ہو تو اس کو قضیہ عرفیہ عامہ بشرط الوصف کہتے ہیں۔

اب دوام ذاتی کی پانچ قسمیں اور دوام وصفی کی پانچ قسمیں ہوئیں تو یہ کل دس قسمیں ہوئیں۔

دوسرا طریقہ:

بعض مناطقہ ضرورت اور دوام کی دس دس اقسام اس طرح بناتے ہیں کہ ضرورت کی دس قسمیں ہیں: اس لیے کہ وصف خالی نہ ہو گا علت ہو گی واسطے ضرورت کے، یا زمانہ ہو گا واسطے ضرورت کے، یا شرط ہو گی واسطے ضرورت کے، اگر علت ہو تو اس کو ضرورت لاجل الوصف کہتے ہیں اور اگر زمانہ ہو تو اسے ضرورت فی زمان الوصف کہتے ہیں اور اگر شرط ہو تو اسے ضرورت بشرط الوصف کہتے ہیں، قضایا میں یہی تین اقسام معتبر ہیں، باقی ضرورت ذاتی پانچ قسم پر تھی، ان میں سے پانچویں قسم (کہ حکم ضروری ہو جب تک ذاتِ موضوع موجود ہو) یہ عام ہے، خواہ وقت معین میں ہو، یا وقت غیر معین میں ہو تو اس طرح ذاتی کی چھ قسمیں ہوئیں۔ باقی چوتھی قسم کہ حکم ضروری ہو جب تک محمول موضوع کے لیے ثبات ہو یہ بھی عام ہے، خواہ وقت معین میں ہو یا غیر معین میں۔ چھ اقسام کیساتھ ایک قسم اور ملائی تو کل ضرورت ذاتی کی سات قسمیں ہوئیں اور اس کیساتھ تین قسمیں ضرورت وصفی کی ملائیں تو کل دس قسمیں ہوئیں [1]۔

اسی طرح دوام کی بھی دس قسمیں ہیں، اس لیے کہ وسف خالی نہ ہو گا علت ہو گی واسطے دوام کے، یا زمانہ ہو گا واسطے دوام کے، یا شرط ہو گی واسطے دوام کے۔ اگر علت ہو تو اس کو دوام لاجل الوصف کہتے ہیں اور اگر زمانہ ہو تو اس کو دوام فی زمان الوصف کہتے ہیں اور اگر شرط ہو تو اس کو دوام فی شرط الوصف کہتے ہیں اور قضایا میں یہی تین اقسام معتبر ہیں۔ اور اسی طرح دوام ذاتی کی بھی پانچ قسمیں ہیں، ان میں چوتھی قسم (کہ حکم دائمی ہو جب تک محمول موضوع کے لیے ثابت ہو) عام ہے خواہ وقت معین میں ہو، یا غیر معین میں۔ دوام ذاتی کی چھ قسمیں ہوئیں اور دوام کی پانچویں قسم کہ حکم دوائمی ہو جب تک ذات موضوع موجود ہے عام ہے خواہ وقت معین میں ہو، یا غیر معین میں ۔ چھ کیساتھ ایک اور قسم ملائی تو کل دوام ذاتی کی سات قسمیں ہوئیں اور اس کیساتھ تین اقسام دوام صفی کی ملائیں تو یہ کل دس قسمیں ہوئیں۔

فعلیت اور امکان کی دس دس قسمیں اس طرح ہیں کہ امکان ضرورت کی نقیض صریح ہے تو امکان کی بھی دس قسمیں ہوئیں اور اسی طرح فعلیت دوام کی نقیضِ صریح ہے، لہذا فعلیت کی بھی دس قسمیں ہوں گی۔ تو اب جب جہات اربعہ میں سے ہر ایک کی دس دس

---

(۱) صغری شیخ القرآنی: ۱۱۶۔

قسمیں ہوئی تو دس کو چار میں ضرب دینے سے کل اقسام چالیس بنتی ہیں[1]۔

۶۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر: ضرورت کی اقسام میں سے ہر ایک کو سلب کر کے امکان کے مختلف معانی حاصل کیے جاتے ہیں۔ امکان کے مختلف معانی سمجھنے کے لیے ہمیں ضرورت کی اقسام کا جاننا ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر: فلسفی کا تعلق چونکہ خارج اور عینِ واقعیت کے ساتھ ہے اس لیے وہ فقط ذہنی اعتبار سے جائزہ نہیں لیتا بلکہ وجود اور عینِ واقعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ماضی، حال اور مستقبل میں فرق کو ملاحظہ کرتا ہے۔ چنانچہ ہر ماہیت جو وجود کے ساتھ وابستہ ہے اس کی طرف وجود کی نسبت دینا ضروری ہے۔ کیونکہ ماہیت وجود سے مربوط ہے اور بالضرورۃ موجود ہے۔ ماہیت کا وجود سے وابستہ ہونا ماضی اور حال میں صدق و حقیقت ہے۔ جبکہ آئندہ زمانے میں ہونا صداقت نہیں رکھتا۔ اس کو ضرورتِ فعلی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

قاعدہ نمبر: کلی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں قضیہ میں موضوع مانندِ موصوف ہے اور محمول مثل وصف۔ پس ہر صفت اپنے موصوف کے ساتھ متصف ہوتی ہے اور صفت کو اپنے موصوف سے جدا کرنا محال ہے ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔ لہذا یہ کہنا پڑے گا کہ وصف کو اپنے موصوف پر حمل کرنا ضروری ہے اور یہ ضرورت اتصاف کا سبب بنتی ہے۔ وصف یعنی محمول کا اپنے موصوف یعنی موضوع کے ساتھ ضروری طور پر متصف ہونا ضرورت بشرط محمول کہلاتا ہے۔

قاعدہ نمبر: اگر محمول کو ایک موضوع پر بالفعل کسی ایک زمانے یا وقت میں حمل کیا جاتا ہے اس اعتبار سے اس کو قضیہ فعلیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب کسی معین زمانہ یا وقت میں محمول کو بالفعل موضوع پر حمل کیا جائے تو اس کو ضرورت بشرط محمول کہتے ہیں۔

۷۔ تمرین:

(الف)۔ دوام کی تعریف اور اس کی اقسام کی بیان کریں۔

(ب)۔ دوام ازلی اور دوام وقتی کی تعریف کریں۔

(ج)۔ درج ذیل مثالوں میں دوام اور فعلیت کی نشاندہی کریں، نیز منطقی تطبیق کریں۔

إِنَّ اللهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بِالدَّوَامِ، إِنَّ اللهَ يَفْعَلُ مَايُرِيْدُبِالْفِعْلِ، كَانَ اللهُ عَزِيْزاًحَكِيْماً بِالدَّوَامِ، لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الْآخِرَةِ بِالدَّوَامِ، إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِى بِالْفِعْلِ، إِنَّ اللهَ بَصِيْرٌ بِالدَّوَامِ، الْقُرْآنُ كِتَابُ اللهِ بِالدَّوَامِ، اللهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُبِالْفِعْلِ، اللهُ مَوْجُوْدٌ بِالدَّوَامِ، إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِوَالْمنْكَرِبِالْفِعْلِ، الْإِسْمُ مُسْتَقِلٌّ بِالمَفْهُوْمِيَّتِ بِالدَّوَامِ، الْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَالْفُرْقَةُ عَذابٌ بِالْفِعْلِ، إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّمُبِيْنٌ بِالدَّوَامِ، كُلُّ حَيَوَانٍ

---

[1] صغری شیخ القرآنی: ۱۱۶۔

مَاشٍ بِالْقُوَّةِ بِالدَّوَامِ، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموْتِ بِالْفِعْلِ، مُحَمَّدٌرَسُوْلُ الله بِالدَّوَامِ، الْجَمَاعَةُ بَرَكَةٌ وَالسُّحُوْرُ بَرَكَةٌ وَالثَّرِيْدُ بَرَكَةٌبِالْفِعْلِ، الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ بِالدَّوَامِ، اَلْجُلُوسُ مَعَ الْفُقَرَاءِ مِنَ التَّوَاضُعِ بِالْفِعْلِ، الْعِلْمُ نَافِعٌ بِالدَّوَامِ، الْخَمْرُ أُمُّ الْفَوَاحِشِ بِالدَّوَامِ، الْكَذِبُ مُجَانِبُ الْإِيْمَانِ بِالْفِعْلِ، الْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ بِالدَّوَامِ، الْخَيْرُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ بِالدَّوَامِ، الْخَيْرُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ بِالدَّوَامِ، الْغَيْرَةُ مِنَ الْإِيْمَانِ وَالْبَذاءُ مِنَ النِّفَاقِ بِالدَّوَامِ، فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ بِالدَّوَامِ، فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحْرِ، مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنْ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ، الْكَذِبُ يَنْقُصُ الرِّزْقَ بِالْفِعْلِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁ ......إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّمُبِيْنٌ بِالدَّوَامِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ دائمہ مطلقہ۔

"إِنَّ"اداتِ غیر زمانیہ..."الشَّيْطَانَ"موضوع..."عَدُوٌّمُبِيْنٌ"مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "لِلْإِنْسَانِ"متعلق محمول..."بِالدَّوَامِ"جہت دوام ذاتی... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ دائمہ مطلقہ۔

❁ ...... إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِوَالمنْكَرِبِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ وجودیہ لاضروریہ۔

"إِنَّ"اداتِ غیر زمانیہ..."الصَّلَاةَ"موضوع..."تَنْهَى"قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذو ہو حمل ترکیبی..."عَنِ الْفَحْشَاءِوَالمنْكَرِ"متعلق محمول..."بِالْفِعْلِ" جہت فعلیت..."لَابِالضَّرُوْرَةِ"اشارہ بسوئے ممکنہ عامہ... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ وجودیہ لاضروریہ۔

فصلِ ششم: امکان کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

ماقبل یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ اگر ضرورت کو وجود کی طرف مضاف کریں تو اس کو وجوب کہا جاتا ہے، یعنی ضرورۃ الوجود کو وجوب کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت کو عدم کی طرف مضاف کریں تو اس کو امتناع کہتے ہیں، یعنی ضرورۃ العدم امتناع کہلاتا ہے اور اگر ایک چیز سے وجود اور عدم ہر دو کی ضرورت کو سلب کر لیا جائے تو اس کو امکان یا امکانِ ماہوی یا امکانِ خاص کہتے ہیں۔

۲۔ امکان کی تعریف:

امکان ضرورت کی ضد ہے، اس لیے امکان کو "لاضرورۃ" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے:

عَدَمُ اقْتِضَاءِ الذَّاتِ لِلْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ بِأَنْ تَكُوْنَ الْمَاهِيَّةُ مِنْ حَيْثُ هِيَ هِيَ قَابِلَةٌ لِلْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ(۱).

کسی ذات کا عدم اور وجود کا تقاضا نہ کرنا اس طور پر کہ وہ ماہیت اپنی ذات کے اعتبار سے وجود و عدم دونوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یعنی امکان اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے نہ تو ضروری ہو اور نہ محال ہو، جیسے: "الانسان موجود بالامکان" کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا نہ وجود ضروری ہے اور نہ عدم ضروری ہے(۲)۔

۳۔ امکان کی اقسام:

امکان کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ امکان خاص (ب)۔ امکانِ عام

(الف)۔ امکان خاص کی تعریف:

عِبَارَةٌ عَنْ سَلْبُ ضَرُوْرَةِ الْجَانِبَيْنِ(۳).

امکان خاص وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانبین (جانب موافق اور جانب مخالف) سے ہو۔ یعنی وہ امکان ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا نفی اس طرح ہو کہ حکم کی نہ جانبِ موافق ضروری ہو اور نہ ہی جانبِ مخالف ضروری ہو، جیسے "کل إنسان موجود بالامکان الخاص"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایک ایسا موجود ہے جس کے لیے نہ وجود ضروری ہے اور نہ

---

(۱) الاشارات مع شرح الطوسی: ۹۰/۱، توضیح المنطق: ۳۱۴۔

(۲) علامہ سید سند میرؒ کہتے ہیں کہ امکان اس کو کہتے ہیں جس میں جانب موافق محال نہ ہو، لیکن دو تعریفوں کا مطلب ایک ہی ہے، کیونکہ اگر جانب موافق محال نہ ہو تو جانب مخالف ضروری نہ ہوگی۔ صحیح اور عام فہم تعریف وہ ہے جو امام المناطقہ استاذ انھی والوں نے کی ہے کہ امکان کا مطلب ہے کہ حکم ہو سکے۔ (صغری شیخ القرآنی: ۱۱۲)

(۳) الاشارات مع شرح الطوسی: ۲۷۲/۱، تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۷۲/۱، حاشیۃ ابن مامون: ۳۴.

عدم ضروری ہے۔

امکان خاص کی مزید وضاحت یہ ہے کہ امکانِ خاص (جسے امکانِ ماہوی بھی کہا جاتا ہے) سے مراد ایجاب اور سلب ہر دو کی ضرورت کو سلب کرنا ہے، جب ہم انسان کہتے ہیں تو انسان کے لیے وجود بھی ممکن ہے اور عدم بھی۔ انسان سے ہر دو طرف کو سلب کرنا امکانِ خاص کہلاتا ہے۔ اس کے مقابل میں واجب الوجوداور ممتنع الوجود آتا ہے۔ واجب الوجود یعنی جس کا وجود ضروری اور اس کا معدوم ہونا محال و ناممکن ہے۔ جب کہ ممتنع الوجود یعنی جس کا معدوم ہونا ضروری اور وجود میں آنا ناممکن ہے۔

۴۔ایک ضروری تنقیح:

فلسفہ میں لفظِ امکان کو جب بغیر کسی قید کے استعمال کیا جاتا ہے اس سے مراد امکانِ ماہوی ہوتا ہے۔ امکانِ ماہوی کا مطلب شیء سے ضرورتِ وجود اور ضرورتِ عدم ہر دو کو سلب کرنا ہے۔ اسی امکان ماہوی کو امکانِ خاص کہا جاتا ہے۔ پس امکان میں وجود اور عدم ہر دو کی ضرورت کو سلب کیا جاتا ہے۔

امکانِ خاص کو سلب الضرورتین سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کو اس لیے خاص کہتے ہیں کہ اس نوعِ امکان کا استعمال عوام الناس عموماً نہیں کرتے بلکہ اس کو خواص استعمال کرتے ہیں۔ اس میں ایک ماہیت سے وجود اور عدم ہر دو کے ضروری ہونے کی نفی کی جاتی ہے، مثلاً: انسان ایک ماہیت ہے، اب انسان کے لیے نہ وجود ضروری و واجب ہے اور نہ عدم۔ پس انسان سے ضرورتِ وجود کو بھی سلب کر لیا گیا ہے اور ضرورتِ عدم کو بھی۔ ضرورتِ وجود اور ضرورتِ عدم ہر دو ضرورتوں کے سلب کرنے کو امکانِ خاص کہا جاتا ہے۔ حکماء نے امکان کی اصطلاح اسی ضرورتِ ذاتی اور امتناعِ ذاتی کے مقابلے میں وضع کی ہے۔ امکانِ خاص کا موضوع ماہیت بالمعنی الاخص ہے۔ کیونکہ ایک شیء سے اسی وقت ضرورتِ وجود اور ضرورتِ عدم کو سلب کیا جا سکتا ہے جب وہ شیء وجود اور عدم اور دو سے خالی ہو۔ اس لیے ہر ممکن ماہیت رکھتا ہے[۱]۔

امکانِ خاص کو امکان حقیقی، امکانِ ماہوی اور امکان ذاتی بھی کہتے ہیں، کیونکہ امکان ذاتی ضرورتِ ذاتی اور امتناعِ ذاتی کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ امکانِ خاص بالخصوص ماہیت کا لازم ہے۔

۵۔امکان ذاتی کا اطلاق امکان خاص پر ہوتا ہے:

امکان ذاتی سے مراد یہ ہے کہ ایک شیء ذات کے اعتبار سے نہ ضرورتِ وجود رکھتی ہو اور نہ امتناعِ وجود، بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے موجود ہونے کی قابلیت بھی رکھتی ہے اور معدوم ہونے کی قابلیت بھی، جیسا کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اشیاء وجود میں آتی ہیں اور اس کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں۔ امکانِ ذاتی ضرورت بالغیر اور امتناع بالغیر سے کسی قسم کی منافات نہیں رکھتی۔ اس لیے امکان خاص کو ضرورتِ وجود یعنی ضرورتِ ذاتی اور ضرورت عدم یعنی امتناع ذاتی کے مقابل شمار کیا جاتا ہے۔

---

[۱] الاشارات مع شرح الطوسی: ۱/۹۰۔

۶۔ امکان خاص کا عنوان کیسے وجود میں آیا؟

امکانِ خاص کے مقابلے میں امکان عام آتا ہے جو کہ سلبِ ضرورتِ وجود و ضرورتِ عدم یعنی امکانِ خاص، وجوبِ ذاتی، امتناعِ ذاتی ان سب سے اعم تر ہے۔ چونکہ یہ عام کی نسبت اخص تر ہے اس لیے اس معنی کو بیان کرنے کے لیے لفظ خاص کا انتخاب کیا گیا۔ فلاسفہ نے امکان کا لفظ عرف کے استعمال سے اخذ کیا ہے کیونکہ عرف میں امکان کہہ کر عموما امکانِ عام مراد لیتے ہیں چنانچہ فلاسفہ نے یہیں سے امکان کا لفظ اٹھایا اور اس کو خاص جہت سے دیکھتے ہوئے فلسفی اصطلاح بعنوان امکانِ خاص میں منتقل کیا۔ اس طرح امکانِ خاص فلاسفہ اور متکلمین میں سلب الضرورتین کے معنی میں استعمال ہونے لگا[1]۔

(ب)۔ امکانِ عام کی تعریف:

عِبَارَةٌ عَنْ سَلْبِ ضَرُوْرَةِ الجَانِبِ المُخَالِفِ[2].

امکانِ عام وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانبِ مخالف سے ہو۔ یعنی وہ امکان ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا نفی اس طرح ہو کہ حکم کی جانبِ مخالف ضروری نہ ہو،اس سے قطع نظر کہ جانبِ موافق ضروری ہے یا نہیں، جیسے: قضیہ موجبہ کی مثال: ”اللہ موجود بالامکان العام“۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے لیے جانبِ موافق (وجود) ضروری ہے اور جانبِ مخالف (عدم وجود) ضروری نہیں۔ اور جیسے: ”الإنسان كاتب بالإمكان العام“ یعنی انسان کے لیے کتابت کے ثبوت کے باوجود سلبِ کتابت ضروری نہیں۔ سالبہ کلیہ کی مثال: ”شريك الباری ليس بموجود بالإمكان العام“ یعنی شریک باری تعالی موجود نہیں ہے امکان عام کیساتھ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شریکِ باری تعالی کا وجود ضروری نہیں ہے اگرچہ شریکِ باری کا عدم بھی ضروری ہے۔

امکان عام پر منطقی اور فلسفی دونوں پہلوؤں سے بحث کی جاتی ہے، پہلے اس پر منطقی پہلو پر بحث کرتے ہیں۔

امکانِ عام میں جہات او موادِ قضایا کے اعتبار سے قضیہ کی مخالف جانب سے ضرورت کو سلب کیا جاتا ہے اس اصطلاح کے مطابق جب یہ کہا جاتا ہے کہ انسان ممکن ہے تو اس کا معنی یہ بنے گا کہ انسان سے وجود کو سلب کرنا ضروری نہیں ہے، یعنی قضیہ کی مخالف جانب ضروری نہیں ہے۔ بالفاظِ دیگر وجودِ انسان ممتنع نہیں ہے، البتہ یہ بیان نہیں کیا جارہا ہے کہ انسان کے لیے وجود کا ثابت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یعنی آیا قضیہ کی موافق جانب کو ثابت کرنا ضروری ہے؟ اس بارے میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔

خلاصہِ کلام یہ کہ قضیہِ موجبہ میں امکانِ عام فقط امتناع کی نفی کرتا ہے، جب کہ امکان کے وجود کو نہ ثابت کرتا ہے اور نہ اس کی نفی و سلب کرتا ہے۔ اس اعتبار سے امکانِ عام وجوب کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے اور وجوب اس کا مصداق بھی ہو سکتا ہے اور امتناع کیساتھ بھی۔

---

(۱) نہایۃ الحکمۃ:۶۱۔

(۲) الاشارات مع شرح الطوسی:۱/۹۰،حاشیۃ ابن مامون:۳۴،توضیح المنطق:۱۶۹۔

۶۔ امکان عام کا وجوب کے ساتھ جمع ہونا:

امکانِ عام کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ امکانِ خاص کے علاوہ وجوبِ ذاتی کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا ہے، مثلا: اللہ ممکن ہے، اس مثال میں ممکن سے مرادامکانِ عام لیں تو مثال درست ہے کیونکہ امکانِ عام قضیہ کی مخالف جانب کے ضروری ہونے کو سلب کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ ممتنع الوجود نہیں ہے اور امتناع اس کے لیے ضروری نہیں۔ امکانِ خاص کی جانب سے مثلا: ہم کہتے ہیں: انسان ممکن ہے۔ اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ انسان کا ممتنع ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر ہم قضیہ سالبہ بناتے ہوئے امکانِ عام کی جہت سے دیکھیں تو کہا جائے گا کہ انسان کا وجود ضروری اور واجب نہیں ہے۔ اس صورت میں امتناع نہ اس کے لیے ثابت کیا جا رہا ہے اور نہ اس کی نفی کی جا رہی ہے [۱]۔

۷۔ امکان عام کا امتناع کے ساتھ جمع ہونا:

اسی طرح سے امکانِ عام ممتنع کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا ہے، مثلا: شریک باری تعالی ممکن ہے کہ موجود نہیں۔ یہاں امکانِ عام کے اعتبار سے صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ شریک باری تعالی کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ نیز قضیہ سالبہ کی جہت سے یہ امکان خاص کے ساتھ موافق ہے، مثلاً: انسان ممکن ہے کہ موجود نہیں۔ ان دونوں قضیہ کے دو معنی سامنے آتے ہیں:

(الف)۔ شریک باری تعالی اور انسان کا وجود ضروری و واجب نہیں ہے۔

(ب)۔ امکانِ عام دونوں قضایا میں یہ بیان نہیں کر رہا ہے کہ آیا یہ ممتنع ہے یا نہیں [۲]۔

۸۔ امکان عام کا وجوب، امتناع اور امکان خاص سے اعم ہونا:

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہر وہ مورد جہاں جہاں امکانِ خاص صادق آتا ہے وہاں امکانِ عام بھی صادق آتا ہے۔ اس کا برعکس درست نہیں، کیونکہ بعض موارد میں امکانِ عام صادق آتا ہے، لیکن امکانِ خاص وہاں صادق نہیں آتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امکانِ عام کا دائرہ وسیع تر ہے اور وہ امکانِ خاص سے اعم ہے۔ اس کو امکانِ عام کہنے کی ایک وجہ اس کا اعم ہونا ہے۔ نیز عرفِ عام میں عموما عوام الناس امکان کہہ کر یہی اصطلاح امکانِ عام مراد لیتی ہے، مثلا: جب عوامی طور پر کہا جاتا ہے: "ممکن ہے کہ روح وجود رکھتی ہو"، تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ روح کا وجود محال نہیں ہے اور نہ روح ممتنع الوجود ہے۔ لیکن کیا اس کا وجود واجب ہے یا نہیں، اس بارے میں وہ کچھ ثابت نہیں کرنا چاہتے، بلکہ طرفِ مخالف سے ضرورت کو سلب کر رہے ہیں۔ اس کو عامۃ الناس کی طرف نسبت کی وجہ سے امکانِ عامی بھی کہا کہتے ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل ما قبل بیان ہو چکی ہے [۳]۔

۹۔ امکان عام کی اقسام:

---

[۱] حاشیۃ ابن مامون: ۳۴، توضیح المنطق: ۱۶۹.

[۲] حاشیۃ ابن مامون: ۳۴، توضیح المنطق: ۱۶۹.

[۳] الحاشیۃ علی تہذیب المنطق للتفتازانی: ۲۹۲، النجاہ لابن سینا: ۵۱، اساس الاقتباس: ۱۳۷۔

امکان عام کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ امکانِ عام مقید بجانب الوجود (ب)۔ امکانِ عام مقید بجانب العدم

(الف)۔ امکانِ عام مقید بجانب الوجود کی تعریف:

امکان عام مقید بجانب الوجود وہ امکان ہے جس میں سلبِ ضرورۃ جانبِ عدم سے ہو، یعنی جس کا وجود ضروری ہو، خواہ یہ وجود واجب ہو، جیسے: باری تعالی کا وجود ہے، یا ممکن ہو، جیسے: انسان موجود کا وجود ہے[1]۔

(ب)۔ امکانِ عام مقید بجانب العدم کی تعریف:

امکان عام مقید بجانب العدم وہ امکانِ عام ہے جس میں سلبِ ضرورۃ جانبِ وجود سے ہو، یعنی جس کا عدم ضروری ہو، خواہ یہ عدم واجب ہو، جیسے: شریک باری تعالی کا عدم ہے یا ممکن ہو، جیسے: انسان غیر موجود کا عدم ہے[2]۔

۱۰۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: وجوب اور امتناع کا مقابل امکان خاص ہے، اس کو امکان حقیقی بھی کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲: امکان خاص میں سلب الضرورۃ عن طرف الوجود والعدم ہوتا ہے، یعنی اس میں طرف الایجاب اور طرف السلب دونوں مسلوب ہوتے ہیں اور امکان عام میں جانب مخالف مسلوب ہوتا ہے، امکان خاص کی مثال، جیسے: "الإنسان موجود بالإمكان الخاص"، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا وجود اور عدم دونوں ضروری نہیں اور امکان عام کی مثال، جیسے: "الله موجود بالإمكان العام"، اس کا مطلب یہ نہیں کہ باری تعالی کا وجود اور عدم دونوں ضروری نہیں، بلکہ اس کا مطلب ہے کہ باری تعالی ممتنع الوجود نہیں، کیونکہ ہم نے قضیہ میں طرف الوجود کا ملاحظہ کیا ہے تو ہم طرف مقابل کی نفی کریں گے اور وہ عدم ہے، یعنی ہم اس میں ضرورۃ السلب کو سلب کریں گے، رہی یہ بات کہ باری تعالی واجب الوجود یا ممکن بالامکان الخاص ہے تو یہ اس میں مسکوت عنہ ہے اور اسی طرح یہ مثال ہے: "الله ليس بجسم بالإمكان"، اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالی کے لیے جسم واجبۃ الوجود نہیں اور جہاں تک جسم کا ممتنع ہونا اور نہ ہونا تو یہ مسکوت عنہ ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: امکان عام کبھی وجوب اور کبھی امکان خاص پر صادق آتا ہے اور کبھی امتناع اور امکان خاص پر صادق آتا ہے، یعنی یہ وجوب اور امتناع دونوں کیساتھ جمع ہو سکتا ہے[3]۔

قاعدہ نمبر ۴: امکان خاص میں دو سلب ہوتے ہیں: ایک سلب ضرورۃ الوجود اور دوسرا سلب ضرورۃ العدم اور جب کہ امکان عام میں ایک سلب ہوتا ہے، یا ضرورۃ الایجاب کا سلب ہوتا ہے یا ضرورۃ السلب کا سلب ہوتا ہے۔

---

[1] توضیح المنطق: ۱۷۱-۱۷۲۔
[2] توضیح المنطق: ۱۷۱-۱۷۲۔
[3] القواعد الجلیہ: ۲۶۶، توضیح المنطق: ۱۷۰۔

قاعدہ نمبر۵: امکان عام میں سلب ضرورۃ جانب مخالف سے ہوتا ہے، قطعِ نظر جانب موافق سے، کیونکہ جانب موافق کبھی مسلوب ہوتا ہے اور کبھی مسلوب نہیں۔ یعنی امکان عام میں قضیہ کے جانب مقابل کی نفی ہوتی ہے، اگر جانب موافق وجودی ہو تو ضرورۃ العدم کی نفی ہوگی اور اگر جانب موافق عدمی ہو تو ضرورۃ الوجود کی نفی ہوگی[1]۔

قاعدہ نمبر۶: وجوب اور امتناع ایک جہت ضرورۃ الحکم میں مشترک ہیں اور ایک جہت میں جدا جدا ہیں، کیونکہ وجوب ضرورۃ الایجاب کو کہتے ہیں اور امتناع ضرورۃ السلب کو کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر۷: عدم تحقق الشيء في الخارج کی دو صورتیں ہیں: ایک عدم تحقق الشيء في الخارج ہو، لیکن اس کے تحقق کا امکان ہو، جسے امتناع بالغیر کہتے ہیں اور اس صورت میں معلول اس لیے موجود نہیں ہوتا کہ اس کی علت موجود نہیں ہوتی اور دوسری صورت عدم تحقق الشيء في الخارج کی عدم امکان ذاتی کی وجہ سے ہوتی ہے، جیسا کہ امتناع وجود شریک الباری ہے، یہ عدمِ امتناعی ہے، بخلاف انسان غیر موجود کا امتناع کہ یہ عدم امکانی ہے، یہ ممکن ہے کہ یہ عدم وجود میں منقلب ہو۔

قاعدہ نمبر۸: امکان اور ضرورت میں تقابل عدم اور ملکہ ہے، امکان کا معنی عدمی ہے، یعنی امکان عدم ضرورۃ الوجود وعدم ضرورۃ العدم کو کہتے ہیں اور ضرورت ملکہ سے عبارت ہے اور امکان عدم ملکہ ہے[2]۔

قاعدہ نمبر۹: باری تعالی کے حق میں جو امکان مستعمل ہوتا ہے وہ امکان عام ہے، امکان خاص نہیں۔

قاعدہ نمبر۱۰: بعض اوقات امکان سے مراد تمام قسم کی ضرورت کا سلب کرنا ہوتا ہے حتی ضرورت بشرط محمول کو بھی سلب کر لیا جاتا ہے۔ اس کو اصطلاح میں امکانِ استقبالی کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر۱۱: امکانِ خاص کو سلب الضرورتین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کو اس لیے خاص کہا جاتا ہے کہ اس نوعِ امکان کا استعمال عوام الناس عموماً نہیں کرتے بلکہ یہ خصوصی طور پر حکماء کی مراد ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر۱۲: امکانِ خاص کا موضوع ماہیت بالمعنی الاخص ہے۔ کیونکہ ایک شيء سے اسی وقت ضرورتِ وجود اور ضرورتِ عدم کو سلب کیا جاسکتا ہے جب وہ شيء وجود اور عدم اور دو سے خالی ہو۔ اس لیے ہر ممکن ماہیت رکھتا ہے۔

قاعدہ نمبر۱۳: امکان خاص میں وجود ضروری نہیں ہوتا، ورنہ یہ معدوم ہی نہ ہوتا اور نہ ہی عدم ضروری ہے ورنہ یہ موجود ہی نہ ہوتا[3]۔

قاعدہ نمبر۱۴: امکان عام اعم مطلق ہے اور امکان خاص اخص مطلق ہے، ہر امکان خاص امکان عام ہے، لیکن ہر امکان عام امکان خاص نہیں۔

قاعدہ نمبر۱۵: امکان عام اور امکان خاص دونوں قسموں کو بھی امکان عام کہتے ہیں، کیونکہ احد الطرفین طرف الوجود اور طرف العدم سے اعم

---

[1] القواعد الجلیہ: ۲۶۶، توضیح المنطق: ۱۷۰۔
[2] الاشارات والتنبیہات: ۱/۲۶۲۔
[3] توضیح المنطق: ۱۶۴۔

ہے،اس معنی کے اعتبار سے امکان عام، امکان عام مقید بجانب الوجود اور امکان عام مقید بجانب العدم دونوں سے اعم ہے اور امکان خاص سے بھی اعم ہے، کیونکہ قاعدہ ہے کہ ’’الأعم من الأعم من شیء أعم من ذلك الشیء‘‘.

قاعدہ نمبر ۱۶: امکان عام مقید بجانب العدم میں سلب وجود سے ہوتا ہے اور امکان عام مقید بجانب الوجود میں سلب عدم سے ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۷: باری تعالی کا وجود امکانِ خاص کے قبیل سے نہیں ہے کہ نہ وجود ضروری ہو اور نہ ہی عدم ضروری ہو، بلکہ امکانِ عام مقید بجانبِ الوجود کے قبیل سے ہے، یعنی باری تعالی کا عدم ضروری نہیں ہے، بلکہ وجود ضروری ہے۔ اسی طرح شریک باری تعالی کا وجود ضروری نہیں، بلکہ عدم ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۸: قضایا کی بحث میں قضیہ کو کم اور کیف کی جہت سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیفِ قضیہ میں مخالف طرف سے ضرورت کو سلب کرنے کو امکانِ عام کہتے ہیں۔

۱۱۔ تمرین:

(الف)۔ امکان عام اور امکان خاص کی تعریف کریں۔

(ب)۔ کیا امکان ذاتی کا اطلاق امکان خاص پر ہوتا ہے؟

(ج)۔ امکان خاص کا عنوان کیسے وجود میں آیا؟

(د)۔ کیا امکان عام وجوب اور امتناع کیساتھ جمع ہو سکتا ہے؟

(ھ)۔ امکان عام، وجوب، امتناع اور امکان خاص میں کیا نسبت ہے؟

(و)۔ درج ذیل مثالوں میں امکان کی اقسام وانواع کی تعیین کیجئے۔

النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ، صَلَاةُ الْخَوْفِ جَائِزٌ، إنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاًبِالْإِمْكَانِ الْعَام، كلُّ الطَّلاقِ جَائِزٌ إِلَّا طَلاَقِ المعْتُوْهِ الْمَغْلُوْبِ عَلَى عَقْلِهِ، الْعُلُوْمُ مُفِيْدَةٌ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ، اَلْقُرْآنُ دَوَاءُالْقَلْبِ بِالإِمْكَانِ الْعَام، بَيْعُ المدبَّرِ جائزٌ، كُلُّ مُسْلِمٍ مُؤْمِنٌ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ بِالسُّنَّةِ، الْعُلَمَاءُوَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِبِالْإِمْكَانِ الْعَام، اَلْإِنْسَانُ لَيْسَ بِنَاهِقٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، الْعَدَدُالْصَحِيْحُ لَيْسَ بِزَوْجٍ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ، مُحَمَّدٌرَسُوْلُ الله بِالْإِمْكَانِ الْعَام، حَدِيْثُ الْصُلْحِ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَلْإِنْسَانُ ضَاحِكٌ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ، الشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، كُلُّ طَالِبٍ فِی المدَرَسةِ مُجْتَهِدٌ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ، الرَّجُلُ خَيْرٌ مِنَ الْمَرْءَةِ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، حَلَاوَةُ الدُّنْيَامَرَارَةٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، زَيْدٌلَيْسَ بِكُلِّی بِالْإِمْكَانِ الْعَام، الْحَيَوَانُ جِنْسٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، نِكَاحُ الْكِتَابِيَّاتِ جَائِزٌ بِالْإِجْمَاعِ، الْإِنْسَانُ نَوْعٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، اجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ مُحَالٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَام،ارْتِفَاعُ النَّقِيْضَيْنِ لَيْسَ بِمُمْكِنٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَام،

الإِنْسَانُ لَيْسَ بِشَقِيٍّ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ، زَيْدٌلَيْسَ بِجَاهِلٍ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ، بَعْضُ الْمسْلِمِ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁ ......النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ۔

"النَّاسُ"موضوع... "مَعَادِنُ"محمول بحمل مواطاۃ، حمل مواطاتی حمل ہو ہو... "كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ"متعلق محمول "بِالإِمْكَانِ الْخَاصِ"جہت امکان خاص... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ۔

❁ ......حَدِيْثُ الْصُلْحِ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِالإِمْكَانِ الْعَامِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ۔

"حَدِيْثُ الْصُلْحِ"موضوع... "جَائِزٌ"محمول بحمل مواطاۃ، حمل مواطاتی حمل ہو ہو... "بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ"متعلق محمول "بِالإِمْكَانِ الْعَامِ"جہت امکان عام... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ۔

فصل ہفتم: امکان پر فلسفیانہ بحث

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

فلاسفہ نے امکان کا جائزہ سلبِ ضرورت کے اعتبار سے لیا ہے، حکماء حضرات کے نزدیک امکانِ عام سے مراد طرفِ مخالف کی ضرورت کو سلب کرنا ہے، اس کے مقابلے میں امکانِ خاص آتا ہے جس کا مطلب سلب الضرورتین ہے۔ اس اعتبار سے امکانِ عام سے مراد طرفِ مخالف کے ضروری اور لازمی ہونے کو سلب کرنا اور اس کی نفی کرنا ہے۔ چنانچہ امکانِ عام میں اگر عدم کے ضروری ہونے کو سلب کیا جائے تو اس کا مصداق واجب بھی ہو سکتا ہے اور ممکن الوجود بھی۔ اسی طرح اگر امکانِ عام مصداق کے لحاظ سے امکانِ خاص اور امتناعِ ذاتی ہر دو سے اعم تر ہے، چنانچہ جب عدم کے مقابل وجود کے ضروری ہونے کو سلب کیا جائے تو اس کا مصداق ممکن الوجود بھی قرار پائے گا اور ممتنع الوجود بھی۔

۲۔ امکان کا لفظ کہاں سے آیا؟

فلاسفہ نے امکان کا لفظ عوام الناس کے محاورات سے لیا ہے اور اس کے بعد مختلف معانی کے لیے اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ عوام الناس کسی بھی قضیہ میں طرفِ مخالف سے ضرورت کو سلب کرنے کے لیے لفظ امکان کو استعمال کرتے ہیں جس کو اصطلاح میں عرفی استعمال کی مناسبت سے امکانِ عام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بعد میں فلاسفہ نے عرف سے اس لفظ کو لے کر امکان کے دیگر معانی کے لیے اسے استعمال کرنا شروع کر دیا مثلاً امکان خاص جس میں وجود اور عدم ہر دو ضرورت کو سلب کیا جاتا ہے۔

۳۔ فلاسفہ کے نزدیک امکان کے معانی:

فلسفہ میں کلمہِ امکان اگر بغیر کسی قید و شرط کے استعمال کیا جائے تو اس سے مراد امکانِ خاص ہوتا ہے جس میں وجود اور عدم ہر دو ضرورت کو سلب کیا جاتا ہے، امکان خاص کے مقابلے میں امکانِ عام آتا ہے جس کو عموماً عوام الناس زیادہ استعمال کرتے ہیں جس کا مطلب مخالف سمت سے ضرورت کو سلب کرنا ہے[1]۔

مجموعی طور امکانِ عام اعم ہے جو کہ امکانِ خاص، وجوب اور امتناع تینوں سے اعم ہے۔ اسی طرح امکان ضرورتِ ذاتی، ضرورتِ وصفی اور ضرورتِ وقتی ہر تین ضرورتوں کو سلب کرنے سے سامنے آتا ہے جس کو امکانِ اخص سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فلسفہِ اسلامی میں امکان کے درج ذیل معانی سے بحث کی جاتی ہے[2]:

(الف)۔ امکانِ خاص (امکان ماہوی) (ب)۔ امکان عام (ج)۔ امکان اخص (د)۔ امکان استقبالی (ھ)۔ امکان استعدادی (و)۔ امکان وقوعی (ز)۔ امکان وجودی (فقری)

---

[1] بدایۃ الحکمۃ: ۴۸۔

[2] الاشارات مع شرح الطوسی: ۹۲/۱۔

(الف)۔ امکانِ خاص (امکان ماہوی) کی تعریف:

وہ امکان ہے جس میں سلب ضرورۃ جانبِ موافق اور جانبِ مخالف دونوں سے ہو، جیسے: سارا جہان ممکن بامکان خاص ہے نہ اس کا وجود ضروری ہے اور نہ اس کا عدم ضروری ہے۔ بالفاظِ دیگر جس میں سلب ضرورۃ جانبین سے ذات اور ماہیت کے ملاحظہ سے ہو، مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں: "الإنسان من حيث هي ليس بضروري الوجود والعدم" انسان کا ذات اور ماہیت کے اعتبار سے نہ وجود ضروری ہے اور نہ عدم ضروری ہے[1]۔

(ب)۔ امکانِ عام کی تعریف:

وہ امکان ہے جس میں سلب ضرورۃ مخالف سے ضروری ہو، خواہ جانبِ موافق کی طرف سے ضروری ہو یا نہ ہو، جیسے: کہا جاتا ہے: "الشيء الفلاني ممكن" یعنی فلان شئ ممتنع و محال نہیں ہے یہاں صرف جانبِ مخالف سے سلب ہے، لیکن اس کے جانبِ موافق کے بارے میں کوئی چیز نہیں کہی گئی ہے[2]۔

(ج)۔ امکانِ اخص کی تعریف:

وہ امکان ہے جس میں کسی چیز کی ضرورت ذاتیہ، وصفیہ اور وقتیہ کے سلب ہونے کا امکان ہو، جیسے "الانسان کاتب بالامکان" اس قضیہ میں امکان سے امکان اخص مراد ہے، کیونکہ انسانیت کی ماہیت اور ذات کتابت کی ضرورت کا اقتضاء نہیں کرتی ہے اور اسی طرح وصف یا وقت یا وہ زمانہ جو انسان کے لیے کتابت یا لکھنے کا سبب ہے اس قضیہ میں ذکر نہیں ہوا ہے۔ یعنی امکان اخص سے مراد تین قسم کی ضرورت یعنی ضرورتِ ذاتی، ضرورتِ وصفی اور ضرورتِ وقتی کو سلب کرنا ہے۔ ضرورت کی اقسام میں سے ان تین ضرورتوں کو سلب کرنے سے امکانِ اخص تشکیل پاتا ہے۔ یہ چونکہ امکانِ خاص سے اخص ہے اس لیے اس کو امکانِ اخص سے تعبیر کیا جاتا ہے، کیونکہ امکان خاص سے مراد ضرورتِ ذاتی کو سلب کرنا ہے جبکہ امکانِ اخص میں ذاتی، وصفی اور وقتی ہر تین کی ضرورت کو سلب کر لیا جاتا ہے[3]۔

(د)۔ امکانِ استعدادی کی تعریف:

یہ ایک استعدادی کیفیت ہے جو صور و اعراض کے لیے متعاقب اور پے در پے مادہ کی آمادگی کا سبب بن جاتی ہے اور شدت و ضعف کی قابلیت رکھتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہر جسم کسی دوسرے جسم میں تبدیل ہونے کا امکان رکھتا ہے، جیسے ایک عنصر دوسرے عنصر میں تبدیل ہونے کے مانند یا کسی عنصر یا عناصر کے معدنی مواد یا نباتات و حیوانات میں بالقوۃ یا بالفعل تبدیل ہونے کے مانند۔ چنانچہ ہر جسم اپنی نوع کے دو یا چند جسموں میں تبدیل ہونے کا امکان رکھتا ہے، اس امکان یا وصل و فصل ایک قسم کی

---

(۱) بدایۃ الحکمۃ: ۴۸۔
(۲) الاشارات مع شرح الطوسی: ۹۲/۱۔
(۳) الاشارات مع شرح الطوسی: ۹۱/۱۔

کیفیت میں تبدیلی ہے کہ اسے کیفیت استعدادی یا امکان استعدادی کہا جاتا ہے، اس میں شدت، ضعف، کمال اور نقص کی قابلیت ہوتی ہے، چنانچہ جنین کے ایک ذی روح موجود میں تبدیل ہونے کی استعداد نطفہ کے استعداد سے زیادہ ہے اور اگر ہم اس نطفہ کو اس کی ذات سے لحاظ سے مد نظر رکھیں کہ استعداد محض ہے اس قسم کے امکان کو استعداد کہتے ہیں کہ یہ نطفہ مستقبل میں تخلیق کی شرائط متحقق ہونے کی صورت میں انسان بن جائے گا، یعنی آنے والے ایک زمان ومکان میں مساعد شرائط کے پیش نظر انسان بننے کا امکان ہے، اسے امکان استعدادی کہا جاتا ہے[1]۔

(ھ)۔ امکانِ استقبالی کی تعریف:

وہ امکان ہے جس میں ایک چیز سے ماہیت وذات، وصف اور زمان کے لحاظ سے بھی سلب ضرورت ہو اور شرط محمول کی ضرورت کے لحاظ سے بھی سلب ضرورت ہو۔ اس قسم امکان کا تعلق مستقبل کے امور کیساتھ خاص ہے کہ ابھی متحقق نہیں ہوئے ہیں تاکہ محمول کی شرط کی ضرورت ان میں ثابت ہو، جیسے: ''زید کاتب غداً بالإمکان''، یعنی زید ممکن ہے کہ کل کاتب بن جائے، امکان استقبالی اور امکان استعدادی میں فرق یہ ہے کہ امکان استعدادی میں مستقبل کی قید ملحوظ ہے[2]۔

امکان استقبالی سے مراد تمام قسم کی ضرورتوں کو سلب کر لینا ہے، حتی کہ ضرورتِ بشرط محمول بھی۔ اس کو اصطلاح میں امکان استقبالی کہتے ہیں۔

امکان کے تمام معانی میں سب سے اخص معنی امکان استقبالی ہے۔ کیونکہ ہر امکان ایک ضرورت کے مقابلے میں ہوتا ہے، مثلاً امکانِ عام ضرورتِ عدم یعنی امتناعِ ذاتی کے مقابلے میں ہے، امکانِ خاص ضرورت وجود اور ضرورت عدم کے مقابلے میں ہے، امکانِ اخص ضرورتِ وصفی کے مقابلے میں ہے۔ اسی طرح امکانِ استقبالی ضرورت بشرط محمول کے مقابلے میں ہے جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ یہ چیز نہ ضرورتِ ذاتی رکھتی ہے، نہ ضرورتِ امتناعِ ذاتی اور نہ ضرورتِ وصفی کی حامل ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ امکانِ استقبالی کی شرط یہ ہے کہ زمانہ حال میں معدوم ہو۔

امکان استقبالی کو اس لیے امکان استقبالی کہتے ہیں کہ امکان کا مستقبل کے امور سے متعلق ہونا ہے۔ انسان مستقبل اور آئندہ زمانے میں رونما ہونے والے حوادث اور واقعات کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ نہ ان حوادث کے ہونے کے بارے میں قطعی رائے دی جاسکتی ہے اور نہ ان کے برپا نہ ہونے کا یقینی طور پر کچھ کہا جاسکتا ہے۔ اس وجہ سے مستقبل کے حوادث و واقعات سے ہونے اور نہ ہونے ہر دو کی ضرورت کو سلب کر لیا جاتا ہے۔ چونکہ اس امکان کا تعلق مستقبل میں ہونے والے حوادث سے ہے اس لیے اس کو امکانِ استقبالی کہتے ہیں۔

---

(1) بدایۃ الحکمۃ:۴۹۔

(2) الاشارات مع شرح الطوسی:۱/۹۲۔

اس مورد میں حوادث سے ہونے یا نہ ہونے ہر دو ضرورت کو سلب کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مستقبل کے حوادث کے علل واسباب نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر واقعہ اور حادثہ کی علت اور سبب ہوتا ہے اور یہی علت ایک واقعہ کے ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مستقبل کے ہر واقعہ کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا اور جب سبب ہوگا تو حتمی طور پر موضوع کے لیے محمول کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ امکانِ استقبالی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مستقبل کے واقعات کا کوئی سبب نہیں ہوتا۔

(و)۔ امکان وقوعی کی تعریف:

وہ امکان ہے جو ماہیت کے لیے وصف عقلی ہو۔ اس اعتبار سے کہ اس کے بغیر اس کا وجود ذاتی طور پر محال نہیں ہے۔ بعض فلاسفہ نے امکان وقوعی کو وہی امکان استعدادی تسلیم کیا ہے، لیکن بعض دیگر فلاسفہ ان دونوں میں فرق کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ امکان استعدادی مادی امور سے متعلق ہے جب کہ امکان وقوعی عام ہے مادی اور غیر مادی دونوں امور کو شامل ہے۔

(ز)۔ امکان وجودی (فقری) کی تعریف:

وہ امکان ہے جس میں ممکن اور امکان دونوں ایک چیز ہوں، یعنی جس میں وجود عین وجود اور موجودیت ہو۔ مخلوقات کا امکان اسی معنی میں ہے[1]۔

۴۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ا: امکان کے مقابل ضرورت ہے، کیونکہ امکان کا مطلب ضرورت کو سلب کرنا ہے۔ امکان کا معنی جب واضح ہوگیا تو یہاں سے ہمارے پاس امکان کے مختلف معانی سامنے آتے ہیں۔ پس کلمہ امکان ضرورت کے مقابل ہے اور اس سے ہم مختلف معانی مراد لے سکتے ہیں[2]۔

قاعدہ نمبر ۲: امکان لفظِ مشترک ہے جس کا اطلاق اشتراک لفظی کے طور پر امکان عام اور امکان خاص دونوں پر ہوتا ہے[3]۔

قاعدہ نمبر ۳: جس امکان میں موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس طرح کہ کہ اس کی جانبِ مخالف ضروری نہ ہو، اس کو امکانِ عام کہتے ہیں، جیسے ''كل نار حارة بالإمكان العام'' یعنی آگ اس طرح گرم ہے کہ عدمِ حرارت اس کے لیے ضروری نہیں ہے، یعنی آگ کے لیے ٹھنڈا ہونا بھی ممکن ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔ اور جس امکان میں موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس طرح کہ حکم کی نہ جانبِ موافق ضروری ہو اور نہ جانبِ مخالف ضروری ہو، اس کو امکانِ خاص کہتے ہیں، جیسے ''كل إنسان موجود بالإمكان الخاص'' یعنی انسان ایک موجود ہے کہ اس کے لیے نہ وجود ضروری ہے نہ عدمِ وجود ضروری ہے۔

---

[1] بدایۃ الحکمۃ: ۴۹۔

[2] حاشیۃ ابن مامون: ۳۱۔

[3] دستور العلماء: ۱/۱۱۸۔

قاعدہ نمبر ۴: امکان ذاتی سے مراد امکان خاص لی جاتی ہے۔
قاعدہ نمبر ۵: امکان ذاتی سے مراد یہ ہے کہ ایک شیٔ ذات کے اعتبار سے نہ ضرورتِ وجود رکھتی ہو اور نہ امتناعِ وجود، بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے موجود ہونے کی قابلیت بھی رکھتی ہے اور معدوم ہونے کی قابلیت بھی، جیسا کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اشیاء وجود میں آتی ہیں اور اس کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں۔
قاعدہ نمبر ۶: امکانِ ذاتی ضرورت بالغیر اور امتناع بالغیر سے کسی قسم کی منافات نہیں رکھتی۔ اس لیے امکان خاص کو ضرورتِ وجود یعنی ضرورتِ ذاتی اور ضرورت عدم یعنی امتناع ذاتی کے مقابل شمار کیا جاتا ہے۔
قاعدہ نمبر ۷: کلمہِ امکان جب بغیر کسی قید و شرط کے استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب ماہیت سے وجود اور عدم ہر دو ضرورت کو سلب کرنا ہے جس کو امکانِ ماہوی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح امکان کا ایک معنی کسی شیٔ میں جدید اور نئی حالت کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت کا ہونا ہے۔ استعداد اور صلاحیت ہونے کے اعتبار سے اس کو امکانِ استعدادی سے تعبیر کیا گیا ہے۔
قاعدہ نمبر ۸: مادہ کا مختلف صورتوں اور اعراض کو اختیار کرنے کی قابلیت، استعداد اور صلاحیت کو امکانِ استعدادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امکان استعدادی مادہ پر قائم ہونے والی کیفیات کی ایک وجودی صفت ہے جس کے ذریعے مادہ مختلف فعلی حالتوں کو اختیار کرتا ہے۔ وہ شیٔ جو جدید حالت کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ کسی نہ کسی جدید صورت یا عرض کو اختیار کر سکتی ہے، مثلا ایک لکڑی ہے جس کو جلا کر راکھ بنا دیا جاتا ہے۔ اس مورد میں لکڑی کا مادہ جدید حالت میں ڈھل گیا جس کو راکھ کہا گیا۔ اس قسم کی تبدیلی و تغییر کو فلسفہ کی اصطلاح میں شیٔ کی صورت میں تبدیلی کا ہونا کہتے ہیں۔ اس مثال میں لکڑی کی صورت تبدیل ہو کر راکھ کی صورت میں ڈھل گئی ہے۔ لکڑی میں اس تبدیل کا ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ لکڑی میں خاص حالت موجود ہے جس کی وجہ سے لکڑی کو جلایا گیا تو وہ راکھ بن گئی؛ کیونکہ لکڑی کے علاوہ دیگر چیزیں مثلا تیل، پانی وغیرہ کو جلایا جائے تو وہ راکھ نہیں بنتے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ لکڑی کا خاکستر ہونے اور راکھ بننے کی حالت خود لکڑی سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ لکڑی سے باہر کہیں سے۔ فلسفی اصطلاح میں لکڑی میں اس استعداد اور صلاحیت کا ہونا کہ وہ جلانے سے راکھ بن جائے امکانِ استعدادی کہلاتا ہے[1]۔
قاعدہ نمبر ۹: امکانِ عام کلی طور پر امکانِ خاص، وجوب اور امتناع سے اعم تر ہے۔ امکانِ عام میں جب مخالف جانب سے ضرورت کو سلب کیا جاتا ہے تو اس کا لازمہ یہ نکلتا ہے کہ موافق جانب کے ممتنع ہونے کو سلب کیا جائے۔ پس امکانِ عام میں طرفِ مخالف کی ضرورت کو سلب کیا جاتا ہے اور طرفِ موافق سے امتناع کو سلب کر لیا جاتا ہے۔ اس کو امکانِ عام کے علاوہ امکانِ عامی بھی کہا جاتا ہے۔
قاعدہ نمبر ۱۰: امکان استقبالی سے مراد ایک موضوع سے محمول کی ہر نوعِ ضرورت کو سلب کرنا ہے حتی ضرورت بشرط محمول کو بھی سلب کر لیا جاتا ہے۔ امکان کا مشہور و معروف معنی ضرورت کو سلب کرنا ہے۔ لیکن امکان کہہ کر کس ضرورت کو سلب کیا گیا ہے؟ اس اعتبار

---

[1] بدایۃ الحکمۃ: ۵۰۔

سے امکان کے مختلف معانی ہمارے سامنے آتے ہیں۔ انہی مختلف معانی میں سے ایک امکانِ استقبالی ہے جس سے مراد تمام ضرورتوں کو سلب کرنا ہے حتی ضرورت بشرط محمول کو بھی سلب کرلیا جائے۔

قاعدہ نمبر ۱۱: ایک ماہیت سے وجود اور عدم ہر دو کے ضروری ہونے کی نفی کی جاتی ہے، مثلاانسان ایک ماہیت ہے، اب انسان کے لیے نہ وجود ضروری و واجب ہے اور نہ عدم۔ پس انسان سے ضرورتِ وجود کو بھی سلب کرلیا گیا ہے اور ضرورتِ عدم کو بھی۔ ضرورتِ وجود اور ضرورتِ عدم ہر دو ضرورتوں کے سلب کرنے کو امکانِ خاص کہا جاتا ہے۔ حکماء جب نے امکان کی اصطلاح اسی ضرورتِ ذاتی اور امتناعِ ذاتی کے مقابلے میں وضع کی ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۲: امکانِ خاص کو امکانِ ماہوی اور امکان ذاتی بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ امکان ذاتی ضرورتِ ذاتی اور امتناعِ ذاتی کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ امکانِ خاص بالخصوص ماہیت کا لازمہ قرار پاتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۳: امکان ضرورۃ کی ضد ہے، امکان کی چار قسمیں ہیں: ۱) ذاتی ۲) وصفی ۳) وقتی معین ۴) وقتی غیر معین اور اسی طرح دوام کی بھی دو قسمیں ہیں: ۱) ذاتی ۲) وصفی، ان میں سے ہر ایک تعریف گذر چکی ہے۔

۵۔ تمرین:

(الف)۔ فلاسفہ کے نزدیک امکان کا معنی کیا ہے؟

(ب)۔ فلاسفہ امکان کی کتنی معانی مراد لیتے ہیں؟

(ج)۔ امکان کے اقسام میں سب سے اخص کونسا امکان ہے؟

فصلِ ہشتم: تتمہ مباحثِ امکان[1]

۱۔ امکان استعدادی اور خود استعداد میں فرق:

استعداد اور امکانِ استعدادی میں فرق کرنا ضروری ہے کیونکہ بعض اوقات اہل علم ان دونوں میں خلط ملط کرنے کی وجہ سے اشتباہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق جاننے سے پہلے چند نکات کو جاننا ضروری ہے:

پہلا نکتہ: کائنات اور عالم مادہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شیء ہمیشہ ایک حالت میں باقی نہیں رہتی بلکہ اس میں تغیر و تبدّل آتا رہتا ہے، مثلا: ایک گندم کا بیج تبدیل ہو کر خوشہ گندم بن جاتا ہے، کھجور کی گھٹلی تبدیل ہو کر کھجور کا ایک تنا ور درخت بن جاتی ہے، نطفہِ انسان تبدیل ہو کر عقلہ اور پھر مضغہ بن جاتا ہے وغیرہ۔

دوسرا نکتہ: ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات میں ایک شیء تبدیل ہو کر اپنی مرضی سے دوسری شیء نہیں بنتی، مثلا: گندم کا دانہ سونا یا چاندی نہیں بنتا بلکہ خوشہ گندم ہی بنے گا، کھجور کی گھٹلی سے کھجور کا درخت بر آمد ہو گا نہ کہ دیگر اناج اس سے پیدا ہونا شروع ہو جائیں گے۔ پس عالم مادہ میں ایک شیء ایک معین شیء میں تبدیل ہوتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ اشیاء خود سے جو بھی حالت اختیار کرنا چاہیے وہ اختیار کر لیں۔ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ عالم مادہ میں ایک وجود دوسری شیء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن ہر شیء بننے کی صلاحیت نہیں۔

تیسرا نکتہ: ہر گندم کا دانہ مستقبل اور آئندہ زمانے کا خوشہ گندم ہے، ہر کھجور کی گٹھلی مستقبل و آئندہ کھجور کا تن آور درخت ہے، ہر نطفہ انسان مستقبل میں علقہ و مضغہ و جسمِ کامل ہے وغیرہ۔ یہ مثالیں بیان کرتی ہیں کہ یہ وجودات مستقبل اور آئندہ زمانے کے اعتبار سے ایک استعداد و صلاحیت کی مالک ہیں۔ اس جگہ ہم کہیں گے کہ دانہِ گندم خوشہِ گندم کی استعداد و قابلیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد اس کو ہم ایک اور اسلوب میں کہتے ہیں: ہر دانہِ گندم میں خوشہِ گندم کے وجود کا امکان موجود ہے۔ ان دونوں جملوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ہم ایک اور مثال لے لیتے ہیں: ہر انسانی نطفہ علقہ بننے کی صلاحیت و استعداد رکھتا ہے، یا یہ کہیں: ہر نطفہِ انسان میں علقہ کے وجود کا امکان موجود ہے۔

ان نکات کو سمجھنے کے بعد بآسانی ہمارے پاس فرق آجاتا ہے۔ اگر ہم استعداد اور قابلیت کی نسبت مُستعِدّ کی طرف دیں تو یہ استعداد کہلاتا ہے۔ لیکن اگر ہم استعداد کی نسبت مُستَعِدّ لَہٗ کی طرف دیں تو یہ امکانِ استعدادی کہلاتا ہے۔ پس فرق مستعد اور مستعد لہ کے اعتبار سے ہے، مثلا گندم کا دانہ مُستَعِد ہے جو صلاحیت رکھتا ہے، جبکہ خوشہِ گندم مُستَعِدّ لَہٗ ہے۔ اگر ہم گندم کے دانے کی طرف سے آئیں اور کہیں کہ یہ خوشہ گندم بن سکتا ہے تو یہ استعداد کہلائے گی نہ امکانِ استعدادی، لیکن اگر ہم خوشہِ گندم یعنی مُستَعد لَہٗ کی طرف سے آئیں اور کہیں کہ خوشہِ گندم کا امکان اس دانہِ گندم میں موجود ہے تو اس کو ہم امکانِ استعدادی کہیں گے، اس طرح نطفہ کی مثال لے لیں

[1] امکان کے یہ مباحث فلسفی ہیں، لیکن انہیں اتمام فائدہ کے لیے بیان کیا جاتا ہے۔

کہ اگر ہم کہیں کہ نطفہ انسان بن سکتا ہے تو یہ استعداد ہے لیکن اگر ہم انسان کی طرف سے آئیں اور کہیں کہ انسان اس نطفہ میں پایا جاتا ہے تو یہ امکانِ استعدادی کہلائے گا۔

۲۔ امکان استعدادی کا تعلق مادہ سے ہے:

ایک شیء میں جدید حالت کو قبول کرنے کی صلاحیت کا ہونا مادہ اور مادی اجسام سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر ہم امکانِ استعدادی تمام موجودات سے وابستہ قرار کریں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غیر مادی وجودات اور مجردات بھی امکانِ استعدادی کے دائرہ میں آجائیں گے اور مجردات میں اس طرح کا تغیر اور تبدّل ممکن نہیں ہے۔ مجردات اور غیر مادی وجودات بالفعل ہر اس کمال سے آراستہ ہوتے ہیں جو انہیں مطلوب ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ان میں کسی قسم کی حالت انتظار نہیں ہوتی کہ وہ کسی جدید حالت کو اختیار کریں۔ اس بناء پر امکانِ استعدادی ایک ایسا وجودی وصف کہلائے گا جس کا تعلق خارج میں اجسام اور مادیات سے ہے جبکہ مجردات میں امکان استعدادی یا جدید حالت کی تبدیلی محال ہے[1]۔

۳۔ امکان استعدادی عرض ہے نہ کہ جوہر:

فلاسفہِ قدماء کے کلام میں ہمیں اگرچہ یہ اصطلاح نظر نہیں آتی، لیکن انہوں نے معنی کے اعتبار سے اس سے بحث کی ہے۔ پہلی شخصیت جس نے واضح طور پر امکانِ استعدادی کی اصطلاح استعمال کی وہ شیخ اشراق ہیں[2]۔

مشہور فلاسفہ کی نظر میں امکانِ استعدادی کا شمار مفاہیم ماہوی میں ہوتا ہے۔ فلاسفہ نے اصل ماہیات کو مقولات میں قرار دیا ہے جن کی تعداد دس ہے۔ یہ تمام مقولات جوہر اور نواعراض (کم، کیف، این، متی، وضع، ملک، اضافت، ان یفعل، ان ینفعل) میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ اکثر فلاسفہِ اسلامی کے نزدیک امکانِ استعدادی کا شمار اعراض میں ہوتا ہے اور انہوں نے اس کا شمار مقولہ کیف میں کیا ہے۔ پس امکانِ استعدادی ایک کیفیت ہے جو مادہ پر طاری ہوتی ہے جس کی وجہ مادہ میں اس کیفیت کو قبول کرنے کی صلاحیت و استعداد کا ہونا ہے۔ اس کیفیت کو قبول کیے بغیر مادیات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آسکتی۔

اس بات سے معلوم ہوا ہے کہ امکانِ استعدادی خود ماہیتِ کیف ہے جو مادہ پر عارض ہوتی ہے اور اس میں تغیر و تبدل کا باعث بنتی ہے۔ امکانِ استعدادی کو کیفِ استعدادی بھی کہتے ہیں۔

۴۔ امکان استعدادی اور امکان خاص میں فرق:

امکانِ استعدادی اور امکان خاص میں متعدد فرق بیان ہیں:

پہلا فرق: امکانِ استعدادی ایک ایسا وجودی وصف ہے جو عملی طور پر قریب و بُعد، شدت اور ضعف کو قبول کرتا ہے اور اس کا موضوع مادہ ہے۔ جب کہ امکانِ خاص ایک معنیِ عقلی ہے جس کو قرب و بُعد، یا شدت و ضعف سے متصف نہیں کر سکت، نیز اس کا موضوع

---

[1] شرح بدایۃ الحکمۃ، مہدی: ۱/۱۷۷۔

[2] شرح المنظومہ: ۲/۲۸۹۔

ماہیت من حیث ھی ہے جو کہ ماہیت سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔

دوسرا فرق: امکان استعدادی خارج میں موجود ہوتا ہے اور امکانِ خاص فقط ایک ماہیتِ انتزاعی ہے جو کہ ایک مفہوم اعتباری اور معقولات ثانویہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

تیسرا فرق: امکانِ خاص ہمیشہ ماہیت کے ہمراہ موجود ہوتا ہے، خواہ وہ ماہیت خارج میں موجود ہو یا معدوم، جب کہ امکانِ استعدادی فقط ان ماہیات کے لیے وصف ہوتا ہے جو خارج اور عالم واقع میں موجود ہیں۔ امکانِ استعدادی ماہیاتِ معدومہ سے متعلق نہیں ہوتی[1]۔

۵۔ امکانِ استقبالی میں ضرورت بشرط محمول کی نفی:

امکانِ استقبالی میں ضرورت بشرط محمول کو بھی سلب کر لیا جاتا ہے۔ ضرورت بشرط محمول سے مراد یہ ہے کہ ماضی اور حال میں معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع کے لیے یہ محمول ثابت ہے یا نہیں۔ چنانچہ ماضی اور حال میں محمول کے ہونے یا نہ ہونے کا تعین کرنا آسان ہوتا ہے اور تشخیص دی جا سکتی ہے کہ یہ محمول اپنے موضوع کے لیے ثابت ہے یا سلب ہے۔ پس ہر وہ قضیہ جس میں محمول کو موضوع کے لیے ثابت یا سلب کرنا ضروری قرار پائے کو ضرورت بشرط محمول سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ اکثر زمانہ ماضی اور حال سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن مستقبل اور آنے والے زمانے میں موضوع کے لیے کسی محمول کو ثابت کرنا اور قطعنی اور یقینی طور پر کہنا کہ یہ محمول اس موضوع کے لیے ثابت یا سلب ہے ایک عام فرد کے لیے مشکل ہے جس کی وجہ سے وہ قطعی اور یقینی طور پر کچھ کہہ نہیں پاتا۔ ایسی صورت میں ضرورت بشرط محمول سلب ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں انسان کی جہالت سلبِ ضرورت کا سبب بنتی ہے ورنہ ہر محمول زمانے کے اعتبار سے ان دو حالتوں سے خالی نہیں ہے:

یا تو یہ محمول اپنے موضوع کے لیے موجود اور ثابت ہے یا اس کے برعکس محمول اپنے موضوع کے لیے معدوم یا سلب ہے۔ لیکن چونکہ انسان مستقبل سے جاہل ہے اس لیے وہ محمول سے وجود، عدم، وصف حتی بشرطِ محمول کی ضرورت کو بھی سلب کر لیتا ہے۔ لہذا اگر محمول موجود ہو تو وجود کی قید کے ساتھ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت ضروری قرار پائے گا۔ اس کو اصطلاح میں موضوع کے لیے محمول کا ثابت ہونا ضرورت بشرط محمول کہلاتا ہے۔ امکان کا یہ معنی امکان کے تمام معانی سے اخص ہے۔

۶۔ ضرورت بشرط محمول کی نفی کی وجہ:

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک عام انسان چونکہ واقعات و حوادث کی علت و سبب سے واقف نہیں ہوتا اس لیے وہ یقینی اور قطعی طور پر ان کے بارے میں کچھ کہہ نہیں پاتا اور وجود و عدم ہر دو کی ضرورت کو سلب کرتا ہے۔ اس طرح سے امکانِ استقبالی وجود میں آتا ہے۔ پس عام فرد اپنی جہالت کے سبب موضوع کے لیے محمولات سے وجود و عدم ہر دو کی ضرورت کو سلب کرتا ہے۔

---

[1] نہایۃ الحکمۃ: ۶۲، الاسفار الاربعۃ: ۱/۱۵۴۔

۷۔ تمرین:

(الف)۔ امکان استعدادی اور استعداد میں کیا فرق ہے؟

(ب)۔ امکان استعدادی کا تعلق کس سے ہے؟

(ج)۔ امکان استعدادی عرض ہے یا جوہر؟

(د)۔ امکان استعدادی اور امکان خاص میں کیا فرق ہے؟

(ھ)۔ ضرورت بشرط المحمول سے کیا مراد ہے، نیز ضرورت بشرط المحمول کی نفی کی کیا وجہ ہے؟

بابِ چہارم : موجہاتِ بسیطہ

یہ باب درج ذیل نو فصلوں پر مشتمل ہے :

۞... فصل اول : بسائط کا بیان ۞... فصل دوم : ضروریہ مطلقہ کا بیان ۞... فصل سوم : مشروطہ عامہ کا بیان ۞... فصل چہارم : وقتیہ مطلقہ کا بیان ۞... فصل پنجم : منتشرہ مطلقہ کا بیان ۞... فصل ششم : دائمہ مطلقہ کا بیان ۞... فصل ہفتم : عرفیہ عامہ کا بیان ۞... فصل ہشتم : مطلقہ عامہ کا بیان ۞... فصل نہم : ممکنہ عامہ کا بیان

فصلِ اول: بسائط کا بیان

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

ہر قضیہ کے موضوع و محمول میں ذات اور وصف کی دو دو اعتبار متصور ہوسکتے ہیں، مثلاً: "کل إنسان حیوان"، میں ذات انسان (انسانی افراد)، وصف انسان (انسانیت)، ذات حیوان (حیوانی افراد) اور وصفِ حیوان (حیوانیت) چار احتمالات متصور ہوسکتے ہیں، لیکن عام طور پر متعارف قضایا میں موضوع سے ذات اور محمول سے وصف مراد لیا جاتا ہے، مثلاً: "کل إنسان حیوان" سے ذات انسان (انسانی افراد) کے لیے وصف حیوانیت کا ثبوت مراد ہوگا، رہا ذات محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے، یا وصف محمول کا ثبوت وصف موضوع کے لیے تو یہ اس لیے مراد نہیں ہوسکتے کہ دونوں کی ذوات میں اتحاد ہوتا ہے، کیونکہ ذات محمول ذات موضوع ہی ہوتا ہے، تاہم دونوں کے وصفوں میں تغایر ہوتا ہے، حالانکہ حمل من وجہ (خارجاً) اتحاد اور من وجہ (ذہناً) تغایر چاہیے!

اب یہ امر بحث طلب ہے کہ ذات موضوع کے لیے نسبتِ وصف موضوع اور وصف محمول کی کیا کیفیت ہونی چاہیے؟ تو ثبوت وصفِ موضوع میں ذاتِ موضوع کے لیے فارابی اور شیخ الرئیس میں اختلاف ہے، فارابی کے نزدیک ہر وہ شئی موضوع کا مصداق ہوسکتی ہے جس کے لیے وصفِ موضوع کا ثبوت ممکن ہو اور شیخ الرئیس اس امکان کیساتھ فعلیتِ ثبوت کو بھی شرط مانتا ہے، جیسے: "کل اسود جسم" کا حکم فارابی کے نزدیک رومی کو بھی شامل ہوگا، کیونکہ رومی نفس الامر میں اگرچہ سواد سے موصوف نہیں ہوتا، لیکن موصوف ہونا ممکن ہے اور شیخ الرئیس چونکہ فعلیتِ اتصاف کو شرط مانتا ہے اور رومی ازمنہ ثلاثہ میں کبھی بھی سواد سے موصوف نہیں ہوتا، لہذا ان کے نزدیک اس حکم میں رومی داخل نہ ہوگا[1]۔

مناطقہ نے جب شیخ کا مسلک عقلاً و عرفاً درست پایا کہ جو شئی نفس الامر میں کبھی بھی وصفِ موضوع سے متصف نہ ہو اس کو افراد موضوع میں شمار کرنا ہی لغو اور بلا فائدہ ہے، اس لیے وہ اپنے فن میں وہی قضایا استعمال کرتے ہیں جو شیخ الرئیس کے مذہب کے مطابق ہوں۔

اب رہی کیفیتِ اتصافِ ذاتِ موضوع وصفِ محمول کیساتھ تو وہ باعتبار اختلاف مواد مختلف صورتوں سے متحقق ہوتی ہے اور اسی کیفیت کی تحقیق پر تمام بحث موجہات کا دار و مدار ہے، موجہات میں ان کیفیات پر جو الفاظ دلالت کرتے ہیں ان پر ما قبل مباحث میں بسط و تفصیل کیساتھ سیر حاصل گفتگو ہوچکی ہے، تاہم اعادہ بُعد بحث کے طور اُن کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے:

تمام مفاہیم کیفیتِ وجود کے اعتبار سے تین قسم پر ہے: وجوب، امتناع اور امکان خاص۔ اب واجب اس کو کہتے ہیں جس کا وجود ضروری اور عدم محال ہو، جیسے: باری تعالی ہے۔ ممتنع اس کو کہتے ہیں جس کا عدم ضروری اور وجود محال ہو، جیسے: شریک باری تعالی، اجتماعِ نقیضین، ارتفاعِ نقیضین۔ اور امکان خاص اس کو کہتے ہیں جس کا نہ وجود ضروری ہو اور نہ عدم ضروری ہو، جیسے: باری تعالی

---

[1] دستور العلماء: ۶۱/۳۔

کے علاوہ تمام موجودات۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ واجب اپنے ذاتی وجود سے خود موجود ہے اور ممتنع کبھی موجود نہیں ہوسکتا، اس لیے یہ دونوں اپنی موجودیت میں کسی علۃ الوجود کے محتاج نہیں ہوتے، لیکن ممکن کا چونکہ نہ وجود ضروری ہے اور نہ عدم، اس لیے وہ اپنی موجودیت میں کسی نہ کسی علۃ الوجود (پیدا کرنے والے) کا ضرور محتاج ہوتا ہے، پھر اختلاف اقتضاء علل سے بعض ممکنات کیفیتِ فعلیت سے موصوف ہوتے ہیں، بعض دوام اور بعض ضرورت کیساتھ موصوف ہوتے ہیں، موجہات میں یہی امکان، فعلیت، دوام اور ضرورت، یا ان کے سوالب مستعمل ہوتے ہیں۔

امکانِ خاص کے معنی ہیں: قضیہ کی نہ موجود نسبت ضروری ہے اور نہ اس کا جانبِ مخالف ضروری ہے۔ فعلیت کے معنی ہیں: کسی ممکن کا ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی زمانہ میں موجود ہونا ہے، خواہ ایک لمحے اور سیکنڈ کے لیے کیوں نہ ہو۔ دوام کے معنی ہیں: کسی شئی کا ہمیشہ موجود ہونا ہے، خواہ فی نفسہ ممکن العدم ہی کیوں نہ ہو۔ اور ضرورت کے معنی ہیں: کسی شئی کا اس طرح ہمیشہ موجود ہونا ہے کہ اس پر عدم کا آنا ممکن ہی نہ ہو، اس لیے زیادہ تر اس کا استعمال وجوب کے مادہ میں ہوتا ہے۔ اب دوام کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے: دوام ذاتی اور دوام وصفی اور ضرورت کا استعمال چار طرح سے ہوتا ہے: ضرورت ذاتی، وصفی، وقتی معین، وقتی غیر معین (منتشر)، ان سب کی تفصیل ما قبل بیان ہوچکی ہے [1]۔

۲۔ قضایا موجہہ کی تقسیم:

منطق میں قضایا موجہات کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: قضایا موجہہ بسیطہ اور قضایا موجہہ مرکبہ۔ متقدمین نے موجہات کی کثیر اقسام بیان کی ہیں، جس کی وجہ سے علم منطق بجائے اس کے کہ محققین کے لیے ایک وسیلہ و میزان فکر قرار پائے اس سے زیادہ ایک پہیلی کا منظر پیش کرنے لگا۔ متأخرین نے آ کر یہ کوشش کی کہ ان اقسام میں اہم اقسام کا انتخاب کیا جائے اور قضایا موجہات کی ہر نوع بسیط اور مرکب کو زیر بحث لایا جائے۔ اس کے نتیجہ میں موجہات کی اہم اقسام کو منطق میں ذکر کیا جانے لگا۔

قضایا موجہہ کی دو قسمیں ہیں [2]: (الف)۔ بسیطہ (ب)۔ مرکبہ

(الف)۔ بسیطہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حَقِيْقَتُهَا إِيْجَابٌ أَوْ سَلْبٌ فَقَطْ./ وَهِيَ الَّتِي لَا انْحِلَالَ فِيْهَا [3].

وہ قضیہ موجہہ ہے جس کی حقیقت [4] یعنی اس کے معنی صرف ایجاب یا صرف سلب ہو، یعنی اس قضیہ کو قضیہ موجہہ بسیطہ کہتے

---

(۱) ان کی تفصیل ما قبل ضرورت، دوام اور امکان کے مباحث میں ملاحظہ ہوں۔

(۲) شرح الشمسیۃ: ۱۰۲، شرح المنظومۃ: ۵۷۔

(۳) القواعد الجلیۃ: ۲۶۱، حاشیۃ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۶، توضیح المنطق: ۱۸۲۔

(٤) حقیقت شئی اس کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے شئی کا تحقق ہو اور چونکہ قضیہ ملفوظہ کا تحقق الفاظِ مخصوصہ سے ہوتا ہے اور الفاظ جب تک معانی پر دلالت نہ کریں، اس وقت تک محض الفظ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ گویا قضیہ معنی ہی کی وجہ سے قضیہ ہوتا ہے، لہذا معنی ہی قضیہ کی حقیقت ہے۔

ہیں، جو ظاہراً اور باطناً طور پر ایک سے زیادہ قضیہ نہ ہو اور ایک سے زیادہ نسبت ایجابی یا سلبی نہ رکھتا ہو اور تحلیل کرنے کی صورت میں دو قضایا یا دو نسبتوں میں منحل نہ ہوتا ہو، بلکہ ایک قضیہ ہی رہے اور ایک نسبت پر مشتمل رہے، موجبہ کی مثال، جیسے: "اللہ خالق بالضرورۃ"، یہ قضیہ صرف نسبت ایجابیہ پر مشتمل ہے، اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالی کے لیے خالق ہونے کا ثبوت ضروری ہے اور سالبہ کی مثال، جیسے: "لاشیء من المخلوق بخالق بالضرورۃ "، اس میں مخلوق سے خالق ہونا کا ضروری طور پر سلب ہے۔

متقدمین مناطقہ کے نزدیک بسائط چھ ہیں، متاخرین کے نزدیک آٹھ ہیں، وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ سے متاخرین بحث کرتے ہیں، متقدمین بحث نہیں کرتے[1]، اب متاخرین کے مذہب کے مطابق بسائط درج ذیل آٹھ ہیں:

۱۔ ضروریہ مطلقہ، ۲۔ مشروطہ عامہ، ۳۔ وقتیہ مطلقہ، ۴۔ منتشرہ مطلقہ، ۵۔ دائمہ مطلقہ، ۶۔ عرفیہ عامہ، ۷۔ مطلقہ عامہ، ۸۔ ممکنہ عامہ۔

(ب)۔ مرکبہ کی تعریف:

هِيَ قَضِيَّةٌ رُكِّبَتْ حَقِيْقَتُهَا مِنْ إِيْجَابٍ وَ سَلْبٍ./ مَا انْحَلَّتْ إِلَى قَضِيَّتَيْنِ مُوَجَّهَتَيْنِ بَسِيْطَتَيْنِ: إِحْدَاهُمَا مُوْجِبَةٌ وَالْأُخْرَى سَالِبَةٌ[2].

وہ قضیہ موجہہ ہے جس کی حقیقت[3] ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو، یعنی قضیہ موجہہ مرکبہ سے مراد وہ قضیہ ہے جو دو قضایا سے مرکب ہو، ان میں سے ایک قضیہ پہلے جزء میں اس طرح سے صراحت کے ساتھ بیان ہو کہ اس جزءِ مصرَّح کے موجبہ یا سالبہ ہونے کے اعتبار سے ہر قضیہ کو موجبہ یا سالبہ کہا جاسکے اور دوسرا قضیہ کیف میں پہلے قضیہ کے مخالف ہو اور کمیت میں اس کے موافق ہو اور قضیہ میں صریح طور پر مذکور نہ ہو، بلکہ اس طرح کے طرف لاضرورۃ، لادوام (غیر دائمی، غیر ضروری) وغیرہ الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہو، جیسے: "المؤمن غر کریم مادام مؤمنا لادائماً"۔ اور اسی طرح یہ قضیہ ہے: "کل انسان کاتب بالفعل لادائماً"، اس کے معنی ہیں کہ کتابت انسان کے لیے بالفعل ثابت ہے اور بالفعل مسلوب ہے اور اگر دوسرا قضیہ مستقل طور پر ذکر کیا جائے تو یہ قضیہ مرکبہ نہ ہو گا، بلکہ دو قضیے بسیطے کہلائیں گے۔ مرکبات کل سات ہیں[4]:

۱۔ مشروطہ خاصہ ۲۔ عرفیہ خاصہ ۳۔ وجودیہ لاضروریہ ۴۔ وجودیہ لادائمہ ۵۔ وقتیہ ۶۔ منتشرہ ۷۔ ممکنہ خاصہ۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۷۸، حاشیہ ابن مامون:۳۱، القواعد الجلیۃ:۲۶۱، توضیح المنطق:۱۸۳۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۷۸۔

(۳) حقیقت اس لیے کہا کہ بعض دفعہ ایک قضیہ ایجاب وسلب سے معناً مرکب ہوتا ہے، لیکن الفاظ میں اس کی کوئی ترکیب نہیں ہوتی، جیسے: "کل انسان کاتب بالامکان الخاص"، یہ قضیہ ممکنہ خاصہ موجہہ مرکبہ ہے، الفاظ کے اعتبار سے اس میں کوئی ترکیب نہیں، لیکن حقیقت میں یہ دو قضیوں سے مرکب ہے، اس لیے اس قضیہ کے معنی یہ ہیں: انسان کے لیے کتابت کا ایجاب ضروری نہیں، یہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے اور کتابت کا سلب انسان سے ضروری نہیں، یہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے، کیونکہ ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، اس لیے یہاں حقیقت کی قید لگائی کہ ممکنہ خاصہ مرکبہ کی تعریف میں داخل رہے اور جب لادوام، لاضرورۃ وغیرہ کیفیات کیساتھ قضیہ کو مقید کیا جائے تو پھر یہ قضیہ لفظاً بھی مرکب ہوتا ہے۔

(۴) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۵، القواعد الجلیۃ:۲۶۶، حاشیہ ابن مامون:۳۱، توضیح المنطق:۱۸۲۔

۳۔ خلاصہ:

اگر قضیہ حملیہ میں ضرورت ذاتی کاذکر ہو تو وہ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہوگا،اگر ضرورت وصفی ہو تو وہ مشروطہ کہلائے گا،اگر ضرورت وقتی معین کاذکر ہو تو اس کو وقتیہ مطلقہ کہتے ہیں اوراگر ضرورت وقتی وغیر معین کاذکر ہو تو وہ منتشرہ مطلقہ ہوگااوراگردوام ذاتی کاذکر ہو تو اس کو دائمہ مطلقہ کہتے ہیں اوراگردوام وصفی کاذکر ہو تو اس کانام عرفیہ عامہ ہوگااوراگرفعلیت ذاتی کاذکر ہووہ مطلقہ عامہ کہلائے گااوراگردوامِ وصفی کاذکر ہو تو وہ حینیہ مطلقہ ہوگااوراگرامکان ذاتی کاذکر ہو تو وہ ممکنہ عامہ ہوگااور جس قضیہ میں امکان وصفی کوذکر ہووہ حینیہ ممکنہ ہوگااوراگرامکان وقتی معین کاذکر ہو تو وہ وقتیہ ممکنہ ہوگااوراگرامکان وقتی غیر معین کاذکر ہو تو وہ منتشرہ ممکنہ ہوگا،یہ کل بارہ قضایاہیں اوریہ سب بسائط ہیں،ان میں سے متقدمین مناطقہ کے نزدیک چھ قضیوں سے بحث کی جاتی ہے اورمتاخرین کے نزدیک آٹھ قضیوں سے بحث کی جاتی ہے،وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ سے متاخرین بحث کرتے ہیں،متقدمین بحث نہیں کرتے اور باقی چھ قضایا (ضروریہ مطلقہ،دائمہ مطلقہ،مشروطیہ عامہ،عرفیہ عامہ،مطلقہ عامہ،ممکنہ عامہ) سے بالاتفاق بحث کی جاتی ہے اور چار قضیے (حینیہ مطلقہ،حینیہ ممکنہ،وقتیہ ممکنہ،منتشرہ ممکنہ) سے بالاتفاق بحث نہیں کیاجاتی ہے،یعنی قضایابسائط بارہ ہیں،لیکن متاخرین صرف آٹھ اورمتقدمین چھ سے بحث کرتے ہیں[1]۔

۴۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر۱:کسی قضیہ میں جہتِ امکانِ خاص کے آنے کامطلب یہ ہے کہ قضیہ کی نہ موجودنسبت ضروری ہے اورنہ اس کاجانبِ مخالف ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر۲:دوام ذاتی کامطلب یہ ہے کہ موجودنسبت اس وقت تک ہمیشہ رہے گی جب تک ذات موضوع موجودہوگی،دوام وصفی کامطلب یہ ہے کہ موجودنسبت اس وقت تک ہمیشہ رہے گی جب تک ذات موضوع وصف موضوع کیساتھ موصوف ہوگی۔

قاعدہ نمبر۳:ضرورتِ ذاتی کامطلب یہ ہے کہ موجودہ نسبت اس وقت تک ضرور ہمیشہ رہے گی جب تک ذات موضوع موجودہوگی، ضرورت وصفی کامطلب یہ ہے کہ موجودہ نسبت اس وقت تک ضرور ہمیشہ رہے گی جب تک ذات موضوع وصف سے موصوف ہوگی۔ ضرورت وقتی معین کامطلب یہ ہے کہ موجودنسبت اس وقت تک ضرور ہمیشہ رہے گی جب تک ذات موضوع اپنی موجودیت کے کسی خاص وقت میں موجودہو۔ضرورتِ وقتی منتشرہ کامطلب یہ ہے کہ موجودنسبت اس وقت تک ضرورر ہمیشہ رہے گی جب تک ذات موضوع اپنی موجودیت کے کسی غیر معین وقت میں موجودہو۔

قاعدہ نمبر۴:ضرورت کاعموماًاستعمال وجوب کےمادہ میں ہوتاہے۔

۵۔ تمرین:

---

(۱) حاشیہ ابن مامون:۳۱۔

(الف)۔ کیفیاتِ ثلاثہ سے کیا مراد ہے؟

(ب)۔ موجہات کی اقسام بیان کریں۔

(ج)۔ درج ذیل قضایا میں بسائط اور مرکبات کی تعیین کیجئے۔ نیز منطقی ترکیب کریں۔

اللهُ رَبُّنَا بِالضَّرُوْرَةِ، إِنَّمَا المؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ مَادَامُوْامُؤْمِنِيْناً لَادَائِماً، إِنَّ اللهَ بَصِيْرٌبِالْعِبَادِ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، الْحَمْدُللهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ بِالدَّوَامِ، إِنَّ اللهَ يَفْعَلُ مَايُرِيْدُبِالْفِعْلِ، إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ بِالدَّوَامِ، الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِه وَيَدِهِ مَادَامَ مُسْلِماً لَادَائِماً، اللهُ مَوْجُوْدٌ بِالدَّوَامِ، كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ مَادَامَ رَاعِياً لَادَائِماً، الْمؤْمِنُ غَيْرُدَنِيٍّ مَادَامَ مُؤْمِناًلَادَائِماً، الْمبْتَدِعُ لَيْسَ بِمُتَّبِعٍ مَادَامَ مُبْتَدِعاًلَادَائِماً، حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ بِالدَّوَامِ، إِنَّ اللهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بِالدَّوَامِ، كَانَ اللهُ عَزِيْزاًحَكِيْماً بِالدَّوَامِ، لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الْآخِرَةِ بِالدَّوَامِ، إِنَّ اللهَ بَصِيْرٌ بِالدَّوَامِ، الْقُرْآنُ كِتَابُ اللهِ بِالدَّوَامِ، الْإِسْمُ مُسْتَقِلٌّ بِالمفْهُوْمِيَّتِ بِالدَّوَامِ، إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّمُبِيْنٌ بِالدَّوَامِ، كُلُّ حَيَوَانٍ مَاشٍ بِالْقُوَّةِ بِالدَّوَامِ، فَاسِقٌ مَادَامَ زَانِياً لَادَائِماً، الْعَالِمُ خَاشٍ مِنَ اللهِ تَعَالَى مَادَامَ عَالِماًلَادَائِماً، الْفَاسِقُ حَبٌّ لَئِيْمٌ مَادَامَ فَاسِقاً، الْإِمَامُ ضَامِنٌ مَادَامَ إِمَاماً، الْمؤْمِنُ مِرْآةُ الْمؤْمِنِ مَادَامَ مُؤْمِناً، طَالِبُ الْعِلْمِ رُكْنُ الْإِسْلَامِ مَادَامَ طَالِبُ الْعِلْمِ لَادَائِماً، وَمَايَعْقِلُهَاإِلَّاالْعَالِمُوْنَ مَادَامُوْاعَالِمِيْنَ لَادَائِماً، الْلَئِيْمُ لَيْسَ بِشَرِيْفٍ مَادَامَ لَئِيْماً لَادَائِماً.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞......اللهُ رَبُّنَا بِالضَّرُوْرَةِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ضروریہ مطلقہ۔

"اللهُ"موضوع... "رَبُّنَا"مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "بِالضَّرُوْرَةِ"جہت ضرورۃ ازلیہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔

۞......إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّمُبِيْنٌ بِالدَّوَامِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ دائمہ مطلقہ۔

"إِنَّ"ادات غیر زمانیہ... "الشَّیْطَانَ"موضوع... "عَدُوٌّ مُبِیْنٌ"مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "لِلْإِنْسَانِ"متعلق محمول... "بِالدَّوَام"جہت دوام ذاتی... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ دائمہ مطلقہ۔

۞ ...... طَالِبُ الْعِلْمِ رُكْنُ الإِسْلَامِ مَادَامَ طَالِبُ الْعِلْمِ لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ عرفیہ خاصہ۔

"طَالِبُ الْعِلْمِ"مرکب تقییدی موضوع... "رُكْنُ الإِسْلَامِ"مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "مَادَامَ طَالِبُ الْعِلْمِ"جہت ضرورت وصفی... "لَادَائِماً"اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ عرفیہ خاصہ۔

فصل دوم: ضروریہ مطلقہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

ضروری الوجود اور ضرورۃ الوجود کو وجوب کہتے ہیں اور کیفیۃ الوجوب کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا انفکاک موضوع سے مستحیل ہے، یعنی محمول کا ثبوت موضوع کے لیے ضروری ہو، کبھی بھی محمول موضوع سے جدا نہ ہوتا ہو، جیسے: "الإنسان ناطق" اس میں ناطق محمول، موضوع انسان سے جدا نہیں ہو سکتا، کیونکہ ناطق انسان کا جزء مقوم ہے، اسی طرح "الأربعة زوج" میں زوجیت اربعہ کے لیے ضروری ہے، کیونکہ زوجیت کا اربعہ سے جدا ہونا مستحیل ہے اور اسی طرح مثال ہے: "الله موجود"، اس میں موجود محمول ہے جس کو اللہ تعالی کے لیے ثابت کیا گیا ہے اور وجود اللہ تعالی کے لیے ضروری ہے، کبھی بھی اس سے منفک نہیں ہو سکتا۔ کیفیۃ الوجوب کو وجوب الوجود اور ضرورۃ الوجود بھی کہتے ہیں(۱)۔

۲۔ ضروریہ مطلقہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبُهُ مَا دَامَ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً.(۲)/ هِيَ مَا كَانَتْ مُشْتَمِلَةً بِالضَّرُوْرَةِ الذَّاتِيَّةِ.

وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذاتِ موضوع سے اس وقت تک وقت ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہو۔ بالفاظِ دیگر ضروریہ مطلقہ وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا مطلقاً محال ہو اور یہ استحالہ کسی وصف یا وقت کیساتھ مقید نہ ہو۔

۳۔ ضروریہ مطلقہ کے موارد:

ضروریہ مطلقہ کے تین موارد ہیں: ۱) حمل الماہیۃ علی الماہیۃ، جیسے: "الإنسان إنسان بالضرورة"، یہ حمل اولی ذاتی ہے۔ ۲) حمل ذاتیات الماہیۃ علی الماہیۃ، جیسے: "الإنسان حيوان ناطق بالضرورة"۔ ۳) حمل اللوازم الذاتیۃ التی لاتنفک عن الملزوم علی الذات، جیسے: "الأربعة زوج"۔ زوجیت اپنے ملزوم اربعہ سے منفک نہیں ہو سکتی۔

۴۔ ضروریہ مطلقہ کی اقسام:

(الف)۔ ضروریہ مطلقہ موجبہ (ب)۔ ضروریہ مطلقہ سالبہ

(الف)۔ ضروریہ مطلقہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ مَا دَامَ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً(۳).

---

(۱) حاشیہ ابن مامون: ۳۱۔

(۲) الاشارات مع شرح الطوسی: ۱۴۵، النجاۃ: ۲۰، اساس الاقتباس: ۱۳۲، القواعد الجلیہ: ۲۶۱، حاشیہ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۸۔

(۳) حاشیہ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۸۔

ضروریہ مطلقہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ثبوت الضرورۃ ہو، یعنی جس میں ضرورت کے ثبوت کا حکم ہو، جیسے: ”کل إنسان حیوان بالضرورۃ“، یہ قضیہ موجہہ موجبہ ہے، کیونکہ اس میں انسان کے لیے اس کے وجود کے تمام اوقات میں ضروری طور پر حیوانیت ثابت ہے، یعنی جب تک انسان کا وجود ہے تو اس کے لیے حیوان ہونا ضروری ہے، ضروریہ مطلقہ موجبہ کی عام فہم مثالیں یہ ہیں:

هُوَ اللهُ أَحَدٌ بِالضَّرُوْرَةِ. إِنَّ اللهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ بِالضَّرُوْرَةِ. الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ بِالضَّرُوْرَةِ. الْإِنْسَانُ نَاطِقٌ بِالضَّرُوْرَةِ. الْكَلِمَةُ لَفْظٌ بِالضَّرُوْرَةِ. غَسْلُ الْيَدَيْنِ وَاجِبٌ فِي الْوُضُوْءِ بِالضَّرُوْرَةِ. الْكُلُّ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الأَجْزاءِ بِالضَّرُوْرَةِ. الْجُزئِيُّ مَا يَمْنَعُ نَفْسُ تَصُوْرِهِ مِنَ وُقُوْعِ الشِّرْكَةِ فِيْه بِالضَّرُوْرَةِ.

(ب)۔ ضروریہ مطلقہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ سَلْبِ الْمَحْمُوْلِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ مَادَامَ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً[1].

ضروریہ مطلقہ سالبہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں سلب الضرورۃ ہو، یعنی جس میں ضرورۃ کے سلب کا حکم ہے، جیسے: ”لا شیءمن الإنسان بحجربالضرورۃ“، اس میں ”پتھر نہ ہونے“ کا حکم انسان کے لیے ضروری طور پر ثابت ہے، یعنی جب تک انسان کا وجود رہے وہ پتھر نہیں ہو سکتا ہے، ضروریہ مطلقہ سالبہ کی عام فہم مثالیں یہ ہیں:

لَا شَرِيْكَ لَهُ بِالضَّرُوْرَةِ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ بِالضَّرُوْرَةِ. وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ بِالضَّرُوْرَةِ. لَا شَيْءَ مِنَ الإِنْسَان بِحِمَارٍ بِالضَّرُوْرَةِ. مَاكَفَرَسُلَيْمَانُ بِالضَّرُوْرَةِ. مَاأَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا بِالضَّرُوْرَةِ. الْكُلِّيُّ مَالَا يَمْنَعُ نَفْسُ تَصُوْرِهِ مِنَ وُقُوْعِ الشِّرِكَةِ فِيْه بِالضَّرُوْرَةِ.

۵۔ ضروریہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ:

ضروریہ مطلقہ کو اس لیے ضروریہ کہتے ہیں کہ یہ جہت ضرورت پر مشتمل ہوتی ہے اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حکم بالضرورۃ کسی وصف یا وقت کیساتھ مقید نہیں ہوتا[2]۔

۶۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر۱: مناطقہ کے نزدیک لفظِ ضرورت یا ضروری وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایک محمول کا ایک موضوع سے جدا اور علیحدہ ہونا، ممکن نہ ہو۔ جس قضیہ میں محمول اپنے موضوع سے جدا نہیں کیا جا سکتا وہاں اس کو ضرورت سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی یہ محمول اپنے موضوع کے لیے ضروری ہے[3]۔

---

(۱) حاشیہ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۸، توضیح المنطق: ۱۸۴۔

(۲) حاشیہ ابن مامون: ۳۲، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۸، القواعد الجلیہ: ۲۶۱، توضیح المنطق: ۱۸۴۔

(۳) الاشارات مع شرح الطوسی: ۱/۱۰۰، حاشیہ ابن مامون: ۳۲، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۸، توضیح المنطق: ۱۸۴۔

قاعدہ نمبر۲:ضرورت سے مراد علمی دنیا میں ایک قضیہ میں محمول کا اپنے موضوع سے جدا نہ ہونا ہے۔ ضرورت کے مقابلے میں سلبِ ضرورت ہے جس کو اصطلاح میں امکان بھی کہا جاتا ہے۔ سلبِ ضرورت سے مراد یہ ہے کہ یہ محمول اس موضوع کے لیے ضروری نہیں ہے۔ یعنی یہ محمول اس موضوع سے جدا ہو سکتا ہے[1]۔

قاعدہ نمبر۳:ضرورۃ ذاتیہ میں مادام الموضوع موجوداًکی قید ہوتی ہے،جیسے:"الإنسان إنسان مادام إنسانا"،کہ انسان انسان ہے جب تک انسان ہے اور اگر انسان منقلب ہو شجر اور حجر بنے تو انسان باقی نہیں رہے گا تو اس لیے محمول ذات موضوع کے لیے ثابت بالضرورۃ والوجوب ہے اور جب تک موضوع موجود متحقق ہے تو اس سے محمول کا انفکاک مستحیل ہے اور اسی طرح یہ مثال ہے: "الإنسان حیوان ناطق بالضرورۃ"۔اب حیوان ناطق کا انسان کے لیے ثابت ہونا اس وقت تک انسان موجود ہے،اگر مٹی بن جائے تو اس لیے حیوان ناطق ثابت نہیں ہو گا[2]۔

قاعدہ نمبر۴:ضروریہ ذاتیہ میں مادام ذات الموضوع موجوداًکی قید وجود خارجی اور وجود ذہنی دونوں میں ملحوظ ہوتی ہے،یہی وجہ ہے کہ ضرورۃ ذاتیہ میں مادہ اور جہت دونوں موجبہ میں وجوب اور سالبہ میں امتناع کی ہوتی ہے،موجبہ کی مثال،جیسے:"الإنسان حیوان بالضرورۃ مادام إنسانا"اور سالبہ کی مثال،جیسے:"الشجر لیس متنفسابالضرورۃ مادام شجراً"[3].

۷۔ تمرین:

(الف)۔ضروریہ مطلقہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ بیان کریں۔

(ب)۔ضروریہ مطلقہ کے اقسام اور موادر بیان کریں؟

(ج)۔درج ذیل مثالوں میں ضروریہ مطلقہ کی اقسام کی تعیین کیجئے،نیز منطقی ترکیب کریں۔

الْإِنْسَانُ حَيَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ، اللهُ رَبُّنَا بِالضَّرُوْرَةِ، إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيماً حَكِيْماً بِالضَّرُوْرَةِ، اللهُ حَيٌّ قَادِرٌ بِالضَّرُوْرَةِ، اللهُ مَوْجُوْدٌ بِالضَّرُوْرَةِ، إِنَّ اللهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بِالضَّرُوْرَةِ، اللهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ بِالضَّرُوْرَةِ،الْعَنْقَاءُ طَائِرٌ بِالضَّرُوْرَةِ، اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بِالضَّرُوْرَةِ، إِنَّ اللهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ بِالضَّرُوْرَةِ، الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ بِالضَّرُوْرَةِ، المَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ بِالضَّرُوْرَةِ، الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ بِالضَّرُوْرَةِ، الْإِنْسَانُ كُلِّى بِالضَّرُوْرَةِ، زَيْدٌ لَيْسَ بِكُلِّى بِالضَّرُوْرَةِ، الْحَرْفُ لَيْسَ بِمُسْتَقِلٍّ بِنَفْسِهِ بِالضَّرُوْرَةِ، كُلُّ رَسُوْلٍ مَعْصُوْمٌ بِالضَّرُوْرَةِ، الدُّعَاءُ سَلَاحُ المؤْمِنِ وَعِمَادُ الدِّيْنِ وَنُوْرُ السَّمٰوَاتِ

---

[1] الاشارات مع شرح الطوسی:۱/۱۰۰،حاشیہ ابن مامون:۳۱۔

[2] حاشیہ ابن مامون:۳۱،دستور العلماء:۲/۱۹۱۔

[3] حاشیہ ابن مامون:۳۲،القواعد الجلیہ:۲۶۱،توضیح المنطق:۱۸۴۔

وَالْأَرْضِ بِالضَّرُوْرَةِ، الاِبْتِدَاء بِالمتحَرِّكِ ضَرُوْرِيٌّ، إِثْبَاتُ الْحَوَاسِ الْبَاطِنَةِ ضَرُوْرِيٌّ. الْعِلْمُ ضَرُورِيٌّ لِأَن غَيْرَ الْعَلْمِ لَا يَعْلَمُ إِلَّا بِالْعِلْمِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ......اللّٰہُ رَبُّنَا بِالضَّرُوْرَةِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ضروریہ مطلقہ۔

"اللّٰہُ"موضوع... "رَبُّنَا"مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ذو ہو، حمل ترکیبی... "بِالضَّرُوْرَةِ"جہت ضرورۃ ازلیہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ۔

۞ ......كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ضروریہ مطلقہ۔

"كُلُّ"سور موجبہ کلیہ... "إِنْسَانٍ"موضوع... "حَيَوَانٌ"محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "بِالضَّرُوْرَةِ" جہت ضرورۃ ذاتی... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ضروریہ مطلقہ۔

فصلِ سوم: مشروطہ عامہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

جس قضیہ میں محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا اس وقت تک محال ہو جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف ہو اس کو مشروطہ عامہ کہتے ہیں، یعنی حکم کے ضروری ہونے میں موضوع کی ذات اور وصفِ عنوانی دونوں کا لحاظ کیا گیا ہو، وصفِ عنوانی کے لحاظ کیے بغیر حکم ضروری نہ ہو، وصفِ عنوانی یا عنوانِ موضوع اس مفہوم کو کہتے ہیں جس سے موضوع کو تعبیر کیا جاتا ہے اور وصفِ عنوانی یا عنوان موضوع[۱] کی دو قسمیں ہیں[۲]:

(الف)۔إِذَاسُلِبَ عَنِ الْمَوْضُوْعِ يَنْعَدِمُ الموْضُوْعُ: جب عنوان موضوع سے سلب کیا جائے تو موضوع باقی نہ رہے، جیسے: انسانیت ذات انسان موجودہ فی الخارج کے لیے عنوان ہے اور جب انسانیت معدوم ہو جائے گی تو انسان باقی نہیں رہے گا۔ اسی طرح "اربعہ" چار کے لیے عنوان ہے اور جب اس عدد سے یہ عنوان سلب ہو تو یہ "اربعہ" نہیں رہے گا۔

(ب)۔إِذَا انْتَفَى الْعُنْوَانُ لَايَزُوْلُ الموْضُوْعُ: جب عنوان موضوع سے سلب اور منتفی ہو تو موضوع منتفی نہیں ہوتا، بلکہ موضوع باقی رہے گا، جیسے: "الإِنْسَانُ الْعَالِمُ" میں "عالم" کا عنوان منتفی ہو تو ذاتِ انسان منتفی نہیں ہوتا، بلکہ پھر بھی باقی رہے گا۔

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ضروریہ ذاتیہ میں عنوان موضوع کے انتفاء سے ذاتِ موضوع منتفی ہو جاتا ہے اور مشروطہ عامہ میں عنوان موضوع کے انتفاء سے ذاتِ موضوع منتفی نہیں ہوتا۔

۲۔ مشروطہ عامہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبِهِ مَا دَامَ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ مَوْصُوْفاً بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِيِّ.[۳]/ هِيَ مَا كَانَتْ مُشْتَمِلَةً بِالضَّرُوْرَةِ الْوَصْفِيَّةِ.

مشروطہ عامہ وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کا سلب موضوع سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف ہو۔ بالفاظِ دیگر مشروطہ عامہ وہ قضیہ موجہہ ہے جو ضرورتِ وصفیہ

---

[۱] عقدَة الْوَضع: وَهُوَ ثُبُوت الْوَصْف العنواني لذات الْمَوْضُوع. وَالثَّانِي: عقد الْحمل: وَهُوَ ثُبُوت الْمَحْمُول للموضوع وَالْعقد الأول تركيب تقييدي توصيفي، وَالثَّانِي تركيب خبري وَمعنى رُجُوعه إِلَى الْعقدَيْنِ أَنه لَا يتَحَقَّق بدونهما كَمَا يُقَال مرجع الْغَنِيّ إِلَى المَال أَي لَا يتَحَقَّق بِدُونِهِ، وَإِنَّمَا قُلْنَا مُحَصل مَفْهُوم الْقَضِيَّة لتجريد النّظر إِلَى خصوصيات القضايا وَإِلَّا فمفهوم الْقَضِيَّة الْكُلية لَا يرجع إِلَى ثُبُوت وصف الْمَوْضُوع لذاته بل إِلَى ثُبُوت وَصفه لكل ذَاته وَمَفْهُوم الْجُزْئِيَّة لَا يرجع إِلَى ثُبُوت وَصفه لذاته بل إِلَى ثُبُوت وَصفه لبَعض ذَاته فَافْهَم. (دستور العلماء:۲/۲۳۸)

[۲] حاشیہ ابن مامون:۳۱۔

[۳] الاشارات مع شرح الطوسی:۱۴۵، التحصیل:۶۲، النجاۃ:۲۰، اساس الاقتباس:۱۳۳، الجوہر النضید:۵۵، القواعد الجلیہ:۲۶۳، حاشیہ ابن مامون:۳۱، شرح المطالع:۱۴۸، تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۰۔

پر مشتمل ہو۔

۳۔مشروطہ عامہ کی اقسام:

مشروطہ عامہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔مشروطہ عامہ موجبہ (ب)۔مشروطہ عامہ سالبہ

(الف)۔مشروطہ عامہ موجبہ کی تعریف:

هِیَ الَّتِیْ حُکِمَ فِیْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ مَا دَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْصُوْفاً بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِیِّ[1].

مشروطہ عامہ موجبہ وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے اس وقت تک ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف ہو، جیسے:"کل کاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام کاتبا"، اس مثال میں تحرک اصابع کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے اس وقت ضروری ہے جب تک وہ وصف عنوانی (کتابت) کیساتھ متصف ہو، مشروطہ عامہ موجبہ کی عام فہم مثالیں یہ ہیں:

المؤمِنُ صَادِقٌ آمِیْنٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُؤْمِناً، الْمُلْحِدُضَالٌّ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُلْحِداً، آکِلُ الرِّبَاءِمَلْعُوْنٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ آکِلَ الرِّبَا، الطَّالِبُ فِی المدْرَسَةِ مُجْتَهِدٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ طَالِباً، المؤْمِنُ فِی الدُّنْیَامَسْجُوْنٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُؤْمِناً، المؤْمِنُ غِرٌّکَرِیْمٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُؤْمِناً.

(ب)۔مشروطہ عامہ سالبہ کی تعریف:

هِیَ الَّتِیْ حُکِمَ فِیْهَا بِضَرُوْرَةِ سَلْبِ الْمَحْمُوْلِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ مَا دَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْصُوْفاً بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِیِّ[2].

مشروطہ عامہ سالبہ وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا سلب موضوع سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف ہو، جیسے:"لاشیءمن الکاتب بساکن الأصابع بالضرورة مادام کاتبا"، اس قضیہ میں یہ حکم ہے کہ سکون اصابع کا تب کی ذات سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک وہ وصف عنوانی (کتابت) کیساتھ متصف ہے، مشروطہ عامہ سالبہ کی عام فہم مثالیں یہ ہیں:

المؤْمِنُ لَیْسَ بِخَاسِرٍبِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُؤْمِناً، الْمُلْحِدُلَیْسَ بِمُفْلِحٍ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُلْحِداً، لَاشَیْءَ مِنْ آکِلِ الرِّبَاءِمُقَرَّبٌ عِنْدَاللهِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ آکِلَ الرِّبَا، لَا أَحَدٌ مِنَ طَلَبَةِ الْعِلْمِ بِمُهْمَلٍ

---

(۱) القواعد الجلیۃ:۲۶۳،حاشیہ ابن مامون:۳۱، تحریر القواعد المنطقیۃ:۲۸۰، توضیح المنطق:۱۸۵۔

(۲) القواعد الجلیۃ:۲۶۳،حاشیہ ابن مامون:۳۱، تحریر القواعد المنطقیۃ:۲۸۰، توضیح المنطق:۱۸۵۔

بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامُوْا طُلَّاباً، لَاشَيْءَمِنَ الْمُعْرَبِ بِمَبْنِيٍّ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُعْرَباً.

۳۔ مشروطہ عامہ کی وجہ تسمیہ:

مشروطہ عامہ کو مشروطہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ضرورت کا حکم وصف عنوانی کی شرط کیساتھ مشروط ہے اور عامہ تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اس مشروطہ خاصہ سے عام ہے، جس کا بیان مرکبات میں آئے گا[۱]۔

۴۔ وصفِ عنوانی کی تعریف:

هُوَ وَصْفُ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ.

وصفِ عنوانی وہ مفہوم ہے جس سے ذاتِ موضوع کو تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی ذاتِ موضوع کو جس لفظ کیساتھ تعبیر کیا جاتا ہے تو اس لفظ کے مبدء اشتقاق کو وصف عنوانی کہتے ہیں، جیسے: "انما المؤمنون إخوة" میں "المؤمنون" موضوع ہے، اس کا مبدء اشتقاق (ایمان) وصف عنوانی ہے۔ بالفاظِ دیگر وصف عنوانی یا وصف عنوان وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ موضوع کی ذات کو تعبیر کیا جائے، یعنی قضیہ میں محمول کے ثبوت کا جو حکم لگایا جاتا ہے وہ دراصل ذاتِ موضوع ہی کے لیے محمول کو ثابت کیا جاتا ہے تو ذاتِ موضوع محکوم علیہ ہوا اور محمول محکوم بہ اور جس لفظ کے ذریعہ ذاتِ موضوع کو تعبیر کیا جاتا ہے اسے وصف موضوع اور وصف عنوانی کہتے ہیں، کیونکہ جس طرح کسی لفظ کے ذریعہ کسی مضمون کا عنوان قائم کیا جاتا ہے تو اس عنوان کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نفسِ مضمون کیا ہے، اسی طرح وصف عنوانی کے ذریعہ ذاتِ موضوع کا علم ہو جاتا ہے، ذاتِ موضوع سے مراد موضوع کے وہ افراد ہیں، جن پر موضوع صادق آتا ہے، جیسے: "الإنسان حیوان"، اس میں ذاتِ موضوع یعنی انسان کے افراد پر حیوان ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، انسان کے افراد مثلاً: زید، عمرو، بکر، وغیرہ ذاتِ موضوع ہیں اور ذاتِ موضوع کو لفظ "انسان" سے تعبیر کیا گیا ہے، اب لفظ انسان وصف موضوع اور وصف عنوانی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ افرادِ موضوع کو ذاتِ موضوع کہتے ہیں اور جس مفہوم سے موضوع کو تعبیر کی جاتی ہے اس کو وصفِ عنوانی یا عنوانِ موضوع کہتے ہیں۔ وصفِ عنوانی کے مختلف احوال ہیں:

(الف)۔ وصفِ عنوانی کبھی ذاتِ موضوع کا جزء ہوتا ہے، جیسے: "کل حیوان حساس" میں "حیوان" وصفِ عنوانی ہے اور حیوان اپنے افراد انسان، حمار، فرس اور غنم وغیرہ کا جزء ہے۔

(ب)۔ وصفِ عنوانی کبھی ذاتِ موضوع کا عین ہوتا ہے، جیسے: "کل إنسان حیوان"، میں "انسان" وصفِ عنوانی ہے اور انسان اپنے افراد زید، عمرو اور بکر وغیرہ کا عین حقیقت ہے۔

[۱] القواعد الجلیہ: ۲۶۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۰، توضیح المنطق: ۱۸۶۔

(ج)۔ وصفِ عنوانی کبھی ذاتِ موضوع کی حقیقت سے خارج ہوتا ہے، جیسے: "الكاتب متحرك الأصابع" میں "کاتب" اپنے افراد زید، بکر اور عمرو وغیرہ کی حقیقت سے خارج ہے[1]۔

۵۔ مشروطہ عامہ کی ایک دوسری تعریف:

هِيَ الْقَضِيَّةُ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ الثُّبُوْتِ أَوْ بِضَرُوْرَةِ السَّلْبِ فِيْ جَمِيْعِ أَوْقَاتِ ثُبُوْتِ الْوَصْفِ أَعَمُّ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ لِلْوَصْفِ مَدْخَلٌ فِيْ تَحَقُّقِ الضَّرُوْرَةِ أَمْ لَا[2].

مشروطہ عامہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کی نسبت موضوع کے لیے ایجاباً، یا محمول کا سلب موضوع سے وصفِ موضوع کے تمام اوقات میں ضروری ہو، خواہ وصفِ موضوع کو حکم کے ضروری ہونے میں داخل ہو، یا نہ ہو، گویا موضوع کے لیے محمول کا ثبوت دو طرح سے ہوتا ہے: ۱۔ وصف کا شرط کیساتھ، ۲۔ وصف کا زمانہ کیساتھ۔ اگر موضوع کے لیے محمول کا ثبوت وصف کے شرط کیساتھ ہو تو اسے مشروطہ عامہ بالمعنی الاول کہتے ہیں اور اگر موضوع کے لیے محمول کا ثبوت وصف کا زمانہ کیساتھ مشروط ہونے کے اعتبار سے ہو تو اسے مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی کہتے ہیں۔

۶۔ مشروطہ عامہ کے معنی اول اور معنی ثانی میں فرق:

مشروطہ عامہ کے معنی اول اور معنی ثانی میں فرق یہ ہے کہ مشروطہ عامہ بالمعنی الاول میں حکم کے ضروری ہونے میں وصف عنوانی کو دخل ہوتا ہے، یعنی محمول کا منشاء صرف ذاتِ موضوع نہیں ہوتی، بلکہ ذاتِ موضوع اور وصف عنوانی دونوں کا مجموعہ ہوتا ہے، اس معنی کے اعتبار سے "كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا" صادق ہوگا، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ ذات جو کتابت کیساتھ متصف ہے اس کے لیے تحریک اصابع ضروری ہے جب تک وہ وصفِ کتابت کیساتھ متصف رہے گی۔

اور جب کہ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی میں محمول کی نسبت کا ثبوت صرف ذاتِ موضوع کے لیے ضروری ہوتا ہے، وصفِ موضوع کا اس میں کوئی لحاظ نہیں ہوتا، البتہ وصف کا اعتبار صرف ظرف کی حیثیت سے ہوتا ہے، اس معنی کے اعتبار سے "كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا" کاذب ہوگا، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ذاتِ کاتب یعنی انسان کے افراد کے لیے کتابت کے تمام اوقات میں تحریک اصابع ضروری ہے اور یہ درست نہیں، کیونکہ انسان کے افراد کے لیے حرکتِ اصابع کتابت کے بغیر کسی بھی وقت ضروری نہیں، کیونکہ جو تحریک اصابع کے لیے ضروری ہونے کی شرط ہے، خواہ ہی ذاتِ کاتب یعنی انسان کے افراد کے لیے ضروری نہیں تو جو اس کے تابع اور مشروط ہے، یعنی انگلیوں کا ہلنا کیسے ضروری ہو سکتا ہے[3]۔

۷۔ مشروطہ عامہ کے دونوں معنوں کے درمیان نسبت:

---

(۱) دستور العلماء: ۳/۳۱۳۔

(۲) ا تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۰۔

(۳) ا تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۰۔

مشروطہ عامہ کے معنی اول اور معنی ثانی کے اعتبار عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، عموم وخصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں: ایک اجتماع کا اور دو افتراق کے، یہ دونوں معانی بھی ایک مادہ میں جمع ہوسکتے ہیں اور دو مادوں میں الگ الگ ہوجاتے ہیں، جیسے: "کل منخسف مظلم بالضرورۃ مادام منخسفا"، یہ مادہ اجتماعی کی مثال ہے، اس لیے کہ تاریکی کا ثبوت افراد منخسف کے لیے بشرط الانخساف اور بزمان الانخساف دونوں طرح صادق ہے، کیونکہ قمر کے لیے زمین کے سورج اور چاند کے درمیان حائل ہونے کے وقت انخساف ضروری ہے، لہٰذا انخساف کے تمام زمانہ میں ظلمت ضروری ہے، خواہ ذاتِ موضوع کیساتھ انخساف ملحوظ ہو، یا نہ ہو۔ اور مادہ افتراقی کی پہلی مثال "کل کاتب متحرك الأصابع بالضرورۃ مادام کاتبا" میں صرف مشروطہ عامہ بالمعنی الاول صادق ہے، کیونکہ ذاتِ کاتب کے لیے کتابت کا لحاظ کیے بغیر انگلیوں کا ہلنا ضروری نہیں، اس لیے کہ ذاتِ کاتب کے لیے ثبوتِ کتابت ہی ضروری نہیں جو کہ تحرک اصابع کے لیے شرط ہے تو متحرک اصابع بطریقہ اولیٰ ضروری نہ ہوگا۔ مادہ افتراقی کی دوسری مثال "کل کاتب إنسان بالضرورۃ مادام کاتبا" میں مشروطہ عامہ بالمعنی الاول صادق ہے[1]۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ذاتِ کاتب یعنی کاتب کے افراد کے لیے انسانیت کا ثبوتِ کتابت کے زمانہ میں تو ضروری ہے، لیکن کتابت کی شرط کیساتھ ضروری نہیں، اس لیے کہ ذاتی کا ثبوت ذات کے لیے کسی شرط کیساتھ مشروط نہیں، یعنی ایک شئ کا انسان ہونے کے لیے کاتب ہونا شرط نہیں۔

۸۔ مشروطہ عامہ بالمعنی الاول، ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں نسبت:

مشروطہ عامہ بالمعنی الاول، ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، اس لیے مشروطہ عامہ، ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ سے من وجہ اعم اور من وجہ اخص ہے، اسی طرح یہ دونوں مشروطہ سے من وجہ اعم اور من وجہ اخص ہیں اور ایسے دو کلیات جو من وجہ اعم اور من اخص ہوں ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے، اس لیے ان کے درمیان بھی عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوگی، کیونکہ وصفِ عنوانی دو حال سے خالی نہیں، یا تو ذاتِ موضوع کا عین ہوگا یا غیر۔ اگر ذاتِ موضوع اور وصف موضوع دونوں عین ہوں اور مادہ ضرورت کا ہو تو اس وقت تینوں قضیے صادق ہوں گے، جیسے: "کل انسان حیوان بالضرورۃ أو بالدوام أو مادام إنسانا"، یہاں مشروطہ عامہ، ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ تینوں صادق ہیں، ضروریہ مطلقہ تو اس لیے ہے کہ یہ قضیہ ضرورۃ پر مشتمل ہے، دائمہ مطلقہ اس لیے ہے کہ جہاں ضرورۃ ہو وہاں دوام ضرور ہوتا ہے اور مشروطہ عامہ اس لیے ہے کہ ذاتِ موضوع وصف موضوع کیساتھ متصف ہے اور اگر وصف موضوع اور ذاتِ موضوع دونوں متغایر ہوں تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ مادہ ضرورۃ کا ہوگا یا نہیں، اگر مادہ ضرورت کا ہو اور ضرورت کے متحقق ہونے میں وصفِ موضوع کا کوئی دخل نہ ہو تو وہاں صرف یہ دونوں صادق آئیں گے، لیکن مشروطہ بالمعنی الاول صادق نہیں ہوگا، جیسے: "کل کاتب حیوان بالضرورۃ أو دائما"، یہاں ذاتِ کاتب

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۸۰۔

یعنی انسان کے افراد کے لیے حیوان ضروری طور پر، یا دائمی طور پر صادق ہے، اگرچہ وصف کتابت موجود نہ ہو، یہاں صرف ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ صادق ہیں، لیکن مشروطہ عامہ بالمعنی الاول صادق نہیں، کیونکہ ہم نے فرض یہ کیا ہے کہ ضرورۃ کے متحقق ہونے میں وصفِ موضوع کو کوئی داخل نہیں اوراگر مشروطہ کو بھی صادق قرار دیا جائے تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ ذاتِ کاتب یعنی انسان کے افراد کے لیے حیوانیت کا ثبوت ضرور ہے جب تک کہ وہ کاتب ہے اوراگر کاتب نہیں تو حیوان بھی نہیں، یہ مفہوم درست نہیں، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہے یہاں ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ تو صادق ہیں، لیکن مشروطہ عامہ بالمعنی الاول صادق نہیں اوراگر وصف موضوع اورذات موضوع دونوں متغایر ہوں اورمادہ ضرورتِ ذاتیہ اوردوام ذاتی کانہ ہو، بلکہ وہاں ضرورۃ بشرط الوصف ہو تو صرف مشروطہ صادق ہوگااورضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ صادق نہیں ہوں گے، جیسے: "کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا"، اس مادہ میں صرف مشروطہ عامہ بالمعنی الاول تو صادق ہیں، لیکن ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ صادق نہیں[1]۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اس قضیہ کا مفہوم یہ ہے کہ تحرک اصابع ذاتِ کاتب کے لیے اس وقت ضروری ہے جب کہ وہ کتابت کے وصف کیساتھ متصف ہو، اگر وصف کتابت کیساتھ متصف نہ ہو تو پھر تحرک اصابع نہ تو ضروری ہے اورنہ دائمی ہے۔

۹۔ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان نسبت:

مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اعم مطلق ہے اور ضروریہ مطلقہ اخص مطلق ہے اورایسی دو کلیات کہ جن میں ایک اعم مطلق ہو اوردوسری اخص مطلق ہو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہذا ان کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی، جہاں ضروریہ مطلقہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی بھی صادق ہوگا، لیکن جہاں مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی صادق ہو وہاں ضروریہ مطلقہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، اس لیے کہ ضروریہ مطلقہ میں ذات کے تمام اوقات میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے رہتا ہے اور مشروطہ عامہ میں وصف کے تمام اوقات میں محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے رہتا ہے، لہذا جب ضرورت ذات کے تمام اوقات میں ثابت ہوگی تو وصف کے تمام اوقات میں بھی ثابت ہوگی[2]۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں ضرورتِ ذاتیہ صادق ہوتی ہے وہاں ضرورتِ وصفیہ بھی یقیناً صادق ہوتی ہے، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں، یعنی جہاں ضرورت وصفیہ صادق ہو تو وہاں ضرورتِ ذاتیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، اس لیے کہ وصف کے تمام اوقات ذات کے اوقات کا بعض ہوتے ہیں، یعنی وہ وصف ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں ثابت نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات میں ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ ذات موضوع کے تو اور بھی اوصاف ہوتے ہیں، لہذا جہاں مشروطہ عامہ صادق ہو وہاں اس کا عکس لازم نہیں، جیسے:

---

(۱) القواعد الجلیۃ:۲۶۳، تحریر القواعد المنطقیۃ:۲۸۲۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیۃ:۲۸۲، القواعد الجلیۃ:۲۶۳۔

"کل ناطق حیوان بالضرورۃ مادام ناطقا"، اس مادہ میں ضروریہ مطلقہ بھی صادق ہے اور مشروطہ عامہ بھی صادق ہے، کیونکہ اس قضیہ میں حکم لگایا گیا ہے کہ ناطق کے لیے حیوان ہونا ضروری ہے، یعنی جب تک ناطق کی ذات موجود ہو تو اس کے لیے حیوانیت کا ثبوت ضروری ہے تو جب ذاتِ ناطق وصفِ نطق کیساتھ متصف ہو تو اس وقت بھی اس کا حیوان ہونا ضروری ہے[1]۔

۱۰۔ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور دائمہ مطلقہ میں نسبت:

مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور دائمہ مطلقہ میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ ان دونوں کلیوں میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر من جملہ صادق ہوتا ہے اور ایسی دو کلیات کہ جن میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر صادق ہو تو ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے، کسی مادہ میں تو دائمہ مطلقہ صادق ہو گا، لیکن مشروطہ عامہ صادق نہیں ہو گا اور بعض مادوں میں مشروطہ صادق ہو گا، لیکن دائمہ مطلقہ صادق نہیں ہو گا اور بعض مادوں میں دونوں صادق ہوں گے اور من جملہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے صادق ہونے کا یہی مطلب ہے، یہ دونوں ضروریہ مطلقہ کے مادہ میں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے: "کل انسان حیوان بالضرورۃ مادام انسانا"، اس مادہ میں دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ دونوں صادق ہیں۔

دائمہ مطلقہ تو اس لیے صادق ہے کہ جب محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے ضروری ہو تو دائمی بھی ہوتا ہے اور مشروطہ عامہ تو اس لیے صادق ہے کہ جب حکم ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں ضروری ہے تو وصف عنوانی کے تمام اوقات مین بھی ضروری ہو گا اور جس مادہ میں حکم صرف دائمی ہو، ضروری نہ ہو، اس میں صرف دائمہ مطلقہ صادق ہو گا، مشروطہ عامہ صادق نہیں ہو گا، جیسے: "کل فلك متحرك بالدوام"، اس مادہ میں ذاتِ موضوع کے لیے حکم دائمی ہے، لیکن ضروری نہیں، لہذا یہاں دائمہ مطلقہ تو صادق ہے، لیکن مشروطہ صادق نہیں، کیونکہ جب ذات کے تمام اوقات میں حکم ضروری نہیں تو وصف کے تمام اوقات میں حکم بطریقہ اولی ضروری نہ ہو گا، ایک مادہ افتراقیہ ہوا اور جس مادہ میں حکم وصف موضوع کے تمام اوقات میں ضروری ہو اور ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں دائمی نہ ہو تو وہاں صرف مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی صادق ہو گا، دائمہ صادق نہ ہو گا، جیسے: "کل منخسف مظلم بالضرورۃ مادام منخسفا"، اس قضیہ میں وصف موصوف یعنی چاند کے گرہن جانے کے وقت تاریکی کا حکم ذاتِ موضوع کے لیے ضروری ہے، لیکن ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں حکم دائمی نہیں، یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے[2]۔

۱۱۔ قواعد منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: اگر ضرورت میں صرف وصف ملاحظہ ہو تو اسے ضرورتِ وصفیہ کہتے ہیں اور جو قضیہ ضرورتِ وصفیہ پر مشتمل ہو تو اسے مشروطہ عامہ کہتے ہیں[3]۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۲، القواعد الجلیہ: ۲۶۳۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۲، القواعد الجلیہ: ۲۶۳۔
[3] القواعد الجلیہ: ۲۶۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۲، حاشیہ ابن مامون: ۳۱، توضیح المنطق: ۱۸۶۔

قاعدہ نمبر ۲: بعض اوقات ایک محمول ایک موضوع کے لیے اس وقت ضروری ہوتا ہے جب وہ موضوع کسی خاص صفت کے ساتھ متصف ہو۔ اگر موضوع اس صفت کے ساتھ متصف نہیں ہے تو محمول بھی اس موضوع کے لیے ضروری نہیں ہو گا۔ یہ محمول اس موضوع کے لیے علت نہیں بنا رہا ہوتا، بلکہ موضوع چونکہ خاص صفت کے ساتھ متصف ہے اس لیے محمول کو اس موضوع پر حمل کرنا ضروری ہے، جیسے: مثلاً: "ہر لکھنے والا انگلیوں کو حرکت دینے والا ہوتا ہے جب تک وہ کاتب ہے"۔ اس مثال میں انگلیوں کا حرکت کرنا کاتب بننے کی علت و سبب نہیں ہے لیکن جب بھی کاتب ہو گا اور کتابت و لکھنے کی صفت اس کے لیے ثابت ہو گی محمول کا اس کے لیے ثبوت ضروری ہو گا[1]۔

قاعدہ نمبر ۳: مشروطہ عامہ میں ضرورت عنوانِ موضوع کے بقاء کیساتھ مشروط ہوتی ہے[2]۔

قاعدہ نمبر ۴: مشروطہ عامہ میں عنوان موضوع کے انتفاء سے ذات موضوع منتفی نہیں ہوتا، جیسے: "الماشی متحرك بالضرورة مادام علی هذه الصفة"، میں اگر عنوان موضوع "مشی" زائل ہوجائے تو ذات موضوع منتفی نہیں ہوتا[3]۔

قاعدہ نمبر ۵: مشروطہ عامہ میں ضرورت کا منشاء موضوع کا ان اوصاف کیساتھ متصف ہونا ہے جو وصف موضوع کے انتفاء سے منتفی نہیں ہوتے[4]۔

۱۲۔ تمرین:

(الف)۔ مشروطہ عامہ کی تعریف بیان کریں۔

(ب)۔ مشروطہ عامہ کی اقسام وانواع بیان کریں۔

(ج)۔ وصف عنوانی کی تعریف اور احوال بیان کریں۔

(د)۔ مشروطہ عامہ کے معنی اول اور معنی ثانی میں کیا فرق ہے؟

(ھ)۔ مشروطہ عامہ بالمعنی الاول، ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں کیا نسبت ہے؟

(و)۔ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان کیا نسبت ہے؟

(ز)۔ درج ذیل مثالوں میں مشروطہ عامہ کی انواع واقسام کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

الْكَافِرُ ظَالِمٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ كَافِراً، الْحَيَوَانُ يَأْكُلُ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ حَيَوَاناً، الدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ دَالًّا، الْمُبْتَدِعُ ضَالٌّ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُبْتَدِعاً، الْمُشْرِكُ ظَالِمٌ بِالضَّرُوْرَةِ

---

(۱) القواعد الجلیہ: ۲۶۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۲۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۱، القواعد الجلیہ: ۲۶۳، حاشیہ ابن مامون: ۱۳، توضیح المنطق: ۱۸۶۔

(۳) حاشیہ ابن مامون: ۱۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۱، القواعد الجلیہ: ۲۶۳، توضیح المنطق: ۱۸۶۔

(۴) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۱، حاشیہ ابن مامون: ۱۳، توضیح المنطق: ۱۸۶۔

مَادَامَ مُشْرِكاً، الظَّالِمُ لَيْسَ بِمُفْلِحٍ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ ظَالِماً، الصَّابِرُوْنَ فَائِزُوْنَ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامُوْا صَابِرِيْنَ، الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسانِهِ وَيَدِهِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُسْلِماً، حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ الْإِسْلَامِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ حَامِلُ الْقُرْآنِ، السَّائِحُوْنَ هُمُ الصَّائِمُوْنَ بِالضَّرُوْرَةِ، السَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالمجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ الله بِالضَّرُوْرَةِ، السَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِنَ الله قَرِيْبٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِنَ النَّارِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ سَخِيًّا، الْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِنَ الله بَعِيْدٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِنَ النَّارِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ بَخِيْلاً، الصَّائِمُ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ صَائِماً.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ......المؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُؤْمِناً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ مشروطہ عامہ۔

"الْمُؤمِن" موضوع... "غِرٌّ" محمول بحمل المواطات ، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو) اول... "کَرِیم" محمول(بحمل المواطات ، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو) ثانی... " بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُؤْمِناً" جہت دوام وصفی ... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ مشروطہ عامہ۔

۞ ......حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ الْإِسْلَامِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ حَامِلُ الْقُرْآنِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ مشروطہ عامہ۔

"حَامِلُ الْقُرْآنِ" مرکب غیر تقییدی موضوع... "حَامِلُ الْإِسْلَامِ" محمول بحمل المواطاۃ، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو ... " بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ حَامِلُ الْقُرْآنِ" جہت دوام وصفی... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ مشروطہ عامہ۔

فصلِ چہارم: وقتیہ مطلقہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

ضرورۃِ وقتیہ اس کو کہتے ہیں کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذاتِ موضوع سے وقت معین میں ضروری ہو، یعنی اگر ایک محمول کسی موضوع کے لیے کسی خاص وقت میں ضروری ہو تو اس ضرورت کو ضرورتِ وقتی کہتے ہیں، مثلاً چاند کا گرہن کے وقت بالضرورۃ گھٹ جانا۔ اس مثال میں محمول یعنی گھٹنا موضوع کے لیے خاص وقت کے داخل ہونے کے بعد ضروری ہے۔ اگر یہ وقت نہ ہو تو محمول کا موضوع کے لیے ثابت ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس محمول ایک خاص وقت میں موضوع کے لیے ضروری الثبوت ہے۔

۲۔ وقتیہ مطلقہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبِهِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ./ هِيَ مَا كَانَتْ مُشْتَمِلَةً بِالضَّرُوْرَةِ الْوَقْتِيَّةِ[1].

وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہوا کہ محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذاتِ موضوع سے کسی وقت معین میں ضروری ہو، بالفاظِ دیگر وقتیہ مطلقہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں محمول کی نسبت کا موضوع سے وقتِ معین میں جدا ہونا محال ہو، جیسے: "بالضرورة كل مسلم طاهر وقت أداء الصلاة"، و"بالضرورة لاشيء من المسلم بطاهر وقت الجنابة".

۳۔ وقتیہ مطلقہ کی اقسام:

وقتیہ مطلقہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ وقتیہ مطلقہ موجبہ (ب)۔ وقتیہ مطلقہ سالبہ

(الف)۔ وقتیہ مطلقہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ[2].

وقتیہ مطلقہ موجبہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ضرورۃ ثبوت المحمول للموضوع وقتِ معین میں ہو، یعنی جس میں محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے کسی معین وقت میں ضروری ہو، جیسے: "كل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الأرض بينه وبين الشمس"۔ اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گا ہے کہ گہن کا ثبوت ثاند کے لیے ایک معین وقت میں ضروری ہے، یعنی اس وقت

---

[1] الاشارات مع شرح الطوسی: ۹۹/۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔

جب کہ سورج اور چاند کے درمیان زمین حائل ہوجائے،اس لیے کہ سورج کی روشنی سے چاند کی روشنی مستفاد ہوتی ہے توجس وقت چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہوجائے گی تو یقیناً سورج کی روشنی سے چاند کو روشنی نہیں مل سکتی تو تاریکی چھاجائے گی اس انخساف کہتے ہیں۔ وقتیہ مطلقہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

الصَّلَاةُ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، صَلَاةُ الْجَنَازَةِ فَرْض عَيْنٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، الْجِهَادُ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، الْغُسْلُ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، كُلُّ مُسْلِمٍ طَاهِرٌ وَقْتَ أَدَاءِالصَّلاَةِ، وَللهِ عُتَقَاءٌ عِنْدَ وَقْتِ كُلِّ فِطْرٍ يَعْتِقُهُمْ مِنَ النَّارِ.

(ب)۔ وقتیہ مطلقہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ التِّيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ سَلْبِ الْمَحْمُوْلِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ[1].

وقتیہ مطلقہ سالبہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ضرورۃ سلب المحمول للموضوع وقتِ معیّن میں ہو، یعنی جس میں محمول کی نفی ذاتِ موضوع سے کسی معین وقت میں ضروری ہو، جیسے: ”لا شیء من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع“، اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ گہن کی نفی چاند سے ضروری ہے، لیکن ایک خاص اور معین وقت میں اور وہ تربیع کا وقت ہے، تربیع کے معنی ہیں: سورج کا چوتھے برج پر ہونا۔ تو اب قضیہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ چاند جب چوتھے برج میں ہوتا ہے تو اس وقت اس کو گہن نہیں لگتا، اس لیے کہ جب چاند چوتھے برج میں چلا جاتا ہے تو سورج کے مقابل میں رہتا ہے اور اس روشنی حاصل کرتا ہے، اس لیے اس وقت گہن کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا، لیکن جب دونوں کے درمیان زمین حائل ہوجائی ہے تو زمین کا سایہ چاند پر پڑتا ہے اور سورج کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھاسکتا، اس لیے اس وقت چاند کا تاریک ہونا یقینی ہے، وقتیہ مطلقہ سالبہ کی عام فہم مثالیں یہ ہیں:

لَا شَيْءَ مِنَ الْمُسْلِم بِطَاهِرٍ وَقْتَ الْجَنَابَةِ، لَا شَيْءَ مِنَ الصَّلاةِ بجَائِزٍ وَقْتَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ، لَا شَيْءَ مِنَ الْمُصَلِّي بِمُحْدَثٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ.

۴۔ وقتیہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ:

وقتیہ مطلقہ کو وقتیہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس مین ضروری ہونے کا حکم تعیین وقت کی قید کیساتھ مقید ہوتا ہے اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں لادوام کی قید نہیں ہوتی[2]۔

۵۔ وقتیہ مطلقہ، ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ مطلقہ میں نسبت:

وقتیہ مطلقہ، ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ مطلقہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ وقتیہ مطلقہ ان دونوں سے اعم ہے اور یہ دونوں (ضروریہ مطلقہ، عرفیہ عامہ) اخص ہیں، جہاں ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ ہوگا تو وہاں وقتیہ مطلقہ بھی ہوگا، لیکن جہاں وقتیہ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔

[2] حاشیہ ابن مامون: ۳۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔

مطلقہ ہو تو وہاں ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ کا ہونا ضروری نہیں۔

۶۔ وقتیہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ کے نسبت:

وقتیہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ وقتیہ مطلقہ ان دونوں سے من وجہ اخص ہے اور من وجہ اعم ہے۔

۷۔ مطلقہ وقتیہ کی تعریف:

بعض مناطقہ نے بسائط میں ایک اور بسیطہ مطلقہ وقتیہ کا اضافہ کیا ہے، یہ وقتیہ مطلقہ کا مرادف نہیں بلکہ ان میں فرق ہے کہ مطلقہ وقتیہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کے ثبوت یا موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل معین وقت میں حکم لگایا گیا ہو، جیسے: "کل قمر منخسف وقت الحیلولۃ بالفعل"۔ اس قضیہ میں چاند پر منخسف ہونے کا حکم وقت معین میں بالفعل لگایا گیا ہے[۱]۔

۸۔ وقتیہ مطلقہ اور مطلقہ وقتیہ میں فرق:

وقتیہ مطلقہ اور مطلقہ وقتیہ میں فرق یہ ہے کہ وقتیہ مطلقہ میں بالضرورہ کی قید ہوتی ہے اور مطلقہ وقتیہ میں بالضرورۃ کی قید نہیں ہوتی۔ یعنی وقتیہ مطلقہ اور مطلقہ وقتیہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وقتیہ مطلقہ اخص ہے، کیونکہ اس میں بالضرورۃ کی قید ہوتی ہے اور مطلقہ وقتیہ اعم ہے اس میں بالضرورۃ کی قید نہیں[۲]۔

۹۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: ہر وہ قضیہ جس میں محمول کی نسبت کا موضوع سے وقتِ معین میں جدا ہونا محال ہو وہ وقتیہ مطلقہ کہلاتا ہے[۳]۔

قاعدہ نمبر ۲: وقتیہ مطلقہ ضرورتِ وقتیہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: متقدمین مناطقہ وقتیہ مطلقہ سے بحث نہیں کرتے، متاخرین اس سے بحث کرتے ہیں[۴]۔

قاعدہ نمبر ۴: وقتیہ مطلقہ اخص اور مقید ہوتا ہے اور مطلقہ وقتیہ مطلق اور اعم ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۵: وقتیہ مطلقہ کو جب لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید کیا جائے تو اسے وقتیہ کہتے ہیں[۵]۔

۱۰۔ تمرین:

(الف)۔ وقتیہ مطلقہ کی تعریف کریں۔

---

[۱] حاشیہ ابن مامون: ۳۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔
[۲] حاشیہ ابن مامون: ۳۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔
[۳] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔
[۴] حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔
[۵] حاشیہ ابن مامون: ۳۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔

(ب)۔ وقتیہ مطلقہ کی اقسام وانواع بیان کریں۔

(ج)۔ وقتیہ مطلقہ، ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ مطلقہ میں کیا نسبت ہے؟

(د)۔ وقتیہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟

(ھ)۔ وقتیہ مطلقہ اور مطلقہ وقتیہ میں کیا فرق ہے؟

(و)۔ درج ذیل قضایا میں وقتیہ مطلقہ کی اقسام وانواع کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍّ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ بِالضُّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى بِالضُّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ بِالضُّرُوْرَةِ، لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ بِالضَّرُوْرَةِ، أَنْتُمُ الْيَوْمُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَّبكُمْ تَأْمُرُوْنَ بِالمعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عِنِ المنْكَرِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ الله بِالضُّرُوْرَةِ، زَيْدٌمُتَعَلِّمٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، زَيْدٌلَيْسَ عَالماً بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍنَاظِرَةٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍبَاسِرَةٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، الصَّلَاةُ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، الصَّوْمُ مَفْرُوْضٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، اَلْقِيَامَةُ آتِيَةٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، وَجِيْئَ يَوْمَئِذٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، الْحَجُّ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، الْأُضْحِيَّةُ وَاجِبٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، زَيْدٌيَقْرَءُالْقُرْآنَ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، عَمْرٌوُيُصَلِّى بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ، الدُّعَاءُ مُسْتَجَابٌ مَا بَيْنَ النِّدَاءِبِالضَّرُوْرَةِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ...... كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍّ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ضروریہ مطلقہ۔

"كُلُّ"سور موجبہ کلیہ... "مَنْ"موضوع... "عَلَيْهَا"متعلق محمول... "فَانٍّ"محمول بحمل المواطات، حمل ہو ہو... "بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ"جہت مقدرہ ضرورتِ وقتیہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ضروریہ مطلقہ۔

۞ ......الصَّوْمُ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِىْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ضروریہ مطلقہ۔

”اَلصَّوْمُ“موضوع... ”فَرْضٌ“محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہوہو... ”بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ“جہت مقدرہ ضرورتِ وقتیہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ضروریہ مطلقہ۔

فصلِ پنجم: منتشرہ مطلقہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

جب محمول ایک غیر معین وقت میں موضوع کے لیے ضروری الثبوت ہو تو اسے ضرورۃِ منتشرہ کہتے ہیں، ضرورۃِ منتشرہ کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذات موضوع سے وقت غیر معین میں ضروری ہو، یعنی اگر ایک محمول کسی موضوع کے لیے کسی غیر معین وقت میں ضروری ہو تو اس ضرورت کو ضرورتِ وقتی کہتے ہیں، مثلاً: حیوان کا متنفس بالضرورۃ ہونا۔ اس مثال میں محمول یعنی متنفس موضوع کے لیے غیر معین وقت میں ضروری ہے۔

۲۔ منتشرہ مطلقہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِّيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبِهِ فِيْ وَقْتٍ غَيْرِ مُّعَيَّنٍ.

/ هِيَ مَا كَانَتْ مُشْتَمِلَةً بِالضَّرُوْرَةِ الْمُنْتَشِرَةِ.[1]

وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذاتِ موضوع سے وقتِ غیر معین میں ضروری ہے، بالفاظِ دیگر منتشرہ مطلقہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں کسی غیر معین وقت میں نسبت کا انفکاک محال ہو، جیسے: "بالضرورة كل إنسان جائع وقتاما"، "وبالضرورة لاشيء من الشجر بجائع وقتاما"۔ پہلی مثال میں انسان پر بھوکا ہونے کا حکم لگایا ہے اور بھوک انسان کے لیے ضروری ہے، لیکن انسان کا بھوکا ہونے کسی وقت معین کیساتھ خاص نہیں، بلکہ بلا تعیین وقت کبھی بھوکا ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اور دوسری مثال میں درخت سے بھوکا ہونے کی نفی کی گئی ہے اور نفی ضروری بھی ہے لیکن یہ نفی کسی متعین وقت کیساتھ خاص نہیں، بلکہ غیر معین وقت کے لیے ہے، یعنی کسی بھی وقت درخت کو بھوک نہیں لگتی۔

۳۔ منتشرہ مطلقہ کی اقسام:

منتشرہ مطلقہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ منتشرہ مطلقہ موجبہ (ب)۔ منتشرہ مطلقہ سالبہ

(الف)۔ منتشرہ مطلقہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِّيْ تُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ فِيْ وَقْتٍ غَيْرِ مُّعَيَّنٍ[2].

منتشرہ مطلقہ موجبہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ضرورۃ ثبوت المحمول للموضوع وقتِ غیرِ معین میں ہو، یعنی جس میں محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے وقتِ غیر معین میں ضروری ہو، جیسے: "كل حيوان متنفس بالضرورة فى وقت ما"، اس

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

قضیہ میں سانس لینے کا حکم حیوان پر لگایا گیا ہے اور سانس لینا ضروری بھی ہے، لیکن حیوان کا سانس لینا کسی معین وقت کیساتھ خاص نہیں، بلکہ بلا تعیین ہر وقت سانس لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا، منتشرہ مطلقہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

كُلُّ إِنْسَانٍ جَائِعٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، الدُّعَاءُ مُسْتَجَابٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، حَسَّان يَقْرَءُ الْقُرْآنَ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، الإِيْمَانُ بِاللهِ وَاجِبٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، الطُّهُوْرُ شَطَرُ الْإِيْمَانِ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، اللهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا.

(ب)۔ منتشرہ مطلقہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ تُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ سَلْبِ الْمَحْمُوْلِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ فِيْ وَقْتٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ[1].

منتشرہ مطلقہ موجبہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ضرورۃ سلب المحمول للموضوع وقتِ غیرِ معین میں ہو، یعنی جس میں موضوع سے محمول کی نفی کے ضروری ہونے کا حکم غیر معین وقت میں لگایا گیا ہو، جیسے: ”لا شیء من الحجر بمتفس بالضرورۃ فی وقت ما“، اس قضیہ میں پتھر سے سانس لینے کی نفی کی گئی ہے اور نفی ضروری بھی ہے، لیکن یہ نفی کسی متعین وقت کیساتھ خاص نہیں ،بلکہ غیر معین وقت کے لیے ہے، یعنی کسی بھی وقت میں پتھر سانس نہیں لیتا، منتشرہ مطلقہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

لَاشَيْءَ مِنَ الْحَيَوانِ بِمُتَنَفِسٍ وَقْتَامَّا، لَا شَيْءَ مِنَ الإِنْسَانِ بجَائِعٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، الدُّعَاءُ غَيْرُ مُسْتَجَابٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، مَاكَفَرَ سُلَيْمَانُ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا، مَا أَنْتَ بِتَابِعٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا.

۴۔ منتشرہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ:

منتشرہ مطلقہ کو منتشرہ اس لیے کہتے ہیں کہ انتشار کے معنی ہیں: ”پھیلنا“ اور اس قضیہ میں چونکہ حکم کا کوئی وقت معین نہیں ہوتا، بلکہ ہر وقت حکم کا احتمال رہتا ہے تو گویا یہ حکم تمام اوقات میں منتشر اور پھیلا ہوا ہوتا ہے، اس لیے اس کو منتشرہ کہتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس قضیہ کے سامع کو فہمِ وقت کا اعتبار کرنے میں منتشرہ ہو جاتا ہے، اس لیے اسے منتشرہ کہتے ہیں اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں لاضرورۃ یا لادوام کی قید نہیں ہوتی[2]۔

۵۔ منتشرہ مطلقہ اور وقتیہ مطلقہ میں نسبت:

منتشرہ مطلقہ اور وقتیہ مطلقہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، منتشرہ اعم مطلق ہے اور وقتیہ مطلقہ اخص مطلق ہے، جہاں وقتیہ مطلقہ صادق ہو گا تو وہاں منتشرہ مطلقہ بھی صادق ہو گا، لیکن جہاں منتشرہ مطلقہ صادق ہو وہاں وقتیہ مطلقہ کا صادق

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵۔

آنا ضروری نہیں۔ اوراسی طرح منتشرہ مطلقہ،ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ سے بھی اعم مطلق ہے،لہذا منتشرہ مطلقہ،ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے اور جب منتشرہ مطلقہ،دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے،منتشرہ مطلقہ،دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ دونوں سے من وجہ اعم ہے اور من وجہ اخص ہے[(۱)]۔

۷۔ مطلقہ منتشرہ کی تعریف:

بعض مناطقہ نے بسائط میں ایک اور بسیطہ مطلقہ منتشرہ کا اضافہ کیا ہے،یہ منتشرہ مطلقہ کا مرادف نہیں بلکہ ان میں فرق ہے کہ مطلقہ منتشرہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کے ثبوت یا موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل غیر معین وقت میں حکم لگایا گیا ہو،جیسے:"كل إنسان متنفس في وقت مابالفعل"۔اس قضیہ میں انسان پر متنفس ہونے کا حکم کسی وقت غیر معین میں بالفعل لگایا گیا ہے[(۲)]۔

۸۔ منتشرہ مطلقہ اور مطلقہ منتشرہ میں فرق:

منتشرہ مطلقہ اور مطلقہ منتشرہ میں فرق یہ ہے کہ منتشرہ مطلقہ میں بالضرورہ کی قید ہوتی ہے اور مطلقہ منتشرہ میں بالضرورۃ کی قید نہیں ہوتی۔ یعنی منتشرہ مطلقہ اور مطلقہ منتشرہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے،منتشرہ مطلقہ اخص مطلق ہے، کیونکہ اس میں بالضرورۃ کی قید ہوتی ہے اور مطلقہ منتشرہ اعم ہے اس میں بالضرورۃ کی قید نہیں[(۳)]۔

۹۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر۱: جس قضیہ میں کسی غیر معین وقت میں نسبت کا انفکاک محال ہو وہ منتشرہ مطلقہ کہلاتا ہے[(۴)]۔

قاعدہ نمبر ۲: ہر وہ قضیہ جو ضرورۃِ منتشرہ پر مشتمل ہو وہ منتشرہ مطلقہ کہلاتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: متقدمین مناطقہ منتشرہ مطلقہ سے بحث نہیں کرتے،متاخرین اس سے بحث کرتے ہیں[(۵)]۔

قاعدہ نمبر ۴: منتشرہ مطلقہ اخص اور مقید ہوتا ہے اور مطلقہ منتشرہ مطلق اور اعم ہوتا ہے۔

۱۰۔ تمرین:

(الف)۔ منتشرہ مطلقہ کی تعریف بیان کریں۔

(ب)۔ منتشرہ مطلقہ کی اقسام وانواع بیان کریں۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۵۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۵۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۵،حاشیہ ابن مامون:۳۳۔

(٤) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۵۔

(٥) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۵۔

(ج)۔ منتشرہ مطلقہ اور وقتیہ مطلقہ میں کیا نسبت ہے؟

(د)۔ منتشرہ مطلقہ اور مطلقہ منتشرہ میں کیا فرق ہے؟

(ھ)۔ درج ذیل قضایا میں منتشرہ مطلقہ کی اقسام وانواع کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

وَاللّٰہُ لَایُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍأَثِیْمٍ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، إِنَّہٗ ھُوَالتَّوَابُ الرَّحِیْمُ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، وَمَااللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّاتَعْمَلُوْنَ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، إِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌبِالْعِبَادِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، اَلْقُرْآنُ حُجَّۃُ اللّٰہِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، وَإِنْ مِنْکُمْ إِلَّاوَارِدُھَا بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، إِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌبِالْعِبَادِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، کُلُّ إِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، اَلإِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَاجِبٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، اَلطُّھُوْرُ شَطَرُالْإِیْمَانِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَاءُ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلَی کُلِّ مُسْلِمٍ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، اَلْمَوْتُ یَجِیْءُ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، اَلطُّلَّابُ مُجْتَھِدُوْنَ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، زَیْدٌیَکْتُبُ الدَّرْسَ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، لَاإِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، لَاتَسُبُّوْاالْأَمْوَاتَ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا، لَایَقْبَلُ اللّٰہُ صَلَاۃً بِغَیْرِطَھَارَۃٍ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁ ......إِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌبِالْعِبَادِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ منتشرہ مطلقہ۔ "إِنَّ" ادات غیر زمانیہ ... "اللّٰہ" موضوع ... "بَصِیْرٌ" محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو ... "بِالْعِبَادِ" متعلق محمول ... "بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا" جہت ضرورۃ منتشرہ ... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ منتشرہ مطلقہ۔

❁ ......طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلَی کُلِّ مُسْلِمٍ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ منتشرہ مطلقہ۔ "طَلَبُ الْعِلْمِ" مرکب تقییدی موضوع ... "فَرِیْضَۃٌ" محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو ... "عَلَی کُلِّ مُسْلِمٍ" متعلق محمول ... "بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا" جہت ضرورۃ منتشرہ ... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ منتشرہ مطلقہ۔

فصلِ ششم: دائمہ مطلقہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ میں موجود نسبت مختلف کیفیات کیساتھ مکیف ہوتی ہے: کبھی کیفیتِ وجوب کیساتھ، کبھی کیفیتِ دوام کیساتھ، کبھی کیفیت امکان کیساتھ، کبھی کیفیت امتناع کیساتھ اور کبھی کیفیتِ فعلیت کیساتھ۔ اب دوامِ ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذات موضوع سے دائمی ہو، جب تک ذات موضوع موجود ہو، یعنی دوام ذاتی سے مراد ایسا محمول ہے جو اس شرط کے ساتھ موضوع کے لیے دائمی اور مستمر طور پر ثابت ہو، یا سلب ہو کہ موضوع جب تک موجود ہے محمول اس کے لیے دائمی طور پر ثابت یا دائمی طور پر سلب ہے۔ اگر موضوع موجود نہ ہو تو محمول کا یہ حکم بھی ثابت نہیں ہے اور اس طرح دوام ذاتی نہیں رہے گا[1]۔

۲۔ دائمہ مطلقہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِّيْ حُكِمَ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ أَوْ بِدَوَامِ سَلْبِهِ عَنْه مَا دَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْداً./ هِيَ مَا كَانَتْ مُشْتَمِلَةً بِالدَّوَامِ الذَّاتِيِّ[2].

وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کی نفی موضوع سے اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات موجود رہے، بالفاظِ دیگر وہ قضیہ بسیطہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کی نسبت موضوع سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی، لیکن انفکاک کے محال ہونے کا حکم نہ لگایا ہو اور نہ کسی وصف یا وقت کیساتھ مقید کیا گیا ہو۔ یعنی محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہے وہ تمام زمانوں میں اور ہر وقت میں موجود رہتی ہے، یعنی محمول کا ثبوت یا سلب موضوع سے ضروری تو نہ ہو، لیکن پھر کسی وجہ سے ایسا التزام پایا جاتا ہو کہ موضوع محمول کی صفت سے کبھی خالی نہ ہو، جیسے: "الفلك متحرك"، (آسمان متحرک ہے)، آسمان کا حرکت کرنا اگرچہ موضوع کی ذات کا تقاضا نہیں ہے، لیکن پھر بھی تمام زمانوں میں موضوع محمول کی صفت کیساتھ متصف رہتا ہے۔

۳۔ دائمہ مطلقہ کی اقسام:

دائمہ مطلقہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ دائمہ مطلقہ موجبہ (ب)۔ دائمہ مطلقہ سالبہ

(الف)۔ دائمہ مطلقہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِّيْ حُكِمَ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ مَا دَامَ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْداً[3].

---

[1] حاشیہ ابن مامون: ۳۱۔

[2] حاشیہ ابن مامون: ۳۱، اساس الاقتباس: ۱۳۴، الجوہر النضید: ۵۴، شرح المنظومۃ: ۵۶، تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۷۹، القواعد الجلیۃ: ۲۶۲۔

[3] حاشیہ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۷۹، القواعد الجلیۃ: ۲۶۲۔

وہ دائمہ مطلقہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے اس وقت تک دائمی ہو جب تک موضوع کی ذات موجود رہو، جیسے:"کل إنسان حیوان بالدوام"،اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ حیوانیت کا ثبوت انسان کے لیے اس وقت تک دائمی ہے جب تک انسان کی ذات موجود ہے،دائمہ مطلقہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

الأَرْضِ سَاكِنَةٌ بِالدَّوَام، لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِى الْآخِرَةِ بِالدَّوَامِ، الْإِسْمُ مُسْتَقِلٌّ بِالمفْهُوْمِيَّتِ بِالدَّوَام، الْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لَمِعْنَى مُفْرَدٍ بِالدَّوَام، السَّبْعُ المثَانِىْ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ بِالدَّوَامِ،، فِىْ كُلِّ شَىْءٍ أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ الْعُشْرُ أَوْ نِصْفُ الْعُشْرِ.

(ب)۔دائمہ مطلقہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِىْ حُكِمَ فِيْهَا بِدَوَامِ سَلْبِ الْمحْمُوْلِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ مَا دَامَ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْداً[1].

وہ دائمہ مطلقہ ہے جس میں محمول کی نفی موضوع سے اس وقت تک دائمی ہو جب تک موضوع کی ذات موجود رہو، جیسے: "لاشیء من الإنسان بحمار بالدوام"،اس قضیہ میں یہ حکم ہے کہ حماریت کی نفی انسان سے اس وقت تک دائمی ہے جب تک انسان کی ذات موجود ہے،دائمہ مطلقہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

لَا شَيْءَ مِنَ الْعُلُوْمِ بِضَّارٍ بِالدَّوَام، لَا أَحَدٌ مِنَ الْكُفَّار بِمُفْلِحٍ بِالدَّوَام، لَاشَيْءَمِنَ الْفَلَكِ بِمُتَحَرَّكٍ بِالدَّوَام، مَاأَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا بِالدَّوَام، وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِالدَّوَام، مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ بِالدَّوَامِ، وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ بِالدَّوَامِ، لَا شَيْءَ مِنَ الْفَرَسِ بِإِنْسَانٍ بِالدَّوَامِ.

۴۔دائمہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ:

دائمہ مطلقہ کو دائمہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حکم دوام کا ہوتا ہے اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ دوام کو وصف عنوانی کیساتھ مقید نہیں کیا گیا ہے[2]۔

۵۔ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ میں نسبت:

ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے،ضروریہ مطلقہ اخص ہے اوردائمہ مطلقہ اعم ہے، کیونکہ ضرورۃ کامفہوم یہ ہے کہ محمول کی نسبت کاموضوع سے جدا ہونا ممتنع اور محال ہے اوردوام کامفہوم یہ ہے کہ محمول موضوع سے جدا ہوسکتا ہے، لیکن وہ نسبت موضوع کے لیے تمام زمانوں اوراوقات میں ثابت رہتا ہے تو جب نسبت کاموضوع سے جدا ہونا محال ہوگا تو وہ لامحالہ موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہوگی، لہذا جہاں ضروریہ مطلقہ صادق ہوگا وہاں دائمہ مطلقہ بھی صادق ہوگا،لیکن جب نسبت موضوع

---

[1] حاشیہ ابن مامون:۳۱، تحریرالقواعدالمنطقیہ:۲۷۹،القواعدالجلیہ:۲۶۲۔

[2] حاشیہ ابن مامون:۳۱، تحریرالقواعدالمنطقیہ:۲۷۹،القواعدالجلیہ:۲۶۲۔

کے لیے اس کے وجود کے تمام اوقات میں متحقق ہو تو اس کا موضوع سے جدا ہونا محال نہیں، بلکہ ممکن ہے اور امکان کا وقوع چونکہ ضروری نہیں، اس لیے اس کا عکس یعنی امتناع بھی ضروری نہیں، لہذا جہاں دائمہ مطلقہ صادق ہو گا وہاں ضروریہ مطلقہ کا صادق ہونا ضروری نہیں[1]۔

۶۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ کو تغلیباً دائمتین اور مطلقتین بھی کہتے ہیں[2]۔

قاعدہ نمبر ۲: دائمہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا ذات موضوع کے لیے دائمی طور پر ثبوت یا محمول کا موضوع سے دائمی سلب کا حکم لگایا جاتا ہے اس وقت تک جب تک ذات موضوع موجود ہے۔ خواہ محمول کا موضوع کے لیے ثبوت یا سلب ضروری ہو یا ضروری نہ ہو، مثلا ہر ستارہ جب تک ستارہ ہے گردش میں ہے، کوئی بھی انسان جب تک انسان ہے پتھر نہیں ہو سکتا[3]۔

قاعدہ نمبر ۳: دائمہ مطلقہ میں بھی ضروریہ مطلقہ کی طرح "مادام ذات الموضوع موجوداً" کی قید ملحوظ ہے[4]۔

قاعدہ نمبر ۴: دائمہ مطلقہ میں خواہ محمول کا موضوع کے لیے ثبوت یا سلب ضروری ہو یا ضروری نہ ہو اور خواہ ثبوت کا سلب ممکن باالامکان الخاص ہو، یا ممتنع الثبوت ہو اور یا ممتنع السلب ہو۔

قاعدہ نمبر ۵: دائمہ مطلقہ میں جہت قضیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس معین مدت میں محمول موضوع کے لیے دائمی طور پر ثابت ہے، مثلا ہر مومن قید خانے میں ہے جب تک وہ دنیا میں ہے[5]۔

قاعدہ نمبر ۶: ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، ضروریہ مطلقہ اخص مطلق اور دائمہ مطلقہ اعم مطلق ہے، یعنی مفہوم کے اعتبار سے دوام قضیہ ضروریہ سے اعم تر ہے۔ کیونکہ دوام کا معنی موضوع کے لیے محمول کا تمام اوقات میں موضوع کے لیے مستمر طور پر ثابت ہونا ہے، چاہے محمول موضوع کے لیے ضروری ہو اور ممکن ہے ضروری نہ ہو۔ قضیہ ضروریہ میں بھی محمول اپنے موضوع سے جدا نہیں ہوتا بلکہ قضیہ ضروریہ میں محمول کا موضوع سے جدا ہونا محال اور ممتنع ہے۔ ضرورت کی نوعیت کے قضیہ میں یقینا محمول اپنے موضوع کے لیے ہر صورت میں ثابت ہو گا جب تک ذات موضوع موجود ہے۔ لیکن قضیہ دائمہ کی دلالت ضرورت کے علاوہ غیر ضرورت پر بھی ہے اس لیے قضیہ دائمہ کو ضرورت سے اعم تر قرار دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے مناطقہ کہتے ہیں: "کل ضروری فھو دائم، ولیس کل دائم بضروری"[6]۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۹۔
(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۹۔
(۳) حاشیہ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۹، القواعد الجلیہ: ۲۶۲، توضیح المنطق: ۱۸۷۔
(٤) حاشیہ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۹، القواعد الجلیہ: ۲۶۲، توضیح المنطق: ۱۸۷۔
(٥) حاشیہ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۹، توضیح المنطق: ۱۸۷۔
(٦) حاشیہ ابن مامون: ۳۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۹، توضیح المنطق: ۱۸۷۔

قاعدہ نمبر ۷: دوام کا بھی ضرورۃ کی طرح یا تعلق ذات موضوع کیساتھ ہوتا ہے اور یا عنوان موضوع کیساتھ۔ اور اگر موضوع سے ذات عنوان منتفی ہو تو ذات موضوع باقی نہیں رہتا اور جب عنوان موضوع منتفی ہو تو ذات موضوع اپنے حال پر باقی رہتا ہے۔

۷۔ تمرین:

(الف)۔ دائمہ مطلقہ کی تعریف کریں۔

(ب)۔ دائمہ مطلقہ کی اقسام اور وجہ تسمیہ بیان کریں۔

(ج)۔ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں کیا نسبت ہے؟

(د)۔ درج ذیل قضایا میں دائمہ مطلقہ کی اقسام وانواع کی نشاندہی کریں، نیز منطقی ترکیب کریں۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ بِالدَّوَامِ، إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ بِالدَّوَامِ، حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ بِالدَّوَامِ، لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِى الْآخِرَةِ بِالدَّوَامِ، وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيزٍ بِالدَّوَامِ، الْإِسْمُ مُسْتَقِلٌّ بِالمَفْهُوْمِيَّتِ بِالدَّوَامِ، إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِالدَّوَامِ، إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِيْنٌ بِالدَّوَامِ، كُلُّ حَيَوَانٍ مَاشٍ بِالْقُوَّةِ بِالدَّوَامِ، الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ بِالدَّوَامِ، مَا لَنَا مِنْ مَحِيصٍ بِالدَّوَامِ، الْعِلْمُ نَافِعٌ بِالدَّوَامِ، الْخَمْرُ أُمُّ الْفَوَاحِشِ بِالدَّوَامِ، مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ بِالدَّوَامِ، الْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ بِالدَّوَامِ، الْخَيْرُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ بِالدَّوَامِ، الْخَيْرُ مَعْقُوْدٌ فِىْ نَوَاصِى الْخَيْلِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ بِالدَّوَامِ، لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ بِالدَّوَامِ، الْغَيْرَةُ مِنَ الْإِيْمَانِ وَالْبَذَاءُ مِنَ النِّفَاقِ بِالدَّوَامِ، لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ بِالدَّوَامِ، فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ بِالدَّوَامِ، فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحْرِ، مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنْ اسْتَحَلَّ مَحَارِمُهُ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁ ......إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِيْنٌ بِالدَّوَامِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ دائمہ مطلقہ۔

"إِنَّ" اداتِ غیر زمانیہ... "الشَّيْطَانَ" موضوع... "عَدُوٌّ مُبِيْنٌ" مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "لِلْإِنْسَانِ" متعلق محمول... "بِالدَّوَامِ" جہت دوام ذاتی... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ دائمہ مطلقہ۔

❁ ...... فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ بِالدَّوَامِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ دائمہ مطلقہ۔

”فَاتِحَةُ الْكِتَابِ“مرکب تقییدی موضوع... ”شِفَاءٌ“محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... ”مِنْ كُلِّ دَاءٍ“ متعلق محمول... ”بِالدَّوَامِ“جہت دوام ذاتی... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ دائمہ مطلقہ۔

فصلِ ہفتم: عرفیہ عامہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ میں موجودہ نسبت مختلف کیفیات کیساتھ مکیف ہوتی ہے: کبھی کیفیتِ وجوب کیساتھ، کبھی کیفیتِ دوام کیساتھ، کبھی کیفیت امکان کیساتھ، کبھی کیفیت امتناع کیساتھ اور کبھی کیفیتِ فعلیت کیساتھ۔ اب دوام وصفی کا مطلب یہ ہے کہ جس میں محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کا سلب ذات موضوع سے دائمی ہو، جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کیساتھ متصف ہو، دوام وصفی میں وصف سے مراد ذاتِ موضوع کا کسی صفت یا حالت سے متصف ہونا ہے۔ دوام وصفی میں جب محمول کو دائمی طور پر موضوع کے لیے ثابت کیا جاتا ہے تو اس شرط اور قید کیساتھ حمل کیا جاتا ہے کہ جب تک ذاتِ موضوع اس صفت کے ساتھ متصف اور مربوط ہے اس وقت تک محمول دائماً اس موضوع کے لیے ثابت ہے۔ لیکن اگر موضوع اس صفت کے ساتھ متصف نہ رہے تو ایسی صورت میں محمول کو موضوع پر حمل کرنا دائمی اور ہمیشگی کے طور پر ثابت نہیں ہوگا[1]۔

۲۔ عرفیہ عامہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ أَوْ بِدَوَامِ سَلْبِهِ عَنْه مَا دَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْصُوْفاً بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِيِّ[2]. / هِيَ مَا كَانَتْ مُشْتَمِلَةً بِالدَّوَامِ الْوَصْفِيِّ.

عرفیہ عامہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کے ثبوت یا موضوع سے محمول کی نفی کے دائمی ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف رہے، بالفاظِ دیگر عرفیہ عامہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا اس وقت تک محال ہو جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف ہو۔

۳۔ عرفیہ عامہ کی اقسام:

عرفیہ عامہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ عرفیہ عامہ موجبہ (ب)۔ عرفیہ عامہ سالبہ

(الف)۔ عرفیہ عامہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ مَا دَامَ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ مَوْصُوْفاً بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِيِّ[3].

عرفیہ عامہ موجبہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کے ثبوت کے دائمی ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جب

---

(1) حاشیہ ابن مامون: ۳۱۔

(2) اساس الاقتباس: ۱۳۴، شرح المنظومہ: ۵۶، الجوہر النضید: ۵۴، حاشیہ ابن مامون: ۳۱، القواعد الجلیہ: ۲۶۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۳۔

(3) حاشیہ ابن مامون: ۳۱، القواعد الجلیہ: ۲۶۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۳، توضیح المنطق: ۱۸۸۔

تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف ہو، جیسے:"كل كاتب متحرك الأصابع مادام كاتبا"،اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ ذاتِ کاتب کے لیے تحریک الاصابع کا ثبوت اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات وصفِ کتابت کیساتھ متصف رہے، عرفیہ عامہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

الزَّانِيْ فَاسِقٌ مَادَامَ زَانِياً، الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيٌّ ء مِنَ الْكِبْرِ مَادَامَ بَادِيّاً، الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ مَادَامَ جَالِباً، الْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ مَادَامَ مُحْتَكِراً، الْحَاجُّ فِيْ ضَمَانِ اللهِ مُقْبِلاً مُدْبِرًا مَادَامَ حَاجًّا، الْفَاسِقُ حَبٌّ لَئِيْمٌ مَادَامَ فَاسِقاً، الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزَلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ مَادَامَ طَاعِماً شَاكِراً، المؤذِنُ دَاعِيَ اللهِ، كُلُّ صَائِمٍ مُمْسِكٌ عَنِ الْأَكْلِ مَادَامَ صَائِماً.

(ب)۔ عرفیہ عامہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِدَوَامِ سَلْبِ الْمَحْمُوْلِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ مَا دَامَ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ مَوْصُوْفاً بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِيِّ[1].

عرفیہ عامہ سالبہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع سے محمول کی نفی کے دائمی ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف ہو، جیسے:"لا شيءمن الكاتب بساكن الأصابع مادام كاتبا"،اس قضیہ میں کاتب سے سکون اصابع کی نفی کی گئی ہے جب تک وہ وصفِ کتابت کیساتھ متصف رہے، عرفیہ عامہ سالبہ دیگر مثالیں یہ ہیں:

لَا شَيْءَ مِنَ الْمُصَلِّ بِمُحْدَثٍ مَادَامَ مُصَلِّياً، الزَّانِيْ لَيْس بِمُطِيْعٍ مَادَامَ زَانِياً، الْفَاسِقُ لَيْس بِمُطِيْعٍ مَادَامَ فَاسِقاً، الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ لَيْسَ بِمُتَكَبِراً مَادَامَ بَادِيّاً، الْجَالِبُ لَيْس مَلْعُوْناً مَادَامَ جَالِباً، الْمُحْتَكِرُ لَيْس بِمَرْزُوْقٍ مَادَامَ مُحْتَكِراً، الْعَالِمُ لَيْس بِخَائِنٍ مَا دَامَ عَالِماً، لَا شَيْءَ مِنَ الْخَيَّاطِ بِآخِذِالْقَلَمِ مَادَامَ خَائِطاً.

۴۔ عرفیہ عامہ کی وجہ تسمیہ:

عرفیہ عامہ کو عامہ اس لیے کہتے ہیں کہ جب یہ قضیہ بصورتِ سالبہ اور جہت یعنی بالدوام ذکر نہ کی جائے تو اہل عرف عوام الناس اسے یہی سمجھتے ہیں جو جہت کے ذکر کرنے کے وقت مراد ہوتے ہیں، مثلاً جب کہا جائے:"لا شيءمن النائم بمستيقظ"بغیر جہت کے تو اس وقت بھی اس سے وہی معنی سمجھ میں آئے گا جو معنی جہت کے ذکر کرنے کے وقت سمجھ میں آتا ہے، یعنی دائمی طور پر کوئی سونے والا بیدار نہیں جب تک وہ سوتا رہے۔ چونکہ یہ معنی عرف عام سے ماخوذ ہیں اس لیے اس قضیہ کو عرف کی طرف منسوب کرکے عرفیہ کہا جاتا ہے۔ نیز اس کو عرفیہ عامہ اس لیے بھی کہتے ہیں کہ یہ اس عرفیہ خاصہ سے عام ہے جس کا بیان مرکبات میں آئے گا[2]۔

---

[1] حاشیہ ابن مامون:۱۳۱، القواعد الجلیہ:۲۶۳، تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۳، توضیح المنطق:۱۸۸۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۳۔

۵۔ عرفیہ عامہ اور مشروطہ عامہ میں نسبت:

عرفیہ عامہ اور مشروطہ عامہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، عرفیہ عامہ اعم مطلق ہے اور مشروطہ عامہ اخص مطلق ہے، جہاں مشروطہ عامہ صادق ہو گا وہاں عرفیہ عامہ بھی صادق ہو گا اور جہاں عرفیہ عامہ صادق ہو وہاں مشروطہ عامہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، کیونکہ مشروطہ عامہ میں ضرورتِ وصفیہ کا حکم ہوتا ہے اور عرفیہ عامہ میں دوام وصفی ہوتا ہے اور جہاں ضرورت وصفیہ پائی جائے گی وہاں دوام وصفی کا پایا جانا بھی ضروری ہے، لہذا جب مشروطہ عامہ صادق ہو گا تو عرفیہ عامہ بھی صادق ہو گا اور جہاں دوام وصفی ہو وہاں ضرورتِ وصفیہ کا ہونا ضروری نہیں ہے، لہذا جہاں عرفیہ عامہ صادق ہو گا وہاں مشروطہ عامہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، جیسے: "كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا"، اس قضیہ میں ضرورت وصفیہ کا حکم ہے، یعنی کتابت کی شرط کیساتھ ذاتِ کاتب کی انگلیوں کے ہلنے کی ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہے جب تک وہ لکھتا رہے گا دائمی طور پر اس کے انگلیوں میں حرکت ہوتی رہے گی، یہ مادہ اجتماعیہ ہے اور "كل كاتب متحرك الأصابع بالدوام مادام كاتبا"، یہ قضیہ عرفیہ عامہ ہے، کیونکہ اس میں دوام وصفی پایا جارہا ہے، لیکن یہ مشروطہ عامہ نہیں، کیونکہ وصف کتابت جو تحرک اصابع کی شرط ہے یہی کاتب کے لیے ضروری نہیں تو تحرک اصابع جو کہ شرط ہے یہ بھی ضروری نہ ہو گا[1]۔

۶۔ عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ میں نسبت:

عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، ضروریہ مطلقہ اخص ہے اور عرفیہ عامہ اعم ہے، جہاں ضروریہ مطلقہ صادق ہو گا وہاں عرفیہ عامہ بھی صادق ہو گا، کیونکہ جہاں ضرورت موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہو وہاں وصف کے تمام اوقات میں بھی دوام صادق ہو گا، جیسے: "كل إنسان حيوان بالضرورة"، مادہ اجتماعہ ہے، اس میں عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ دونوں صادق ہیں۔ کیونکہ اس میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ ذاتِ انسان کے لیے حیوان کا ہونا ضروری ہے جب تک کہ وہ انسان رہے تو چونکہ اس میں ضرورت موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہے اور جہاں ضرورت موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہو وہاں وصف کے تمام اوقات میں بھی دوام صادق ہو گا، لیکن جہاں وصف کے تمام اوقات میں دوام صادوق ہو تو وہاں ذات کے تمام اوقات میں ضرورت کا صادق ہونا ضروری نہیں، جیسے: "كل كاتب متحرك الأصابع بالدوام مادام كاتبا"، اس قضیہ میں اس بات کا حکم لگایا گیا ہے کہ ذات کاتب کے لیے وصف کتابت کیساتھ متصف ہونے کے وقت اس کی انگلیوں کا ہلنا دائمی ہے تو یہاں عرفیہ عامہ صادق ہے، لیکن ضروریہ مطلقہ صادق نہیں[2]۔

۷۔ عرفیہ عامہ اور دائمہ مطلقہ میں نسبت:

عرفیہ عامہ اور دائمہ مطلقہ میں بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، جہاں دائمہ مطلقہ صادق ہو گا وہاں عرفیہ عامہ بھی صادق ہو گا، جیسے: "كل ماش متحرك القدم بالدوام مادام ماشياً"، یہ مادہ اجتماعیہ ہے، اس قضیہ میں دائمہ مطلقہ اور عرفیہ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۴۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۳۔

دونوں صادق ہیں، کیونکہ اس میں دوام ذاتی کا حکم ہے اور جہاں موضوع کے تمام اوقات میں دوام صادق ہو وہاں وصف کے تمام اوقات میں بھی دوام صادق ہوگا اوراس کا برعکس نہ ہوگا، جیسے: "كل خطيب متحرج الشفتين مادام خطيباً"، (ہر خطیب اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے والا ہے جب تک وہ تقریر کر رہا ہے)، یہ مادہ افتراقیہ ہے یہاں عرفیہ عامہ تو صادق ہے، لیکن دائمہ مطلقہ صادق نہیں[1]۔

۸۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: مناطقہ مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کو تغلیباً عامتان یعنی دو عمومی قضیہ بھی کہا جاتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲: ہر وہ قضیہ جو دوام وصفی پر مشتمل ہو اسے عرفیہ عامہ کہتے ہیں[2]۔

قاعدہ نمبر ۳: عرفیہ عامہ میں محمول موضوع کے لیے دائمی طور پر ثابت یا سلب ہے اس شرط کے ساتھ کہ ذاتِ موضوع صفت کے ساتھ متصف ہو۔ یہ قضیہ اس اعتبار سے کہ اس میں محمول کے حمل کی شرط موضوع کا وصف سے متصف ہونا ہے مشروطہ عامہ سے مشابہ ہے[3]۔

قاعدہ نمبر ۴: عرفیہ عامہ دو کلمات عرفیہ اور عامہ سے مرکب ہے۔ اس کو عرفیہ عرف کی وجہ سے کہتے ہیں کہ عرف قضیہ موجبہ اور قضیہ سالبہ سے مطلق صورت میں یہی معنی سمجھتی ہے، مثلاً كل كاتب متحرك الأصابع، عرف جب اس قضیہ کو سنتی ہے تو یہ سمجھتی ہے کہ محمول دائمی طور موضوع کے لیے جب تک وہ حالتِ کتابت میں ہے کے لیے ثابت ہے۔ جبکہ عامہ کہنے کی وجہ اس کا خاصہ کے مقابلے میں ہونا ہے۔

قاعدہ نمبر ۵: جس طرح مشروطہ عامہ میں ضرورۃ موضوع کی وصف عنوانی کیساتھ مشروط تھی تو اسی طرح عرفیہ عامہ میں بھی دوام موضوع کی وصف عنوانی کیساتھ مشروط ہے، یعنی ان دونوں میں جہت بقاءِ عنوان موضوع قدر مشترک ہے[4]۔

۹۔ تمرین:

(الف)۔ عرفیہ عامہ کی تعریف بیان کریں۔

(ب)۔ عرفیہ عامہ کی اقسام بیان کریں۔

(ج)۔ عرفیہ عامہ اور مشروطہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟ نیز عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ میں کیا نسبت ہے؟

(د)۔ عرفیہ عامہ اور دائمہ مطلقہ میں کیا نسبت ہے؟

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۴۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۴۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۴۔

(٤) حاشیہ ابن مامون: ۱۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۴۔

(ھ)۔ درج ذیل قضایا میں عرفیہ عامہ کی اقسام وانواع کی نشاندہی کریں، نیز منطقی ترکیب کریں۔

إِنَّ المنَافِقِيْنَ فِی الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِمَادَامُوْامُنَافِقِيْنَ، إِنَّمَاالمؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ مَادَامُوْامُؤْمِنِيْناً، الْكَافِرُظَالِمٌ مَادَامَ كَافِراً، إِنَّمَاالمشْرِكُوْنَ لَيْسُوْا مُطَّهَرِيْنَ مَادَامُوْامُشْرِكِيْنَ، الزَّانِیْ فَاسِقٌ مَادَامَ زَانِياً، الْفَاسِقُ حَبٌّ لَئِيْمٌ مَادَامَ فَاسِقاً، الْإِمَامُ ضَامِنٌ مَادَامَ إِمَاماً، المؤْمِنُ مِرْآةُ المؤْمِنِ مَادَامَ مُؤْمِناً، طَالِبُ الْعِلْمِ رُكْنُ الإِسْلَامِ مَادَامَ طَالِبُ الْعِلْمِ، الْلَئِيْمُ لَيْسَ بِشَرِيْفٍ مَادَامَ لَئِيْماً، التَّاجِرُ الْأَمِيْنُ الصُّدُوْقِ المسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْم الْقِيَامَةِ مَادَامَ تَاجِراً، عَائِدُ المرِيْضِ يَخُوْضُ فِی الرَّحْمَةِ مَادَامَ عَائِداً، الْعَالِمُ أَمِيْنُ الله فِی الْأَرْضِ مَادامَ عِالمِاً، المجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ الله كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ الله لَا يَفطَرُ مِنْ صَوْمٍ وَلَاصَدَقَةٍ حَتَّی يَرْجِعَ المجَاهِدُ إِلَی أَهْلِهِ مَادَامَ مُجَاهِداً، الزَّانِیْ بِحَلِيْلَةِ جَارِهِ لَايَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِ، المؤْمِنُ الْقَوِیُّ كَمَثَلِ النَّخْلَةِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ...... إِنَّمَاالمؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ مَادَامُوْامُؤْمِنِيْناً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ عرفیہ عامہ۔ ''إِنَّمَا''اداتِ غیر زمانیہ... ''المؤْمِنُوْنَ''موضوع... ''إِخْوَةٌ''محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... '' مَادَامُوْا مُؤْمِنِيْناً'' جہت دوام وصفی... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ عرفیہ عامہ۔

۞ ......الْكَافِرُظَالِمٌ مَادَامَ كَافِراً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ عرفیہ عامہ۔ ''الْكَافِرُ''موضوع... ''ظَالِمٌ''محمول بحمل المواطاۃ، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... ''مَادَامَ كَافِراً''جہت دوام وصفی... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ عرفیہ عامہ۔

فصلِ ہشتم: مطلقہ عامہ کا بیان

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ میں موجودہ نسبت مختلف کیفیات کیساتھ مکیف ہوتی ہے: کبھی کیفیتِ وجوب کیساتھ، کبھی کیفیتِ دوام کیساتھ، کبھی کیفیت امکان کیساتھ، کبھی کیفیت امتناع کیساتھ اور کبھی کیفیتِ فعلیت کیساتھ۔ اب فعلیت دوام کی ضد ہے اس لیے فعلیت کو "لادوام" سے بھی تعبیر کرتے ہیں، فعلیت اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ہو، جیسے: "كل إنسان ضاحك بالفعل"، (ہر انسان بالفعل ہنسنے والا ہے)، یعنی ہنسا کسی وقت پایا جاتا ہے، ہر وقت نہیں پایا جاتا ہے۔ اور اسی طرح فعلیت کو بالفعل اور بالاطلاق العام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے: "كل إنسان ضاحك بالإطلاق العام" اور "كل انسان ضاحك بالفعل".

۲۔ مطلقہ عامہ کی تعریف:

هِیَ الَّتِیْ حُکِمَ فِیْهَا بِثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْه بِالْفِعْلِ./ هِیَ مَا کَانَتْ مُشْتَمِلَةً بِالْفِعْلِیَّةِ[۱].

مطلقہ عامہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی زمانہ میں ہو، بالفاظِ دیگر وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کے بالفعل پائے جانے کا حکم لگا گیا ہو، یا موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل حکم لگایا گیا ہو، بالفعل کا مطلب یہ ہے کہ اس قضیہ میں تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں موضوع کے لیے محمول کو ثابت کیا گیا ہو، یا تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو۔

۳۔ مطلقہ عامہ کی اقسام:

مطلقہ عامہ کی ایجاب و سلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ مطلقہ عامہ موجبہ (ب)۔ مطلقہ عامہ سالبہ

(الف)۔ مطلقہ عامہ موجبہ کی تعریف:

هِیَ الَّتِیْ حُکِمَ فِیْهَا بِثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ بِالْفِعْلِ[۲].

مطلقہ عامہ موجبہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کا ثبوت ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی زمانہ میں ہو، بالفاظِ دیگر وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کے بالفعل پائے جانے کا حکم لگا گیا ہو، جیسے: "كل إنسان متنفس

---

(۱) الاشارات مع شرح الطوسی: ۹۶/۱، اساس الاقتباس: ۱۳۹، شرح المطالع: ۱۵۴، الجوہر النضید: ۵۲، التحصیل: ۶۰، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۴۔

(۲) الاشارات مع شرح الطوسی: ۹۶/۱، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۴، القواعد الجلیہ: ۲۶۴۔

بالفعل / یابالإطلاق العام"،اس قضیہ میں بالفعل انسان کے لیے سانس لینے کو ثابت کیا گیا ہے،یعنی یہ حکم لگایا ہے کہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں انسان ضرور سالنس لیتا ہے ایسا نہیں کہ وہ پوری زندگی میں کبھی بھی سانس نہ لے۔ مطلقہ عامہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

الْكَذِبُ مُجَانِبُ الْإِيْمَانِ بِالْفِعْلِ، الْكَحْلُ فِي الْعَيْنَيْنِ يُنْبِتُ الْأَضْرَاسَ بِالْفِعْلِ، السِّوَاكُ فِي الْفَمْ يَجْلُوْ الْبَصَرَ بِالْفِعْلِ، الْكَذِبُ يَنْقُصُ الرِّزْقَ بِالْفِعْلِ، الْكِذْبُ يُسَوِّدُ الْوَجْهَ بِالْفِعْلِ، النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالْفِعْلِ، النَّصْرُ مَعَ الصَّبْرُ وَالْفَرَجُ مَعَ الْكَرَبِ بِالْفِعْلِ، بَابُ التَّوْبَةِ مَفْتُوْحٌ بِالْفِعْلِ، الذُّبَابُ فِيْ أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءٌ وَفِي الْآخَرَ شِفَاءٌ بِالْفِعْلِ.

(ب)۔ مطلقہ عامہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ الْمَحْمُوْلِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ بِالْفِعْلِ[1].

مطلقہ عامہ سالبہ وہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع سے محمول کا سلب ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی زمانہ میں ہو،بالفاظِ دیگر وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل حکم لگایا گیا ہو،جیسے:"لا شیءمن الإنسان بمتنفس بالفعل"،اس قضیہ میں بالفعل انسان سے سانس لینے کی نفی کی گئی ہے،یعنی یہ حکم لگایا گیا ہے کہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں انسان سانس نہیں لیتا،بلکہ کسی زمانہ میں سانس لیتا ہے اور کسی زمانہ میں سانس نہیں لیتا اور کسی زمانہ میں سانس لینے کے ثبوت کا حکم اور کسی زمانہ میں سانس لینے کی نفی کے حکم کا نام مطلقہ عامہ ہے،مطلقہ عامہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

لَا شَيْءَ مِنَ الصِّدْقِ بِمُجَانِبِ الْإِيْمَانِ بِالْفِعْلِ، بَعْضُ الْمُتَعَلِّمِ لَمْ يَحْفَظِ الدَّرْس، لَاشَيْءَمِنَ الْعُلَمَاءِ بِمُغَادِرٍ، لَا شَيْءَ مِنَ الصِّدْقِ بِنَاقِصِ الرِّزْقِ بِالْفِعْلِ، بَابُ التَّوْبَةِلَيْس بِمُغْلَقٍ بِالْفِعْلِ، الْعَالِمُ لَيْس بِمَنْطِقِيٍّ بِالْفِعْلِ، الطَّالِبُ لَيْسَ بِمُجْتَهِدٍ بِالْفِعْلِ.

۴۔ مطلقہ عامہ کی وجہ تسمیہ:

مطلقہ عامہ کو مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ مطلق کے معنی ہیں: آزاد کیا ہوا اور چونکہ اس قضیہ میں ضرورت،دوام،لاضرورۃ اور لادوام میں سے کسی جہت کی قید نہیں ہوتی،تو گویا کہ یہ قضیہ قیود سے آزاد ہے،نیز قضیہ جب تمام قیود سے خالی ہو تو اس سے نسبت کی فعلیت مفہوم ہوتی ہے اور یہ معنی چونکہ قضیہ مطلقہ کا مفہوم ہے اس لیے اسے مطلقہ کہتے ہیں اور عامہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ قضیہ وجودیہ لاضروریہ اوروجودیہ لادائمہ سے عام ہوتا ہے[2]۔

۵۔ مطلقہ عامہ،ضروریہ مطلقہ،دائمہ مطلقہ،مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں نسبت:

مطلقہ عامہ،ضروریہ مطلقہ،دائمہ مطلقہ،مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے،یہ چاروں قضایا اخص

---

(۱) الاشارات مع شرح الطوسی:۹۶/۱،تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۴،القواعد الجلیہ:۲۶۴۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۴،القواعد الجلیہ:۲۶۴۔

ہیں اور مطلقہ عامہ اعم ہے، کیونکہ جب ضرورۃ یا دوام ذات کا وصف کے لحاظ سے صادق ہوگی تو وہاں نسبت فعلیت بھی ہوگی، لہٰذا ان قضایا اربعہ میں سے جو قضیہ بھی صادق ہوگا تو مطلقہ عامہ بھی ضرور صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس نہیں، کیونکہ نسبت کی فعلیت سے اس کا ضروری یا دائمی ہونا لازم نہیں[1]۔

٦۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: فعلیت کو لادوام، بالفعل اور اطلاق عام بھی کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲: مطلقہ عامہ کی مثال میں محمول جب فعل لایا جائے تو اس میں بالفعل کے ذکر کی ضرورت نہیں ہوتی، کیونکہ افعال میں احد الازمنۃ الثلاثۃ کا مفہوم خود موجود ہے، لیکن محمول جب اسم لاجائے تو بالفعل کا ذکر ضروری ہے، بالفعل کا مطلب ہے کہ محمول کا ثبوت یا سلب فی احد الازمنۃ الثلاثۃ متحقق ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: متقدمین مناطقہ کے نزدیک مطلقہ عامہ کو موجہات میں شمار کرنا محل نظر ہے، کیونکہ مطلقہ میں کوئی جہت نہیں پائی جاتی۔ اس لیے کہ متقدمین کے نزدیک جہات تین (وجوب، امتناع، امکان خاص) ہیں، البتہ متاخرین فعلیت کو جہت مانتے ہیں، اس لیے کہ اس میں جہت قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اس لیے ان کے نزدیک مطلقہ عامہ کو موجہات میں شمار کیا جاتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۴: اگر محمول کو ایک موضوع پر بالفعل کسی ایک زمانے یا وقت میں حمل کیا جاتا ہے اس اعتبار سے اس کو قضیہ فعلیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب کسی معین زمانہ یا وقت میں محمول کو بالفعل موضوع پر حمل کیا جائے تو اس کو ضرورت بشرط محمول کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۵: مطلقہ عامہ تمام قضایا بسیطہ میں سب سے اعم ہے۔

قاعدہ نمبر ۶: مطلقہ عامہ میں نسبت بالفعل واقع ہوتی ہے اور یہ نسبت حیز قوت سے حیز فعل میں منتقل ہو جاتی ہے۔

قاعدہ نمبر ۷: فعلیت دوام کی ضد ہے۔

۷۔ تمرین:

(الف)۔ مطلقہ عامہ کی تعریف بیان کریں۔

(ب)۔ مطلقہ عامہ کی اقسام و وجہ تسمیہ بیان کریں۔

(ج)۔ مطلقہ عامہ، ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟

(د)۔ درج ذیل قضایا میں مطلقہ عامہ کی اقسام کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِوَالمنْكَرِبِالْفِعْلِ، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموْتِ بِالْفِعْل، إِنَّ اللهَ يَفْعَلُ مَايُرِيْدُبِالْفِعْلِ، إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِى الجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ، أولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِبِالْفِعْلِ، الجْمَاعَةُ

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۴، القواعد الجلیہ: ۲۶۴۔

رَحْمَةٌ وَالْفُرْقَةُ عَذابٌ بِالْفِعْلِ، تَلْفَحُ وُجُوْهُهُم النَّارُوَهُمْ فِيْهِ كَالِحُوْنَ بِالْفِعْلِ، يَبْعَثُ كُلَّ عَبْدٍعَلَى مَامَاتَ عَلَيْهِ بِالْفِعْلِ، أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، الطُّلَابُ مُجْتَهِدُوْنَ بِالْفِعْلِ، زَيْدٌيَأْكُلُ الطَّعَامَ بِالْفِعْلِ، زَيْدٌيَقْرَءُالْقُرْآنَ بِالْفِعْلِ، أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُوْلُ الْقِيَامِ وَأَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جَهْدُ الْمُقِلِّ بِالْفِعْلِ، أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الصَّلَاةِبِالْفِعْلِ، الْبَنَاتُ هُنَّ الْمُشْفِقَاتُ الْمُجْهِزَاتُ الْمبَارَكَاتُ، الْجَماعَةُ بَرَكَةٌ وَالسُّحُوْرُ بَرَكَةٌ وَالثَّرِيْدُ بَرَكَةٌبِالْفِعْلِ، الْجُلُوسُ مَعَ الْفُقَرَاءِ مِنَ التَّوَاضُعِ، الْكَلِمَةُ الْحَكْمَةُ ضَالَّةُ الْمؤْمِنِ حَيْثُ وَجَدَهَا جَذَبَهَا.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ...... كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموْتِ بِالْفِعْلِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ مطلقہ عامہ۔ ''كُلُّ''سور موجبہ کلیہ ... ''نَفْسٍ''موضوع... ''ذَائِقَةُ الموْتِ''مرکب تقیدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... '' بِالْفِعْل'' جہت فعلیت... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ مطلقہ عامہ۔

۞ ......الْجَماعَةُ بَرَكَةٌ بِالْفِعْلِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ مطلقہ عامہ۔ ''الْجَماعَةُ''موضوع... ''بَرَكَةٌ''محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... '' بِالْفِعْل'' جہت فعلیت... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ مطلقہ عامہ۔

فصل نہم: ممکنہ عامہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

ماقبل یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ قضیہ میں موجودہ نسبت مختلف کیفیات کیساتھ مکیف ہوتی ہے: کبھی کیفیتِ وجوب کیساتھ، کبھی کیفیتِ دوام کیساتھ، کبھی کیفیت امکان کیساتھ، کبھی کیفیت امتناع کیساتھ اور کبھی کیفیتِ فعلیت کیساتھ۔ اب امکان کا معنی ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے محال نہ ہو، بلکہ ممکن ہو، یعنی جس میں حکم کی جانب مخالف کے ضروری نہ ہونے کا حکم لگایا ہو اور جانب مخالف کے ضروری نہ ہونے کا نام ہی امکان عام ہے اور جب جانب مخالف ضروری نہیں تو ممکن ہے، اب رہا یہ سوال کہ کونسی جانب موافق اور کون جانب مخالف کہلاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ میں اگر موضوع کے لیے کسی چیز کا ثبوت کا حکم لگایا گیا ہو تو ایجاب جانب موافق کہلائے گا اور سلب جانب مخالف کہلائے گا اور اگر قضیہ میں موضوع کے لیے کسی چیز کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو تو یہ سلب جانب موافق کہلائے گا اور ایجاب جانب مخالف۔ یعنی قضیہ میں جو حکم ہوگا وہ جانب موافق کہلائے گا اور اس کا عکس جانب مخالف کہلائے گا۔

علامہ قطب الدین رازیؒ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ اگر قضیہ میں ایجاب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم سلب کی ضرورت کا سلب ہوگا، یعنی موجبہ میں اس بات کا حکم ہوگا کہ سلب جو ایجاب کی جانبِ مخالف ہے وہ ضروری نہیں اور اگر قضیہ میں سلب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم ایجاب کی ضرورت کا سلب ہوگا، یعنی سالبہ میں اس بات کا حکم ہوگا کہ ایجاب جو سلب کی جانب مخالف سے وہ ضروری نہیں[1]۔

۲۔ ممکنہ عامہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ الضَّرُوْرَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنِ الجَانِبِ الْمُخَالِفِ لِلْحُكْمِ./ هِيَ مَا كَانَتْ مُشْتَمِلَةً بِالْإِمْكَانِ العَام[2].

ممکنہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم کی جانب مخالف سے ضرورت مطلقہ کے سلب کا حکم ہو تو اگر قضیہ میں ایجاب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم سلب کی ضرورت کا سلب ہوگا، اس لیے کہ ایجاب کی جانب مخالف سلب ہی ہے اور اگر قضیہ میں سلب کا حکم ہو تو اس کا مفہوم ایجاب کی ضرورت کا سلب ہوگا، اس لیے کہ سلب کی جانب مخالف یہی ہے۔ بالفاظِ دیگر ممکنہ عامہ وہ قضیہ موجہہ ہے جو امکان عام پر مشتمل ہو، جیسے: "كل نار حارة بالإمكان العام"، (ہر آگ گرم ہے امکان عام کیساتھ)۔ اس قضیہ میں آگ کے گرم ہونے کا حکم دیا گیا ہے امکان عام کیساتھ، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آگ کے لیے گرم ہونا محال نہیں بلکہ ممکن ہے اور گرم نہ ہونا جو کہ گرم ہونے کی

---

(۱) الاشارات مع اشرح الطوسی:۱/۹۵، النجاۃ:۱۷، التحصیل:۶۵، تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۴، اساس الاقتباس:۱۳۷۔

(۲) الاشارات مع شرح الطوسی:۱/۹۵، اساس الاقتباس:۱۳۷، النجاۃ:۱۷، التحصیل:۶۵، حاشیہ ابن مامون:۳۲، القواعد الجلیہ:۲۶۹، شرح المطالع:۱۵۱، الجوہر النضید:۵۱، تحریر القواعد المنطقیہ:۲۷۴۔

جانب مخالف ہے آگ کے لیے ضروری نہیں، یعنی آگ کے لیے گرم نہ ہونا ضروری نہیں اور سالبہ کی مثال یہ ہے:"لا شیء من الحار ببادر بالإمکان العام"،(گرم میں سے کوئی ٹھنڈا نہیں)،اس قضیہ میں امکان عام کے طور پر شئی حار سے ٹھنڈا ہونے کی نفی کی ہے تو گویا کہ حار کے لیے عدم برودت کو ثابت کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ٹھنڈی ہونے کی نفی شئی حار سے محال نہیں، بلکہ ممکن ہے اور عدم برودت کی جانب مخالف یعنی بارد ہونا حار کے لیے ضروری نہیں، گویا ممکنہ عامہ کا مطلب یہ ہو گا کہ موضوع کا محمول کیساتھ بالفعل متصف ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس میں متصف ہونے کی صلاحیت اور استعداد ہے۔

۳۔ ممکنہ عامہ کی اقسام:

ممکنہ عامہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ ممکنہ عامہ موجبہ (ب)۔ ممکنہ عامہ سالبہ

(الف)۔ ممکنہ عامہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ ضَرُوْرَةِ السَّلْبِ[1].

ممکنہ عامہ موجبہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ضرورۃ السلب کا سلب ہو، یعنی جس میں اس بات کا حکم ہو کہ سلب جو ایجاب کی جانبِ مخالف ہے وہ ضروری نہیں، یعنی اگر قضیہ میں ایجاب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم سلب کی ضرورت کا سلب ہو گا، جیسے:"کل نار حارۃ بالإمکان العام"،اس کا مطلب یہ ہوا کہ آگ کے لیے گرم ہونا محال نہیں بلکہ ممکن ہے اور گرم نہ ہونا جو کہ گرم ہونے کی جانب مخالف ہے آگ کے لیے ضروری نہیں، یعنی آگ کے لیے گرم نہ ہونا ضروری نہیں۔ ممکنہ عامہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

الْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ شَرِيْكَانِ فِي الْخَيْرِ بِالإِمْكَانِ العَامِ، الْقُرْآنُ كِتَابُ اللهِ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ، كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ، الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ بِالإِمْكَانِ العَامِ، اَلْعِلْمُ نَافِعٌ بِالإِمْكَانِ العَامِ، الذِّكْرُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ بِالإِمْكَانِ العَامِ، الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ هِيَ اَلْبُشْرَى بِالإِمْكَانِ العَامِ، الزَّكَاةُ قِنْطَرَةُ الْإِسْلَامِ بِالإِمْكَانِ العَامِ.

(ب)۔ ممکنہ عامہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ ضَرُوْرَةِ الإِيْجَابِ[2].

ممکنہ عامہ سالبہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ضرورۃ الایجاب کا سلب ہو، یعنی جس میں اس بات کا حکم ہو کہ ایجاب جو سلب کی جانب مخالف ہے وہ ضروری نہیں، یعنی اگر قضیہ میں سلب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم ایجاب کی ضرورت کا سلب ہو گا، جیسے:"لا شیء من الحار ببادر بالإمکان العام"،اس قضیہ میں امکان عام کے طور پر شئی حار سے ٹھنڈا ہونے کی نفی کی ہے تو گویا کہ حار کے لیے

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۷۴،حاشیہ ابن مامون:۳۲،القواعد الجلیہ:۲۶۹،شرح المطالع:۱۵۱،الجوہر النضید:۵۱۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۷۴،حاشیہ ابن مامون:۳۲،القواعد الجلیہ:۲۶۹،شرح المطالع:۱۵۱،الجوہر النضید:۵۱۔

عدم برودت کو ثابت کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ٹھنڈی ہونے کی نفی شئی حار سے محال نہیں، بلکہ ممکن ہے اور عدم برودت کی جانب مخالف یعنی بارد ہونا حار کے لیے ضروری نہیں۔ ممکنہ عامہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَاشَيْءَمِنَ الْبِدْعَةِ بحَسَنَةٍ بِالإمْكَانِ العَامِ، لَاشَيْءَمِنَ الجَهْلِ بِنَافِعٍ بِالإمْكَانِ العَامِ، شَرِيْكَ الْبَارِيْ لَيْس بِمَوْجُودٍ بِالإمْكَانِ العَامِ، لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشْبَهَ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ بِالإمْكَانِ العَامِ، مَا مِنَ الذِّكْرِ أَفْضَلُ مِنْ لَا إلهَ إلَّا اللهُ بِالإمْكَانِ العَامِ، لَيْسَ مَنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصِبِيَّةٍ بِالإمْكَانِ العَامِ.

۴۔ ممکنہ عامہ کی وجہ تسمیہ:

ممکنہ عامہ کو ممکنہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ جہت امکان پر مشتمل ہوتا ہے اور عامہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ممکنہ خاصہ سے اعم ہے جو مرکبات میں آرہی ہے [1]۔

۵۔ ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ میں نسبت:

ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، مطلقہ عامہ موجبہ اخص مطلق ہے اور ممکنہ عامہ اعم مطلق ہے، کیونکہ مطلقہ عامہ میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے بالفعل ہوتا ہے تو جب محمول کا ثبوت موضوع کے لیے بالفعل ہو گا تو اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ محمول کا سلب موضوع سے ضروری نہ ہو اور سلب کا ضروری نہ ہونا ہی ممکنہ عامہ موجبہ ہے، لہذا جب مطلقہ عامہ صادق ہو گا تو وہاں مطلقہ عامہ موجبہ بھی صادق ہو گا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں ممکنہ عامہ موجبہ صادق ہو تو وہاں مطلقہ عامہ موجبہ بھی صادق ہو، اس لیے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے ممکن تو ہو، لیکن وہ بالکل واقع نہ ہو، اسی طرح ممکنہ عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، مطلقہ عامہ سالبہ اخص ہے اور ممکنہ سالبہ اعم ہے، کیونکہ جب مطلقہ عامہ سالبہ میں محمول کی نفی موضوع سے بالفعل ہے تو ایجاب ضروری نہ ہوا اور ایجاب کا ضروری نہ ہونا ہی ممکنہ عامہ سالبہ ہے، لہذا جب مطلقہ عامہ صادق ہو گا تو ممکنہ عامہ سالبہ بھی صادق ہو گا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جب ممکنہ عامہ سالبہ صادق ہو تو مطلقہ عامہ سالبہ بھی صادق ہو، اس لیے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ امکان تو ہو، لیکن وہ واقع نہ ہو، لہذا مطلقہ عامہ صادق نہیں ہو سکتا [2]۔

۶۔ ممکنہ عامہ، ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں نسبت:

ممکنہ عامہ، ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ اخص ہیں اور ممکنہ عامہ اعم ہے، جہاں ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق آئیں

---

(۱) حاشیہ ابن مامون: ۳۲، القواعد الجلیہ: ۲۶۹، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۴، شرح المطالع: ۱۵۱۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۴، حاشیہ ابن مامون: ۳۲، القواعد الجلیہ: ۲۶۹، شرح المطالع: ۱۵۱۔

گے وہاں ممکنہ عامہ بھی صادق آئے گیا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں، اس لیے کہ مطلقہ عامہ سب سے اعم ہے اور ممکنہ عامہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ اعم کا اعم اعم ہوتا ہے تو جب ممکنہ عامہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے اور مطلقہ عامہ ان چاروں قضایا سے اعم ہوتا ہے تو ممکنہ عامہ باقی قضایا سے بھی اعم ہوا[1]۔

۷۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: ممکنہ عامہ میں موضوع کا محمول کیساتھ بالفعل متصف ہونا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ اس میں متصف ہونے کی صلاحیت اور استعداد ہوتی ہے[2]۔

قاعدہ نمبر ۲: ممکنہ عامہ کی ترکیب دو مختلف الکیف ممکنوں عاموں سے ہوتی ہے جو دونوں لفظ امکان کے ضمن میں سمجھے جاتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳: ممکنہ عامہ تمام قضایا سے اعم ہے، کیونکہ اس میں امکان پایا جاتا ہے اور امکان قوت و فعل دونوں کو شامل ہوتا ہے[3]۔

قاعدہ نمبر ۴: اگر قضیہ ممکنہ عامہ میں جانب موافق ایجاب ہے تو قضیہ میں سلب ضرورۃ العدم اور سلب ضرورۃ السلب ہوگا اور یہ قضیہ ممکنہ عامہ موجبہ ہوگا اور اگر جانب موافق میں سلب ہو تو قضیہ میں سلب ضرورۃ الایجاب ہوگا اور یہ قضیہ ممکنہ عامہ سالبہ ہوگا[4]۔

قاعدہ نمبر ۵: ممکنہ عامہ موجبہ کا معنی سلب ضرورۃ السلب ہوتا ہے، یعنی جانب موافق ممتنع نہیں اور جب کہ جانب مخالف مسکوت عنہ ہوتا ہے کہ وہ واجب ہے یا واجب نہیں، یا ممکن ہے یا غیر ممکن ہے، موجود ہے یا غیر موجود ہے اور ممکنہ عامہ سالبہ میں جانب مخالف واجب نہیں ہوتا[5]۔

قاعدہ نمبر ۶: قضیہ ممکنہ عامہ موجبہ میں نسبت غیر ممتنع ہوتی ہے اور یہی امکان عام کا معنی ہے، رہی یہ بات کہ وہ نسبت واجب ہے یا غیر واجب، ضروریہ ہے یا غیر ضروریہ، دائمی ہے یا غیر دائمی، موجود بالفعل یا غیر موجود بالفعل تو اس سے قضیہ ساکت ہوتا ہے[6]۔

۸۔ تمرین:

(الف)۔ ممکنہ عامہ کی تعریف کریں۔

(ب)۔ ممکنہ عامہ کی اقسام اور وجہ تسمیہ بیان کریں۔

(ج)۔ ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۴، حاشیہ ابن مامون: ۳۲، القواعد الجلیہ: ۲۶۹، شرح المطالع: ۱۵۱۔

(۲) القواعد الجلیہ: ۲۶۶، شرح المطالع: ۱۵۱۔

(۳) القواعد الجلیہ: ۲۶۶، شرح المطالع: ۱۵۱۔

(٤) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۴، القواعد الجلیہ: ۲۶۶، شرح المطالع: ۱۵۱۔

(٥) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۴، القواعد الجلیہ: ۲۶۶، شرح المطالع: ۱۵۱۔

(٦) حاشیہ ابن مامون: ۳۲، القواعد الجلیہ: ۲۶۶، شرح المطالع: ۱۵۱۔

(د)۔ ممکنہ عامہ، ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟

(ھ)۔ درج ذیل قضایا میں ممکنہ عامہ کی اقسام کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍقَدِيْرٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَام ، قَدْأَفْلَحَ المؤْمِنُوْنَ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، الْعُلَماءُوَرَثَةُ الْأَنْبِياءِ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، الرَّسُوْلُ مُطَاعٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، لَاشَيْءَمِنَ الْكَافِرِيْنَ بِمُفْلِحٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، زَيْدٌكَاتِبٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، الطُّلَابُ يَجْتَهِدُوْنَ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، إِنَّ اللهَ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، اللهُ هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ بِالْإِمْكَانِ الْعَام، الْخَمْرُ أُمُّ الْفَوَاحِشِ بِالإِمْكَانِ العَام، الْخَيْرُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ بِالإِمْكَانِ العَام، الْخَيْرُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ بِالإِمْكَانِ العَام، الْغَيْرَةُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْبَذاءُ مِنَ النِّفَاقِ بِالإِمْكَانِ العَام، فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ داءٍ بِالإِمْكَانِ العَام، مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنْ اسْتَحَلَّ مَحَارِمُهُ بِالإِمْكَانِ العَام.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ...... الْعُلَماءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِياءِ بِالْإِمْكَانِ الْعَام:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ عامہ۔

"الْعُلَماءُ"موضوع... "وَرَثَةُ الْأَنْبِياءِ" مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "بِالْإِمْكَانِ الْعَام" جہت امکان عام... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ عامہ۔

۞ ......الْعِلْمُ نَافِعٌ بِالإِمْكَانِ العَام:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ عامہ۔

"الْعِلْمُ"موضوع... "نَافِعٌ"محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "بِالْإِمْكَانِ الْعَام"جہت امکان عام... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ عامہ۔

بابِ پنجم: موجہاتِ مرکبہ

یہ باب درج ذیل دس فصلوں پر مشتمل ہے:

۞... فصل اول: مرکبات کا بیان ۞... فصل دوم: مشروطہ خاصہ کا بیان ۞... فصل سوم: عرفیہ خاصہ کا بیان ۞... فصل چہارم: وجودیہ لاضروریہ کا بیان ۞... فصل پنجم: وجودیہ لادائمہ کا بیان ۞... فصل ششم: وقتیہ کا بیان ۞... فصل ہفتم: منتشرہ کا بیان ۞... فصل ہشتم: ممکنہ خاصہ کا بیان ۞... فصل نہم: موجہات غیر معتبرہ کا بیان ۞... فصل دہم: شرطیہ موجہہ کا بیان

فصل اول: مرکبات کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

مناطقہ حضرات قضایا مرکبہ اس لیے ذکر کرتے ہیں کہ جب کوئی قضیہ بسیطہ ذکر کیا جائے اور سامع جاہل ہو تو اسے ایک قسم کا وہم ہوتا ہے، اس وہم کو دور کرنے کے لیے دوسرا قضیہ ذکر کیا جاتا ہے، جیسے جب مشروطہ عامہ (كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا) ذکر ہو، تو اس سے عقل مند اور دانا آدمی یہی سمجھتا ہے کہ "تحریک الاَصابع" کے لیے بوقت کتابت ضروری ہے، لیکن کم فہم آدمی یہ سمجھتا ہے کہ شاید "تحریک الاَصابع" کا ثبوت ذات کاتب کے لیے ہمیشہ ضروری ہے، حالانکہ ایسا نہیں، تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے مناطقہ ایک دوسرا قضیہ بسیطہ بھی ساتھ ذکر کر دیتے ہیں، وہ قضیہ یہ ہے: "و لا شيء من الكاتب بمتحرك الأصابع بالفعل" یعنی کسی نہ کسی زمانہ میں تحرک الاَصابع کی ذات کاتب سے نفی بھی ہے، تو اس سے مخاطب کا وہم دور ہو جاتا ہے، لہذا اس لیے قضایا مرکبہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔

بالفاظِ دیگر قضیہ مرکبہ کی ضرورت فقط اس صورت میں پیش آتی ہے جب قضیہ موجبہ عامہ کو استعمال کیا جائے اور اس میں ضرورت اور لاضرورت یا دوام یا لادوام ہر دو کا احتمال دیا جا سکے۔ اس صورت میں عدمِ ضرورت اور عدمِ دوام کو بیان کرنے کے لیے قضیہ میں غیر ضروری یا غیر دائمی کے الفاظ میں سے کسی لفظ کا لانا پڑے گا، مثلا کہا جاتا ہے: "كل مصل يتجنب الفحشاء بالفعل"، (ہر نماز کا ادا کرنا عملی طور پر فحشاء سے اجتناب ہے)۔

اس قضیہ پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ممکن ہے یہ قضیہ ضروری ہو اور یہ بھی ممکن ہے یہ قضیہ غیر ضروری ہو۔ لہذا ضروری اور غیر ضروری کے احتمال کو دور کرنے کے لیے اور غیر ضروری ہونے کے یقین کو حاصل کرنے کے لیے اس میں غیر ضروری کی قید کا اضافہ کیا جائے گا۔ اس بناء پر قضیہ مرکبہ کا پہلا جزء یعنی ہر نماز کا ادا کرنا عملی طور پر فحشاء سے اجتناب کرنا ہے قضیہ موجبہ کلیہ مطلقہ عامہ ہے اور قضیہ مرکبہ کا دوسرا جزء یعنی غیر ضروری طور پر ہونا ایک قضیہ سالبہ کلیہ ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کیونکہ غیر ضروری طور پر ہونے کا معنی یہ ہے کہ اقامہ نماز کے لیے فحشاء سے اجتناب کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ اقامہ نماز کے لیے فحشاء سے اجتناب کرنے کو سلب کرنا ممکن ہے۔ پس اس قضیہ کو اس طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ ہر اقامہ نماز فحشاء سے اجتناب کرنا ہو بالامکان العام[1]۔

۲۔ مرکبہ کی تعریف:

هِيَ قَضِيَّةٌ رُكِّبَتْ حَقِيْقَتُهَا مِنْ إِيْجَابٍ أَوْ سَلْبٍ./ مَا انْحَلَّتْ إِلَى قَضِيَّتَيْنِ مُوَجَّهَتَيْنِ بَسِيْطَتَيْنِ: إِحْدَاهُمَا مُوْجِبَةٌ وَالْأُخْرَى سَالِبَةٌ[2].

---

(۱) توضیح المنطق: ۱۹۶۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۸، القواعد الجلیہ: ۲۶۰، توضیح المنطق: ۱۹۶۔

وہ قضیہ موجہہ ہے جس کی حقیقت [1] ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو، یعنی قضیہ موجہہ مرکبہ سے مراد وہ قضیہ ہے جو دو قضایا سے مرکب ہو، ان میں سے ایک قضیہ پہلے جزء میں اس طرح سے صراحت کے ساتھ بیان ہو کہ اس جزءِ مصرّح کے موجبہ یا سالبہ ہونے کے اعتبار سے ہر قضیہ کو موجبہ یا سالبہ کہا جاسکے اور دوسرا قضیہ کیف میں پہلے قضیہ کے مخالف ہو اور کمیت میں اس کے موافق ہو اور قضیہ میں صریح طور پر مذکور نہ ہو، بلکہ اس طرح کے طرف لاضرورۃ، لادوام (غیر دائمی، غیر ضروری) وغیرہ الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہو، جیسے: "المؤمن غرکریم مادام مؤمنا لادائماً"۔ اور اسی طرح یہ قضیہ ہے: "کل إنسان کاتب بالفعل لادئماً"، اس کے معنی ہیں کہ کتابت انسان کے لیے بالفعل ثابت ہے اور بالفعل مسلوب ہے اور اگر دوسرا قضیہ مستقل طور پر ذکر کیا جائے تو یہ قضیہ مرکبہ نہ ہو گا، بلکہ دو قضیے بسیطے کہلائیں گے۔

۳۔ مرکبہ کو مرکبہ کہنے کی وجہ:

موجہہ مرکبہ کو اس لیے مرکبہ کہا جاتا ہے کیونکہ حقیقت میں وہ دو قضیہ ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ سے مرکب ہوتا ہے۔ ہر قضیہِ مرکبہ کو اگر کھول کر دیکھا جائے تو وہ دو قضایا میں منحل ہو گا۔ پہلا قضیہ اس مرکب کا ایک جزء کہلائے گا اور دوسرا جزء عدمِ دوام (لادوام) یا عدمِ ضرورت (لاضرورۃ) کی قید کے ساتھ حکایت کیا جاتا ہے۔ ان دونوں میں سے ہر قضیہ کا نام جزء کی اساس کی بناء پر رکھا جاتا ہے۔ اگر قضیہ سالبہ ہو تو اس کا نام سالبہ اور اگر موجبہ ہو تو قضیہ موجبہ کہلائے گا [2]۔

مرکبات کی اقسام کو صحیح طرح سے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ موجہات بسیطہ اور قضایا میں پہلے مادہ اور جہت کو سمجھا جائے کیونکہ مرکبات انہی قضایا بسائط اور "لادوام" یا "لابالضرورۃ" کی قید سے مرکب ہوتے ہیں۔

۴۔ قضیہ مرکبہ کی تعریف پر دو اشکالات:

قضیہ مرکبہ کی تعریف پر پہلا اشکال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ قضیہ مرکبہ میں دو نسبتیں ہوتی ہیں: ایک ایجابی اور دوسری سلبی اور جب قضیہ میں دو نسبتیں ہوں گی تو وہ ایک قضیہ نہیں رہے گا بلکہ دو قضیے بن جائیں گے تو پھر اسے ایک قضیہ کیوں کہتے ہیں؟

اس کو جواب یہ ہے کہ قضیہ مرکبہ میں دونوں نسبتیں صراحۃً مذکور نہیں ہوتی ہیں، بلکہ ایک نسبت صراحۃً بیان کی جاتی ہے اور دوسرے نسبت کی مجملاً اور اشارۃً بیان کی جاتی ہے، اس لیے اس کو ایک قضیہ کہتے ہیں [3]۔

---

(1) حقیقت اس لیے کہا کہ بعض دفعہ ایک قضیہ ایجاب و سلب سے معناً مرکب ہوتا ہے، لیکن الفاظ میں اس کی کوئی ترکیب نہیں ہوتی، جیسے: "کل انسان کاتب بالامکان الخاص"، یہ قضیہ ممکنہ خاصہ موجہہ مرکبہ ہے، الفاظ کے اعتبار سے اس میں کوئی ترکیب نہیں، لیکن حقیقت میں یہ دو قضیوں سے مرکب ہے، اس لیے اس قضیہ کے معنی یہ ہیں: انسان کے لیے کتابت کا ایجاب ضروری نہیں، یہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے اور کتابت کا سلب انسان سے ضروری نہیں، یہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے، کیونکہ ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، اس لیے یہاں حقیقت کی قید لگائی کہ ممکنہ خاصہ مرکبہ کی تعریف میں داخل رہے اور جب لادوام، لاضرورۃ وغیرہ کیفیات کیساتھ قضیہ کو مقید کیا جائے تو پھر یہ قضیہ لفظاً بھی مرکب ہوتا ہے۔

(2) توضیح المنطق: ۱۹۶۔

(3) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۷۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ قضیہ موجبہ اس کو کہتے ہیں جس میں ایجاب ہو اور سالبہ اس کو کہتے ہیں جس میں سلب ہو اور یہاں آپ نے کہا کہ قضیہ موجہہ مرکب ایجاب وسلب دونوں پر مشتمل ہوتا ہے،اب اگر ہم اشرف کالحاظ کرکے ایجاب کااعتبار کریں تو تمام مرکبات موجبہ ہوں گے اور اگر غیر اشرف سلب کااعتبار کریں تو غیر اشرف اور مرجوح کوراجح پر ترجیح دینالازم آئے گی اور یہ دونوں باطل ہیں،اب ہم کس کااعتبار کریں گے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو نسبت صراحۃً مذکور ہوگی اس کااعتبار کیاجائے گا،اگر نسبتِ ایجابیہ صراحۃً مذکور ہو تو پورے قضیہ موجبہ ہوگا اور نسبتِ سلبیہ صراحۃً مذکور ہو تو پورا قضیہ سالبہ ہوگا،بالفاظِ دیگر قضیہ کانام رکھنے میں پہلے قضیہ کالحاظ کیاجائے گا،اگر پہلا قضیہ موجبہ ہو تو پورا قضیہ مرکبہ موجبہ ہوگا،اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہو تو پورا قضیہ مرکبہ سالبہ ہوگا،یعنی پہلے جزء کااعتبار ہوگا،جیسے:جملہ میں پہلے جزء کااعتبار ہوتا ہے،اگر پہلا جزء اسم ہو تو پورا جملہ اسمیہ ہوتا ہے،اور اگر فعل ہو تو پورا جملہ فعلیہ ہوتا ہے[1]۔

۵۔ایک اہم ضابطہ:

"ضرورۃ" کی نقیض "لاضرورۃ" ہے اور "لاضرورۃ" امکان کامفہوم ہے اور ""دوام" کی نقیض "لادوام" ہے اور "لادوام" فعلیت کامفہوم ہے،پس جس طرح "ضرورۃ" اور "دوام" کی دو دو قسمیں ہیں:ذاتی اور وصفی۔اسی طرح "لاضرورۃ" اور "لادوام" کی بھی دو دو قسمیں ہیں،تو یہ کل چار قسمیں ہوئیں[2]:

(الف)۔لاضرورۃ ذاتی (ب)۔لاضرورۃ وصفی (ج)۔لادوام ذاتی (د)۔لادوام وصفی

(الف)۔لاضرورۃ ذاتی کی تعریف:

لاضرورۃ ذاتی کامطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں مذکور ہو وہ موضوع کی ذات کے لیے ضروری نہیں ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے،بلکہ اس کے خلاف بھی ہوسکتا ہے اور نسبتِ مذکور کے خلاف ہوسکناامکان ذاتی ہے،لہذا لاضرورۃ ذاتی کامفاد قضیہ ممکنہ عامہ ہے۔

(ب)۔لاضرورۃ وصفی کی تعریف:

لاضرورۃِ وصفی کامطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں مذکور ہے وہ موضوع کی ذات کے لیے ضروری نہیں جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف ہے،بلکہ اس کے خلاف بھی ہوسکتا ہے اور نسبتِ مذکورہ کے خلاف ہوسکناامکان وصفی ہے،لہذا لاضرورۃِ وصفی کامفاد قضیہ حینیہ ممکنہ ہے۔

(ج)۔لادوام ذاتی کی تعریف:

لادوامِ ذاتی کامطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں مذکور ہے وہ موضوع کی ذات کے لیے دائمی نہیں جب تک موضوع کی ذات

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۷۷۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۷۳۔

موجود ہے، بلکہ اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے اور نسبتِ مذکور کے خلاف ہو سکنا فعلیتِ ذاتی ہے، پس لادوام ذاتی کا مفاد قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔

(د)۔ لادوام وصفی کی تعریف:

لادوام وصفی کا مطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں مذکور ہے وہ موضوع کی ذات کے لیے دائمی نہیں ہے جب تک کہ موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کیساتھ متصف ہے، بلکہ اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے اور یہ نسبتِ مذکور کے خلاف ہو سکنا فعلیتِ وصفی ہے، پس لادوام وصفی کا مفاد قضیہ حینیہ مطلقہ ہے۔

۶۔ مرکبات میں کونسی ترکیبیں درست ہیں؟

نسبت کی جن دو کیفیتوں کے جمع ہونے سے اجتماع نقیضین لازم آئے وہ ترکیب درست نہیں، اب ضروریہ میں چونکہ ضرورتِ ذاتی ہوتی ہے اس لیے اگر اس کو لاضرورۃِ ذاتی، یا لاضرورۃ وصفی، یا لادوام ذاتی، یا لادوام وصفی کیساتھ مقید کریں گے تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا، اس لیے اس کو کسی کیساتھ مقید کرنا درست نہیں اور مشروطہ عامہ میں ضرورتِ وصفی ہوتی ہے، اس لیے اگر اس کو لاضرورۃِ وصفی یا لادوام وصفی کیساتھ مقید کریں گے تو اجتماعِ نقیضین لازم آئے گا، اس لیے یہ ترکیب بھی درست نہیں، البتہ لاضرورۃ ذاتی اور لادوام ذاتی کیساتھ مقید کر سکتے ہیں، کیونکہ اس صورت میں اجتماعِ نقیضین لازم نہیں آتا اور دائمہ مطلقہ میں دوام ذاتی ہوتا ہے اس لیے اس کو لادوام ذاتی کیساتھ مقید نہیں کر سکتے، باقی کیساتھ مقید کر سکتے ہیں اور عرفیہ عامہ میں دوام وصفی ہوتا ہے، اس لیے اس کو لادوام وصفی کیساتھ مقید نہیں کر سکتے اور باقی کیساتھ مقید کر سکتے ہیں اور جب کہ باقی بسائط کو چاروں کیفیتوں کیساتھ مقید کر سکتے ہیں[1]۔

۷۔ مناطقہ کے نزدیک کونسی ترکیبیں معتبر ہیں؟

عقلاً جس قدر ترکیبیں ہو سکتی ہیں وہ سب مناطقہ کے نزدیک معتبر نہیں، بعض معتبر ہیں اور بعض غیر معتبر ہیں، صرف سات ترکیبیں معتبر ہیں: دوعاموں (مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ) کی اور دو وقتیوں (وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ) کی صرف لادوام ذاتی یعنی ممکنہ عامہ کیساتھ ترکیب معتبر ہے اور اس ترکیب سے جو چار قضایا وجود میں آئیں گے وہ یہ ہیں: مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ، منتشرہ۔

اور اسی طرح مطلقہ عامہ کی لاضرورۃِ ذاتی یعنی ممکنہ عامہ کیساتھ اور لادوام ذاتی یعنی مطلقہ عامہ کیساتھ ترکیب معتبر ہے اور ان ترکیبوں سے جو قضایا وجود میں آئیں گے وہ یہ ہیں: وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لادائمہ۔

اور ممکنہ عامہ کی صرف لاضرورۃِ ذاتی کیساتھ یعنیممکنہ عامہ ترکیب معتبر ہے، اس ترکیب سے جو قضیہ حاصل ہوگا اس کا نام ممکنہ خاصہ ہے[2]۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۷۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۷۷، القواعد الجلیہ: ۲۶۶۔

۸۔ خلاصہ:

قضایا مرکبہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ مشروطہ عامہ کیساتھ مطلقہ عامہ ملادیں تو مشروطہ خاصہ بن جائے گا۔

۲۔ عرفیہ عامہ کیساتھ مطلقہ عامہ ملادیں تو عرفیہ خاصہ بن جائے گا۔

۳۔ وقتیہ مطلقہ کیساتھ مطلقہ عامہ ملادیں تو وقتیہ بن جائے گا۔

۴۔ منتشرہ مطلقہ کیساتھ مطلقہ عامہ ملادیں تو منتشرہ بن جائے گا۔

۵۔ مطلقہ عامہ کیساتھ مطلقہ عامہ ملادیں تو وجودیہ لادائمہ بن جائے گا۔

۶۔ ممکنہ عامہ کو ممکنہ عامہ کیساتھ ملادیں تو ممکنہ خاصہ بن جائے گا۔

۷۔ ممکنہ عامہ کو مطلقہ عامہ کیساتھ ملادیں تو وجودیہ لاضروریہ بن جائے گا۔

۹۔ خلاصۃ الخلاصہ:

۱۔(مشروطہ عامہ + مطلقہ عامہ)= مشروطہ خاصہ
۲۔(عرفیہ عامہ + مطلقہ عامہ)= عرفیہ خاصہ
۳۔(وقتیہ مطلقہ + مطلقہ عامہ)= وقتیہ
۴۔(منتشرہ مطلقہ + مطلقہ عامہ)= منتشرہ
۵۔(مطلقہ عامہ + مطلقہ عامہ)= وجودیہ لادائمہ
۶۔(ممکنہ عامہ + ممکنہ عامہ)= ممکنہ خاصہ
۷۔(ممکنہ عامہ + مطلقہ عامہ)= وجودیہ لاضروریہ

۱۰۔ مرکبات کی تعداد:

مرکبات کل سات ہیں:

۱۔ مشروطہ خاصہ ۲۔ عرفیہ خاصہ ۳۔ وجودیہ لاضروریہ ۴۔ وجودیہ لادائمہ ۵۔ وقتیہ ۶۔ منتشرہ ۷۔ ممکنہ خاصہ۔

۱۱۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: مرکبہ وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں نسبت کی دو کیفیتیں ایجاب وسلب بیک وقت ذکر کی گئی ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ جزء ثانی مجملاًبیان کیا جائے، مستقل عبارت کیساتھ ذکر نہ کیا جائے، ورنہ وہ قضیہ مرکبہ نہ کہلائے گا، بلکہ دو قضیے بسیطے کہلائیں گے [1]۔

قاعدہ نمبر ۲: مرکبہ میں جزء ثانی مجملاًمذکور ہونا ضروری ہے، خواہ مستقل لفظ سے مذکور ہو، یا مشترک لفظ سے، مستقل لفظ سے مذکور ہونے کی مثال، جیسے:"کل انسان ضاحك بالفعل لادائما"، اس کا مطلب یہ ہے کہ ضحک کا ثبوت اور سلب دونوں انسان کے لیے ہیں، اس قضیہ میں "لادائما" ایک مستقل لفظ ہے اور اس سے حکم سلبی کی طرف اشارہ ہے، پس لادائما سے قضیہ سالبہ مطلقہ عامہ بنے گا، یعنی

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۶، القواعد الجلیہ: ۲۶۶۔

"لاشیء من الإنسان بضاحك بالفعل"اور مشترک لفظ سے جزء ثانی کے مذکور ہونے کی مثال،جیسے:"کل إنسان کاتب بالإمکان الخاص"،بالامکان الخاص کا مطلب یہ ہے کہ نسبت کی نہ جانب وافق ضروری ہے اور نہ جانب مخالف،پس اس لفظ سے دو ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہے:ایک موجبہ اورایک سالبہ،یعنی"کل إنسان کاتب بالإمکان العام"اور"لاشیء من الإنسان بکاتب بالإمکان العام"[1].

قاعدہ نمبر۳:قضیہ مرکبہ میں چونکہ دو کیفیتیں مذکور ہوتی ہیں،اس لیے ہر قضیہ مرکبہ سے دو تفصیلی قضیے بنیں گے،جو کیف(ایجاب وسلب)میں مختلف ہوں گے اور کم(کلیت وجزئیت)میں متفق ہوں گے،جیسے:"کل إنسان ضاحك بالفعل لادائما"،اس میں ایک قضیہ تفصیل سے موجود ہے جو موجبہ کلیہ ہے اور دوسرا تفصیلی قضیہ لادائما سے بنائیں گے اور وہ سالبہ کلیہ ہوگا،جیسے:"لاشیء من الإنسان بضاحك بالفعل".

قاعدہ نمبر۴:قضیہ مرکبہ میں موجبہ یا سالبہ پہلی کیفیت کے اعتبار سے کہتے ہیں،کیونکہ مفصل کیفیت وہی ہوتی ہے دوسری کیفیت چونکہ بالاجمال ذکر کی جاتی ہے،اس لیے قضیہ کے موجبہ،یا سالبہ ہونے میں اس کا دخل نہیں ہوتا،جیسے:"کل إنسان ضاحك بالفعل لادائما"،قضیہ وجودیہ لادائمہ موجبہ ہے اس وجہ سے کہ پہلی کیفیت ایجابی ہے اور لادائما میں جو سلبی کیفیت ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔

قاعدہ نمبر۵:موجہہ مرکبہ میں دوسرا قضیہ پہلے قضیہ کے موضوع ومحمول سے تیار ہوگا،البتہ اگر پہلا قضیہ موجبہ تھا،تو موجبہ کا سور ہٹا کر سالبہ کا سور داخل کر دیں گے اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہو تو سالبہ کا سور ہٹا کر موجبہ کا سور داخل کر دیا جائے گا۔

قاعدہ نمبر۶:قضیہ مرکبہ میں ایک قضیہ موجبہ اور دوسرا سالبہ ہوتا ہے،لیکن قضیہ کا نام رکھنے میں پہلے قضیہ کا لحاظ کیا جائے گا،اگر پہلا قضیہ موجبہ ہو تو سارا قضیہ مرکبہ موجبہ ہوگا،اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہو تو پورا قضیہ مرکبہ سالبہ ہوگا،یعنی پہلے جزء کا اعتبار ہوگا،جیسے جملہ میں پہلے جزء کا اعتبار ہوتا ہے،اگر پہلا جزء اسم ہو تو پورا جملہ اسمیہ ہوگا،اور اگر فعل ہو تو پورا جملہ فعلیہ ہوگا۔

قاعدہ نمبر۷:قضیہ مرکبہ میں ایک قضیہ موجبہ اور ایک سالبہ ہوگا،تاہم دونوں موجبہ اور دونوں سالبہ نہیں ہوسکتے۔

قاعدہ نمبر۸:مرکبہ میں دوسرے قضیہ کی طرف اشارہ"لادائما،لابالضرورۃ،امکان خاص"کے ذریعے ہوگا۔

قاعدہ نمبر۹:"لادائما"یا"لابالدوام"سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے،"بالضرورۃ"سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور"امکان خاص"سے بھی ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

قاعدہ نمبر۱۰:جب قضیہ مرکبہ میں دوسرے قضیہ کی طرف"لادائما"اور"لابالضرورۃ" کیساتھ اشارہ ہوگا،تو وہ قضیہ لفظوں میں بھی مرکب ہوگا،کیونکہ"لادائما"اور"بالضرورۃ" اصل قضیہ پورا ہونے کے بعد مستقل طور پر ایک اور قضیہ کی طرف اشارہ کے لیے ذکر کیے جاتے

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۶،القواعد الجلیہ:۲۶۶۔

ہیں، البتہ جن قضیوں میں امکان خاص والا اشارہ ہو تو وہاں لفظوں میں ترکیب نہیں ہوگی، کیونکہ پہلا قضیہ پورا ہونے کے بعد امکان خاص کا لفظ ذکر نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ امکان خاص ہی سے پہلا قضیہ ممکنہ تام ہو جاتا ہے اور اسی امکان خاص سے دوسرے قضیہ ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جیسے "کل انسان کاتب بالامکان الخاص" اسی سے دو ممکنہ عامہ تیار ہوں گے، ایک تو یہی مذکورہ قضیہ ہے اور دوسرا وہ ہوگا جو ایجاب وسلب میں اس کا مخالف ہوگا، پہلا قضیہ ممکنہ عامہ یہ ہے۔ "كل إنسان كاتب بالإمكان العام" دوسرا قضیہ یہ ہے۔ "ولا شيء من الإنسان بكاتب بالإمكان العام".

قاعدہ نمبر ۱۱: ضرورۃ ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ موضوع ومحمول کے درمیان جو نسبت ہے (خواہ نسبت ایجابیہ ہو یا نسبت سلبیہ ہو) اس کا وجود ضروری ہے اور لاضرورۃ ذاتی کا معنی یہ ہے کہ موضوع ومحمول کے درمیان نسبت کا وجود ضروری نہیں ہے اور دوام ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کا سلب موضوع سے دائمی ہے، جب تک ذات موضوع موجود ہو۔ اور لادوام ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ محمول اور موضوع کے درمیان نسبت ہمیشہ کے لیے نہیں اور امکان خاص میں جانبین سے ضرورۃ کی نفی ہوتی ہے[1]۔

قاعدہ نمبر ۱۲: قضایا بسیطہ کو موجہاتِ مرکبہ کی نسبت سے ملاحظہ کریں تو یہ قاعدہ کلی ہمارے سامنے آتا ہے کہ قضایا بسیطہ میں سے ہر ایک قضیہ درج ذیل چار قیود میں سے ایک قید بن سکتا ہے اور مقید قرار پاسکتا ہے:

۱۔ لادوام ذاتی ۲۔ لادوام وصفی ۳۔ لاضرورت ذاتی ۴۔ لاضرورت وصفی

اصل قضیہ کے ساتھ اس قید کو ملحق کرنے سے اگر قضیہ کا معنی صحیح رہے تو ایک قضیہ موجہہ مرکبہ وجود میں آجاتا ہے۔ پس قضیہ مرکبہ حقیقت میں قضایا بسیطہ کی بدولت تشکیل پاتا ہے، مثلاً مشروطہ عامہ کو ہم لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کرسکتے ہیں اور اسی طرح لاضرورت ذاتی کے ساتھ بھی مقید کرسکتے ہیں۔ لیکن لادوام وصفی کے ساتھ مشروطہ عامہ مقید نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ مشروطہ عامہ کا مفاد وصف کے ساتھ متصف ہونے کے اوقات میں ضرورت کا ہونا ہے۔ اس بناء پر اگر ہم مشروطہ عامہ کو لادوام وصفی سے متصف کردیں تو اس سے دوام کو مادام الوصف سے سلب کرنا لازم آئے گا جو کہ ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح مشروطہ عامہ کو لاضرورت وصفی کے ساتھ بھی مقید نہیں کرسکتے۔ نیز اگر اس کا اس پہلو سے جائزہ لیں کہ آیا مشروطہ عامہ کو علوم اور محاورات وکلام میں ان چار سے مقید کیا جاتا ہے یا نہیں تو معلوم ہوگا کہ علوم اور محاورات میں ان کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ اس جہت سے ان اقسام سے بحث ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

۱۲۔ تمرین:

(الف)۔ مرکبہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ بیان کریں۔

(ب)۔ لاضرورہ اور لادوام کی اقسام بیان کریں۔

(ج)۔ مناطقہ کے نزدیک کونسی ترکیبیں معتبر ہیں؟

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۸۔

(د)۔ مرکبات میں کونسی ترکیبیں درست ہیں؟

(ھ)۔ درج ذیل قضایا میں مرکبات کی نشاندہی کریں، نیز منطقی ترکیب کریں۔

أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ لَابِالضَّرُوْرَةِ، زَيْدٌيَأْكُلُ الطَّعَامَ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، إِنَّ الْمنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِمَادَامُوْامُنَافِقِيْنَ لَادَائِماً، الإِنْسَانُ ضَاحِكٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، أفْضَلُ الصَّلَاةِ طُوْلُ الْقِيَامِ وَأَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جَهْدُ الْمُقِلِّ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، الْكَافِرُظَالِمٌ مَادَامَ كَافِراًلَادَائِماً، إِنَّمَاالمشْرِكُوْنَ نَجَسٌ مَادَامُوْامُشْرِكِيْنَ لَادَائِماً، أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الصَّلَاةِبِالْفِعْلِ، الْعَالَمُ مَوْجُوْدٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْعَالِمُ خَاشٍ مِنَ اللهِ تَعَالَى بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، زَيْدٌيَكْتُبُ الدَّرْسَ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، كُلُّ حَيَوَانٍ مَاشٍ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الزَّانِيْ فَاسِقٌ مَادَامَ زَانِياًلَادَائِماً، الْفَاسِقُ حَبٌّ لَئِيْمٌ مَادَامَ فَاسِقاًلَادَائِماً، الْإِمَامُ ضَامِنٌ مَادَامَ إِمَاماًلَادَائِماً، الْإِسْمُ مُسْنَدٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، المؤْمِنُ مِرْآةُ المؤْمِنِ مَادَامَ مُؤْمِناًلَادَائِماً، زَيْدٌيَقْرَءُالْقُرْآنَ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، طَالِبُ الْعِلْمِ رُكْنُ الإِسْلَامِ مَادَامَ طَالِبُ الْعِلْمِ لَادَائِماً، الطُّلَّابُ مُجْتَهِدُوْنَ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، التَّاجِرُ الْأَمِيْنُ الصُّدُوْقِ الْمسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَادَامَ تَاجِراًلَادَائِماً، عَائِدُ المرِيْضِ يَخُوْضُ فِي الرَّحْمَةِ مَادَامَ عَائِداًلَادَائِماً، الْعَالِمُ أَمِيْنُ اللهِ فِي الْأَرْضِ مَادَامَ عَالِماًلَادَائِماً، كُلُّ عِمَارَةٍ مَسْجِدٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁ ......الْعَالِمُ خَلِيْفَةُ اللهِ فِي الْأَرْضِ مَادَامَ عَالِماً لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ مشروطہ خاصہ۔

"الْعَالِمُ"موضوع... "خَلِيْفَةُ اللهِ" مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "فِي الْأَرْضِ" مرکب غیر تقییدی متعلق محمول... "مَادامَ عَالِماً" جہت ضرورتِ وصفی... "لَادَائِماً" اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ مشروطہ خاصہ۔

❁ ......الْكَذِبُ يَنْقُصُ الرِّزْقَ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ وجودیہ لاضروریہ۔

"الْكَذِبُ"موضوع... "يَنْقُصُ الرِّزْقَ"قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذو ہو حمل ترکیبی... "بِالْفِعْل "جہت فعلیت... "لَابِالضَّرُوْرَةِ"اشارہ بسوئے ممکنہ عامہ... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ وجودیہ لاضروریہ۔

۞ ...... كُلُّ عِمَارَةٍ مَسْجِدٌ بالْإمْكَانِ الْخَاصِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ خاصہ۔

"كُلُّ "سور موجبہ کلیہ... "عِمَارَةٍ"موضوع... "مَسْجِدٌ"محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "بالْإمْكَانِ الْخَاصِ "جہت امکان خاص... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ خاصہ۔

فصلِ دوم: مشروطہ خاصہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

موجہات بسیطہ کی اقسام میں بیان ہو چکا ہے کہ مشروطہ عامہ اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں محمول کو موضوع کے لیے اس وقت تک ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے جب تک موضوع وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہو اور یہ وصف موضوع کے لیے ثابت کیا جاتا ہے۔ ہر مشروطہِ عامہ میں یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ محمول تب بھی موضوع کے لیے ضروری الثبوت ہو جب موضوع وصف سے خالی ہو اور اس کے برخلاف یہ بھی احتمال ہے کہ محمول موضوع کے لیے دائمی طور پر ثابت نہ ہو۔ مناطقہ اس مقام پر احتمال کا دروازہ بند کرنے کے لیے اور یہ احتمال زائل کرنے کے لیے کہ اگر موضوع وصف کے ساتھ متصف نہ ہو تو تب بھی محمول موضوع کے لیے ضروری الثبوت ہے لادوام ذاتی کی قید کا اضافہ کرتے ہیں۔ لادوام ذاتی کی قید ایک اور قضیہ سے حکایت ہے جو کہ مطلقہ عامہ ہے۔ پس مشروطہ عامہ اگر موجبہ ہے تو مطلقہ عامہ سالبہ بنے گا اور اس سے ہمارے سامنے یہ بات آجائے گی، جس میں موضوع وصف کے ساتھ متصف نہیں ہے اس لیے محمول کو موضوع پر حمل نہیں کیا جارہا ہے۔

۲۔ مشروطہ خاصہ کی تعریف:

هِيَ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ الْلَادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ[1].

وہ مشروطہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کیساتھ مقید کیا گیا ہو، جیسے: "كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا لا دائما"، اس قضیہ کا پہلا جزء مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ ہے اور دوسرا جزء جس کی طرف "لادائما" اشارہ کرتا ہے وہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ ہے، یعنی "لا شيء من الكاتب بمتحرك الأصابع بالفعل"، اس مرکبہ کے جزء اول میں ضرورتِ وصفی کا حکم ہے، یعنی کاتب کے تمام افراد، مثلاً زید، بکر، خالد وغیرہ کے لیے تحرک اصابع کی نسبت ثبوتی ان سب کے کاتب ہونے کی شرط پر ضروری مانی گئی ہے اور جزء ثانی میں لادوام ذاتی کا حکم ہے، یعنی کاتب کے تمام افراد، مثلاً زید، بکر وغیرہ سے فی احد الازمنۃ الثلاثۃ تحرک اصابع کی نسبت مسلوب مانی گئی ہے۔

بالفاظِ دیگر مشروطہ خاصہ وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جو مشروطہ عامہ میں لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید کر دیا گیا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ کوئی الگ قضیہ نہیں، بلکہ وہی مشروطہ عامہ ہے جو بسائط میں گذر چکا، اسی مشروطہ عامہ میں لادوام ذاتی کی قید لگادو تو وہ مشروطہ خاصہ بن جائے گا اور لادوام ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں ذکر کی گئی ہے وہ موضوع کی ذات کے لیے دائمی نہیں جب تک موضوع کی ذات موجود رہے، بلکہ یہ حکم وصف کی شرط کی وجہ سے ہے اور جب نسبت مذکورہ دائمی نہ ہوئی تو اس نسبت کی نقیض کسی نہ کسی وقت میں واقع ہوگی اور نقیض کا کسی نہ کسی وقت میں واقع ہونا ہی مطلقہ عامہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لادوام ذاتی سے مطلقہ عامہ طرف اشارہ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۶، حاشیہ ابن مامون:۳۳، شرح المنظومہ:۵۷، شرح المطالع:۱۵۶، الجوہر النضید:۵۹۔

ہو گا اور مشروطہ خاصہ میں لادوام ذاتی کی قید جزء ہو کر معتبر ہوتی ہے، یعنی مشروطہ خاصہ کے دو جزء ہوتے ہیں: ایک مشروطہ عامہ اور دوسرا مطلقہ عامہ[1]۔

۳۔ مشروطہ خاصہ کی اقسام:

مشروطہ خاصہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ مشروطہ خاصہ موجبہ (ب)۔ مشروطہ خاصہ سالبہ

(الف)۔ مشروطہ خاصہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ وَمُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ[2].

مشروطہ خاصہ موجبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جو مشروطہ عامہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے مرکب ہو، مشروطہ عامہ اس قضیہ کا پہلا جزء ہو گا اور مطلقہ عامہ قضیہ کا دوسرا جزء ہو گا، جیسے: "بالضرورة کل کاتب متحرك الأصابع کاتبالادائما"، اس میں پہلا جزء مشروطہ عامہ ہے جو لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہے، اس لیے "لادائما" سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہو گا، یعنی "لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع بالفعل"۔ مشروطہ خاصہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

بِالضَّرُوْرَةِإِنَّ الْكَافِرِيْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ مَادَامُوْاكَافِرِيْنَ لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِكُلُّ مُبْتَدِعٍ ضَالٌّ مَادَامَ مُبْتَدِعاًلَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالْمُتَعَلِّمُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ مَادَامَ مُتَعَلِّماً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالْمَاكِرُبِالْمُؤْمِنِ مَلْعُوْنٌ مَادَامَ مَاكِراًلَادَائِماً. بِالضَّرُوْرَةِكُلُّ شَجَرٍنَامٍ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ شَجَراًلَادَائِماً.

(ب)۔ مشروطہ خاصہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ وَمُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ[3].

مشروطہ خاصہ سالبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جو مشروطہ عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہو، مشروطہ عامہ سالبہ اس کا پہلا جزء ہو گا اور مطلقہ عامہ موجبہ اس کا دوسرا جزء ہو گا، جیسے: "بالضرورة لاشیء من الکاتب بساکن الأصابع مادام کاتبالادائما"، پس "لادائما" سے مطلقہ عامہ موجبہ بنے گا، یعنی "کل کاتب ساکن الأصابع بالفعل"، مشروطہ عامہ سالبہ میں یہ حکم لگایا گیا کہ سکون اصابع کی نفی کاتب کی ذات سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کیساتھ متصف ہے، ہمیشہ نفی ضروری نہیں اور جب "لادائما" کی قید اس میں لگادی گئی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ مشروطہ عامہ میں جو سکون اصابع کی نفی کا حکم لگایا گیا ہے وہ دائمی نہیں، جب وہ نفی دائمی نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں نفی متحقق

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۶، حاشیہ ابن مامون:۳۳، القواعد الجلیہ:۲۶۶، شرح المطالع:۱۵۶۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۶، حاشیہ ابن مامون:۳۳، شرح المطالع:۱۵۶۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۶، حاشیہ ابن مامون:۳۳، شرح المطالع:۱۵۶، القواعد الجلیہ:۲۶۶۔

نہیں اور جب موضوع کے تمام اوقات میں نفی متحقق نہ ہو تو ایجاب فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی وقت ایجاب متحقق ہو گا،یہی مطلقہ عامہ موجبہ کامفہوم ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ سالبہ میں "لادائما" سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے ۔مشروطہ خاصہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

بِالضَّرُوْرَةِ لَا شَيْءَ مِنَ الْفَاسِقِ بِمُطِيْعٍ مَادَامَ فَاسِقاً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِ لَاشَيْءَ مِنَ الْمُصَلِّيْ بِمُحْدَثٍ مَادَامَ مُصَلِّياً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِلَايَدْخُلِ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ مَادَامَ قَتَّاتاً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِ لَا شَيْءَ مِنَ الْعَالِمِ بِمَحْكُوْمٍ مَادَامَ عَالِماً لَادَائِماً.

۴۔مشروطہ خاصہ میں لادوام ذاتی کی قید کیوں لگائی گئی؟

مشروطہ خاصہ میں لادوام ذاتی کی قید لگائی گئی،لادوام وصفی کی نہیں،اس کی وجہ یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں پہلا جزء مشروطہ عامہ ہے جس میں ضرورت وصفیہ ہوتی ہے اور ضرورتِ وصفیہ،دوام وصفی سے اخص ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جس جگہ خاص پایاجائے گا تو خاص کے ضمن میں عام بھی پایاجائے گا،لہذا اس قاعدہ کے اعتبار کرتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ ضرورتِ وصفیہ اور دوام وصفی دونوں لازم وملزوم ہیں اور مشرطہ خاصہ میں دوام وصفی موجود ہے،اب اگر مشروطہ عامہ کو لادوام وصفی کیساتھ مقید کیاجائے اور دوسرا جزء لادوام وصفی مرادلیاجائے تو لازم آئے گا کہ ایک قضیہ دوام وصفی اور لادوام وصفی دو متضاد قیدوں کیساتھ مقید ہو اوراس صورت میں اجتماع ضدین لازم آئے گا،کیونکہ لادوام وصفی دوام وصفی کی ضد اور نقیض ہے اوراجتماع ضدین چونکہ باطل ہے اور جو چیز باطل کو متلزم ہوتی ہے وہ خود باطل ہوتی ہے،لہذا مشروطہ عامہ کو لادوام وصفی کیساتھ مقید کرنا باطل ہے اور جب لادوام وصفی کا مرادلینا باطل ہے تو لادوام ذاتی متعین ہو گیا،ہاں لاضرورۃ بحسب الذات کی قید مرادلینے میں اگرچہ کوئی منافات نہیں،لیکن مناطقہ نے اس کا اعتبار نہیں ہے لامحالہ مشروطہ عامہ کو لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید کیاجائے گا تو مشروطہ خاصہ وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہوا جس میں حکم موضوع کے وصف عنوانی کے تمام اوقات میں ضروری اوردائمی ہو اورذاتِ موضوع کے بعض اوقات میں دائمی نہ ہو،بلکہ منتفی ہو[1]۔

۵۔لادوام ذاتی سے مطلقہ عامہ کی طرف کیوں اشارہ ہوتا ہے؟

لادوام ذاتی سے مطلقہ عامہ کی طرف کیوں اشارہ ہوتا ہے؟اس کی وجہ یہ ہے کہ محمول کاایجاب جب موضوع کے لیے دائمی نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ محمول کا ثبوت موضوع کے تمام اوقات میں متحقق نہیں اور جب ایجاب موضوع کے تمام اوقات میں متحقق نہیں تو سلب فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی وقت سلب متحقق ہو گا،خواہ یہ سلب بعض اوقات میں ہو،یاکل اوقات میں ہو اور یہی مطلقہ عامہ سالبہ کامفہوم ہے اس لیے کہاجاتا ہے کہ مشروطہ خاصہ موجبہ میں "لادائما" سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے[2]۔

---

(۱) تحریرالقواعدالمنطقیہ:۲۸۶،حاشیہ ابن مامون:۳۳۔

(۲) تحریرالقواعدالمنطقیہ:۲۸۶،حاشیہ ابن مامون:۳۳۔

۶۔ مشروطہ خاصہ اور دائمہ مطلقہ میں نسبت:

مشروطہ خاصہ اور دائمہ مطلقہ میں تباین کی نسبت ہے اس لیے کہ دائمہ مطلقہ میں دوام ذاتی ہوتا ہے اور مشروطہ خاصہ میں لادوام ذاتی ہوتا ہے اور دوام ذاتی اور لادوام ذاتی کے درمیان تباین بالکل ظاہر ہے[۱]۔

۷۔ مشروطہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ میں نسبت:

مشروطہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ میں بھی تباین کی نسبت ہے وہ اس طرح کی ضرورت ذاتیہ دوام وصفی سے اخص ہے، یعنی دائمہ مطلقہ ضرورہ مطلقہ سے اعم ہے اور ضروریہ مطلقہ اخص ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اعم کی نقیض اخص کی عین کے مباین ہوتی ہے، جیسے: حیوان اور انسان میں حیوان عام ہے اس کی نقیض لاحیوان ہے اور لاحیوان انسان کے مباین ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مشروطہ خاصہ دائمہ مطلقہ کے مباین ہے اور دائمہ مطلقہ ضروریہ مطلقہ سے اعم ہے تو جو چیز اعم کے مباین ہوگی وہ اخص کے بھی مباین ہوگی، لہذا مشروطہ خاصہ جس طرح دائمہ مطلقہ (جو کہ اعم ہے) کے مباین ہے اسی طرح ضروریہ مطلقہ (جو کہ اخص ہے) کے بھی مباین ہوگا تو جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا وہاں دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ[۲] صادق نہیں ہوں گے اور جہاں دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ صادق ہوں گے وہاں مشروطہ خاصہ صادق نہیں ہوگا[۳]۔

۸۔ مشروطہ خاصہ اور مشروطہ عامہ میں نسبت:

مشروطہ خاصہ اور مشروطہ عامہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مشروطہ اخص مطلق ہے اور مشروطہ عامہ اعم مطلق ہے، کیونکہ مشروطہ خاصہ مشروطہ عامہ ہی ہوتا ہے، مگر یہ کہ وہ لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہوتا ہے اور مشروطہ عامہ مطلق ہے اس میں اس قسم کی کوئی قید نہیں اور مقید چونکہ مطلق سے اخص ہوتا ہے اس لیے مشروطہ اخص مطلق ہے، لہذا جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ بھی صادق ہوگا اور جہاں مشروطہ عامہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ خاصہ کا صادق ہونا ضروری نہیں[۴]۔

۹۔ مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں نسبت:

مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مشروطہ خاصہ اخص مطلق ہے اور یہ تینوں عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ اعم مطلق ہیں، یعنی یہ تینوں مشروطہ خاصہ سے اعم ہیں اور مشروطہ عامہ اخص ہے اور مشروطہ عامہ مشروطہ خاصہ سے اعم ہے، لہذا یہ تینوں مشروطہ خاصہ سے بھی اعم ہوں گے، کیونکہ اعم کا اعم اعم ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ اور مشروطہ خاصہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے[۵]۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۶، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۷۔

(۲) دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ کو دائمتین سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، ضروریہ کو دائمہ سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ ضرورۃ ذاتی دوام ذاتی کو مستلزم ہوتی ہے۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۷، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

(٤) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۷، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

(٥) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۷، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

۱۰۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: مشروطہ خاصہ مشروطہ عامہ صریحہ اور مطلقہ عامہ غیر صریحہ ضمنیہ سے مرکب ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲: مشروطہ خاصہ میں مشروطہ عامہ مقید اور مطلقہ عامہ قید ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: لادوام ذاتی سے مطلقہ عامہ طرف اشارہ ہوگا اور مشروطہ خاصہ میں لادوام ذاتی کی قید جزء ہو کر معتبر ہوتی ہے، یعنی مشروطہ خاصہ کے دو جزء ہوتے ہیں: ایک مشروطہ عامہ اور دوسرا مطلقہ عامہ[۱]۔

قاعدہ نمبر ۴: لادوام ذاتی قضیہ مطلقہ عامہ ہوتا ہے، کیونکہ مطلقہ میں دوام اور عدم دوام دونوں کا ملاحظہ نہیں ہوتا اور عدم دوام مطلقہ عامہ ہی ہے[۲]۔

قاعدہ نمبر ۵: مشروطہ خاصہ دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ آپس میں متنافیین ہیں[۳]۔

۱۱۔ تمرین:

(الف)۔ مشروطہ خاصہ کی تعریف بیان کریں۔

(ب)۔ مشروطہ خاصہ کی اقسام اور وجہ تسمیہ بیان کریں۔

(ج) مشروطہ خاصہ میں لادوام ذاتی کی قید کیوں لگائی گئی؟

(د)۔ لادوام ذاتی سے مطلقہ عامہ کی طرف کیوں اشارہ ہوتا ہے؟

(ھ)۔ مشروطہ خاصہ، دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ میں کیا نسبت ہے؟

(و)۔ مشروطہ خاصہ اور مشروطہ عامہ میں نسبت بیان کریں۔

(ز)۔ مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟

(خ)۔ درج ذیل قضایا میں مشروطہ خاصہ کی اقسام کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

بِالضَّرُوْرَةِإِنَّمَاالمؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ مَادَامُوْامُؤْمِنِيْناً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِإِنَّ المنَافِقِيْنَ فِی الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِمَادَامُوْا مُنَافِقِيْنَ لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالْكَافِرُظَالِمٌ مَادَامَ كَافِراً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِأُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ مَادَامَ دَاعِياًلَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِإِنَّمَاالمشْرِكُوْنَ نَجَسٌ مَادَامُوْامُشْرِكِيْنَ لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالزَّانِیْ فَاسِقٌ مَادَامَ زَانِياً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالْعَالِمُ خَاشٍ مِنَ اللهِ تَعَالَى مَادَامَ عَالماًلَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالْفَاسِقُ حَبٌّ لَئِيْمٌ مَادَامَ فَاسِقاً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالْإِمَامُ ضَامِنٌ مَادَامَ إِمَاماً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالمؤْمِنُ مِرْآةُ المؤْمِنِ مَادَامَ مُؤْمِناً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِطَالِبُ الْعِلْمِ رُكْنُ

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۷، حاشیہ ابن مامون:۳۳، القواعد الجلیہ:۲۶۷۔

[۲] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۷، حاشیہ ابن مامون:۳۳۔

[۳] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۷۔

الإِسْلَام مَادَامَ طَالِبَ الْعِلْمِ لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِوَمَايَعْقِلُهَاإِلَّاالْعَالِمُوْنَ مَادَامُوْاعَالِمِيْنَ لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالْلَئِيْمُ لَيْسَ بِشَرِيْفٍ مَادَامَ لَئِيْماً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالتَّاجِرُ الْأَمِيْنُ الصَّدُوْقِ المسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْم الْقِيَامَةِ مَادَامَ تَاجِراً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِعَائِدُ المرِيْضِ يَخُوْضُ فِي الرَّحْمَةِ مَادَامَ عَائِداً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِالْعَالِمُ أَمِيْنُ اللهِ فِي الْأَرْضِ مَادام عِالِماً لَادَائِماً، بِالضَّرُوْرَةِلُعِنَ عَبْدُالدِّيْنَارِمَادَامَ عَبْدُالدِّيْنَارِ لَادَائِماً.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ......بِالضَّرُوْرَةِإِنَّماالمؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ مَادَامُوْامُؤْمِنِيْناً لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ مشروطہ خاصہ۔

"إِنَّما"ادات غیر زمانیہ..."الْمُؤْمِنُوْنَ"موضوع..."إِخْوَةٌ"محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو..."مَادَامُوْا مُؤْمِنِيْناً"جہت ضرورتِ وصفی..."لَادَائِماً"اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ...موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ مشروطہ خاصہ۔

۞ ......بِالضَّرُوْرَةِالْمُتَعَلِّمُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ مَادَامَ مُتَعَلِّماً لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ مشروطہ خاصہ۔

"الْمُتَعَلِّمُ"موضوع..."فِيْ سَبِيْلِ اللهِ"مرکب غیر تقیدی محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذو ہو حمل ترکیبی..."مَادَامَ مُتَعَلِّماً"جہت ضرورتِ وصفی..."لَادَائِماً"اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ...موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ مشروطہ خاصہ۔

فصل سوم: عرفیہ خاصہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

عرفیہ خاصہ وہی عرفیہ عامہ ہے لیکن لادوام ذاتی کی قید سے مقید ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ محمول موضوع کے لیے دائمی طور پر اس وقت تک ثابت ہے جب تک موضوع وصف کے ساتھ مقید ہے۔ اگر اس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کر دیا تو لادوام ذاتی مطلقہ عامہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے گا اور اس طرح عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ کی ترکیب سے عرفیہ خاصہ وجود میں آتا ہے۔ یہاں پر بھی یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ محمول موضوع کے لیے اس وقت بھی دائمی الثبوت ہو جب موضوع وصف کے ساتھ متصف نہ ہو!! لہٰذا اس احتمال کو دور کرنے کے لیے لادوام ذاتی کی قید لگائی گئی جس کو کھولا جائے تو وہ قضیہ مطلقہ عامہ بنتا ہے۔

۲۔ عرفیہ خاصہ کی تعریف:

هِيَ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ[۱].

عرفیہ خاصہ وہ عرفیہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کیساتھ مقید کیا گیا ہو، جیسے: "بالدوام کل کاتب متحرك الأصابع مادام کاتبا لادائما"، اس قضیہ میں یہ حکم ہے کہ تحرک اصابع کاتب کی ذات کے لیے اس وقت تک دائمی ہے جب تک وہ وصفِ عنوانی یعنی کتابت کیساتھ متصف ہے، تحرک اصابع ہمیشہ ثابت نہیں، پس "لادائما" سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہو گا، یعنی "لاشیء من الکاتب بمتحرك الأصابع بالفعل"، یعنی تحرک اصابع کی نفی ذات کاتب سے ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی زمانہ میں ہے جب کہ وہ وصف عنوانی کیساتھ متصف نہ ہو۔ "بالدوام لاشیء من الکاتب بساکن الأصابع مادام کاتبا لادائما"، یعنی سکون اصابع کی نفی کاتب سے اس وقت تک دائم ہے جب تک وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کیساتھ متصف ہے، ہمیشہ نفی نہیں، پس ذات کاتب ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی زمانے میں سکون اصابع کیساتھ متصف ہو سکتی ہے، پس "لادائما" سے قضیہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہو گا، یعنی "کل کاتب ساکن الأصابع بالفعل"، یعنی سکون اصابع ذاتِ کاتب کے لیے ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی زمانے میں ثابت ہے جب کہ وہ وصف عنوانی کیساتھ متصف نہ ہو۔

۳۔ عرفیہ خاصہ کی اقسام:

(الف)۔ عرفیہ خاصہ موجبہ (ب)۔ عرفیہ خاصہ سالبہ

(الف)۔ عرفیہ خاصہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ وَمُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ[۲].

عرفیہ خاصہ موجبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جو عرفیہ عامہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے مرکب ہو، عرفیہ عامہ موجبہ قضیہ کا پہلا جزء

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۸، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، شرح المنظومہ: ۵۷، شرح المطالع: ۱۵۷، القواعد الجلیہ: ۲۶۷۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۸، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۷۔

ہوتا ہے اور مطلقہ عامہ سالبہ کا دوسرا جزء ہوتا ہے جس کی طرف لادوام ذاتی سے اشارہ ہوتا ہے، جیسے: "کل کاتب متحرك الأصابع مادام کاتبا لا دائما"، یہاں پہلا قضیہ عرفیہ عامہ موجبہ ہے جو لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہے اور "لادائما" سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی "لا شیء من الکاتب بمتحرك الأصابع بالفعل"، یعنی تحرک اصابع کی نفی ذاتِ کاتب کے لیے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں ہے جب کہ وہ وصفِ عنوانی کیساتھ متصف نہ ہو تو یہاں دو قضیے ہوگئے: ایک عرفیہ عامہ اور دوسرا مطلقہ عامہ۔ عرفیہ خاصہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

بالدِّوَام الضَّامِنُ غَارِمٌ مَادَامَ ضَامِناً لَادائِماً، بالدَّوَام المُؤمِنُ للْمُؤمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُه بَعْضاً مَادَامَ مُؤْمِناً لَادائِماً، بِالدَّوَامِ الزَّانِىْ فَاسِقٌ مَادَامَ زَانِياً لَادَائِماً، بِالدَّوَام الْفَاسِقُ حَبٌّ لَئِيْمٌ مَادَامَ فَاسِقاً لَادَائِماً، بِالدَّوَام المؤْمِنُ مِرْآةُ المؤْمِنِ مَادَامَ مُؤْمِناً لَادَائِماً، بِالدَّوَامِ طَالِبُ الْعِلْمِ رُكْنُ الإِسْلَامِ مَادَامَ طَالِبُ الْعِلْمِ لَادَائِماً،

(ب)۔عرفیہ خاصہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ وَمُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ[1].

عرفیہ خاصہ سالبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جو عرفیہ عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہو، پہلا جزء سالبہ ہوگا اور دوسرا جزء مطلقہ عامہ موجبہ ہوگا جس کی طرف لادوام ذاتی سے اشارہ ہوتا ہے، جیسے: "لا شیء من الکاتب بساکن الأصابع مادام کاتبا لا دائما"، یہاں پہلا قضیہ عرفیہ عامہ سالبہ جو لادوام ذاتی کیساتھ مقید ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سکون اصابع کی نفی ذاتِ کاتب سے اس وقت تک دائمی ہے جب تک وہ وصفِ عنوانی یعنی کتابت کیساتھ متصف رہے، ہمیشہ نفی نہیں، بلکہ کاتب کی ذات تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں سکونِ اصابع کیساتھ متصف ہو سکتی ہے، لہٰذا "لادائما" سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی "کل کاتب ساکن الأصابع بالفعل"، یعنی سکون اصابع کاتب کی ذات کے لیے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ثابت ہے جب کہ وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کیساتھ متصف نہ ہو۔ عرفیہ خاصہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

بالدَّوَام لَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ الله مَادَام كَاتِباً لَادائِماً، بالدَّوَام لَا يُضَارَّ كَاتِبٌ مَادَام كَاتِباً لَادَائِماً، بِالدَّوَامِ لَا شَيْءَ مِنَ المنَافِقِ بِمُفْلِحٍ مَادَامَ مُنَافِقاً لَادائِماً، بالدَّوَام لاَ يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ مَادَامَ مُؤْمِناً لَادائِماً، بالدَّوَامِ لاَ يَتَعَلَّمُ العِلْمَ مُسْتَحٍ وَلاَ مُتَكَبِّرٌ مَادَامَ مُسْتَحْياً وَمُتَكَبِّراً لَادائِماً.

۴۔عرفیہ خاصہ کی وجہ تسمیہ:

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۸۸، حاشیہ ابن مامون:۳۳، القواعد الجلیہ:۲۶۷۔

عرفیہ خاصہ کو عرفیہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ عرفیہ عامہ پر مشتمل ہے اور خاصہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں لادوام ذاتی کی جب قید لگادی گئی تو یہ عرفیہ عامہ سے خاص ہوا[۱]۔

۵۔ عرفیہ خاصہ اور مشروطہ خاصہ میں نسبت:

عرفیہ خاصہ اور مشروطہ خاصہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ ایسی دو کلیات کہ ان میں سے ایک دوسری کے ہر ہر فرد پر صادق آئے اور دوسری پہلی کلی کے بعض افراد پر صادق آئے تو ان دونون میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے، عرفیہ خاصہ تو مشروطہ خاصہ کے ہر ہر فرد پر صادق آتا ہے، لیکن مشروطہ خاصہ عرفیہ خاصہ کے ہر ہر فرد پر صادق نہیں آتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ضرورت وصفیہ "لادائما" ہوتی ہے اور عرفیہ خاصہ میں دوام وصفی "لادائما" ہوتا ہے اور ضرورتِ وصفیہ "لادائما" دوام وصفی "لادائما" کو مستلزم ہوتی ہے، لیکن دوام وصفی "لادائما" ضرورتِ وصفیہ "لادائما" کو مستلزم نہیں، لہذا جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا وہاں عرفیہ خاصہ بھی صادق ہوگا، لیکن جہاں عرفیہ خاصہ صادق ہو وہاں مشروطہ خاصہ کا صادق آنا ضروری نہیں[۲]۔

۶۔ عرفیہ خاصہ، ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں نسبت:

عرفیہ خاصہ، ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں تباین کی نسبت ہے، اس کی تفصیل مشروطہ خاصہ میں بیان ہو چکی ہے[۳]۔

۷۔ عرفیہ خاصہ اور مشروطہ عامہ نسبت:

عرفیہ خاصہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اور عموم وخصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی، یہ دونوں مشروطہ خاصہ کے مادہ میں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے: "كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا لا دائما"، اور اگر مادہ صرف ضرورتِ ذاتیہ کا ہو تو وہاں مشروطہ عامہ تو صادق ہوگا، لیکن عرفیہ خاصہ صادق نہ ہوگا، جیسے: "كل إنسان حيوان بالضرورة"، اور اگر مادہ صرف دوام وصفی کا ہو تو ضرورت سے خالی ہو تو وہاں صرف عرفیہ خاصہ صادق ہوگا، مشروطہ عامہ صادق نہ ہوگا، جیسے: "كل كاتب متحرك الأصابع بالدوام مادام كاتبا لا دائما"، عرفیہ خاصہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، عرفیہ خاصہ اخص ہے اور عرفیہ عامہ اعم ہے، کیونکہ عرفیہ خاصہ میں لادوام ذاتی کی قید ہوتی ہے اور عرفیہ عامہ میں اس قسم کی قید نہیں ہوتی اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے، لہذا عرفیہ خاصہ عرفیہ عامہ سے اخص مطلق ہے اور ایسی دو کلی کہ ان میں سے ایک اخص مطلق اور دوسری اعم مطلق ہو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہذا ان کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی[۴]۔

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۸، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۷۔

[۲] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۸، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۸۔

[۳] القواعد الجلیہ: ۲۶۸، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۸، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

[۴] حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۸، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۸۔

۸۔ عرفیہ خاصہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں نسبت:

عرفیہ خاصہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ یہ دونوں عرفیہ خاصہ سے اعم ہیں وہ اس طرح کہ عرفیہ عامہ عرفیہ خاصہ سے اعم مطلق ہے، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ عرفیہ عامہ سے بھی اعم مطلق ہیں اور قاعدہ ہے کہ اعم کا اعم اعم ہوتا ہے، لہذا یہ دونوں عرفیہ خاصہ سے بھی عام ہوں گے اور ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی[1]۔

۹۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ا: عرفیہ خاصہ میں عرفیہ عامہ مقید اور مطلقہ عامہ قید ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲: عرفیہ عامہ میں محمول دائم مادام الوصف ہوتا ہے، لیکن غیر دائم مادام الذات ہوتا ہے تو اس میں احتمال الدوام مادام الذات کا رفع ہوتا ہے تو اس لیے اسے لادوام ذاتی کے قید کیساتھ مقید کیا جاتا ہے جو مطلقہ عامہ کی طرف مشیر ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں ذاتِ موضوع کے لیے وصف موضوع کا وصف مفارق ہونا ضروری ہے، یعنی وصف موضوع ایسا ہو کہ جو ذات موضوع کے لیے لازم نہ ہو، بلکہ ذاتِ موضوع سے جدا بھی ہو جاتا ہو، اگر ایسا نہ ہو تو وصف محمول ذاتِ موضوع کے لیے دائمی ہو جائے گا، کیونکہ ذاتِ موضوع کے لیے وصف محمول کا دوام اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ذات موضوع کے لیے وصف موضوع کا وجود ہو، پس اگر وصفِ موضوع ذاتِ موضوع کے لیے دائمی ہو گا تو وصف محمول بھی اس کے لیے دائمی ہو گا اور جب وصف محمول ذات موضوع کے لیے دائمی ہو تو لادوام کی قید لگانے سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو باطل اور خلافِ مفروض ہے۔

قاعدہ نمبر ۴: عرفیہ خاصہ میں عدم الدوام مادام الذات ہوتا ہے اس لیے یہ عرفیہ عامہ سے خاص ہے۔

۱۰۔ تمرین:

(الف)۔ عرفیہ خاصہ کی تعریف کریں۔

(ب)۔ عرفیہ خاصہ کی اقسام اور وجہ تسمیہ بیان کریں۔

(ج)۔ عرفیہ خاصہ، مشروطہ خاصہ، ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں کیا نسبت ہے؟

(د)۔ عرفیہ خاصہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں نسبت بیان کریں۔

(ھ)۔ درج ذیل قضایا میں عرفیہ خاصہ کی انواع کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

بِالدَّوَام الْمُسِلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِه وَيَدِهِ مَادَامَ مُسْلِماً لَادَائِماً، بِالدَّوَام المؤْمِنُ غَيْرُدَنِيٍّ مَادَامَ مُؤْمِناًلَادَائِماً، بِالدَّوَام المبْتَدِعُ لَيْسَ بِمُتَّبِعٍ مَادَامَ مُبْتَدِعاًلَادَائِماً، بالدَّوَام الشَّاهِدُ يَرَى مَا لا يَرَى الْغَائِبُ مَادَام شَاهِداً لَادَائِماً، الْلَئِيْمُ لَيْسَ بِشَرِيْفٍ مَادَامَ لَئِيْماًلَادَائِماً، بِالدَّوَامِ عَائِدُ المرِيْضِ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۸۸، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۸۔

يَخُوْضُ فِی الرَّحْمَةِ مَادَامَ عَائِداًلَادائِماً، بِالدَّوَامِ الْعَالِمُ أَمِيْنُ اللهِ فِی الْأَرْضِ مَادامَ عِالِماًلَادَائِماً، بِالدَّوَامِ المجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ مَادَامَ مُجَاهِداًلَادائِماً، بِالدَّوَامِ الزَّانِیْ بِحَلِيْلَةِ جَارِهِ لَايَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِ مَادامَ عِالِماًلَادَائِماً، بِالدَّوَامِ المؤْمِنُ الْقَوِیُّ كَمَثَلِ النَّخْلَةِ مَادامَ مُؤْمِناً لَادَائِماً، بِالدَّوَامِ الْعُلَمَاءُ مَصَابِيْحُ الْأَرْضِ وَخُلَفَاءُ الْأَنْبِيَاء.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞...... بِالدَّوَامِ طَالِبُ الْعِلْمِ رُكْنُ الإِسْلَامِ مَادَامَ طَالِبُ الْعِلْمِ لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ عرفیہ خاصہ۔

"طَالِبُ الْعِلْمِ"مرکب تقییدی موضوع..."رُكْنُ الإِسْلَام"مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو..."مَادَامَ طَالِبُ الْعِلْمِ"جہت ضرورتِ وصفی..."لَادَائِماً"اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ عرفیہ خاصہ۔

۞...... بِالدَّوَامِ الْإِمَامُ ضَامِنٌ مَادَامَ إِمَاماً لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ عرفیہ خاصہ۔

"الْإِمَامُ"موضوع..."ضَامِنٌ"محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو..."مَادَامَ إِمَاماً"جہت ضرورتِ وصفی... "لَادَائِماً"اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ منوعہ رباعیہ عرفیہ خاصہ۔

فصلِ چہارم: وجودیہ لاضروریہ کا بیان

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

مطلقہ عامہ کو لاضرورتِ ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو قضیہ وجودیہ لاضروریۃ بن جاتا ہے۔ مطلقہ عامہ میں یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ محمول ذات موضوع کے لیے ضروری الثبوت ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایسا نہ ہو۔ پس احتمال کو برطرف کرنے کے لیے مطلقہ عامہ کو لاضرورۃ ذاتیہ سے مقید کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ محمول موضوع کے لیے ضروری نہیں ہے۔ لاضرورۃ ذاتیہ کو کھولا جائے تو وہ امکان عام میں تبدیل ہوتا ہے۔ پس مطلقہ عامہ اور امکانِ عام مل کر وجودیہ لاضروریۃ کے قضیہ کو وجود دیتے ہیں۔

۲۔ وجودیہ لاضروریہ کی تعریف:

هِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّاضَرُوْرَةِ بِحَسْبِ الذَّاتِ[1].

وجودیہ لاضروریہ وہ موجہہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لاضرورۃ ذاتی (ممکنہ عامہ) کیساتھ مقید کیا گیا ہو، جیسے: "كل إنسان متنفس بالفعل لابالضرورة"، یہاں "لابالضرورة" سے ممکنہ عامہ سالبہ یعنی "لاشيء من الإنسان بمتنفس بالإمكان العام" کی طرف اشارہ ہے اور جیسے: "لاشيء من الحيوان بمتنفس بالفعل لابالضرورة"، یہاں "لا بالضرورة" سے ممکنہ عامہ موجبہ یعنی "كل حيوان متنفس بالإمكان العام" کی طرف اشارہ ہے۔

بالفاظِ دیگر وجودیہ لاضروریہ وہی مطلقہ عامہ ہے جس کو لاضرورۃِ ذاتی کیساتھ مقید کیا گیا ہو، لاضرورۃِ ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں ذکر کی گئی ہے وہ موضوع کی ذات کے لیے ضروری نہیں جب تک موضوع کی ذات موجود ہے اور ضروری نہ ہونے کا نام ہی امکان ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لاضرورۃ سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، تو اب وجودیہ لاضروریہ کی تعریف یہ ہوگی کہ وجودیہ لاضروریہ وہ قضیہ موجہہ ہے جو مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے مرکب ہے۔

۳۔ وجودیہ لاضروریہ کی اقسام:

وجودیہ لاضروریہ کی باعتبار ایجاب وسلب کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ وجودیہ لاضروریہ موجبہ (ب)۔ وجودیہ لاضروریہ سالبہ

(الف)۔ وجودیہ لاضروریہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ وَسَالِبَةٍ مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ[2].

وجودیہ لاضروریہ موجبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جو مطلقہ عامہ موجبہ اور ممکنہ عامہ سالبہ سے مرکب ہو، مطلقہ عامہ موجبہ قضیہ کا پہلا

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰، شرح المنظومہ: ۵۵، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۸، شرح المطالع: ۱۵۸۔

(۲) حاشیہ ابن مامون: ۳۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰، شرح المنظومہ: ۵۵، القواعد الجلیہ: ۲۶۸، شرح المطالع: ۱۵۸۔

جزء ہو گا اور ممکنہ عامہ سالبہ دوسرا جزء ہو گا، جیسے: "كل إنسان ضاحك بالفعل لابالضرورة"، اس مثال میں پہلا قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ ہے اور "بالضرورة" سے ممکنہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی "لا شيء من الإنسان بكاتب بالإمكان العام"، اور یہ اس طور پر کہ جب "بالضرورة" کہا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ پہلے قضیہ میں جو ایجاب ہے وہ ضروری نہیں تو ایجاب کا ضروری نہ ہونا سلب ضرورۃ الایجاب ہے اور سلب ضرورۃ الایجاب ہی ممکنہ عامہ سالبہ ہے۔ وجودیہ لاضروریہ موجبہ کی مثالیں یہ ہیں:

إِنَّ اللهَ يَفْعَلُ مَايُرِيْدُبِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، الْجَمَاعَةُ بَرَكَةٌ وَالسُّحُوْرُ بَرَكَةٌ وَالثَّرِيْدُ بَرَكَةٌبِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، الْجُلُوسُ مَعَ الْفُقَرَاءِ مِنَ التَّوَاضُعِ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، الْكَذِبُ مُجَانِبُ الْإِيْمَانِ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، الْكَذِبُ يَنْقُصُ الرِّزْقَ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمؤْمِنِ حَيْثُ وَجَدَهَا جَذَبَهَابِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ.

(ب)۔ وجودیہ لاضروریہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ وَ مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ[1].

وجودیہ لاضروریہ سالبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جو مطلقہ عامہ سالبہ اور ممکنہ عامہ موجبہ سے مرکب ہو گا، جیسے: "لا شيء من الإنسان بكاتب بالفعل لابالضرورة"، یہاں پہلا قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے اور "لاضرورة" سے ممکنہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی "كل إنسان كاتب بالإمكان العام"، کیونکہ جب قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ کے بعد "لابالضرورۃ" کہا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ سابقہ قضیہ میں جو سلب ہے وہ ضروری نہیں، تو سلب کا ضروری نہ ہونا، یعنی سلب ضرورۃ السلب بعینہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے اس لیے کہتے ہیں کہ وجودیہ لاضرورۃ جب سالبہ ہو تو "لابالضرورۃ" سے ممکنہ عامہ موجبہ نکالا جائے گا۔ وجودیہ لاضروریہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

لَاشَيْءَ مِنَ الْمُؤْمِنِ بِمُنَافِقٍ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، لَا شَيْءَ مِنَ الطَّالِبِ بِجَاهِلٍ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِ، بَعْضُ الطَّالِبِ يَجْتَهِدُ فِي الدَّرْس لَابِالضَّرُوْرَةِ.

۴۔ وجودیہ لاضروریہ کی وجہ تسمیہ:

اس کو وجودیہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں قضیہ مطلقہ عامہ میں وجود خارجی پر حکم لگتا ہے اور لاضروریہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مطلقہ عامہ لاضرورۃ ذاتیہ کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے[2]۔

۵۔ وجودیہ لاضروریہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں نسبت:

وجودیہ لاضروریہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لاضروریہ اعم ہے، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ اخص ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ضرورۃ وصفیہ لادائما ہوتی ہے اور وجودیہ لاضروریہ میں فعلیت النسبۃ لابالضرورۃ ہوتی ہے تو جہاں ضرورۃ وصفیہ لادائما صادق ہو گی وہاں فعلیت النسبۃ لابالضرورۃ بھی صادق ہو گی، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰، شرح المنظومہ: ۵۵، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۸، شرح المطالع: ۱۵۸۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۸۔

فعلیت النسبۃ لا بالضرورۃ صادق ہو وہاں ضرورۃ وصفیہ لادائما بھی صادق ہو۔ اور عرفیہ خاصہ میں دوام وصفی لادائما ہوتی ہے تو جہاں دوام وصفی مع لادوام ذاتی صادق ہو گا تو وہاں فعلیت النسبۃ لا بالضرورۃ بھی صادق ہو گی، لیکن اس کے برعکس نہیں ہو گا[1]۔

۶۔ وجودیہ لاضروریہ اور ضروریہ مطلقہ میں نسبت:

وجودیہ لاضروریہ اور ضروریہ مطلقہ میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے کہ اول میں ''لا بالضرورۃ'' کی قید ہوتی ہے اور ضروریہ مطلقہ میں ''ضرورۃ'' کی قید ہوتی ہے اور ''ضرورۃ'' اور ''لاضرورۃ'' میں تباین ظاہر ہے، اس لیے یہ دونوں آپس میں متباینین ہیں[2]۔

۷۔ وجودیہ لاضروریہ اور دائمہ مطلقہ میں نسبت:

وجودیہ لاضروریہ اور دائمہ مطلقہ میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اور عموم وخصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک مادہ اجتماعیہ اور دو مادے افتراقیہ۔ مادہ اجتماعیہ دونوں کا مادہ وہ دوام ہے جو ضرورۃ سے خالی ہو، اس پر دونوں صادق آتے ہیں اور مادہ ضرورۃ میں صرف دائمہ مطلقہ صادق ہوتا ہے، وجودیہ لاضروریہ صادق نہیں ہوتا اور مادہ دوام میں وجودیہ لاضروریہ صادق ہوتا ہے، لیکن دائمہ مطلقہ صادق نہیں ہوتا[3]۔

۸۔ وجودیہ لاضروریہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں نسبت:

وجودیہ لاضروریہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، مشروطہ خاصہ کے مادہ میں تینوں صادق ہوتے ہیں اور ضروریہ ذاتیہ کے مادہ میں صرف مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں اور لادوام وصفی کے مادہ میں صرف وجودیہ لاضروریہ صادق ہوتا ہے[4]۔

۹۔ وجودیہ لاضروریہ اور مطلقہ عامہ میں نسبت:

وجودیہ لاضروریہ اور مطلقہ عامہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لاضروریہ اخص ہے اور مطلقہ عامہ اعم ہے، جہاں وجودیہ لاضروریہ ہو گا وہاں مطلقہ عامہ ہو گا، لیکن جہاں مطلقہ عامہ ہو وہاں وجودیہ لاضروریہ کا ہونا ضروری نہیں، کیونکہ وجودیہ لاضروریہ میں لاضرورۃ ذاتی کی قید ہوتی ہے اور مطلقہ عامہ میں نہیں ہوتی اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے[5]۔

۱۰۔ وجودیہ لاضروریہ اور ممکنہ عامہ میں نسبت:

وجودیہ لاضروریہ اور ممکنہ عامہ میں بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لاضروریہ اخص ہے اور ممکنہ عامہ اعم ہے، جہاں وجودیہ لاضروریہ ہو گا وہاں ممکنہ عامہ ہو گا، لیکن جہاں ممکنہ عامہ ہو وہاں وجودیہ لاضروریہ کا ہونا ضروری نہیں، کیونکہ ممکنہ عامہ

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۸۔
(۲) حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۹، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰۔
(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰، حاشیہ ابن مامون: ۳۳، القواعد الجلیہ: ۲۶۹۔
(۴) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰، القواعد الجلیہ: ۲۶۹۔
(۵) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰، القواعد الجلیہ: ۲۶۹۔

تمام قضایا سے اعم ہے تو وجودیہ لاضروریہ سے بھی اعم ہو گا[۱]۔

۱۱۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: وجودیہ لاضروریہ مطلقہ عامہ اور امکان عام سے مرکب ہوتا ہے[۲]۔

قاعدہ نمبر ۲: وجودیہ لاضروریہ ایک مطلقہ عامہ مصرحہ اور ایک مطلقہ عامہ ضمنیہ سے مرکب ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: وجودیہ لاضروریہ میں مطلقہ عامہ مقید اور ممکنہ عامہ قید ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۴: جب قضیہ میں لاضرورۃ (خواہ ضرورۃ الایجاب ہو یا ضرورۃ السلب) کی قید مصرح ہو تو یہ ممکنہ عامہ ہوتا ہے، کیونکہ امکان عام سلب الضرورۃ کو کہتے ہیں[۳]۔

۱۲۔ تمرین:

(الف)۔ وجودیہ لاضروریہ کی تعریف بمع اقسام بیان کریں۔

(ب) وجودیہ لاضروریہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں نسبت بیان کریں۔

(ج)۔ وجودیہ لاضروریہ، ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں کیا نسبت ہے؟

(د)۔ درج ذیل قضایا میں وجودیہ لاضروریہ کی اقسام کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

إنَّ اللهَ يَفْعَلُ مَايُرِيْدُبِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، إنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيْ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، اللهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُبِالفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، إنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِوَالمنْكَرِبِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموْتِ بِالْفِعْل لَابِالضَّرُوْرَةِ، إنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِيْ الجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، آولئِكَ أَصْحَابُ النَّارِبِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، الْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَالْفُرْقَةُ عَذَابٌ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، تَلْفَحُ وُجُوْهُهُم النَّارِوَهُمْ فِيْهِ كِالِحُوْنَ بِالْفِعْل لَابِالضَّرُوْرَةِ ، يَبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍعَلَى مَامَاتَ عَلَيْهِ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ لَابِالضَّرُوْرَةِ، الطُّلَابُ مُجْتَهِدُوْنَ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، زَيْدٌيَأْكُلُ الطَّعَامَ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، زَيْدٌيَقْرَءُالْقُرْآنَ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُوْلُ الْقِيَامِ وَأَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جَهْدُ الْمُقِلِّ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الصَّلَاةِبِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ، الْبَنَاتُ هُنَّ الْمُشْفِقَاتُ الْمُجْهِزَاتُ المبَارَكَاتُ لَابِالضَّرُوْرَةِ.

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰، القواعد الجلیہ: ۲۶۹۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۰۔

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁ ...... إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالمنْكَرِ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ وجودیہ لاضروریہ۔
''إِنَّ''اداتِ غیر زمانیہ... ''الصَّلَاةَ''موضوع... ''تَنْهَى ''قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذوہو حمل ترکیبی... ''عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالمنْكَرِ''متعلق محمول... ''بِالْفِعْل ''جہت فعلیت... ''لَا بِالضَّرُوْرَةِ''اشارہ بسوئے ممکنہ عامہ... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ وجودیہ لاضروریہ۔

❁ ......اللهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ وجودیہ لاضروریہ۔
''اللهُ''موضوع... ''يَبْسُطُ الرِّزْقَ ''قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ عند المتاخرین و مہملہ موجبہ عند المتقدمین خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذوہو حمل ترکیبی... ''مَنْ يَّشَاءُ''متعلق محمول... ''بِالْفِعْل ''جہت فعلیت... ''لَا بِالضَّرُوْرَةِ''اشارہ بسوئے ممکنہ عامہ... موضوع اپنے محمول اور متعلق محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ وجودیہ لاضروریہ۔

فصلِ پنجم: وجودیہ لادائمہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ مطلقہ عامہ کو جب لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو وجودیۃ لادائمۃ بن جاتا ہے۔ مطلقہ عامہ میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ محمول ذاتِ موضوع کے لیے دوائی اور استمراری ہے کیونکہ ہم موجہہ بسیطہ میں پڑھ چکے ہیں کہ مطلقہ عامہ قضیہ ضروریۃ اور قضیہ دائمۃ سے اعم ہوتا ہے اور اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے ضروری ہو جیسا کہ وجودیہ لاضروریۃ میں اس احتمال کو رفع کیا گیا ہے اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے دائمی ہو، اس احتمال کو دور کرنے کے لیے وجودیہ لادائمہ کو تشکیل دیا گیا ہے۔ لادوام ذاتی کی قید کو اگر کھولا جائے تو یہ مطلقہ عامہ بنتا ہے۔ پس وجودیہ لادائمہ دو قضیہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے۔

۲۔ وجودیہ لادائمہ کی تعریف:

هِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ[۱].

وہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید کیا گیا ہو، یعنی وجودیہ لادائمہ دو مطلقہ عامہ سے مرکبہ ہوتا ہے، ایک تو وہ مطلقہ عامہ جس کو لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید کیا گیا ہو اور چونکہ لادوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اس لیے دوسرا قضیہ بھی مطلقہ عامہ ہوگا، جیسے: "كل إنسان متنفس بالفعل لادائما" یہاں پہلا قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ ہے اور "لادائما" دوسری مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف مشیر ہے، یعنی "لا شيء من الحيوان بمتنفس بالفعل".

۳۔ وجودیہ لادائمہ کی اقسام:

وجودیہ لادائمہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ وجودیہ لادائمہ موجبہ (ب)۔ وجودیہ لادائمہ سالبہ

(الف)۔ وجودیہ لادائمہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ وَ مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ[۲].

وجودیہ لادائمہ موجبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جس کا پہلا قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ اور دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ ہو، جیسے: "كل إنسان ضاحك بالفعل لادائما" یہاں پہلا قضیہ "كل إنسان ضاحك بالفعل" مطلقہ عامہ موجبہ ہے، لہذا "لادائما" سے مطلقہ عامہ سالبہ نکالا جائے گا، یعنی "لا شيء من الإنسان بضاحك بالفعل"، اب یہاں دو مطلقہ عامہ ہو گئے، لیکن چونکہ پہلا مطلقہ عامہ موجبہ ہے اس لیے پورے قضیہ کا نام موجبہ رکھا گیا ہے۔ وجودیہ لادائمہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

---

(۱) الاشارات مع شرح الطوسی:۱/۹۰، تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۲، شرح المنظومہ:۵۵، القواعد الجلیہ:۲۷۰۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۲، شرح المنظومہ:۵۵، القواعد الجلیہ:۲۷۰۔

الطُّلاَبُ يَجْتَهِدُوْنَ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، يَسْتَنْزِلُ الطَّيْرُ مِنَ السَّماءِ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، هُوَ مُصْلِحٌ لِلْوُقُوْدِ تَحْتَ الْقِدْرِ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، طَرِيْقُ الْحَافِيْ عَلى أَصْحَابِ النِّعَالِ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، الْمَشْرَبُ الْعَذْبُ كَثِيْرُ الزِّحَامِ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، الصَّبْرُ مِفْتَاح الْفَرْجِ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً.

(ب)۔ وجودیہ لادائمہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ وَ مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ[1].

وجودیہ لادائمہ سالبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جس کا پہلا قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ اوردوسرا قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ ہو، جیسے: ”لا شیء من الإنسان بضاحك بالفعل لادائما“ یہاں پہلا قضیہ ”لا شیءمن الإنسان بضاحك بالفعل “مطلقہ عامہ سالبہ ہے، لہذا ”لادائما“ سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی ”کل إنسان ضاحك بالفعل “۔ وجودیہ لادائمہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

لَيْسَ كُلُّ فَهِمٍ فَقِيْهاً بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، لَيْسَ كُلُّ عِمَارَةٍ مَسْجِدٌ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، مَا قَصَّرْتَ فِي التَّقْصِيْرِ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، مَا أَهْوَنَ الْحَرْبُ عَلى النَّظَّارَةِ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، هَذَا الْمَيِّتُ لَا يُسَاوِي الْبُكَاءَ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً.

۴۔ وجودیہ لادائمہ کی وجہ تسمیہ:

وجود لادائمہ کو وجودیہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ وجود یعنی فعلیتِ نسبت پر مشتمل ہوتا ہے اور لادائمہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لادوام ذاتی کیساتھ مقید ہوتا ہے۔ نیز اس کو وجودیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مطلقہ عامہ میں وجودِ خارجی پر حکم لگایا جاتا ہے جب کہ لادائمہ کہنے کی وجہ سے مطلقہ عامہ کا اس قید کے ساتھ مقید ہونا ہے[2]۔

۵۔ وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ میں نسبت:

وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لادائمہ اخص ہے اور وجودیہ لاضروریہ اعم ہے، اس لیے جہاں دو مطلقہ عامہ یعنی وجودیہ لادائمہ پائے جائیں گے تو وہاں ایک مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ یعنی وجودیہ لاضروریہ بھی پایا جائے گا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں وجودیہ لاضروریہ بھی صادق ہو تو وہاں وجودیہ لادائمہ بھی صادق ہو[3]۔

۶۔ وجودیہ لادائمہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں نسبت:

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۲، شرح المنظومہ:۵۵، القواعد الجلیہ:۲۷۰۔

[2] شرح المنظومہ:۵۵، القواعد الجلیہ:۲۷۰، تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۲۔

[3] ، القواعد الجلیہ:۲۷۰، تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۲، شرح المنظومہ:۵۵۔

وجودیہ لادائمہ،مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے،وجودیہ لادائمہ اعم ہے،مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ اخص ہیں،وجودیہ لادائمہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے ہر ہر فرد پر صادق آتا ہے،لیکن مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ،وجودیہ لادائمہ کے ہر ہر فرد پر صادق نہیں آتے،بلکہ بعض پر صادق ہوتے ہیں اور بعض پر نہیں۔کیونکہ یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ضرورہ وصفیہ لادائما ہوتی ہے اور وجودیہ لادائمہ میں فعلیت النسبۃ لادائما ہوتی ہے تو اب جہاں ضرورۃ وصفیہ یادوام وصفی لادائما کا صدق ہوگا وہاں فعلیت النسبۃ لادائما کا بھی صدق ہوگا،لیکن جہاں فعلیت النسبۃ لادائما صادق ہو تو وہاں ضرورۃ وصفیہ لادائما،یادوام وصفی لادائما کا صادق ہونا ضروری نہیں[1]۔

۷۔وجودیہ لادائمہ،ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں نسبت:

وجودیہ لادائمہ،ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں تباین کی نسبت ہے،اس لیے کہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں دوام کی قید ہوتی ہے اور جب کہ وجودیہ لادائمہ میں لادوام کی قید ہوتی ہے،دوام اور لادوام میں تباین بالکل ظاہر ہے[2]۔

۸۔وجودیہ لادائمہ،مشروطہ عامہ اور عرفیہ خاصہ میں نسبت:

وجودیہ لادائمہ،مشروطہ عامہ اور عرفیہ خاصہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے،کیونکہ مشروطہ خاصہ کے مادہ مین تینوں صادق ہوتے ہیں اور ضروریہ مطلقہ کے مادہ میں صرف مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں اور لادوام وصفی کے مادہ میں صرف وجودیہ لادائمہ صادق ہوتا ہے[3]۔

۹۔وجودیہ لادائمہ،مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں نسبت:

وجودیہ لادائمہ،مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے،یہ دونوں اعم ہیں اور وجودیہ لادائمہ اخص ہے،اس لیے کہ مطلقہ عامہ سے ممکنہ عامہ اعم ہے اور مطلقہ عامہ،وجودیہ لادائمہ سے اعم ہے اور قاعدہ ہے کہ اعم کا اعم اعم ہوتا ہے،لہذا مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ دونوں وجودیہ لادائمہ سے اعم ہیں اور وجودیہ لادائمہ ان دونوں سے اخص ہے اور جن کلیوں میں سے ایک اعم اور دوسری اخص ہو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے،لہذا ان کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی[4]۔

۱۰۔قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱:وجودیہ لادائمہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے جن میں ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہوتا ہے۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۲،القواعد الجلیہ:۲۷۰،شرح المنظومہ:۵۵۔
(۲) القواعد الجلیہ:۲۷۰،شرح المنظومہ:۵۵،تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۲۔
(۳) شرح المنظومہ:۵۵،القواعد الجلیہ:۲۷۰،تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۲،۔
(۴) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۲،شرح المنظومہ:۵۵،القواعد الجلیہ:۲۷۰۔

قاعدہ نمبر ۲: وجودیہ لادائمہ ایک مطلقہ عامہ مصرحہ اور ایک مطلقہ عامہ ضمنیہ سے مرکب ہوتا ہے۔
قاعدہ نمبر ۳: وجودیہ لادائمہ کو وجودیہ اس لیے کہتے ہیں، کیونکہ اس میں نسبت بالفعل واقع ہوتی ہے۔
قاعدہ نمبر ۴: وجودیہ لادائمہ کو مطلقہ اسکندریہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ اسکندر رومی نے جو معلم اول ارسطو کا مصاحب تھا مطلقہ عامہ کی تعریف وہ کی ہے جو وجودیہ لادائمہ کی ہے، اس نے کہا تھا کہ مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں نسبت کی فعلیت کا حکم لگایا گیا ہو اور وہ لادوام کیساتھ مقید ہو، حالانکہ یہ اسکندر کی غلط فہمی تھی یہ تعریف مطلقہ عامہ کی نہیں، بلکہ وجودیہ لادوائمہ کی ہے اس لیے وجودیہ لادائمہ کا نام مطلقہ اسکندریہ رکھ دیا گیا[1]۔

۱۱۔ تمرین:

(الف)۔ وجودیہ لادائمہ کی تعریف بمع اقسام بیان کریں۔
(ب)۔ وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ میں کیا نسبت ہے؟
(ج)۔ وجودیہ لادائمہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں نسبت بیان کریں۔
(د)۔ وجودیہ لادائمہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟
(ھ)۔ درج ذیل قضایا میں وجودیہ لادائمہ کی اقسام کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

إنَّ الإنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْقَلْبِ مُسْتَجَابَةٌ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، آكِلُ الرِّبَاءِ مَلْعُوْنٌ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، المسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، زَيْدٌ يَكْتُبُ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، ابْنُ آدَمَ يَغْضِبُ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، الْحَيَوَانُ يَأْكُلُ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، وَلَقَدْ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، أَقْرَبُ مَايَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، الْإِنْسَانُ مُتَنَفِّسٌ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً، الإنْسَانُ مَجْبُوْرٌ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞...... إنَّ الإنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ بِالْفِعْلِ لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ وجودیہ لادائمہ۔

"إنَّ" اداتِ غیر زمانیہ... "الإنْسَانَ" موضوع... "لَفِيْ خُسْرٍ" محمول بحمل الاشتقاق حمل اشتقاقی حمل ذو ہو حمل ترکیبی...

---

[1] کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۵۶۹/۲، ارشاد الفہوم: ۳۷۱۔

"بِالْفِعْلِ"جہت فعلیت ..."لَادَائِماً"اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ وجودیہ لادائمہ۔

۞ ...... كُلُّ فَهِمٍ لَيْسَ فَقِيْهاً بِالْفِعْلِ لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ وجودیہ لادائمہ۔

"كُلُّ"سور موجبہ کلیہ..."فَهِم"موضوع..."لیس"اداتِ سلب..."فَقِيْهاً"محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو... "بِالْفِعْلِ"جہت فعلیت ..."لَادَائِماً"اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ کلیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ وجودیہ لادائمہ۔

فصل ششم: وقتیہ کا بیان

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ وقتیہ مطلقہ کو جب لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو وقتیہ بن جاتا ہے، مطلقہ عامہ میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے دوائمی اور استمراری ہے کیونکہ ہم موجہہ بسیطہ میں پڑھ چکے ہیں کہ مطلقہ عامہ قضیہ ضروریہ مطلقہ اور وقتیہ مطلقہ سے اعم ہوتا ہے اور اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ محمول موضوع کے لیے ضروری ہو اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے دائمی ہو، اس احتمال کو دور کرنے کے لیے وقتیہ کو تشکیل دیا گیا ہے، لادوام ذاتی کی قید کو اگر کھولا جائے تو یہ مطلقہ عامہ بنتا ہے۔ پس وقتیہ ایک وقتیہ مطلقہ اور ایک مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے۔

۲۔ وقتیہ کی تعریف:

هِيَ الْوَقَتِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ[۱].

وہ وقتیہ مطلقہ ہے جو لادوام ذاتی کیساتھ مقید ہو، یعنی وقتیہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو اور لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو، جیسے: "بالضرورة كل مصل طاهر وقت أداء الصلاة لادائما"، اس میں پہلا جزء وقتیہ مطلقہ ہے اور "لادائما" سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی "لا شیء من المصلی بطاهر وقت الجنابة بالضرورة لادائما".

۳۔ وقتیہ کی وجہ تسمیہ:

موجہہ وقتیہ کو وقتیہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ وقتیہ مطلقہ پر مشتمل ہے، لیکن اس کو صرف وقتیہ کہتے ہیں، مطلقہ نہیں، اس لیے کہ اس وقتیہ میں لادوام ذاتی کی قید ہوتی ہے[۲]۔

۴۔ وقتیہ کی اقسام:

وقتیہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: (الف)۔ وقتیہ موجبہ (ب)۔ وقتیہ سالبہ

(الف)۔ وقتیہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ وَقَتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ مُوْجِبَةٍ وَمُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ[۳].

وقتیہ موجبہ وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جو وقتیہ مطلقہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے مرکب ہو، جیسے: "كل قمر منخسف

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۲، القواعد الجلیہ: ۱۷۲، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۲، القواعد الجلیہ: ۱۷۲، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۲، القواعد الجلیہ: ۱۷۲، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

وقت حیلولۃ الأرض بینه وبین الشمس لادائما"،یہ وقتیہ موجبہ ہے،کیونکہ اس میں پہلا جزء موجبہ ہے اوروہ وقتیہ مطلقہ ہے،لہذا"لادائما"سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا،یعنی"لاشیء من القمر بمنخسف وقت التربیع بالفعل"۔وقتیہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

الْقِيَامَةُ آتِيَةٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ لَادَائِماً، وَجِيْءَ يَوْمَئِذٍ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ لَادَائِماً، الْحَجُّ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ لَادَائِماً، الْأُضْحِيَّةُ وَاجِبٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ لَادَائِماً.

(ب)۔وقتیہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ وَقَتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ سَالِبَةٍ وَ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ[1].

وقتیہ سالبہ وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جو وقتیہ مطلقہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہو،جیسے:"لاشیء من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما"،یہ قضیہ وقتیہ سالبہ ہے،کیونکہ اس میں پہلا جزء سالبہ ہے،لہذا"لادائما"سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا،یعنی"کل قمر منخسف بالإطلاق العام"،پس وقتیہ سالبہ وہ قضیہ کہلائے گا جو وقتیہ مطلقہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہو۔وقتیہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

لَا شَيْءَ مِنَ الْمُصَلِّيْ بِطَائِرٍ وَقْتَ الْجَنَابَةِ بِالضَّرُوْرَةِ لَا دَائِماً، لَاشَيْءَ مِنَ الطَّالِبِ الْمُجْتَهِدِ بِغَافِلٍ وَقْتَ الدِّرَاسَةِ بِالضَّرُوْرَةِ لَا دَائِماً، لَا شَيْءَ مِنَ الْمُصَلِّيْ بِنَائِمٍ وَقْتَ الصَّلَاةِ بِالضَّرُوْرَةِ لَا دَائِماً.

۵۔وقتیہ،وجودیہ لاضروریہ اوروجودیہ لادائمہ میں نسبت:

وقتیہ ،وجودیہ لاضروریہ اوروجودیہ لادائمہ کےدرمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے،وقتیہ ان دونوں(وجودیہ لاضروریہ،وجودیہ لادائمہ)سے اخص ہے اوریہ دونوں وقتیہ سے اعم ہیں،کیونکہ جب کوئی ضرورت بحسب الوقت لادائما کی صورت میں صادق ہوگا(جوکہ وقتیہ کامفہوم ہے)توحکم بالاطلاق العام لادائما(جووجودیہ لادائمہ کامفہوم ہے)اورحکم بالاطلاق لابالضرورۃ(جووجودیہ لاضروریہ کامفہوم ہے)بھی صادق ہوگا،لیکن اس کاعکس ضروری نہیں کہ جہاں حکم بالاطلاق العام لادائما اورحکم بالاطلاق العام لابالضرورۃ صادق ہوتووہاں وقتیہ بھی صادق ہوگا[2]۔

۶۔وقتیہ،مشروطہ خاصہ اورعرفیہ خاصہ میں نسبت:

وقتیہ،مشروطہ خاصہ اورعرفیہ خاصہ کےدرمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے،وقتیہ اخص من وجہ ہے اوریہ

---

(۱) القواعدالجلیہ:۲۷۲،تحریرالقواعدالمنطقیہ:۲۹۲،حاشیہ ابن مامون:۳۳۔

(۲) تحریرالقواعدالمنطقیہ:۲۹۲،القواعدالجلیہ:۲۷۲۔

دونوں (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) اعم من وجہ ہیں، چنانچہ جس مادہ میں حکم بحسب الوصف ضروری ہو اور وصفِ موضوع بھی ذاتِ موضوع کے لیے کسی وقت میں ضروری ہو تو وہاں تینوں قضیے صادق ہوں گے، جیسے: "بالضرورۃ کل منخسف مظلم مادام منخسفا"، اس مادہ میں حکم بحسب الوصف ضروری ہے اور ذات موضوع کے لیے وصفِ موضوع بھی کسی نہ کسی وقت ضروری ہے، لہذا یہاں یہ تینوں قضیے صادق ہوں گے، اب اس میں "لا دائما" لگا کر اس طرح کہا جائے: "بالضرورۃ کل قمر منخسف مادام منخسفا لا دائما" تو مشروطہ خاصہ بن جائے گا اور جب اسی طرح عرفیہ خاصہ بھی صادق ہو گا، یعنی "بالدوام کل قمر منخسف مادام منخسفا لا دائما"[1].

اور جب اس مادہ میں وقت کا لفظ بڑھا کر اس طرح کہیں گے: "کل منخسف مظلم بالضرورۃ وقت الانخساف" تو یہ وقتیہ بن جائے گا۔ اس مادہ میں وقتیہ تو اس لیے صادق ہے کہ ذاتِ موضوع یعنی چاند کے لیے وصفِ موضوع یعنی گہن زمین کے حائل ہونے کے وقت ضروری ہے اور گہن کی وجہ سے تاریکی ضروری ہے، لہذا ذاتِ منخسف یعنی چاند کے لیے گہن کے وقت تاریکی ضروری ہے، لہذا ذاتِ منخسف یعنی قمر کے لیے گہن کے وقت تاریکی ضروری ہو گی اور جب وقتیہ صادق ہوا تو مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ بھی صادق ہوں گے۔ یہ مادہ اجتماعیہ ہے جس میں تینوں قضیے صادق ہیں۔

اور اگر ایسا مادہ ہو کہ جس میں حکم مادام الوصف تو ہو، لیکن وصف موضوع ذاتِ موضوع کے لیے کسی وقت ضروری نہ ہو تو وہاں دونوں خاصہ تو صادق ہوں گے، لیکن وقتیہ صادق نہ ہو گا، جیسے: "کل کاتب متحرك الأصابع مادام کاتبا لا دائما"، اس میں کتابت چونکہ ذاتِ کاتب کے لیے کسی وقت بھی ضروری نہیں، اس لیے تحرک اصابع کسی وقت ضروری نہ ہو گا تو یہاں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ تو صادق ہیں، لیکن وقتیہ صادق نہیں، یہ پہلا مادہ افتراقیہ ہوا۔

اور اگر ایسا مادہ ہو جس میں حکم نہ تو بحسب الوصف ضروری ہو اور نہ دائمی ہو، بلکہ وہ کسی خاص وقت میں ضروری ہو تو وہاں وقتیہ تو صادق ہو گا، لیکن مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ صادق نہ ہوں گے، جیسے: "کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الأرض بینه وبین الشمس لا دائما"، یہ ایسا مادہ ہے کہ نہ تو حکم بحسب الوصف ضروری ہے اور نہ دائمی ہے، بلکہ ایک خاص وقت یعنی چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جانے کے وقت چاند پر گہن لگنے کا حکم ضروری ہے[2]۔

یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ وقتیہ، مشروطہ خاصۃ اور عرفیہ خاصہ کے درمیان جو عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے یہ اس وقت ہو گی جب مشروطہ خاصہ کی تفسیر یوں کی جائے کہ مشروطہ خاصہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم بحسب الوصف ضروری ہو، لیکن اگر اس کی تفسیر یوں کی جائے کہ مشروطہ خاصہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم ضروری مادام الوصف ہو تو اس تفسیر کے مطابق مشروطہ خاصہ اور وقتیہ میں

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۲، القواعد الجلیہ: ۲۷۲۔
(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۲، القواعد الجلیہ: ۲۷۲۔

عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ضرورۃ وصف کے تمام اوقات میں پائی جائے گی اس حال میں کہ وصف کے تمام اوقات ذات کے بعض اوقات ہوتے ہیں توجہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا وہاں وقتیہ بھی صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس نہیں، یعنی ضروری نہیں کہ جب ضرورت وجودِذات کے اوقات میں سے ایک معین وقت میں پائی جائے تو وصف کے تمام اوقات میں بھی پائی جائے، لہذاجہاں وقتیہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ خاصہ کاصادق ہوناضروری نہیں،، پس وقتیہ عام ہوگااور مشروطہ خاصہ خاص ہوگااور جن دوکلیوں میں سے ایک اعم اوردوسری عام ہو تو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہذاوقتیہ اور مشروطہ خاصہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی[1]۔

۷۔ وقتیہ دائمتین (ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ) میں نسبت:

وقتیہ دائمتین (ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ) کے درمیان تباین کی نسبت ہے، کیونکہ دائمتین (ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ) میں ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں حکم ضروری یادائمی ہوتاہے اوروقتیہ میں موضوع کے بعض معین وقت میں حکم ضروری ہوتاہے، لہذاایک مادہ میں دونوں جمع نہیں ہوسکتے اورایک مادہ میں دونوں کا جمع نہ ہوناہی تباین ہے[2]۔

۸۔ وقتیہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں نسبت:

وقتیہ اورعامتین (مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ) کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، وقتیہ عامتین سے اخص من وجہ ہے اوریہ دونوں (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) اعم من وجہ ہیں، عموم خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع اوردوافتراق کے، چنانچہ مشروطہ خاصہ کے مادہ میں تینوں صادق ہوتے ہیں اور ضرورۃ ذاتیہ کے مادہ میں مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں نہ کہ وقتیہ اور لادوام بحسب الوصف کے مادہ میں صرف وقتیہ صادق ہوتاہے، عامتین صادق نہیں ہوتے[3]۔

۹۔ وقتیہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں نسبت:

وقتیہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ مطلقہ عامہ ممکنہ عامہ کے علاوہ باقی تمام قضایاسے اعم ہے، اسی طرح وقتیہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ ممکنہ عامہ تمام قضایاسے اعم ہے تو وقتیہ سے بھی اعم ہوگا[4]۔

---

(۱) القواعد الجلیۃ:۲۷۲، تحریرالقواعد المنطقیۃ:۲۹۲۔

(۲) القواعد الجلیۃ:۲۷۲، تحریرالقواعد المنطقیۃ:۲۹۲،۔

(۳) تحریرالقواعد المنطقیۃ:۲۹۲،القواعد الجلیۃ:۲۷۲،۔

(٤) القواعد الجلیۃ:۲۷۲، تحریرالقواعد المنطقیۃ:۲۹۲۔

۱۰۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر۱: وقتیہ، وقتیہ مطلقہ اور مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتی ہے[1]۔

قاعدہ نمبر۲: وقتیہ میں وقتیہ مطلقہ مقید اور مطلقہ عامہ قید ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر۳: وقتیہ، وقتیہ مطلقہ مصرحہ اور مطلقہ عامہ ضمنیہ سے مرکب ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر۴: وقتیہ سے متقدمین مناطقہ بحث نہیں کرتے۔

۱۱۔ تمرین:

(الف)۔ وقتیہ کی تعریف بمع اقسام بیان کریں۔

(ب)۔ وقتیہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں کیا نسبت ہے؟

(ج)۔ وقتیہ، وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لادائمہ میں نسبت بیان کریں۔

(د)۔ وقتیہ دائمتین (ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ) میں کیا نسبت ہے؟

(ھ)۔ وقتیہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟

(و)۔ درج ذیل قضایا میں وقتیہ کی انواع کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

الصَّلَاۃُ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، الصَّوْمُ مَفْرُوْضٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، الْیَوْمَ أُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّی یَوْمَ لَا ظِلَّ إلاَّ ظِلِّی بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، زَیْدٌمُتَعَلِّمٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، زَیْدٌلَیْسَ عَالِماً بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، وُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍنَاظِرَۃٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، وُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍبَاسِرَۃٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، زَیْدٌیَقْرَءُالْقُرْآنَ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، عَمْرٌوُیُصَلِّی بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، الدُّعَاءُ مُسْتَجَابٌ مَا بَیْنَ النِّدَاءِبِالضَّرُوْرَۃِ لَادَائِماً، زَیْدٌمُجْتَھِدٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، إنَّ منَ الْبَیَانِ لَسِحْراً بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، إنَّ مِنْ الشِّعْرِحِکْمَۃٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، زَیْدٌضَارِبٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً، صِیَامُ رَمَضَانَ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً.

---

[1] حاشیہ ابن مامون: ۳۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۲۔

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁ ...... اَلصَّلَاۃُ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ وقتیہ۔

"اَلصَّلَاۃُ" موضوع... "فَرْضٌ" محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو... "بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ" جہت ضرورت وقتی... "لَادَائِماً" اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ طبعیہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ وقتیہ۔

❁ ...صِیَامُ رَمَضَانَ فَرْضٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ وقتیہ۔

"صِیَامُ رَمَضَانَ" مرکب تقییدی موضوع... "فَرْضٌ" محمول بحمل المواطاۃ حمل مواطاتی حمل ہو ہو... "بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مُّعَیَّنٍ" جہت ضرورت وقتی... "لَادَائِماً" اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ وقتیہ۔

فصل ہفتم: منتشرہ کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ منتشرہ مطلقہ کو جب لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو منتشرہ بن جاتا ہے، مطلقہ عامہ میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے دوامی اور استمراری ہے کیونکہ ہم موجہہ بسیطہ میں پڑھ چکے ہیں کہ مطلقہ عامہ قضیہ ضروریہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ سے اعم ہوتا ہے اور اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ محمول موضوع کے لیے ضروری ہو اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے دائمی ہو، اس احتمال کو دور کرنے کے لیے منتشرہ کو تشکیل دیا گیا ہے، لادوام ذاتی کی قید کو اگر کھولا جائے تو یہ مطلقہ عامہ بنتا ہے۔ پس منتشرہ ایک منتشرہ مطلقہ اور ایک مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے۔

۲۔ منتشرہ کی تعریف:

هِيَ الْمُنْتَشِرَةُ الْمُطْلَقَةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَام بِحَسْبِ الذَّاتِ[1].

منتشرہ وہ قضیہ موجہہ منتشرہ مطلقہ ہے جو لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو، یعنی منتشرہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے وقتِ غیر معین میں، یا محمول کا سلب موضوع سے وقتِ غیر معین میں ضروری ہو، جیسے: "بالضرورۃ کل انسان جائع وقت مالادائما" اور "لاشیء من الانسان بجائع وقتامالادائما".

۳۔ منتشرہ کی وجہ تسمیہ:

منتشرہ مطلقہ کو منتشرہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ منتشرہ مطلقہ پر مشتمل ہوتا ہے اور چونکہ یہ لادوام ذاتی کیساتھ مقید ہوتا ہے اس لیے اس کو مطلقہ نہیں کہاجاتا[2]۔

۴۔ منتشرہ کی اقسام:

منتشرہ کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ منتشرہ موجبہ (ب)۔ منتشرہ سالبہ

(الف)۔ منتشرہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مُنْتَشِرَةٍ مُّطْلَقَةٍ مُّوْجِبَةٍ وَمُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ[3].

منتشرہ موجبہ وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جو منتشرہ مطلقہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے مرکب ہو، جیسے: "بالضرورۃ کل إنسان متنفس فی وقت مالادائما"، یہ منتشرہ موجبہ ہے، کیونکہ اس میں پہلا قضیہ منتشرہ مطلقہ موجبہ ہے اور دوسرا قضیہ مطلقہ

---

(۱) القواعد الجلیۃ: ۲۷۲، تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۹۵۔

(۲) القواعد الجلیۃ: ۲۷۲، تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۹۵۔

(۳) القواعد الجلیۃ: ۲۷۲، تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۹۵۔

عامہ سالبہ ہے جس کی طرف "لا دائما" سے اشارہ کیا گیا ہے، یعنی "لا شیء من الإنسان بمتنفس بالفعل"۔ منتشرہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

الصُّمْتُ يَكْسِبُ الْمَحَبَّةِ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً، الْحَرْبُ خَدْعَةٌ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً، الْأُنْسُ يَذْهَبُ الْمَهَابَةَ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً، النَّساءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً، خَيْرُ مَالِكَ مَا نَفَعَكَ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً، زَلَّةُ الْعَالِمِ زَلَّةُ الْعَالَمِ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً، ظَنُّ الْعَاقِلِ كَهَانَةٌ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً. فِي التَّجَارُبِ عِلْمٌ مُسْتَأْنَفٌ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً، لِكُلِّ سَاقِطَةٍ لَاقِطَةٍ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً.

(ب)۔ منتشرہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مُنْتَشِرَةٍ مُّطْلَقَةٍ سَالِبَةٍ وَ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ مُوْجِبَةٍ[1].

منتشرہ سالبہ وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جو منتشرہ مطلقہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہو، جیسے: "بالضرورة لا شیء من الإنسان بمتنفس فی وقت ما لا دائما"، یہ منتشرہ سالبہ ہے، کیونکہ اس میں پہلا قضیہ منتشرہ مطلقہ سالبہ ہے اور دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ ہے جس کی طرف "لا دائما" سے اشارہ کیا گیا ہے، یعنی "کل إنسان متنفس بالإطلاق العام"۔

منتشرہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

لَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِجَائِعٍ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً، لَيْسَ لِمَلُوْلٍ صَدِيْقٌ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً، لَيْسَ الْمُخْبِرُ كَالْمُعَايِنِ وَقْتَ مَّا لَا دَائِماً.

۵۔ منتشرہ اور وقتیہ میں نسبت:

منتشرہ اور وقتیہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، منتشرہ اعم ہے اور وقتیہ اخص ہے، اس لیے کہ وقتیہ میں وقت معین میں ثبوت یا سلب کا حکم ضروری لادائما ہوتا ہے اور منتشرہ میں ثبوت یا سلب کا حکم کسی بھی وقت میں لادائما ضروری ہوتا ہے تو جہاں وقت معین میں حکم ضروری ہو گا وہاں کسی بھی وقت میں بھی حکم ضروری ہو گا، لہذا جب وقتیہ صادق ہو گا تو منتشرہ بھی صادق ہو گا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں حکم کسی بھی وقت میں ضروری ہو تو وہاں معین وقت میں بھی ضروری ہو، یعنی جہاں منتشرہ صادق ہو وہاں وقتیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔ اور منتشرہ کو باقی موجہات کیساتھ وہی نسبت ہے جو وقتیہ کو ہے، ان میں کوئی فرق نہیں[2]۔

۶۔ منتشرہ، وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ میں نسبت:

منتشرہ، وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، منتشرہ ان دونوں (وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ) سے اخص ہے اور یہ دونوں منتشرہ سے اعم ہیں، کیونکہ جب کوئی ضرورت بحسب الوقت لادائما کی صورت میں صادق

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵، القواعد الجلیہ: ۲۷۲۔

(۲) القواعد الجلیہ: ۲۷۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵۔

ہو گا (جو کہ منتشرہ کا مفہوم ہے) تو حکم بالاطلاق العام لادائما (جو وجودیہ لادائمہ کا مفہوم ہے) اور حکم بالاطلاق لابالضرورۃ (جو وجودیہ لاضروریہ کا مفہوم ہے) بھی صادق ہو گا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں حکم بالاطلاق العام لادائما اور حکم بالاطلاق العام لابالضرورۃ صادق ہو تو وہاں منتشرہ بھی صادق ہو گا[1]۔

۷۔ منتشرہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں نسبت:

منتشرہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، منتشرہ اخص من وجہ ہے اور یہ دونوں (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) اعم من وجہ ہیں، چنانچہ جس مادہ میں حکم بحب الوصف ضروری ہو اور وصفِ موضوع بھی ذاتِ موضوع کے لیے کسی غیر معین وقت میں ضروری ہو تو وہاں تینوں قضیے صادق ہوں گے، جیسے: "بالضرورة كل إنسان متنفس في وقت ما لا دائما"، اس مادہ میں حکم بحسب الوصف ضروری ہے اور ذات موضوع کے لیے وصفِ موضوع بھی کسی غیر معین میں وقت ضروری ہے، لہذا یہاں یہ تینوں قضیے صادق ہوں گے، اب اس میں "لا دائما" لگا کر اس طرح کہا جائے: "بالضرورة كل إنسان متنفس في وقت ما لا دائما"، تو مشروطہ خاصہ بن جائے گا اور اسی طرح عرفیہ خاصہ بھی صادق ہو گا، یعنی "بالضرورة كل إنسان متنفس في وقت ما لا دائما"، اور جب اس مادہ میں وقت کا لفظ بڑھا کر اس طرح کہیں گے: "بالضرورة كل إنسان متنفس في وقت ما"۔ اس مادہ میں وقتیہ تو اس لیے صادق ہے کہ ذاتِ موضوع کے لیے وصفِ موضوع وقت غیر معین میں ضروری ہے اور جب منتشرہ صادق ہوا تو مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ بھی صادق ہوں گے۔ یہ مادہ اجتماعیہ ہے جس میں تینوں قضیے صادق ہیں۔

اور اگر ایسا مادہ ہو کہ جس میں حکم مادام الوصف تو ہو، لیکن وصف موضوع ذاتِ موضوع کے لیے کسی وقت غیر معین میں ضروری نہ ہو تو وہاں دونوں خاصہ تو صادق ہوں گے، لیکن منتشرہ صادق نہ ہو گا، جیسے: "كل كاتب متحرك الأصابع مادام كاتبا لا دائما"، اس میں کتابت چونکہ ذاتِ کاتب کے لیے کسی وقت بھی ضروری نہیں، اس لیے تحرک اصابع کسی وقت ضروری نہ ہو گا تو یہاں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ تو صادق ہیں، لیکن منتشرہ صادق نہیں، یہ پہلا مادہ افتراقیہ ہوا۔

اور اگر ایسا مادہ ہو جس میں حکم نہ تو بحسب الوصف ضروری ہو اور نہ دائمی ہو، بلکہ وہ کسی خاص وقت میں ضروری ہو تو وہاں منتشرہ تو صادق ہو گا، لیکن مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ صادق نہ ہوں گے، جیسے: "بالضرورة كل إنسان متنفس في وقت ما لا دائما"، یہ ایسا مادہ ہے کہ نہ تو حکم بحسب الوصف ضروری ہے اور نہ دائمی ہے، بلکہ ایک غیر وقت میں ضروری ہے[2]۔

۸۔ منتشرہ اور عامتین (مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ) میں نسبت:

منتشرہ اور عامتین (مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ) کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، منتشرہ عامتین سے اخص

---

[1] القواعد الجلیۃ: ۲۷۳، تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۹۵۔

[2] القواعد الجلیۃ: ۲۷۳، تحریر القواعد المنطقیۃ: ۲۹۵۔

من وجہ ہے اور یہ دونوں (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) اعم من وجہ ہیں، عموم خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع اور دوافتراق کے، چنانچہ مشروطہ خاصہ کے مادہ میں تینوں صادق ہوتے ہیں اور ضرورۃ ذاتیہ کے مادہ میں مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں نہ کہ منتشرہ اور لادوام بحسب الوصف کے مادہ میں صرف وقتیہ صادق ہوتا ہے، عامتین صادق نہیں ہوتے[1]۔

۹۔ منتشرہ اوردائمتین (ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ) میں نسبت:

منتشرہ اوردائمتین (ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ) کے درمیان تباین کی نسبت ہے، کیونکہ دائمتین (ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ) میں ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں حکم ضروری یادائمی ہوتا ہے اور منتشرہ میں موضوع کے بعض غیر معین وقت میں حکم ضروری ہوتا ہے، لہذا ایک مادہ میں دونوں جمع نہیں ہوسکتے اور ایک مادہ میں دونوں کا جمع نہ ہونا ہی تباین ہے[2]۔

۱۰۔ منتشرہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ میں نسبت:

منتشرہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ مطلقہ عامہ ممکنہ عامہ کے علاوہ باقی تمام قضایا سے اعم ہے، اسی طرح منتشرہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ ممکنہ عامہ تمام قضایا سے اعم ہے تو منتشرہ سے بھی اعم ہوگا[3]۔

۱۱۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: منتشرہ ایک منتشرہ مطلقہ اور ایک مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲: منتشرہ کی ترکیب منتشرہ مطلقہ مصرحہ اور مطلقہ عامہ ضمنیہ سے ہوتی ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: منتشرہ میں منتشرہ مطلقہ مقید اور مطلقہ عامہ قید ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۴: منتشرہ سے متاخرین مناطقہ بحث کرتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۵: ہر قضیہ وقتیہ، منتشرہ ہوتا ہے، لیکن ہر منتشرہ وقتیہ نہیں ہوتا۔

۱۲۔ تمرین:

(الف)۔ منتشرہ کی تعریف بمع اقسام بیان کریں۔

(ب)۔ منتشرہ اور عامتین (مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ) میں کیا نسبت ہے؟

(ج)۔ منتشرہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں نسبت بیان کریں۔

(د)۔ منتشرہ، وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ میں کیا نسبت ہے؟

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵، القواعد الجلیہ: ۲۷۳۔

(۲) القواعد الجلیہ: ۲۷۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵۔

(۳) القواعد الجلیہ: ۲۷۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵۔

(ھ)۔ درج ذیل قضایا میں منتشرہ کی اقسام کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلَی کُلِّ مُسْلِمٍ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، الْمَوْتُ یَجِیْءُ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، الطُّلَّابُ مُجْتَھِدُوْنَ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، زَیْدٌ یَکْتُبُ الدَّرْسَ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، لَاإِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، لَاتَسُبُّوْا الْأَمْوَاتَ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، زَیْدٌ مُتَّقِیٌّ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، خَالِدٌ طَالِبٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، الدُّعَاءُ مُسْتَجَابٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، الْحَیَوانُ یَمْشِیْ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، عَمْرٌو یَنْطَلِقُ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، ھٰذَاالْقَلَمُ غَیْرُمُفِیْدٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، الْجَنَّۃُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً، الْجِھَادُفَرْضُ الْکِفَایَۃِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞...... الْجَنَّۃُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ منتشرہ۔ "الْجَنَّۃُ" موضوع... "تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ" مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا" جہت ضرورۃ منتشرہ... "لَادَائِماً" اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ منتشرہ۔

۞......الدُّعَاءُ مُسْتَجَابٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِماً:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ منتشرہ۔ "الدُّعَاءُ" موضوع... "مُسْتَجَابٌ" محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... "بِالضَّرُوْرَۃِ فِیْ وَقْتٍ مَّا" جہت ضرورۃ منتشرہ... "لَادَائِماً" اشارہ بسوئے مطلقہ عامہ... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ بسیطہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ منتشرہ۔

فصل ہشتم: ممکنہ خاصہ کا بیان

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

اگر ممکنہ عامہ کو لاضرورتِ ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو ممکنہ خاصہ بن جاتا ہے۔ ممکنہ عامہ میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ جانب موافق یا جانب مخالف ضرورت ہو۔ اس احتمال کو دور کرنے کے لیے ممکنہ عامہ کو لاضرورۃ ذاتیۃ سے مقید کر دیا جاتا ہے۔ لاضرورۃ ذاتیہ ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مل کر بنتا ہے۔ لاضرورۃ ذاتیہ کی قید لگانے سے یہ احتمال دور ہو جاتا ہے کہ ممکنہ عامہ میں طرف موافق یا مخالف ضروری ہے۔ پس دو ممکنہ عامہ کا نتیجہ ممکنہ خاصہ جس میں دو اطراف کی ضرورت کو سلب کرنے کا بیان ہے ثابت ہو جاتا ہے۔

۲۔ ممکنہ خاصہ کی تعریف:

هِیَ الَّتِیْ حُکِمَ فِیْهَا بِارْتِفَاعِ الضَّرُوْرَةِ الْمُطْلَقَةِعَنْ جَانِبَیِ الْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ جَمِیْعاً./ هِیَ الْمُمْکِنَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَیْدِ اللَّاضَرُوْرَةِ[1].

ممکنہ خاصہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ ذاتِ موضوع کے لیے محمول کی نسبتِ ایجابی اور نسبتِ سلبی کوئی بھی ضروری نہیں، بالفاظِ دیگر ممکنہ خاصہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کا ثبوت، یا سلب اس طرح ہو کہ نہ اس کی جانبِ مخالف ضروری ہو اور نہ جانبِ موافق۔ یعنی اس میں جانبین کے محال نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو۔ بالفاظِ دیگر ممکنہ خاصہ وہ ممکنہ عامہ ہے جس کو جانب موافق کے غیر ضروری ہونے کیساتھ بھی مقید کیا گیا ہو۔ یعنی جس میں نہ جانبِ وجود ضروری ہو اور نہ جانبِ عدم ضروری ہو، بلکہ دونوں جانب ممکن ہوں اور اس کا جانب وجود اور جانب عدم کے ضروری ہونے کی نفی امکانِ خاص کہلاتی ہے اور یہ ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، اس لیے کہ جب اس میں جانب مخالف سے سلب ضرورت کا حکم ہو گا تو جانب موافق ممکنہ عامہ ہو گی اور جانب موافق سے سلب ضرورت کی صورت میں جانب مخالف ممکنہ عامہ ہو گی۔ ممکنہ عامہ موجبہ کی مثال یہ ہے: ”کل إنسان کاتب بالإمکان الخاص“، (امکان خاص کیساتھ ہر انسان کاتب ہے)۔

امکان خاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے لیے نہ تو کتابت ضروری ہے اور نہ عدم کتابت ضروری ہے، بلکہ دونوں ممکن ہیں، یہ قضیہ ممکنہ خاصہ موجبہ ہے اور یہ اگرچہ ایک ہی قضیہ ہے دوسرے قضیہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کوئی مستقل لفظ نہیں، لیکن لفظ مشترک لفظ موجود ہے اور وہ امکان خاص ہے، اس لیے امکان خاص سے دوسرے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہو گا۔ اور ممکنہ خاصہ سالبہ کی مثال یہ ہے: ”لاشیء من الإنسان بکاتب بالإمکان الخاص“، یہ ممکنہ خاصہ سالبہ ہے اس لیے کہ یہ عبارت سلبی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ مین فرق صرف عبارت اور لفظوں میں ہے، معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹٦، القواعد الجلیہ:۲۷۳، شرح المنظومہ:۵۷۔

۳۔ ممکنہ خاصہ کی وجہ تسمیہ:

ممکنہ خاصہ کو ممکنہ خاصہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ امکان خاص پر مشتمل ہوتا ہے [۱]۔

۴۔ ممکنہ خاصہ کی اقسام:

ممکنہ خاصہ کی باعتبار ایجاب و سلب کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ ممکنہ خاصہ موجبہ (ب)۔ ممکنہ خاصہ سالبہ

(الف)۔ ممکنہ خاصہ موجبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مُّمْكِنَةٍ عَامَّةٍ مُّوْجِبَةٍ وَ مُّمْكِنَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ[۲].

ممکنہ خاصہ موجبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جو ممکنہ عامہ موجبہ اور ممکنہ عامہ سالبہ سے مرکب ہو، یعنی جس میں سلب ضرورۃ السلب ہو وہ ممکنہ خاصہ موجبہ ہے، جیسے: "كل إنسان ضاحك بالإمكان الخاص"، اس میں انسان کا ضاحک ہونا اور نہ ہونے دونوں کا سلب ضروری نہیں۔ ممکنہ خاصہ موجبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

الطَّالِبُ مُجْتَهِدٌ بالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الإِسْمُ مُعْرَبٌ بالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، حب العرب إيمان وبغضهم نفاق بالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، لكلّ عالم هفوة بالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الصّمت يكسب المحبّة بالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، وحدة الإنسان خير بالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الحمام مع الحمام والغراب مع الغراب بالْإِمْكَانِ الْخَاصِ.

(ب)۔ ممکنہ خاصہ سالبہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَتْ مُرَكَّبَةً مِنْ مُّمْكِنَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ وَمُّمْكِنَةٍ عَامَّةٍ مُّوْجِبَةٍ[۳].

ممکنہ خاصہ سالبہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جو ممکنہ عامہ سالبہ اور ممکنہ عامہ موجبہ سے مرکب ہو، یعنی جس میں ایجاب کی ضرورت کا سلب ہو، یعنی سلب ضرورۃ الایجاب ہو، جیسے: "لا شيء من الإنسان بضاحك بالإمكان الخاص"، اس میں انسان کے ضاحک ہونے یا نہ ہونے دونوں کا ایجاب ضروری نہیں۔ ممکنہ خاصہ سالبہ کی دیگر مثالیں یہ ہیں:

۵۔ ایک اشکال اور اس کا جواب:

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب ممکنہ خاصہ میں دونوں جانب سے ضرورت کے سلب کا حکم ہوتا ہے تو ممکنہ خاصہ صرف سالبہ ہی ہوگا نہ موجبہ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ دونوں واقع ہوتا ہے، کیونکہ ایجاب کی ضرورت کا سلب یعنی سلب ضرورۃ الایجاب ممکنہ عامہ سالبہ ہے اور سلب کا ضروری نہ ہونا یعنی سلب ضرورۃ السلب ممکنہ عامہ موجبہ ہے اور ممکنہ خاصہ ممکنہ

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶، القواعد الجلیہ: ۲۷۳۔

(۲) القواعد الجلیہ: ۲۷۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶، القواعد الجلیہ: ۲۷۳۔

عامہ سے مرکب ہوتا ہے، ان میں سے ایک موجبہ ہوگا اور دوسرا سالبہ، کیونکہ ممکنہ خاصہ میں جب جانب مخالف سے سلب ضرورت کا حکم ہوگا تو جانب مخالف کا امکان ثابت ہوگا، گویا اس میں قضیہ جانب موافق کے امکان اور جانب مخالف کے امکان کا حکم ہوتا ہے[۱]۔

۶۔ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ میں فرق:

ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ دونوں ترکیب میں برابر ہوتے ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایک موجبہ ممکنہ عامہ اور ایک موجبہ سالبہ ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے تو پھر ان دونوں (ممکنہ خاصہ موجبہ اور ممکنہ خاصہ سالبہ) میں فرق کیسے کریں گے؟ تو ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور ممکنہ خاصہ سالبہ کے درمیان معنی کے اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں، دونوں کے معنی ایک ہیں، کیونکہ ممکنہ خاصہ خواہ موجبہ ہو، یا سالبہ، اس میں دونوں جانب سے سلب ضرورت کا حکم ہوتا ہے اور اس میں موجبہ اور سالبہ دونوں برابر ہیں، البتہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ میں لفظوں میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر قضیہ کو ایجابی عبارت سے تعبیر کیا جائے تو ممکنہ خاصہ موجبہ ہوگا اور اگر قضیہ کو سلبی عبارت سے تعبیر کیا جائے تو سالبہ ہوگا[۲]۔

۷۔ ممکنہ خاصہ اور قضایا مرکبہ وبسائط میں نسبت:

ممکنہ خاصہ تمام قضایا سے اعم مطلق ہے، کیونکہ تمام مرکبات میں ایجابی اور سلبی دو نسبتیں ہوتی ہیں، کسی میں ضروری، کسی میں دائمی، کسی میں بالفعل، تو اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ دونوں نسبتیں امکان عام کیساتھ ضرور ممکن ہوں گی، لہذا جب کوئی قضیہ مرکبہ صادق ہوگا تو ممکنہ خاصہ ضرور صادق ہوگا اور جب کوئی نسبتِ ایجابی اور سلبی ممکن ہو تو ان میں سے کسی ایک کا بالفعل، یا بالضرورۃ، یا بالدوام ہونا ضروری نہیں، لہذا جب ممکنہ خاصہ صادق ہو تو باقی مرکبات میں سے کسی قضیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، ممکنہ خاصہ اور باقی قضایا میں چونکہ ایک طرف سے صدق کلی ہے اور دوسری طرف سے صدق کلی کی نفی ہے، لہذا ممکنہ خاصہ اور باقی قضایا مرکبہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے[۳]۔

۸۔ ممکنہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ میں نسبت:

ممکنہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے اس لیے کہ ضروریہ میں "ضرورۃ" کا حکم ہوتا ہے اور ممکنہ خاصہ میں سلب ضرورۃ کا حکم ہوتا ہے جب کہ ضرورت اور سلب ضرورۃ میں تباین بالکل ظاہر ہے، اس لیے کہ جہاں ضرورۃ صادق ہو تو وہاں سلب ضرورۃ صادق نہیں ہو سکتا اور جہاں سلب ضرورۃ صادق ہو تو وہاں ضرورۃ صادق نہیں ہو سکتی[۴]۔

۹۔ ممکنہ خاصہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ میں نسبت:

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶، القواعد الجلیہ: ۲۷۴۔

[۲] القواعد الجلیہ: ۲۷۴، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۷۔

[۳] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۷، القواعد الجلیہ: ۲۷۴۔

[۴] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۷، القواعد الجلیہ: ۲۷۴۔

ممکنہ خاصہ،دائمہ مطلقہ،مشروطہ عامہ،عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، عموم وخصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں: ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی۔ اس کا مادہ اجتماعیہ وجودیہ لاضروریہ کا وہ مادہ ہے جس میں اطلاق عام مادہ دوام میں ضرورۃ سے خالی ہو تو وہاں یہ پانچوں قضیے جمع ہو جاتے ہیں، جیسے:"کل فلك متحرك بالفعل مادام فلکاً لا بالضرورة"،اس مادہ میں پانچوں قضایا جمع ہیں،دائمہ مطلقہ تو اس لیے کہ جب کہادام ضرورۃ سے خالی ہو تو اس میں دائمہ مطلقہ پایا گیا اور دائمہ میں دوام ذاتی ہوتا ہے اور عرفیہ عامہ میں دوام وصفی ہوتا ہے اور جہاں دوام ذاتی پایا جاتا ہے وہاں دوام وصفی بھی پایا جاتا ہے، لہذا اس مادہ میں عرفیہ عامہ بھی صادق ہوگا اور مشروطہ عامہ بھی پایا گیا، اس لیے کہ مشروطہ عامہ میں ضرورۃ وصفیہ ہوتی ہے نہ کہ ضرورۃ ذاتیہ۔ اور مطلقہ عامہ بھی پایا گیا، کیونکہ جہاں ضرورۃ وصفیہ اور دوام پائے جائیں تو وہاں نسبت بالفعل بھی پائی جاتی ہے اور اس مادہ میں چونکہ ضرورۃ وصفیہ اور دوام دونوں پائے گئے، لہذا نسبت بالفعل بھی پائی گئی اور ممکنہ خاصہ بھی صادق ہے، کیونکہ اس میں لاضرورۃ کا حکم ہوتا ہے اور مذکورہ مادہ میں بھی لاضرورۃ کا حکم ہے، اس لیے یہ مادہ اجتماعیہ ہوا۔

اور مادہ افتراقیہ کی پہلی مثال وہ مادہ ہے جس میں ممکن قوت سے فعل کی طرف نہ آیا ہو تو اس میں صرف ممکنہ خاصہ صادق ہوگا، جیسے:"کل عنقاء طائر بالإمکان الخاص"،اس مادہ میں صرف ممکنہ خاصہ صادق ہے، باقی قضایا صادق نہیں، کیونکہ عنقاء کا پایا جانا ممکن بالقوۃ ہے، لیکن بالفعل نہیں پایا جاتا، لہذا یہ ایک مادہ افتراقیہ ہے اور دوسرا مادہ افتراقیہ وہ ہے جس میں مادہ ضرورۃ ذاتیہ کا ہو اور وصفِ موضوع ذاتِ موضوع کا عین ہو تو اس مادہ میں ممکنہ خاصہ کے علاوہ باقی چار قضایا صادق ہوں گے، جیسے:"کل إنسان حیوان بالضرورة"،اس میں دائمہ مطلقہ،مشروطہ عامہ،عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ تو صادق ہیں، لیکن ممکنہ خاصہ صادق نہیں، کیونکہ اس مادہ میں ضرورۃ کا حکم ہے اور ممکنہ خاصہ میں لاضرورۃ کا حکم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے [1]۔

۱۰۔ ممکنہ خاصہ اور ممکنہ عامہ میں نسبت:

ممکنہ خاصہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، ممکنہ خاصہ اخص ہے اور ممکنہ عامہ اعم ہے، کیونکہ ممکنہ خاصہ میں لاضرورۃ کی قید ہوتی ہے اور ممکنہ عامہ میں یہ قید نہیں، بلکہ وہ مطلق ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مطلق مقید سے اعم ہوتا ہے اس لیے ممکنہ عامہ بھی ممکنہ خاصہ سے اعم ہے اور جن دو کلیوں میں سے ایک اعم اور دوسری اخص ہو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہذا ان دونوں کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے [2]۔

۱۱۔ خلاصہ:

(الف)۔ قضایا بسیطہ میں سب سے اعم ممکنہ عامہ ہے۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۷،القواعد الجلیہ:۲۷۴۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۲۹۷،القواعد الجلیہ:۲۷۴۔

(ب)۔ قضایا مرکبہ میں سب سے اعم ممکنہ خاصہ ہے۔

(ج)۔ ضروریہ مطلقہ تمام بسائط سے اخص ہے۔

(د)۔ مشروطہ خاصہ ایک اعتبار سے اخص مطلق ہے اور یہ اس وقت ہوگا کہ مشروطہ خاصہ کے ضمن میں جو ایک مشروطہ عامہ ہوتا ہے اس کا مشروطہ عامہ کے معنی اول پر محمول نہ کیا جائے، بلکہ اس کو اس کے معنی ثانی پر محمول کیا جائے جس میں مادام الوصف کا اعتبار ہوتا ہے، یعنی وصف موضوع کے تمام اوقات میں نسبت کی ضرورت کا حکم ہوتا ہے، خواہ وصف موضوع کو حکم کے تحقق میں دخل ہو، یا نہ ہو، اس معنی ثانی کے اعتبار سے مشروطہ خاصہ تمام مرکبات سے اخص ہوگا اور اگر مشروطہ خاصہ کے ضمن میں جو مشروطہ عامہ ہے وہ اپنے معنی اول یعنی ضرورت بشرط الوصف پر محمول ہو تو پھر مشروطہ خاصہ تمام مرکبات سے اخص نہیں ہوگا، بلکہ اس کے اور وقتیہ ومنتشرہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے، اس لیے مشروطہ خاصہ ایک اعتبار سے اخص مطلق ہے۔

۱۲۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: ممکنہ خاصہ کا مفاد امکان خاص ہے۔

قاعدہ نمبر ۲: جب ممکنہ عامہ کے ساتھ لاضرورت ذاتی کو مقید کیا جاتا ہے تو ممکنہ خاصہ حاصل ہوتا ہے [۱]۔

قاعدہ نمبر ۳: قضایا بسیطہ کی اقسام کے ساتھ ان چار قیود لادوام ذاتی، لادوام وصفی، لاضرورت ذاتی اور لاضرورت وصفی کو ضرب دیا جائے تو ہمارے پاس مختلف اقوال کے مطابق تیرہ، یا چودہ اقسام بنتی ہیں، اس طرح سے ہم قضیہ مرکبہ کی بڑی تعداد میں مختلف صورتیں تصور کر سکتے ہیں جن میں سے بعض صورتیں باطل ہیں اور بعض دیگر کی اصلا ضرورت نہیں ہیں کیونکہ ان کو علوم اور محاورات میں استعمال نہیں کیا جاتا، مثلا ضروریہ مطلقہ کو ان چار قیود میں سے کسی قید کے ساتھ مقید نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف سے اگر ہم وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کو ملاحظہ کریں تو ہم ان دونوں کو لاضرورت ذاتی، لاضرورت وصفی اور لادوام وصفی کے ساتھ مقید کر سکتے ہیں لیکن چونکہ یہ علوم اور محاورات میں استعمال نہیں ہوتیں اس لیے اس کو اعتبار نہیں کیا گیا۔

قاعدہ نمبر ۴: تمام موجہاتِ مرکبہ لادوام اور لاضرورۃ کی قید لگانے سے بنتے ہیں اور یہ قید موجہہ بسیطہ کو لگائی جاتی ہے اور موجہہ بسیطہ سے یہ موجہہ مرکبہ میں منتقل ہو جاتا ہے [۲]۔

قاعدہ نمبر ۵: ابن سینا کہتے ہیں کہ قدماء کے نزدیک جہات، نقیض اور عکسِ قضایا موجہہ کو اہمیت کی حامل مباحث قرار دیتے تھے اس لیے انہوں نے موجہات کو وسیع پیمانے پر بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

قاعدہ نمبر ۶: ممکنہ خاصہ خواہ موجبہ ہو، یا سالبہ دونوں میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف لفظوں کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے جس

---

(۱) القواعد الجلیہ: ۲۷۴۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۷، القواعد الجلیہ: ۲۷۴۔

میں مثبت انداز ہو وہ موجبہ ہے اور جس میں منفی انداز بیان ہو وہ سالبہ ہے۔

قاعدہ نمبر ۷: لادوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور لاضرورۃ سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، یہ مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ اصل قضیہ (لادوام یا لاضرورۃ کیساتھ مقید ہے) کیساتھ کیفیت کے اعتبار سے مخالف ہوتے ہیں، یعنی ایجاب و سلب میں اصل قضیہ کے مخالف ہوتے ہیں، اصل قضیہ اگر موجبہ ہو تو یہ سالبہ ہوتے ہیں اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو یہ موجبہ ہوتے ہیں اور کمیت یعنی کلیت و جزئیت میں موادق ہوتے ہیں، اگر اصل قضیہ کلی ہو تو یہ بھی کلی ہوں گے اور اگر اصل قضیہ جزئی ہو تو یہ بھی جزئی ہوں گے[1]۔

قاعدہ نمبر ۸: لادوام کے معنی التزامی مطلقہ عامہ ہیں، کیونکہ لادوام کا مفہوم مطابقی مطلقہ عامہ نہیں، بلکہ مطلقہ عامہ لادوام کے مفہوم صریح کو لازم ہے، کیونکہ جب پہلا قضیہ موجبہ ہے تو اب لادوام کا مفہوم صریح یہ ہو گا کہ سابقہ قضیہ میں جو ایجاب ہے اس کا رفع ہے، یعنی دوام ایجاب کا رفع۔ لیکن مطلقہ عامہ جس کی طرف لادوام سے اشارہ ہوتا ہے وہ دوام ایجاب کے رفع کی عین نہیں کہ ان دونوں میں تساوی کی نسبت نہیں ہے، بلکہ مطلقہ عامہ دوام ایجاب کے رفع کے لوازم میں سے ہے، گویا مطلقہ عامہ سالبہ لادوام کے مفہوم صریح (رفع دوام الایجاب) کے معنی التزامی ہے۔

قاعدہ نمبر ۹: لاضرورۃ کے معنی صریح ممکنہ عامہ ہے، اس لیے کہ اگر پہلا قضیہ موجبہ ہو تو پھر لاضرورۃ کا مفہوم صریح یہ ہو گا کہ سابقہ قضیہ میں جو ایجاب ہے وہ ضروری نہیں اور اگر ایجاب کا ضروری نہ ہونا، یعنی سلب ضرورۃ الایجاب یہ بعینہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہو تو لاضرورۃ کا مفہوم صریح یہ ہو گا کہ سابقہ قضیہ میں جو سلب ہے وہ ضروری نہیں اور سلب کا ضروری نہ ہونا، یعنی سلب ضرورۃ السلب ہی ممکنہ عامہ موجبہ ہے، لہٰذا جب دو قضیوں میں سے ایک یعنی ممکنہ عامہ دو عبارتوں میں سے ایک یعنی لاضرورۃ کا مفہوم صریح ہے اور معنی مطابقی ہے اور دوسرا قضیہ یعنی مطلقہ عامہ سالبہ دوسری عبارت یعنی لادوام کا مفہوم صریح اور مطابقی نہیں ہے، بلکہ وہ دوام ایجاب کے رفع کے لوازم میں سے ہے[2]۔

۱۳۔ تمرین:

(الف)۔ ممکنہ خاصہ کی تعریف بمع اقسام بیان کریں۔

(ب)۔ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ میں کیا فرق ہے؟

(ج)۔ ممکنہ خاصہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟

(د)۔ ممکنہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ میں نسبت بیان کریں، نیز ممکنہ خاصہ اور ممکنہ عامہ میں کیا نسبت ہے؟

(ھ)۔ درج ذیل قضایا میں ممکنہ خاصہ کی اقسام کی نشاندہی کریں، نیز منطقی ترکیب کریں۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۷، القواعد الجلیہ: ۲۷۴۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۷، القواعد الجلیہ: ۲۷۴۔

الْإِنْسَانُ مَوْجُوْدٌبِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الظَّالِمُ كَافِرٌبِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْحَيَوَانُ جُزِئِّيٌّ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، بَعْضُ الْعُلُوْمِ مُفِيْدٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الطُّلَّابُ مُجْتَهِدُوْنَ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، زَيْدٌيَكْتُبُ الدَّرْسَ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، كُلُّ حَيَوَانٍ مَاشٍ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْإِسْمُ مُسْنَدٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الإِنْسَانُ ضَاحِكٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، زَيْدٌمُتَعَلِّمٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْعَالِمُ خَاشٍّ مِنَ اللهِ تَعَالَى بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْعَالَمُ مَوْجُوْدٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الطَّيْرُ أَسْوَدُ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، كُلُّ عِمَارَةٍ مَسْجِدٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، كُلُّ حَيَوَانٌ مُتَحَرِّكٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْعَالِمُ ذَكِيٌّ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْجَاهِلُ أَحْمَقُ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، زَيْدٌنَائِمٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْمُحَدِّثُ مُفَسِّرٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْمَنْطِقِيُّ مُحَدِّثٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْإِسْمُ مُنْصَرِفٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْمُصَلِّي مُتَّقِيٌّ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ، الْمُعَلِّمُ مَوْجُوْدٌ فِي الْمَدْرَسَةِ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ......بَعْضُ الْعُلُوْمِ مُفِيْدٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاص:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ خاصہ۔ ”بَعْضُ“سور موجبہ کلیہ... ”الْعُلُوْم“موضوع... ”مُفِيْدٌ“محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... ”بِالْإِمْكَانِ الْخَاص“امکان خاص... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ غیر منحرفہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ خاصہ۔

۞ ......الْمُحَدِّثُ مُفَسِّرٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِ:

قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ خاصہ۔ ”الْمُحَدِّثُ“موضوع... ”مُفَسِّرٌ“محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو... ”بِالْإِمْكَانِ الْخَاص“امکان خاص... موضوع اپنے محمول سے مل کر قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ حقیقیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ موجہہ مرکبہ منوعہ رباعیہ غیر مطلقہ ممکنہ خاصہ۔

فصل نہم: موجہاتِ غیر معتبرہ

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

یہ بات ماقبل بیان ہوچکی ہے کہ موادِ قضیہ اور کیفیات میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے، متقدمین مناطقہ کے نزدیک کیفیات تین ہیں: ا۔ وجوب ۲۔ امتناع ۳۔ امکان (خاص)، اور متاخرین کہتے ہیں کہ مواد قضیہ اور کیفیات ان تین میں منحصر نہیں، متاخرین کے نزدیک مادہ ہر اس کیفیت کو کہتے ہیں جو قضیہ کی نسبت کے لیے ہو اور قضیہ اس کیساتھ متصف ہوسکے، خواہ نسبت ایجابیہ ہو یا سلبیہ، اس لیے متاخرین کے نزدیک جہات کا انحصار تین میں نہیں، بلکہ جہات غیر متناہی ہیں[1]، اس لیے قضایا موجہہ بھی غیر متناہی ہیں، لیکن مناطقہ اس کو ذکر کرتے ہیں جن کی ضرورت قیاس میں ہوتی ہے تو اس اعتبار سے موجہات منطقیہ کی ایک وہ مشہور و معروف انواع و اقسام ہیں، جن سے مناطقہ بحث کرتے ہیں، ان کی تعداد میں اختلاف ہے، صاحب رسالہ شمسیہ کے نزدیک تیرہ ہے، صاحب تہذیب کے نزدیک موجہات کی تعداد پندرہ ہے، صاحب مختصر کے نزدیک سترہ ہیں، صاحب جمل کے نزدیک بائیس ہیں اور علامہ عبد اللہ فیومی نے "سوانح التوجہات علی نظم الموجہات" میں بیس اقسام ذکر کی ہیں[2]، لیکن مشہور و معروف اقسام پندرہ ہیں، انہیں موجہاتِ معتبرہ کہتے ہیں، ان کی وضاحت ماقبل پوری بسط و تفصیل کیساتھ بیان ہوچکی ہے اور موجہات کی دوسری اقسام وہ ہیں جن سے عموماً مناطقہ بحث نہیں کرتے، بلکہ بعض مخصوص احوال میں ان کا اعتبار کیا جاتا ہے انہیں موجہاتِ غیر معتبرہ کہتے ہیں، چند موجہاتِ غیر معتبرہ یہ ہیں:

ا۔ حینیہ مطلقہ ۲۔ حینیہ لادائمہ ۳۔ حینیہ لاضروریہ ۴۔ حینیہ ممکنہ ۵۔ حینیہ ممکنہ لادائمہ ۶۔ حینیہ ممکنہ لاضروریہ ۷۔ وقتیہ لاضروریہ ۸۔ منتشرہ ضروریہ ۹۔ مطلقہ وقتیہ ۱۰۔ مطلقہ منتشرہ ۱۱۔ مطلقہ وقتیہ لاضروریہ ۱۲۔ منتشرہ ممکنہ وقتیہ ۱۳۔ ممکنہ وقتیہ لادائمہ ۱۴۔ ممکنہ لاضروریہ ۱۵۔ مشروطہ لاضروریہ ۱۶۔ عرفیہ لاضروریہ ۱۷۔ عرفیہ عامہ فی زمان الوصف ۱۸۔ عرفیہ عامہ لاجل الوصف ۱۹۔ عرفیہ عامہ بشرط الوصف۔ ۲۰۔ مشروطہ عامہ فی زمان الوصف ۲۱۔ مشروطہ عامہ لاجل الوصف ۲۲۔ مشروطہ عامہ بشرط الوصف۔

ا۔ حینیہ مطلقہ کی تعریف:

عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے اور حینیہ مطلقہ بھی اگرچہ موجہات میں سے ہے، لیکن یہ قضایا معتبرہ میں سے نہیں، اس کا اعتبار صرف عرفیہ عامہ کی نقیض میں ضرورت کی بناء پر کیا گیا ہے اور حینیہ مطلقہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں وصفِ موضوع کے بعض اوقات میں موضوع کے لیے ثبوت یا موضوع سے سلب محمول کا بالفعل حکم لگایا گیا ہو، جیسے: "كل من به ذات الجنب يسعل بالفعل فی بعض اوقات كونه مجنوبا"، جو شخص نمونیہ میں مبتلا ہو تو اس کے لیے نمونیہ کے بعض اوقات میں

---

[1] اعلم أن الموجهات لاتكون إلا فی الحمليات وأنهاباعتبارالعقل لاتنحصر فی عدد،لأن صفات السنبة التی تتكيف بهافی الواقع تابعة للاعتبار، فقد تعتبرالضرورة أزلية أوذاتية أووصفية وقتية معينة وغيرمعينة وحينية وغيرحينية، وتعتبرالدوام كذلك أزلياوذاتياوصفياالخ...ويعتبرالإطلاق بالفعل مطلقاأوفی وقت معين أوغير معين الخ...و اعتبارتركب هذه الأموروتقييدبعضها بنقائض بعض ماأمكن واعتبارالإمكان فی مقابلة كل ضرورة. (سوانح التوجهات :۵)

[2] سوانح التوجہات علی نظم الموجہات:۵۔

بالفعل کھانسنا بھی ممکن ہے اور نہ کھانسنا بھی ممکن ہے[۱]۔

حینیہ مطلقہ کا مطلب یہ ہے کہ محمول ذاتِ موضوع کے لیے اس وقت تک فعلی طور پر ثابت ہے جب تک موضوع وصف کے ساتھ متصف ہے۔ لہٰذا یہاں یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ موضوع اگر وصف کے ساتھ متصف نہ ہو تو بھی محمول کو موضوع پر بالفعل حمل ہو رہا ہے۔ اس احتمال کو دور کرنے کے لیے لادوام ذاتی کی قید لگائی ہے جو کہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے۔ پس حینیہ مطلقہ دو قضایا یعنی حینیہ مطلقہ اور مطلقہ عامہ سے مرکب ہو کر تشکیل پاتا ہے۔ اس قید سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ذاتِ موضوع اگر وصف کے ساتھ متصف نہ ہو تو محمول کو موضوع پر حمل کرنا ضروری نہیں ہو گا۔

۲۔ حینیہ لادائمہ کی تعریف:

مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کی نقیض حینیہ لادائمہ ہے، حینیہ لادائمہ بھی اگرچہ موجہات میں سے ہے، لیکن یہ قضایا معتبرہ میں سے نہیں، اس کا اعتبار صرف مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کی نقیض میں ضرورت کی بناء پر کیا گیا ہے اور حینیہ لادائمہ وہ حینیہ مطلقہ ہے جس کو لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید کیا جائے، یعنی جس میں حینیہ مطلقہ مقید اور لادوام ذاتی قید ہو، جیسے: "کل من به ذات الجنب يسعل بالفعل فی بعض اوقات كونه مجنوبا لا دائماً".

۳۔ حینیہ لاضروریہ کی تعریف:

حینیہ لاضروریہ بھی اگرچہ موجہات میں سے ہے، لیکن یہ قضایا معتبرہ میں سے نہیں اور حینیہ لاضروریہ وہ حینیہ مطلقہ ہے جس کو لاضرورتِ ذاتی کی قید کیساتھ مقید کیا جائے۔ یعنی جس میں حینیہ مطلقہ مقید اور لاضرورۃ ذاتی قید ہو، جیسے: "کل من به ذات الجنب يسعل بالفعل فی بعض اوقات كونه مجنوبا لا بالضرورة".

۴۔ حینیہ ممکنہ کی تعریف:

حینیہ ممکنہ اگرچہ موجہہ بسیطہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں، اس کا اعتبار مشروطہ عامہ کی نقیض میں ضرورت کی بنا پر کیا گیا ہے اور حینیہ ممکنہ وہ بسیطہ ہے جس میں جانب مخالف سے ضرورۃ وصفیہ کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے: "كلُّ من به ذات الجنب ممكن أن يسعل في بعض أوقات كونه مجنوبا". ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو، نمونیہ کی حالت میں کسی وقت اس کا کھانسنا ممکن ہے، اس قضیہ میں حکم کی جانب مخالف یعنی نہ کھانسنا ضروری نہیں، ممکن ہے کہ کھانسی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کھانسی نہ ہو[۲]۔

۵۔ حینیہ ممکنہ لادائمہ کی تعریف:

حینیہ ممکنہ لادائمہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور حینیہ ممکنہ لادائمہ ہر وہ حینیہ ممکنہ ہے جو لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو۔ یعنی جس میں حینیہ ممکنہ مقید اور لادوام ذاتی قید ہو، جیسے: "كلُّ من به ذات الجنب ممكن أن يسعل في بعض أوقات كونه مجنوبا لادائماً".

---

[۱] ہامش للسید السند علی تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۶، کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۷۲۸۔

[۲] ہامش للسید السند علی تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۵، کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۷۲۸۔

۶۔ حینیہ ممکنہ لاضروریہ کی تعریف:

حینیہ ممکنہ لاضروریہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور حینیہ ممکنہ لاضروریہ ہر وہ حینیہ ممکنہ ہے جو لاضرورتِ ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو۔ یعنی جس میں حینیہ ممکنہ مقید اور لاضرورۃ ذاتی قید ہو، جیسے: "كلُّ من به ذات الجنب ممكن أن يسعل في بعض أوقات كونه مجنوبا لا بالضرورة".

۷۔ وقتیہ لاضروریہ کی تعریف:

وقتیہ لاضروریہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں، وقتیہ لاضروریہ ہر وہ وقتیہ مطلقہ ہے جو لاضرورۃ ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو۔ یعنی جس میں وقتیہ مطلقہ مقید اور لاضرورۃ ذاتی قید ہو، جیسے: **"كل قمر منخسف وَقت الْحَيْلُولَة لَا بِالضَّرُورَةِ "**.

۸۔ منتشرہ لاضروریہ کی تعریف:

منتشرہ لاضروریہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور منتشرہ لاضروریہ ہر وہ منتشرہ مطلقہ ہے جو لاضرورۃ ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو۔ یعنی جس میں منتشرہ مطلقہ مقید اور لاضرورۃ ذاتی قید ہو، جیسے: **"كلُّ حيوان متنفس في وقت ما لَا بِالضَّرُورَةِ"**.

۹۔ مطلقہ وقتیہ کی تعریف:

بعض مناطقہ نے بسائط میں ایک اور بسیطہ مطلقہ وقتیہ کا اضافہ کیا ہے، یہ وقتیہ مطلقہ کا مرادف نہیں بلکہ ان میں فرق ہے کہ مطلقہ وقتیہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کے ثبوت یا موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل معین وقت میں حکم لگایا گیا ہو، جیسے: "كل قمر منخسف وقت الحيلولة بالفعل"۔ اس قضیہ میں چاند پر منخسف ہونے کا حکم وقت معین میں بالفعل لگایا گیا ہے[1]۔

وقتیہ مطلقہ اور مطلقہ وقتیہ میں فرق یہ ہے کہ وقتیہ مطلقہ میں بالضرورہ کی قید ہوتی ہے اور مطلقہ وقتیہ میں بالضرورۃ کی قید نہیں ہوتی۔ یعنی وقتیہ مطلقہ اور مطلقہ وقتیہ میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، وقتیہ مطلقہ اخص ہے، کیونکہ اس میں بالضرورۃ کی قید ہوتی ہے اور مطلقہ وقتیہ اعم ہے اس میں بالضرورۃ کی قید نہیں[2]۔

۱۰۔ مطلقہ منتشرہ کی تعریف:

بعض مناطقہ نے بسائط میں ایک اور بسیطہ مطلقہ منتشرہ کا اضافہ کیا ہے، یہ منتشرہ مطلقہ کا مرادف نہیں بلکہ ان میں فرق ہے کہ مطلقہ منتشرہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کے ثبوت یا موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل غیر معین وقت میں حکم لگایا گیا ہو، جیسے: "كل إنسان متنفس فی وقت مابالفعل"۔ اس قضیہ میں انسان پر متنفس ہونے کا حکم کسی وقت غیر معین میں بالفعل لگایا گیا ہے[3]۔

---

[1] حاشیہ ابن مامون: ۳۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔

[2] حاشیہ ابن مامون: ۳۳، تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۶۔

[3] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵۔

منتشرہ مطلقہ اور مطلقہ منتشرہ میں فرق یہ ہے کہ منتشرہ مطلقہ میں بالضرورہ کی قید ہوتی ہے اور مطلقہ منتشرہ میں بالضرورۃ کی قید نہیں ہوتی۔ یعنی منتشرہ مطلقہ اور مطلقہ منتشرہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، منتشرہ مطلقہ اخص مطلق ہے، کیونکہ اس میں بالضرورۃ کی قید ہوتی ہے اور مطلقہ منتشرہ اعم ہے اس میں بالضرورۃ کی قید نہیں[1]۔

۱۱۔ مطلقہ وقتیہ لاضروریہ کی تعریف:

مطلقہ وقتیہ لاضروریہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور ومعتبر نہیں اور مطلقہ وقتیہ لاضروریہ ہر وہ مطلقہ وقتیہ ہے جو لاضرورۃ ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو۔ یعنی جس میں مطلقہ وقتیہ مقید اور لاضرورۃ ذاتی قید ہو، جیسے: ”كل قمر منخسف وقت الحيلولة بالفعل لا بالضرورة“۔

۱۲۔ منتشرہ ممکنہ وقتیہ کی تعریف:

منتشرہ ممکنہ وقتیہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور ومعتبر نہیں اور منتشرہ ممکنہ وقتیہ ہر وہ مطلقہ وقتیہ ہے جس میں وقتِ معین کے اندر امکان النسبۃ کیساتھ حکم ہو، جیسے: ”كل قمر منخسف وقت الحيلولة بالفعل بالإمكان“۔

۱۳۔ ممکنہ وقتیہ لادائمہ کی تعریف:

ممکنہ وقتیہ لادائمہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور ومعتبر نہیں اور ممکنہ وقتیہ لادائمہ ہر وہ وقتیہ ہے جو لادوام ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو۔ یعنی جس میں ممکنہ وقتیہ لادائمہ مقید اور لادوام ذاتی قید ہو، جیسے: **”كل قمر منخسف وقت الحيلولة لا دائماً“**۔

۱۴۔ ممکنہ لاضروریہ کی تعریف:

ممکنہ لاضروریہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور ومعتبر نہیں اور ممکنہ لاضروریہ وہ ممکنہ وقتیہ ہے جو لاضرورۃِ ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو۔ یعنی جس میں ممکنہ وقتیہ مقید اور لاضرورۃ ذاتی قید ہو، جیسے: ”كل قمر منخسف وقت الحيلولة الإمكان لا بالضرورة“۔

۱۵۔ مشروطہ لاضروریہ کی تعریف:

مشروطہ لاضروریہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور ومعتبر نہیں اور مشروطہ لاضروریہ وہ مشروطہ عامہ ہے جو لاضرورۃ ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو۔ یعنی جس مشروطہ عامہ مقید اور لاضرورہ ذاتی قید ہو، جیسے: ”كل كاتب متحرك الأصابع ما دام كاتبا لا بالضرورة“۔

۱۶۔ عرفیہ لاضروریہ کی تعریف:

عرفیہ لاضروریہ اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور ومعتبر نہیں اور وہ عرفیہ لاضروریہ وہ عرفیہ عامہ ہے جو لاضرورۃ ذاتی کی قید کیساتھ مقید ہو۔ یعنی جس میں عرفیہ عامہ مقید اور لاضرورۃ ذاتی قید ہو، جیسے: ”كل كاتب متحرك الأصابع ما دام كاتبا

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۵، حاشیہ ابن مامون: ۳۳۔

لا دائماً"۔

۱۷۔ عرفیہ عامہ فی زمان الوصف:

عرفیہ عامہ فی زمان الوصف اگرچہ موجہہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور عرفیہ عامہ فی زمان الوصف وہ عرفیہ عامہ ہے جس میں زمان الوصف کی قید ہو، یعنی وہ عرفیہ عامہ ہے جس میں وصف عنوانی "ضرورۃ" کے لیے ظرف ہو، اس کو عرفیہ عامہ مادام الوصف بھی کہتے ہیں، جیسے: "کل کاتب إنسان مادام کاتبابالدوام"۔

۱۸۔ عرفیہ عامہ لاجل الوصف کی تعریف:

عرفیہ عامہ لاجل الوصف اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور عرفیہ عامہ لاجل الوصف وہ عرفیہ عامہ ہے جس میں علیۃ الوصف کی قید ہو، یعنی وہ عرفیہ عامہ ہے جس میں وصف عنوانی ما قبل کے لیے علت ہو، جیسے: "کل جسم أبیض مفرق البصر مادام أبیضا بالدوام"۔

۱۹۔ عرفیہ عامہ بشرط الوصف کی تعریف:

عرفیہ عامہ بشرط الوصف اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور عرفیہ عامہ بشرط الوصف وہ عرفیہ عامہ ہے جس میں شرط الوصف کی قید ہو، یعنی وہ عرفیہ عامہ ہے جس میں وصف عنوانی ما قبل کے لیے شرط ہو، جیسے: "کل کاتب إنسان مادام کاتبابالدوام"[1]۔

۲۰۔ مشروطہ عامہ فی زمان الوصف:

مشروطہ عامہ فی زمان الوصف اگرچہ موجہہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور مشروطہ عامہ فی زمان الوصف وہ مشروطہ عامہ ہے جس میں زمان الوصف کی قید ہو، یعنی وہ مشروطہ عامہ ہے جس میں وصف عنوانی "ضرورۃ" کے لیے ظرف ہو، اس کو مشروطہ عامہ مادام الوصف بھی کہتے ہیں، جیسے: "کل کاتب إنسان مادام کاتبابالدوام"۔

۲۱۔ مشروطہ عامہ لاجل الوصف کی تعریف:

مشروطہ عامہ لاجل الوصف اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور مشروطہ عامہ لاجل الوصف وہ مشروطہ عامہ ہے جس میں علیۃ الوصف کی قید ہو، یعنی وہ مشروطہ عامہ ہے جس میں وصف عنوانی ما قبل کے لیے علت ہو، جیسے: "کل جسم أبیض مفرق البصر مادام أبیضا بالدوام"۔

۲۲۔ مشروطہ عامہ بشرط الوصف کی تعریف:

مشروطہ عامہ بشرط الوصف اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور مشروطہ عامہ بشرط الوصف وہ مشروطہ عامہ ہے جس میں شرط الوصف کی قید ہو، یعنی وہ مشروطہ عامہ ہے جس میں وصف عنوانی ما قبل کے لیے شرط ہو، جیسے: "کل کاتب إنسان مادام کاتبابالدوام"۔

---

[1] صغریٰ شیخ القرآنی: ۱۱۶۔

۲۳۔ حینیہ مطلقہ فی زمان الوصف:

حینیہ مطلقہ فی زمان الوصف اگرچہ موجہہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور حینیہ مطلقہ فی زمان الوصف وہ مشروطہ عامہ ہے جس میں زمان الوصف کی قید ہو، یعنی وہ حینیہ مطلقہ ہے جس میں وصف عنوانی "ضرورۃ" کے لیے ظرف ہو، اس کو حینیہ مطلقہ مادام الوصف بھی کہتے ہیں، جیسے: "كل كاتب متحرك الأصابع مادام كاتبابالفعل".

۲۴۔ حینیہ مطلقہ لاجل الوصف کی تعریف:

حینیہ مطلقہ لاجل الوصف اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور حینیہ مطلقہ لاجل الوصف وہ مشروطہ عامہ ہے جس میں علیۃ الوصف کی قید ہو، یعنی وہ حینیہ مطلقہ ہے جس میں وصف عنوانی ماقبل کے لیے علت ہو، جیسے: "كل جسم أبيض مفرق البصر مادام أبيضا بالفعل".

۲۵۔ حینیہ مطلقہ بشرط الوصف کی تعریف:

حینیہ مطلقہ بشرط الوصف اگرچہ موجہہ مرکبہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں اور حینیہ مطلقہ بشرط الوصف وہ حینیہ مطلقہ ہے جس میں شرط الوصف کی قید ہو، یعنی وہ حینیہ مطلقہ ہے جس میں وصف عنوانی ماقبل کے لیے شرط ہو، جیسے: "كل كاتب متحرك الأصابع مادام كاتبابالفعل"[1].

(ب)۔ موجہات میں کل احتمالات:

مذکورہ قضایا معتبرہ کے علاوہ دیگر قضایا موجہہ غیر معتبرہ بھی ہیں، موجہات میں کل احتمالات ۶۴۸ ہیں، جس کی مختصر توضیح یہ ہے کہ جہات معتبرہ چار ہیں: ۱۔ ضرورۃ۔ ۲۔ دوام، ۳۔ فعلیت، ۴۔ امکان۔ پھر ضرورت کی پانچ قسمیں ہیں: ۱۔ ضرورۃ ازلی، ۲۔ ضرورۃ ذاتی، ۳۔ ضرورۃ وصفی، ۴۔ ضرورۃ وقتی، ۵۔ ضرورۃ انتشاری۔

۱۔ ضرورۃ ازلی: وہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے ازلاً و ابداً ہو اور جو قضیہ اس ضرورۃ پر مشتمل ہو اسے ضروریہ ازلیہ کہتے ہیں، پھر ضرورۃ ازلیہ ضروریہ کی تین قسمیں ہیں: (الف)۔ ضروریہ ازلیہ زمانیہ۔ (ب)۔ ضرورۃ ازلیہ دہریہ، (ج)۔ ضرورۃ ازلیہ سرمدیہ۔

(الف)۔ ضروریہ ازلیہ زمانیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ازلاً و ابداً ضروری ہو، جیسے: "كل فلك متحرك أزلا وأبدابالضرورة".

(ب)۔ ضرورۃ ازلیہ دہریہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ازلاً و ابداً ہو اور موضوع مسبوق بالعدم الصریحی نہ ہو، خواہ مسبوق بالعدم الضمنی ہو یا نہ ہو، جیسے: "كل عقل مفيض أزلاً وأبداًبالضرورة".

(ج)۔ ضرورۃ ازلیہ سرمدیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ازلاً و ابداً ہو اور موضوع اصلاً مسبوق بالعدم نہ ہو، نہ عدم صریحی کیساتھ ہو اور نہ عدم ضمنی کیساتھ، جیسے: "الله موجودأزلا وأبداًبالضرورة"۔ اس میں موضوع "اللہ" اصلاً مسبوق بالعدم نہیں۔

۲۔ ضرورۃ ذاتی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ضروری ہو جب تک موضوع موجود ہو اور جو قضیہ اس ضرورۃ پر مشتمل ہو اسے

---

[1] اسی طرح ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کی بھی تین تین قسمیں ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

ضروریہ مطلقہ کہتے ہیں، جیسے:"اللہ ربنا بالضرورۃ".
۳۔ضرورۃ وصفی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ضروری ہو جب تک موضوع متصف بالوصف العنوانی ہو اور جو قضیہ اس ضرورۃ پر مشتمل ہو اسے مشروطہ عامہ کہتے ہیں، جیسے:"المؤمن غرکریم مادام مؤمنابالضرورۃ"۔ پھر مشروطہ عامہ کی تین قسمیں ہیں:۱۔مشروطہ عامہ مادام الوصف، ۲۔مشروطہ عامہ بشرط الوصف، ۳۔مشروطہ عامہ لاجل الوصف[1]۔
۴۔ضرورۃ وقتی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت معین میں ضروری ہو اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہو اسے وقتیہ مطلقہ کہتے ہیں، پھر ضرورۃ وقتی کی تین قسمیں ہیں: الف)۔وقتیہ مطلقہ ذاتیہ، (ب)۔وقتیہ مطلقہ حینیہ، (ج)۔وقتیہ مطلقہ ازلیہ زمانیہ۔
الف)۔وقتیہ مطلقہ ذاتیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت معین میں ضروری ہو اور یہ وقت معین من اوقات الموضوع ہو، جیسے:"کل قمرمنخسف وقت الحیلولۃ مادام ذاتہ موجودۃ بالضرورۃ".
(ب)۔وقتیہ مطلقہ حینیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت معین میں ضروری ہو اور یہ وقت معین موضوع کے وصف عنوانی میں سے ہو، جیسے:"کل قمرمنخسف وقت الحیلولۃ مادام قمراًبالضرورۃ".
(ج)۔وقتیہ مطلقہ ازلیہ زمانیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت معین میں ضروری ہو اور یہ وقت معین من اوقات الازل والابد ہو، جیسے:"کل قمرمنخسف وقت الحیلولۃ أزلاوأبدابالضرورۃ".
۵۔ضرورۃ انتشاری: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت غیر معین میں ضروری ہو اور جو قضیہ ضرورۃ انتشاری پر مشتمل ہو اسے منتشرہ مطلقہ کہتے ہیں، پھر ضرورت انتشاری کی تین قسمیں ہیں:۔(الف)۔منتشرہ مطلقہ ذاتیہ، (ب)۔منتشرہ مطلقہ حینیہ، (ج)۔منتشرہ مطلقہ ازلیہ زمانیہ۔
(الف)۔منتشرہ مطلقہ ذاتیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت غیر معین میں ضروری ہو اور یہ وقت غیر معین من اوقات الموضوع ہو، جیسے:"کل قمرمنخسف وقتامابالضرورۃ مادام ذاتہ موجودۃ".
(ب)۔منتشرہ مطلقہ حینیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت غیر معین میں ضروری ہو اور یہ وقت غیر معین موضوع کے وصف عنوانی میں سے ہو، جیسے:"کل قمرمنخسف وقتامابالضرورۃ مادام قمراً".
(ج)۔منتشرہ مطلقہ ازلیہ زمانیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت غیر معین میں ضروری ہو اور یہ وقت غیر معین من اوقات الازل والابد ہو، جیسے:"کل قمرمنخسف وقتامابالضرورۃ أزلاوأبداً"۔اب ضرورۃ کی مجموعہ اقسام تیرہ ہوئیں۔

۲۔دوام کی اقسام انواع:

دوام اس کو کہتے ہیں کہ ثبوت المحمول للموضوع دائمی ہو، جیسے:"الفلك متحرك بالدوام"۔ پھر دوام کی تین قسمیں ہیں:۔(الف)۔دوام ازلی، (ب)۔دوام ذاتی، (ج)۔دوام وصفی۔
(الف)۔دوام ازلی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ازلاوابداًدائمی ہو اور جو قضیہ دوام ازلی پر مشتمل ہو اسے دائمہ ازلیہ کہتے ہیں، پھر دائمہ ازلیہ کی تین قسمیں ہیں:۔(الف)۔دائمہ ازلیہ زمانیہ، (ب)۔دائمہ ازلیہ دہریہ، (ج)۔دائمہ ازلیہ سرمدیہ۔

---

[1] ان کی تعریفیں ماقبل گذر چکی ہیں۔

(الف)۔دائمہ ازلیہ زمانیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ازلاوابداً ہواور موضوع زمانی ہو،جیسے:"كل فلك متحرك أزلا وأبدادائما"۔

(ب)۔دائمہ ازلیہ دہریہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ازلاوابداً ہواور موضوع پر عدم صریحی طاری نہ ہو،خواہ عدم تعقلی اور ضمنی طاری ہویانہ ہو،جیسے:"صفات الله موجودة أزلا وأبدادائما"۔

(ج)۔دائمہ ازلیہ سرمدیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ازلاوابداً ہواور موضوع پر عدم اصلاً طاری نہ ہو،نہ تو عدم صریحی طاری ہواور نہ عدم ضمنی،جیسے:"الله موجود أزلا وأبدادائما"۔

(ب)۔دوام ذاتی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع دائمی ہواور جو قضیہ دوام ذاتی پر مشتمل ہواسے دائمہ مطلقہ کہتے ہیں،جیسے:"كل إنسان حيوان دائما"۔

(ج)۔دوام وصفی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ازلاوابداً ہوجب تک موضوع مشتمل ہووصف عنوانی پر،اور جو قضیہ دوام وصفی پر مشتمل ہواسے عرفیہ عامہ کہتے ہیں،پھر عرفیہ عامہ کی تین قسمیں ہیں:۔(الف)۔عرفیہ عامہ مادام اوصف (ب)۔عرفیہ عامہ بشرط الوصف(ج)۔عرفیہ عامہ لاجل الوصف[1]۔اب دوام کی کل اقسام سات ہوئیں۔

۳۔اطلاق عام کی اقسام وانواع:

اطلاق عام یہ ہے کہ ثبوت المحمول للموضوع بالفعل ہواور جو قضیہ اس پر مشتمل ہواسے مطلقہ عامہ کہتے ہیں،پھر اطلاق عام کی پانچ قسمیں ہیں:۔(الف)۔اطلاق عام ازلی(ب)۔اطلاق عام ذاتی(ج)۔اطلاق عام وصفی(د)۔اطلاق عام وقتی(ھ)۔اطلاق عام انتشاری۔

(الف)۔اطلاق عام ازلی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع بالفعل(تین زمانوں میں سے)ازلاوابداً ہو،پھر مطلقہ عامہ کی تین قسمیں ہیں:۔ا)مطلقہ عامہ زمانیہ،۲)مطلقہ عامہ دہریہ ۳)مطلقہ عامہ ازلیہ سرمدیہ۔

ا)مطلقہ عامہ زمانیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع بالفعل ازلاوابداہواور موضوع زمانی ہو،جیسے:"كل فلك موجود أزلا وأبدابالفعل"۔

۲)مطلقہ عامہ دہریہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع بالفعل ازلاوابداہواور موضوع پر عدم صریحی طاری نہ ہو،خواہ عدم ضمنی طاری ہویانہ ہو،جیسے:"صفات الله موجودة أزلا وأبدابالفعل"۔

۳)مطلقہ عامہ ازلیہ سرمدیہ: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع بالفعل ازلاوابداہواور موضوع پر عدم اصلاطاری نہ ہو،نہ صراحۃً طاری ہواور نہ ضمناً،جیسے:"الله موجود أزلا وأبدابالفعل"۔

(ب)۔اطلاق عام ذاتی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع بالفعل دائمی ہوجب تک ذات موضوع موجود ہواور جو قضیہ اطلاق عام ذاتی پر مشتمل ہواسے مطلقہ عامہ ذاتیہ کہتے ہیں،جیسے:"زيدقائم بالفعل"۔

(ج)۔اطلاق عام وصفی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع بالفعل دائمی ہوجب تک ذات موضوع وصف عنوانی کیساتھ متصف ہو اور جو قضیہ اطلاق عام وصفی پر مشتمل ہواسے حینیہ مطلقہ کہتے ہیں،جیسے:"كل كاتب متحرك الأصابع مادام كاتبابالفعل

---

[1] ان کی تعریفیں ماقبل گذرچکی ہیں۔

"۔ پھر حینیہ مطلقہ کی تین قسمیں ہیں:۔ ۱)حینیہ مطلقہ مادام الوصف، ۲) حینیہ مطلقہ بشرط الوصف، ۳) حینیہ مطلقہ لاجل الوصف[1]۔

(د)۔اطلاق عام وقتی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع بالفعل ہو اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہو اسے مطلقہ عامہ کہتے ہیں، جیسے:"کل قمر منخسف وقت الحیلولۃ بالفعل"۔ پھر وقتیہ مطلقہ کی تین قسمیں ہیں:۔۱)مطلقہ وقتیہ ذاتیہ،۲)مطلقہ وقتیہ حینیہ،۳)مطلقہ وقتیہ ازلیہ زمانیہ۔ ان تمام کی تعریفیں ما قبل کی طرح ہیں۔

(ھ)۔اطلاق عام انتشاری: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت غیر معین میں بالفعل ہو اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہو اسے مطلقہ منتشرہ کہتے ہیں، جیسے:"کل قمر منخسف وقتامابالفعل"۔ پھر مطلقہ منتشرہ کی تین قسمیں ہیں:۔۱)مطلقہ منتشرہ ذاتیہ،۲۔ مطلقہ منتشرہ حینیہ،۳)مطلقہ منتشرہ ازلیہ زمانیہ[2]۔ اب یہ کل تیرہ قسمیں ہوئیں۔

۴۔امکان عام کی اقسام وانواع:

امکان عام اس کو کہتے ہیں کہ ثبوت المحمول للموضوع ممکن ہو، جیسے:"کل إنسان کاتب بالإمکان العام"، پھر امکان عام کی پانچ قسمیں ہیں:،(الف)۔امکان عام ازلی (ب)۔امکان عام ذاتی، (ج)۔امکان عام وقتی، (د)۔امکان عام وصفی، (ھ)۔امکان عام انتشاری۔

(الف)۔امکان عام ازلی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ازلاوابدا ممکن ہو اور جو قضیہ امکان عام ازلی پر مشتمل ہو اسے ممکنہ عامہ ازلیہ کہتے ہیں، پھر اس کی تین قسمیں ہیں:۔۱) ممکنہ عامہ ازلیہ زمانیہ، ۲۔ ممکنہ عامہ ازلیہ دہریہ، ۳۔ ممکنہ عامہ ازلیہ سرمدیہ۔ ان کی تعریفیں بھی ما قبل کی طرح ہیں۔

(ب)۔امکان عام ذاتی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ممکن ہو جب تک ذات موضوع موجود ہو اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہو اسے ممکنہ عامہ کہتے ہیں، جیسے:"کل إنسان حیوان بالإمکان العام".

(ج)۔ امکان عام وصفی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع ممکن ہو جب تک ذات موضوع متصف ہو وصف عنوانی کیساتھ اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہو اسے ممکنہ عامہ حینیہ کہتے ہیں، جیسے:"کل کاتب متحرك الأصابع مادام کاتبا بالإمکان العام"۔ پھر ممکنہ عامہ حینیہ کی تین قسمیں ہیں:۔۱) ممکنہ عامہ حینیہ مادام الوصف، ۲) ممکنہ عامہ حینیہ بشرط الوصف، ۳) ممکنہ عامہ حینیہ لاجل الوصف[3]۔

(د)۔ امکان عام وقتی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت معین میں ممکن ہو اور جو قضیہ امکان عام وقتی پر مشتمل ہو اسے وقتیہ ممکنہ کہتے ہیں۔ پھر وقتیہ ممکنہ کی تین قسمیں ہیں:۱)وقتیہ ممکنہ ذاتیہ ۲)وقتیہ ممکنہ حینیہ ۳)وقتیہ ممکنہ ازلیہ۔ ان کی تعریفیں بھی ما قبل کی طرح ہیں۔

(ھ)۔امکان عام انتشاری: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع وقت غیر معین میں ممکن ہو اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہو اسے دائمہ

---

[1] ان کی تعریفیں ما قبل گذر چکی ہیں۔

[2] ان کی تعریفیں ما قبل تعریفوں کی مانند ہیں۔

[3] ان کی تعریفیں ما قبل گذر چکی ہیں۔

ممکنہ کہتے ہیں، پھر دائمہ ممکنہ کی تین قسمیں ہیں:۱)دائمہ ممکنہ ذاتیہ،۲) دائمہ ممکنہ حینیہ ۳) دائمہ ممکنہ ازلیہ۔ان کی تعریفیں بھی ماقبل کی طرح ہیں تو اب یہ کل تیرہ قسمیں ہوئیں۔

۵۔امکان خاص کی اقسام وانواع:

امکان خاص اس کو کہتے ہیں جس میں سلب ضرورۃ جانبین سے ہو، پھر امکان خاص کی چار قسمیں ہیں:(الف)۔امکان خاص ذاتی (ب)امکان خاص وصفی (ج)۔امکان خاص وقتی (د)۔امکان خاص انتشاری۔

(الف)۔امکان خاص ذاتی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع امکان خاص کیساتھ ہو جب تک ذات موضوع ممکن ہو اور جو قضیہ امکان خاص ذاتی پر مشتمل ہو اسے ممکنہ خاصہ ذاتیہ کہتے ہیں۔

(ب)امکان خاص وصفی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع امکان خاص کیساتھ ہو جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کیساتھ متصف ہو اور جو قضیہ امکان خاص وصفی پر مشتمل ہو اسے ممکنہ خاصہ حینیہ کہتے ہیں، جیسے:"كل كاتب ضاحك بالإمكان الخاص مادام كاتبا"۔پھر ممکنہ خاصہ حینیہ کی تین قسمیں ہیں:۔۱)ممکنہ خاصہ حینیہ مادام الوصف،۲) ممکنہ خاصہ حینیہ بشرط الوصف ۳) ممکنہ خاصہ حینیہ لاجل الوصف[۱]۔

(ج)۔امکان خاص وقتی: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع امکان خاص کیساتھ وقت معین میں ممکن ہو اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہو اسے وقتیہ ممکنہ خاصہ کہتے ہیں، جیسے:"كل كاتب ضاحك وقت العشاء بالإمكان الخاص"۔پھر وقتیہ ممکنہ خاصہ کی تین قسمیں ہیں:۱)وقتیہ ممکنہ ذاتیہ،۲)وقتیہ ممکنہ حینیہ ۳)وقتیہ ممکنہ ازلیہ زمانیہ۔

(د)۔امکان خاص انتشاری: وہ ہے جس میں ثبوت المحمول للموضوع امکان خاص کیساتھ وقت غیر معین میں ممکن ہو اور جو قضیہ اس پر مشتمل ہو اسے دائمہ ممکنہ خاصہ کہتے ہیں، جیسے:"كل كاتب ضاحك وقتاما بالإمكان الخاص"۔پھر دائمہ ممکنہ خاصہ کی تین قسمیں ہیں:۔۱)دائمہ ممکنہ خاصہ ذاتیہ،۲) دائمہ ممکنہ خاصہ حینیہ ۳) دائمہ ممکنہ خاصہ ازلیہ زمانیہ[۲]۔اب یہ کل دس قسمیں ہوئیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ضرورۃ کی کل ۱۳ قسمیں ہیں، پھر ان میں سے ہر ایک ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو دو قسمیں ہیں تو یہ کل ۲۶ قسمیں ہوئی اور اسی طرح دوام کی کل ۷ قسمیں ہیں، پھر ایجاب وسلب کے اعتبار سے ہر ایک دو دو قسمیں ہیں تو یہ کل ۱۴ قسمیں ہوئیں اور اسی طرح اطلاق عام کی کل ۱۳ قسمیں ہیں، پھر ایجاب وسلب کے اعتبار سے ہر ایک دو دو قسمیں ہیں تو یہ کل ۲۶ قسمیں ہوئیں اور اسی طرح امکان عام کی کل ۱۳ قسمیں ہیں، پھر ہر ایک کی ایجاب وسلب کے اعتبار سے دو دو قسمیں ہیں تو یہ کل ۲۶ قسمیں ہوئیں اور اسی طرح امکان خاص کی کل ۱۰ قسمیں ہیں، پھر ایجاب وسلب کے اعتبار سے ہر ایک دو دو قسمیں ہیں تو یہ کل ۲۰ قسمیں ہوئیں۔ تو اب موجہات بسیطہ کی کل ۱۱۲ قسمیں ہوئیں۔

اسی طرح لادوام کی تین قسمیں ہیں:۱)ذاتی ۲)وصفی ۳)ازلی اور لاضرورۃ کی بھی تین قسمیں ہیں:۱)ذاتی ۲)وصفی ۳)ازلی۔یہ کل ۶ قسمیں ہوئیں اور موجہات بسیطہ ۹ ہیں تو ۹ کو ۶ میں ضرب دینے سے کل ۵۴ قسمیں حاصل ہوئیں، پھر ۵۴ کو ۶ میں ضرب دینے سے کل ۳۲۴ قسمیں حاصل ہوئیں، پھر ایجاب وسلب کے اعتبار سے ہر ایک دو دو قسمیں ہیں تو ۳۲۴ کو ۲ میں ضرب دینے سے کل ۶۴۸ قسمیں حاصل

---

[۱] ان کی تعریفیں ماقبل گذر چکی ہیں۔
[۲] ان کی تعریفیں ماقبل گذر چکی ہیں۔

ہوئیں۔

۲۰۔ تمرین:

(الف)۔ کیفیات میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف بیان کریں۔

(ب)۔ موجہات معتبر کتنی ہیں؟

(ب)۔ موجہات غیر معتبرہ کی تعداد کتنی ہے؟

(ج)۔ موجہات بسیطہ اور مرکبہ میں کل کتنے احتمالات ہیں؟

(د)۔ درج ذیل قضایا کی تعریفات کریں۔

حینیہ لاضروریہ، حینیہ ممکنہ، حینیہ ممکنہ لادائمہ ، حینیہ ممکنہ لاضروریہ، وقتیہ لاضروریہ، منتشرہ ضروریہ، مطلقہ وقتیہ، مطلقہ منتشرہ، مطلقہ وقتیہ لاضروریہ، منتشرہ ممکنہ وقتیہ، ممکنہ وقتیہ لادائمہ، ممکنہ لاضروریہ، مشروطہ لاضروریہ، عرفیہ لاضروریہ، عرفیہ عامہ فی زمان الوصف ،عرفیہ عامہ لاجل الوصف،عرفیہ عامہ بشرط الوصف۔

فصل دہم: شرطیہ موجہہ

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ کی بنیادی دو قسمیں ہیں: حملیہ اور شرطیہ، قضیہ حملیہ کی باعتبار جہت دو قسمیں تھیں: حملیہ موجہہ اور حملیہ مطلقہ غیر موجہہ۔ قضیہ حملیہ موجہہ کی تفصیل ما قبل بیان ہو چکی ہے تو جس طرح حملیہ میں وجوب، دوام، امکان اور فعلیت کی جہات میں سے کوئی نہ کوئی جہت مذکور ہوتی ہے تو اسی طرح قضیہ شرطیہ میں بھی ان جہات میں کسی ایک جہت کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے[1]۔

۲۔ شرطیہ موجہہ کی تعریف:

قضیہ شرطیہ موجہہ وہ قضیہ ہے کہ جس مقدم و تالی کے درمیان جہت قضیہ یعنی ضرورت یا امکان، دوام یا امتناع واضح اور صریح طور پر مذکور ہو، جیسے: "من يطع الله ورسوله فقدفازفوزاعظيما (بالضرورة)"، "الموجودإماخالق أومخلوق بالضرورة"، پہلی مثال مقدم اور تالی کے درمیان اتصال ضروری ہے اور دوسری مثال میں مقدم اور تالی میں انفصال ضروری ہے[2]۔

۳۔ مناطقہ قضایا شرطیہ موجہہ سے بحث کیوں نہیں کرتے؟

قضایا شرطیہ میں ان جہات کا پایا جانا کوئی خاص فائدہ نہیں دیتا، جس کی وجہ سے عموماً مناطقہ قضایا شرطیہ کی جہات کے موارد کو ترک کر دیتے ہیں[3]۔ چونکہ تشخیص قضیہ کے لیے ضرورت، امکان اور اطلاق کی حاجت پیش آتی ہے اس لیے اہل منطق نے قضایا شرطیہ میں لزوم اور عناد کو جہتِ ضرورت کے حکم میں شمار کیا ہے اور اتفاق کو جہتِ امکان کی منزلت پر اور اتصال و انفصال کو بمنزلہ جہتِ اطلاق قرار دیا ہے۔ بہت کم اہل علم[4] نے اس موضوع کی طرف توجہ دی ہے کہ صرف قضیہ شرطیہ منفصلہ میں ان جہات کا لحاظ کیا جا سکتا ہے کیونکہ اگر قضیہ شرطیہ متصلہ کے اجزاء کو دیگر اجزاء سے تمایز کی جہت سے دیکھیں، یا اجزاء میں عموم و خصوص کی جہت کو دیکھیں، یا شرطیہ متصلہ میں ایجاب و سلب کے اعتبار سے ایک قضیہ دوسرے قضیہ کے ساتھ مختلف انواعِ نسب پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے دیکھیں تو ان تمام صورتوں میں قضیہ شرطیہ متصلہ کامل و مکمل طور پر قضیہ حملیہ سے مشابہ ہو گا، کیونکہ جس طرح سے قضیہ حملیہ میں محمول کو موضوع پر حمل کیا جاتا ہے اسی طرح سے قضیہ شرطیہ کے ایک جزء کو دوسرے جزء کے ساتھ مندرجہ بالا جہات سے مربوط کیا جاتا ہے۔

اس کے برخلاف قضیہ شرطیہ منفصلہ میں اس طرح نہیں ہے، کیونکہ شرطیہ منفصلہ میں مقدم و تالی کی تعیین اور ہر جزء کا تقدم یا تأخر ایک اعتباری امر ہے نہ کہ طبعی اور اس میں قضیہ کے اجزاء کو معین عدد میں منحصر کرنا ضروری نہیں ہے، اس لیے مناطقہ قضیہ شرطیہ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۹۔
[2] القواعد الجلیہ: ۲۷۶۔
[3] سوانح التوجہات: ۵۔
[4] اللآلی المنثورات علی نظم الموجہات: ۴۱۔

موجہہ سے بحث نہیں کرتے۔ ذیل میں متصلہ موجہہ اور منفصلہ موجہہ کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے جس کا مقصد موجہات کی تطبیق واجراء ہے، اگرچہ مناطقہ شرطیہ موجہہ سے مستقلا اور اصالۃً بحث نہیں کرتے۔

۴۔ شرطیہ موجہہ کی اقسام:

شرطیہ موجہہ کی دو قسمیں ہیں: (الف)۔ متصلہ موجہہ (ب)۔ منفصلہ موجہہ

(الف)۔ متصلہ موجہہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ موجہہ ہے، جس میں دو نسبتوں (مقدم اور تالی) کے درمیان وجودِ اتصال یا سلبِ اتصال ضروری ہو یا دائمی ہو، یا ممکن ہو، یا ممتنع ہو، وجودِ اتصال ضروری کی مثال، جیسے: "مَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَد أَطَاعَ الله (بالضرورة) "۔اس میں مقدم "مَن يُطِعِ الرَّسُولَ" اور تالی "فَقَد أَطَاعَ الله" میں وجودِ اتصال ہے اور سلبِ اتصال ضروری کی مثال، جیسے: "ليس البتة إن كان أحدظالمافيكون كافرابالضرورة"، اس میں مقدم "ليس البتة إن كان أحدظالما" اور "فيكون كافرا" میں سلب اتصال ضروری ہے۔

(ب)۔ منفصلہ موجہہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ موجہہ ہے، جس میں دو نسبتوں (مقدم اور تالی) کے درمیان وجودِ انفصال یا سلبِ انفصال ضروری ہو یا دائمی ہو، یا ممکن ہو، یا ممتنع ہو، وجودِ انفصال ضروری کی مثال، جیسے: "هذاالرجل إما مؤمن وإماكافربالضرورة"، یہاں مقدم اور تالی میں وجودِ انفصال ہے کہ یہ شخص یا مؤمن ہے یا کافر ہے اور سلبِ انفصال ضروری کی مثال، جیسے: "ليس البتة إماأن يكون عالماأو تاجرا"، یعنی ایسی بات ہرگز نہیں کوئی شخص عالم ہو یا تاجر، بلکہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں کہ ایک آدمی عالم بھی ہو اور تاجر بھی ہو[1]۔

۵۔ ایجاب وسلب کے اعتبار سے متصلہ موجہہ کی اقسام:

شرطیہ متصلہ موجہہ کی ایجاب اور سلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ متصلہ موجبہ (ب)۔ متصلہ سالبہ

(الف) متصلہ موجہہ موجبہ کی تعریف:

وہ شرطیہ متصلہ موجہہ ہے جس کے مقدم اور تالی میں وجودِ اتصال ضروری ہو یا دائمی ہو، یا ممکن ہو، یا ممتنع ہو، وجودِ اتصال ضروری کی مثال، جیسے: "وَمَن يُؤتَ الحِكمَةَ فَقَد أُوتِيَ خَيرًا كَثِيرًا (بالضرورة)"، یہاں مقدم "وَمَن يُؤتَ الحِكمَةَ" اور تالی "فَقَد أُوتِيَ خَيرًا كَثِيرًا" میں وجودِ اتصال ضروری ہے اور اس میں ضرورت کی جہت ہے۔

---

(۱) القواعد الجلیۃ: ۲۷۶۔

(ب)۔ متصلہ موجہہ سالبہ کی تعریف:

وہ شرطیہ متصلہ موجہہ ہے جس کے مقدم اور تالی میں سلبِ اتصال ضروری ہو یا دائمی ہو، یا ممکن ہو، یا ممتنع ہو، سلب اتصال ضروری کی مثال، جیسے: "ليس البتة إن كان أحد كافرا فيكون مقبولا عندالله بالضرورة"، یہاں مقدم "ليس البتة إن كان أحدكافرا" اور تالی "فيكون مقبولاعندالله" میں سلب اتصال ضروری ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ کافر عند اللہ مقبول ہو۔

۶۔ ایجاب وسلب کے اعتبار سے منفصلہ موجہہ کی اقسام:

شرطیہ منفصلہ موجہہ کی بھی ایجاب اور سلب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ منفصلہ موجہہ موجبہ (ب)۔ منفصلہ موجہہ سالبہ

(الف)۔ منفصلہ موجہہ موجبہ کی تعریف:

وہ شرطیہ منفصلہ موجہہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان وجودانفصال ضروری ہو یا دائمی ہو، یا ممکن ہو، یا ممتنع ہو، وجودِ انفصال ضروری کی مثال، جیسے: "هذا الرجل إما مؤمن وإماكافربالضرورة"، یہاں مقدم "هذالرجل إما مؤمن" اور تالی "وإماكافر" میں وجود انفصال ضروری ہے کہ ایک آدمی مومن اور کافر نہیں ہوسکتا۔

(ب)۔ منفصلہ موجہہ سالبہ کی تعریف:

وہ شرطیہ منفصلہ موجہہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان سلبِ انفصال ضروری ہو یا دائمی ہو، یا ممکن ہو، یا ممتنع ہو سلب انفصال ضروری کی مثال، جیسے: "ليس البتة إما أن يكون إنسانًا أو نبيا(بالضرورة)"، یہاں مقدم "ليس البتة إماأن يكون إنسانا" اور تالی "أو نبيا" میں سلب انفصال ضروری ہے، یعنی ایسی بات ہرگز نہیں کہ کوئی انسان ہی ہو یا نبی ہی ہو، بلکہ دونوں جمع ہوسکتے ہیں اور یہ ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے[1]۔

۷۔ شرطیہ متصلہ موجہہ کی اقسام:

شرطیہ متصلہ موجہہ کی تین قسمیں ہیں:

(الف)۔ لزومیہ موجہہ (ب)۔ اتفاقیہ موجہہ (ج)۔ مطلقہ موجہہ

(الف)۔ متصلہ لزومیہ موجہہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ متصلہ موجہہ ہے جس میں مقدم او تالی کے درمیان لزوم کا علاقہ ہو اور اس میں جہتِ ضرورۃ ہوگی، جیسے: "وَمَن يَبتَغِ غَيرَ الإِسلَامِ دِينًا فَلَن يُقبَلَ مِنهُ(بالضرورة)"، یہاں مقدم "وَمَن يَبتَغِ غَيرَ الإِسلَامِ دِينًا" اور تالی "فَلَن يُقبَلَ مِنهُ" میں لزوم کا علاقہ ہے۔ اس کو لزومیہ اس لیے کہتے ہیں کہ مقدم اور تالی کے درمیان جب کسی علاقہ اور تعلق کی وجہ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۹۔

سے حکم ہو تو ان دونوں کے درمیان اتصال لازم ہوتا ہے اور اس قضیہ میں بھی اتصال لازم ہوتا ہے، اس لیے اس کو لزومیہ کہتے ہیں اور اس میں جہت ضرورت کی ہے اور یہ ضروریہ مطلقہ ہے۔

(ب)۔ متصلہ اتفاقیہ موجہہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ متصلہ موجہہ ہے جس میں مقدم او تالی کے درمیان اتفاق کا علاقہ ہو اور اس میں جہت امکان کی ہوگی، جیسے: "ان كان الإمام الغزالي فيلسوفا فابن تيمية متكلماً (بالإمكان)"، یہاں مقدم "إن كان الإمام الغزالي فيلسوفا" اور تالی "فابن تيمية متكلماً" کے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ جو لزوم کا مقتضی ہو بلکہ اتفاق یہ ہے کہ امام غزالیؒ فلسفی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ متکلم ہیں۔ اس کو اتفاقیہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں مقدم اور تالی کے درمیان اتصال محض اتفاقی ہے، لزوم کا علاقہ نہیں۔ اور یہ ممکنہ عامہ ہے[1]۔

(ج)۔ متصلہ مطلقہ موجہہ کی تعریف:

وہ قضیہ شرطیہ متصلہ موجہہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ لزوم او اتفاق سے قطعِ نظر کرتے ہوتے حکم لگایا گیا ہو، یعنی جس میں لزوم اور اتفاق کی قید نہ ہو اور اس میں جہتِ اطلاق ہوگی، اس کی مثالیں وہی ہیں جو لزومیہ اور اتفاقیہ کی تھیں، البتہ اس میں لزوم اور اتفاق کی قید ملحوظ نہ ہوگی۔ اس کو اتفاقیہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں لزوم اور اتفاق کی کوئی قید ملحوظ نہیں ہوتی۔ اس کو مناطقہ جہتِ اطلاق شمار کرتے ہیں۔

۸۔ شرطیہ منفصلہ موجہہ کی اقسام:

شرطیہ منفصلہ موجہہ کی تین قسمیں ہیں:

(الف)۔ موجہہ حقیقیہ (ب)۔ موجہہ مانعۃ الجمع (ج)۔ موجہہ مانعۃ الخلو

(الف)۔ موجہہ حقیقیہ کی تعریف:

حقیقیہ موجہہ موجبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کی دو نسبتوں کے درمیان تنافی فی الصدق والکذب کا حکم ضروری یا دائمی یا بالفعل ہو،، یعنی جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صدقاً اور کذباً دونوں طرح تنافی مانی گئی ہو، جیسے "هذا الخبر إما صادق أو كاذب بالضرورة"۔ اور حقیقیہ موجہہ سالبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صدقاً اور کذباً دونوں طرح عدمِ تنافی ضروری، یا دائمی، یا بالفعل ہو، یعنی جس منفصلہ سالبہ میں یہ مانا گیا ہو کہ مقدم کی نسبت اور تالی کی نسبت دونوں ایک ساتھ صادق آسکتی ہے اور یونہی دونوں ایک ساتھ برطرف ہوسکتی ہے وہ حقیقیہ سالبہ ہے، جیسے: "ليس إما أن يكون هذا الحيوان ناطقا أو إنسانا"۔ اور "ایسا نہیں کہ یہ شخص یا تو کافر ہے یا مشرک"[2]۔

---

[1] اللآلی المنثورات علی نظم الموجہات: ۴۱۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۹۹۔

(ب)۔ موجہہ مانعۃ الجمع کی تعریف:

موجہہ مانعۃ الجمع موجبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صرف صدقاً ضروری یا دائمی، یا بالفعل ہو، یعنی جس منفصلہ موجبہ میں یہ مانا گیا ہو کہ مقدم کی نسبت اور تالی کی نسبت دونوں ایک ساتھ صادق نہیں آسکتی، ہاں! ایک ساتھ برطرف ہوسکتی ہے وہ مانعۃ الجمع موجبہ ہے، جیسے "هذه الكلمة إمااسم وإمافعل بالضرورة"۔ اور موجہہ مانعۃ الجمع سالبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صرف صدقاً عدم تنافی ضروری یا دائمی یا بالفعل ہو، یعنی یہ مانا گیا ہو کہ مقدم اور تالی دونوں کی نسبتوں کے صرف ایک ساتھ صادق آنے میں تنافی نہیں ہے لیکن برطرف ہونے میں تنافی ہے، جیسے: "ليس إماأن يكون هذاالإنسان ناطقاأو جوهرا بالضرورة"۔

(ج)۔ موجہہ مانعۃ الخلو کی تعریف:

موجہہ مانعۃ الخلو موجبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان صرف کذباً تنافی ضروری یا دائمی یا بالفعل ہو، یعنی جس منفصلہ میں یہ مانا گیا ہو کہ مقدم کی نسبت اور تالی کی نسبت دونوں ایک ساتھ برطرف نہیں ہوسکتی، ہاں! دونوں ایک ساتھ صادق آسکتی ہے وہ مانعۃ الخلو موجبہ ہے، جیسے: "هذاالفاعل إمامعرب وإمامبني"۔ اور موجہہ مانعۃ الخلو سالبہ وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان عدم تنافی ضروری ہو، یا دائمی ہو یا بالفعل ہو، یعنی جس منفصلہ سالبہ میں یہ مانا گیا ہو کہ مقدم اور تالی دونوں کی نسبتوں کے صرف برطرف ہونے میں تنافی نہیں لیکن صادق آنے میں تنافی ہے وہ موجہہ مانعۃ الخلو سالبہ ہے، جیسے "ليس إماأن يكون هذاالشيء شجرا أوحجرابالضرورة"۔ ایسا نہیں کہ یہ کاغذ یا تو سفید ہے یا کالا۔ ایسا ضروری نہیں کہ آپ یا تو میرے ساتھ محبت کریں یا مجھ سے نفرت کریں۔

۹۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: جس طرح حملیہ میں وجوب، دوام، امکان اور فعلیت کی جہات میں سے کوئی نہ کوئی جہت مذکور ہوتی ہے تو اسی طرح قضیہ شرطیہ میں بھی ان جہات میں کسی ایک جہت کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲: قضایا شرطیہ میں ان جہات کا پایا جانا کوئی خاص فائدہ نہیں دیتا، جس کی وجہ سے عموماً مناطقہ قضایا شرطیہ کی جہات کے موارد کو ترک کردیتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳: مناطقہ نے قضایا شرطیہ میں لزوم اور عناد کو جہتِ ضرورت کے حکم میں شمار کیا ہے اور اتفاق کو جہتِ امکان کی منزلت پر اور اتصال وانفصال کو بمنزلہ جہتِ اطلاق قرار دیا ہے۔

۱۰۔ تمرین:

(الف)۔ شرطیہ موجہہ کی تعریف بیان کریں۔

(ب)۔ مناطقہ قضایا شرطیہ موجہہ کیوں نہیں کرتے؟

(ج)۔ شرطیہ متصلہ موجہہ اور منفصلہ موجہہ کی اقسام وانواع بیان کریں۔

(د)۔ درج ذیل قضایا میں شرطیہ موجہہ کی اقسام کی تعیین کیجئے، نیز منطقی ترکیب کریں۔

وَمَن يَبتَغِ غَيرَ الإِسلَامِ دِينًا فَلَن يُقبَلَ مِنهُ بِالضَّرُوْرَةِ، إِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامتَحِنُوهُنَّ بِالضَّرُوْرَةِ، فَإِن عَلِمتُمُوهُنَّ مُؤمِنَاتٍ فَلَا تَرجِعُوهُنَّ إِلَى الكُفَّارِ بِالضَّرُوْرَةِ، إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِن قَبلُ بِالضَّرُوْرَةِ، وَإِن خِفتُم عَيلَةً فَسَوفَ يُغنِيكُمُ اللهُ مِن فَضلِه بِالضَّرُوْرَةِ، وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا بِالضَّرُوْرَةِ، وَإِن أَطَعتُمُوهُم إِنَّكُم لَمُشرِكُونَ بِالضَّرُوْرَةِ، إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ يَمْشِيْ عَلَى رَجُلَيْنِ فَالْفَرَسُ يَمْشِيْ عَلَى أَرْبَعَةٍ بِالْإِمكَانِ، إِنْ كُنتُم تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِى يُحبِبكُمُ اللهُ بِالضَّرُوْرَةِ، إِذَا كَانَ الْحَدِيْدُ مَعْدَناً صُلْباً فَالزَّيبَقُ مَعْدَنٌ سَائِلٌ بِالْإِمكَانِ، لَيسَ الْبَتَّةَ إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ مَجْنُوْنًا كَانَ عَالِمًا بِالْإِمكَانِ، لَيسَ دَائِماً إِذَا كَانَ الإِنْسَانُ صَالِحَ الْأَبَوَيْنِ فَهُوَ صَالِحٌ بِالْإِمكَانِ، لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقُ الْقَدْرِ لَسَبقَتْهُ الْعَيْنَ بِالضَّرُوْرَةِ، لَوْ كَانَ شَيْءٌ يَشْفِيْ مِنَ الْمَوْتِ لَكَانَ السَّنَا شَفَاءٌ مِنَ الموْتِ بِالضَّرُوْرَةِ، لَوْ كَانَ لِلإِنْسَانِ وَادِيَانِ مِنَ المَالِ لَأَلْتَمَسَ الثَّالِثَ بِالضَّرُوْرَةِ، إِنَ كَانَ سُقرَاطُ تِلْمِيْذاً لَفِيْثَاغُوْرَسُ كَانَ أَفْلَاطُوْنَ تِلْمِيْذًا لَسَقْرَاطَ بِالْإِمكَانِ، الْعَدَدُ الصَّحِيْحُ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ زَوْجاً أَوْ فَرْداً بِالْفِعْلِ، الإِنْسَانُ إِمَّا سَعِيْدٌ أَوْ شَقِيٌّ بِالْفِعْلِ، إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْجِسْمُ فِى الْمَاءِ أَوْ لَا يَغْرِقُ بِالْفِعْلِ، زَيْدٌ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ إِمَاماً أَوْ عَاصِياً لله بِالْفِعْلِ، كُلُّ شَيْءٍ لَا يَخْلُوْ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ عِلَّةً أَوْ مَعْلُوْلاً بِالْفِعْلِ، لَيسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْحَيَوانُ نَاطِقاً وَإِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ قَابِلاً لِلتَّعْلِيْمِ، لَيسَ إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ فَاسِقًا كَانَ مَحْبُوْبًا إِلَى اللهِ، قَدْ يَكُوْنُ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الإِنْسَانُ مُسْتَلْقِيًا أَوْ جَالِسًا بِالْفِعْلِ، إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْجَالِسُ فِى الدَّار مُحَمَّدًا أَوْ عَلِيًّا بِالْفِعْلِ، الْمُصَابُ بِالْقَتْلِ إِمَّا أَنْ يَقْتَصَّ أَوْ يَعْفُوَ أَوْيَأْخُذَ الدِّيَّةِ بِالْفِعْلِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ...كُلُّ مَوْجُوْدٍ إِمَّاخَالِقٌ أَوْمَخْلُوْقٌ بِالضَّرُوْرَةِ:

قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ موجبہ ضروریہ مطلقہ۔ ”كُلُّ“ سور موجبہ کلیہ... ”مَوْجُوْدٍ“ موضوع... ”إِمَّا“ ادات انفصال ... ”خَالِقٌ“ محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو ذو ہو، حمل ترکیبی... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ خارجیہ بتیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم... ”أَوْ“ ادات انفصال ... ”مَخْلُوْقٌ“ تالی... ”بِالضَّرُوْرَةِ“ جہت ضرورۃ... مقدم با تالی قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ موجبہ ضروریہ مطلقہ۔

۞ ...خَالِدٌ إِمَّا طَالِبُ الْعِلْم أَوْ مُسْلِمٌ بِالْإِمكَانِ:

قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ وفاقیہ موجبہ ممکنہ عامہ۔ ”خَالِدٌ“ موضوع... ”إِمَّا“ ادات انفصال ... ”طَالِبُ الْعِلْم“ مرکب تقییدی محمول بحمل المواطات، حمل مواطاتی، حمل ہو ہو ... موضوع با محمول قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ خارجیہ بتیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ ہو کر مقدم... ”أَوْ“ ادات انفصال... ”مُسْلِمٌ“ تالی... ”بِالْإِمكَانِ“ جہت امکان... مقدم با تالی قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ موجبہ ممکنہ عامہ۔

باب ششم: تناقض

یہ باب درج ذیل چار فصلوں پر مشتمل ہے:

۞... فصل اول: تناقض کا بیان ۞... فصل دوم: نقائض موجہاتِ بسیطہ ۞... فصل سوم: نقائض مرکباتِ کلیہ ۞... فصل چہارم: نقائض مرکباتِ جزئیہ

فصلِ اول: تناقض کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

تناقض اور عکس قضایا کے لواحقات اور احکام میں سے ہیں، قیاسات اور دلائل میں بسا اوقات ان کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے معرفت قضایا کے بعد تناقض اور عکس سے بحث کی جاتی ہے اور چونکہ مبحث عکس میں بھی اکثر تناقض سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس لیے تناقض کی بحث عکس سے مقدم کی جاتی ہے۔ تناقض اور عکس استدلال مباشر کے انواع میں سے ہیں، مناظرین، وکلاء اور مدارس میں طلباء آپس کی بحث ومباحث میں زیادہ تر اسی تناقض سے کام سے لیتے ہیں، یعنی ہر ایک اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے اکثر ایسا قول پیش کرتا ہے جو مقابل کے قول کو توڑتا ہے اور اسے باطل کر دیتا ہے۔

۲۔ تناقض کی تعریف:

تناقض باب تفاعل کا مصدر ہے، نقض سے ماخوذ ہے، نقض کے لغوی معنی ہیں: کھونا، پھر اس کو اس معنی سے منتقل کر کے مطلقاً ابطال کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا اور چونکہ تناقض باب تفاعل کا مصدر ہے اور اس میں تشارک کا خاصہ ہے، لہٰذا جن دو قضیوں میں تناقض ہو گا، ان میں سے ہر ایک ابطال میں شریک ہو گا، ہر ایک دوسرے کے ابطال کو چاہے گا اور اصطلاحی تعریف یہ ہے:

”هُوَاخْتِلَافُ الْقَضِيَّتَيْنِ بِالْإِيْجَابِ وَالسَّلْبِ بِحَيْثُ يَقْتَضِيْ لِذَاتِهِ صِدْقُ إِحْدَاهُمَاكِذْبُ الْأُخْرَى أَوْبِالْعَكْسِ.“[۱]

دو قضیوں کا آپس میں کم اور کیف کے اعتبار سے اس طرح ہونا کہ ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو مستلزم ہو، یعنی دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں اس طرح مختلف ہونا کہ یہ اختلاف بالذات اس بات کا تقاضا کرے کہ اگر ان میں سے ایک سچا ہو تو دوسرا جھوٹا ہو، یا پہلا جھوٹا ہو تو دوسرا سچا ہو، مطلب یہ ہے کہ ایک قضیہ موجبہ اور ایک قضیہ سالبہ ہو اور یہ ایجاب وسلب کا اختلاف بذات خود اس بات کا تقاضا کرے اگر ان میں سے ایک سچا ہو گا تو دوسرا یقیناً جھوٹا ہو گا، جیسے: ”زید انسان، وزید لیس بانسان“، یہاں دو قضیے ہیں، ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ اور یہ اختلاف بذاتِ خود اور بلاواسطہ اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اگر ایک سچا ہے تو دوسرے کا جھوٹا ہونا ضروری ہے اور اگر یہاں جھوٹا ہے تو دوسرے کا سچا ہونا ضروری ہے، ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ دونوں سچ ہو یا دونوں جھوٹ ہوں، کیونکہ اگر دونوں سچ ہوں تو یہ اجتماع نقیضین ہے جو کہ محال ہے اور اگر دونوں جھوٹ ہوں تو یہ ارتفاعِ نقیضین ہے اور یہ بھی محال ہے، اب لامحالہ ان دونوں میں ایک صادق اور ایک کاذب ہے[۲]۔

مناطقہ تناقض فی المفردین اور تناقض فی المفرد والقضیہ سے بحث نہیں کرتے، صرف تناقض فی القضایا سے بحث کرتے ہیں اور تناقض میں اختلاف صرف ایجاب اور سلب کے اعتبار سے معتبر ہوتا ہے، اس سے وہ اختلاف تناقض خارج ہے جو دو قضیوں کے

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۴، شرح المنظومۃ: ۶۰، اساس الاقتباس: ۹۸، شرح المطالع: ۱۶۶۔

[۲] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۴، شرح المطالع: ۱۶۶۔

درمیان شرطیہ اور حملیہ ہونے کے اعتبار سے ہو، یعنی ایک حملیہ اورایک شرطیہ ہو،اسی طرح وہ اختلاف بھی خارج ہوا جو اتصال اورانفصال کے اعتبار سے ہو، یعنی ایک متصلہ اورایک منفصلہ ہو،اسی طرح ان دو قضیوں کا اختلاف بھی خارج ہوا، جن میں ایک معدولہ اوردوسرا غیر معدولہ ہو، کیونکہ ان صورتوں کا اختلاف معتبر نہیں[1]۔

۳۔اختلاف کی صورتیں:

تناقض کی تعریف میں "لذاتہ" کی قید ہے اس قید سے اختلاف بالواسطہ اوراختلاف بخصوص المادہ خارج ہوئے، کیونکہ وہ اختلاف جو ایک قضیہ کے صدق اوردوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں:

(الف)۔یہ اختلاف اپنی ذات اور صورت کی وجہ سے ایک کے صدق اوردوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، جیسے:"زید قائم"اور"زید لیس بقائم"،ان دونوں قضیوں میں ذاتی اختلاف ہے،ان کا موضوع بھی ایک ہے اور محمول بھی ایک اورایجاب وسلب کے اعتبار سے اختلاف بھی موجود ہے، یعنی تناقض کے تحقق کے لیے ذاتی اختلاف ہی معتبر ہے۔

(ب)۔یہ اختلاف شئی کے لازم مساوی کے واسطہ سے ایک کے صدق اوردوسرے کے کذب کا تقاضا کرے،اس کی صورت یہ ہے کہ ایک قضیہ میں ایجاب اوردوسرے میں اس کے لازم مساوی کا سلب ہو، جیسے:"زید إنسان"اور"زید لیس بناطق"،ان دو قضیوں کے درمیان ایسا اختلاف موجود ہے جو ایک کے صدق اوردوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے، لیکن یہ لذاتہ اختلاف نہیں، بلکہ لازم مساوی کے واسطہ سے ہے، کیونکہ انسان اورناطق دونوں مساوی ہیں، یعنی ان میں سے پہلا قضیہ "زید إنسان" اصل میں"زید ناطق" کی قوت میں ہے، گویا معنی کے لحاظ سے یہ دو قضیے اس طرح ہوں گے:"زید إنسان،زید لیس بإنسان" یا"زید ناطق ،زید لیس بناطق"۔یہاں اختلاف امر مساوی کے اعتبار سے ہے کہ ان میں سے ایک قضیہ صادق ہے اوردوسرا کاذب۔ لیکن تناقض کے تحقق کے لیے یہ اختلاف معتبر نہیں، بلکہ بالذات اختلاف معتبر ہے اس لیے یہ تناقض بھی تناقض کی تعریف سے خارج ہے[2]۔

(ج)۔یہ اختلاف خصوص مادہ کی وجہ سے ایک قضیہ کے صدق اوردوسرے قضیہ کے کذب کا تقاضا کرے، خصوص مادہ کا مطلب یہ ہے کہ دونوں قضیوں میں محمول موضوع سے اعم ہو، جیسے:"کل إنسان حیوان،ولا شیء من الإنسان بحیوان"اور"بعض الإنسان حیوان،وبعض الإنسان لیس بحیوان"،ان قضایا کا اختلاف ایک کے صدق اوردوسرے کے کذب کا تقاضا ضرور کررہا ہے، لیکن دونوں کے کلی یا دونوں کے جزئی ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ خصوص مادہ یعنی موضوع سے محمول کے اعم ہونے کی وجہ سے یہ تقاضا کررہا ہے، کیونکہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ اختلاف ایک قضیہ کے صدق اوردوسرے کے کذب کا تقاضا اس بناء پر کررہا ہے کہ دونوں کلی ہیں یا دونوں جزئی ہیں تو پھر اس سے یہ لازم آئے گا کہ ہر دو کلیتین، یا ہر دو جزئیتین جو ایجاب سلب کے اعتبار سے مختلف ہوں تو ان کے درمیان تناقض ہو، یعنی ان میں یہ اختلاف ایک کے صدق اوردوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ:۳۲۴،شرح المطالع:۱۶۶۔

[2] تحریر القواعد المنطقیۃ:۳۲۴۔

کبھی دو قضیے کلیہ کاذب ہوتے ہیں، جیسے: ”كل حيوان إنسان“ اور ”لاشيء من الحيوان بإنسان“، یہ دونوں قضیے کلیہ ہیں اوران میں ایجاب وسلب کے لحاظ سے اختلاف موجود ہے، لیکن یہ اختلاف ایک کے صدق اوردوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کرتا، بلکہ یہ دونوں ہی کاذب ہیں، اسی طرح دونوں قضیہ جزئیہ بھی کبھی صادق ہوتے ہیں، جیسے: ”بعض الحيوان إنسان“ اور ”بعض الحيوان ليس بإنسان“ دونوں جزئیہ ہیں جو ایجاب وسلب کے اعتبار سے مختلف ضرور ہیں، لیکن یہ اختلاف ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا متقاضی نہیں، بلکہ یہ دونوں صادق ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دو قضیوں کے درمیان محض کلیتین یا جزئیتین کی وجہ سے ایجاب وسلب کا یہ اختلاف ایک کے صدق اور ایک کے کذب کا تقاضا نہیں کرتا، بلکہ خصوص مادہ کی وجہ سے یہ اختلاف اس بات کا متقاضی ہے، لیکن خصوص مادہ کا یہ اختلاف بھی تناقض کے تحقق کے لیے معتبر نہیں، اس لیے مناطقہ تناقض کی تعریف میں ”لذاته“ کا قید لگا کر اختلاف بالواسطہ اور اختلاف بخصوص مادہ دونوں کو خارج کرتے ہیں[1]۔

۴۔ قضایا شخصیہ میں تناقض:

متاخرین کے نزدیک قضایا شخصیہ میں تحقق تناقض کے لیے صرف دو وحدتیں شرط ہیں: وحدت موضوع اور وحدتِ محمول، یعنی موضوع اور محمول کا ایک ہونا اور باقی ان دو میں داخل ہے، وحدتِ شرط، جزء وکل وحدتِ موضوع میں داخل ہے اور وحدتِ زمان، وحدتِ مکان، وحدتِ اضافت، وحدت قوت وفعل وحدتِ محمول میں داخل ہے اور قضیہ محصورہ میں تناقض کے تحقق کے لیے ان شرطوں کے علاوہ ایک اور شرط کا ہونا بھی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے دونوں قضیے مختلف ہوں، اگر ایک کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر دونوں جزئیہ ہوں تو تناقض نہیں ہوگا، اس لیے کہ دو جزئیہ کبھی صادق ہوتے ہیں، جیسے: ”الحيوان إنسان“ اور ”بعض الحيوان ليس بإنسان“ اور دو کلیہ کبھی کاذب ہوتے ہیں، جیسے: ”كل حيوان إنسان“ اور ”لاشيء من الحيوان بإنسان“، یہ دو جزئیہ کا صادق ہونا اور دو کلیوں کا کاذب ہونا ہر اس مادہ میں ہوگا جہاں موضوع محمول سے اعم ہو اور قضایا موجہہ میں ان شرائط کے علاوہ ایک شرط اور ضروری ہے وہ ہے کہ دونوں قضیوں کی جہت مختلف ہو، اس لیے کہا گر جہت مختلف نہ ہوگی تو امکان کے مادہ میں دو ممکنہ صادق ہوجائیں گے اور دو ضروریہ مطلقہ کاذب ہوجائیں گے جس کی وجہ سے تناقض متحقق نہ ہوگا[2]۔

مناطقہ قضایا میں صرف شخصیہ اور محصورہ کے تناقض سے بحث کرتے ہیں، قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے اس لیے وہ محصورہ میں داخل ہے اور قضیہ طبعیہ میں تناقض سے اس لیے بحث نہیں کرتے کہ جن دو قضیوں کے درمیان تناقض ممکن ہو ان کا متعارف ہونا ضروری ہے اور طبعیہ چونکہ متعارف نہیں۔ نیز نہ اس سے قیاسات مرکب ہوتے ہیں اور نہ ہی فن منطق میں اس سے بحث ہوتی ہے، البتہ بعض مناطقہ نے اس کو شخصیہ میں داخل کیا۔ اب قضایا شخصیہ میں تناقض کے تحقق کے لیے آٹھ شرائط ہیں، جنہیں وحدات ثمانیہ کہتے

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۴، شرح المطالع: ۱۶۶۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۴۔

ہیں، جو درج ذیل شعر میں مذکور ہیں۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں　　　وحدت موضوع و محمول و مکاں
وحدت شرط واضافت و جزء و کل　　　قوت و فعل است در آخر زماں

مذکورہ شعر میں ہے کہ تناقض کے لیے آٹھ شرطوں کا ہونا ضروری ہے، اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو گئی تو تناقض متحقق نہ ہو گا، کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے: "إذافات الشرط فات المشروط"۔ جب شرط نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جائے گا، وہ شرائط یہ ہیں[1]: ۱۔ دونوں قضایا میں موضوع ایک ہو۔ ۲۔ دونوں قضایا میں محمول ایک ہو۔ ۳۔ دونوں قضایا میں مکان ایک ہو۔ ۴۔ دونوں قضایا کا زمانہ ایک ہو۔ ۵۔ دونوں قضایا قوت و فعل کے اعتبار سے ایک ہوں۔ ۶۔ دونوں قضایا میں شرط ایک ہو۔ ۷۔ دونوں قضایا میں اضافت (نسبت) ایک ہو۔ ۸۔ دونوں قضایا میں جزء و کل کا اختلاف نہ ہو۔

۵۔ وحدات ثمانیہ کی توضیح:

۱۔ وحدت موضوع: دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہو، اگر موضوع ایک نہ ہو تو تناقض نہیں ہو گا، جیسے: "زیدقائم" اور "عمرولیس بقائم"، ان دونوں قضیوں کا موضوع ایک نہیں، بلکہ پہلے کا موضوع زید ہے اور دوسرے کا موضوع عمرو ہے، لہٰذا ان میں تناقض نہیں۔

۲۔ وحدت محمول: دونوں قضیوں کا محمول ایک ہو، جیسے: "زیدمتعلم" اور "زیدلیس بنائم" میں تناقض نہیں، کیونکہ دونوں میں محمول ایک نہیں، ایک میں محمول "متعلم" ہے اور دوسرے میں محمول "نائم" ہے۔

۳۔ وحدت مکان: دونوں قضیوں میں مکان ایک ہو، اگر مکان میں اختلاف ہو تو پھر تناقض نہ ہو گا، جیسے: "زیدفی المسجد" اور "زیدلیس فی الدار" میں تناقض نہیں، کیونکہ دونوں قضیوں میں مکان ایک نہیں، ایک میں مکان مسجد ہے اور دوسرے میں گھر ہے۔

۴۔ وحدت زماں: دونوں قضیوں میں زمانہ ایک ہو، اگر زمانہ کے اعتبار سے اتحاد نہ ہو بلکہ اختلاف ہو تو پھر تناقض نہیں ہو گا، یا تو دونوں صادق ہوں گے یا دونوں کاذب، جیسے: "زیدنائم فی اللیل" اور "زیدلیس بنائم فی النہار"، ان میں تناقض نہیں، کیونکہ یہ زمانہ ایک نہیں، ایک میں وقت رات کا ہے اور دوسرے میں دن کا ہے۔

۵۔ وحدت قوت و فعل: دونوں قضیوں میں حکم قوت و فعل کے اعتبار سے ایک ہو، اگر ایک میں بالقوۃ حکم ہے تو دوسرے میں بھی بالقوۃ حکم ہو، تب تناقض ثابت ہو گا، اگر ایک میں بالفعل حکم ہے تو دوسرے میں بھی بالفعل حکم ہو تب تناقض ہو گا، اگر ایک میں حکم بالفعل ہو اور دوسرے میں حکم بالقوۃ ہو، یا اس کے برعکس، تو پھر بھی تناقض نہیں ہو گا، جیسے: شیرہ انگور کے متعلق کہا جائے کہ یہ بالقوۃ مسکر ہے، یعنی شراب بن کر اس میں نشہ لانے کی صلاحیت ہے اور یہ بالقوۃ مسکر نہیں ہے، ان دونوں میں تناقض ہے اور اگر دونوں قضیے قوت و فعل

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۴۔

میں مختلف ہوں تو تناقض نہیں ہو گا جیسے: شیرہ انگور بالقوۃ مسکر ہے، شیرہ انگور بالفعل مسکر نہیں۔ ان دونوں میں کوئی تناقض نہیں۔

۶۔ وحدت شرط: دونوں قضیوں میں شرط ایک ہو، اگر دونوں قضیوں کے شرائط مختلف ہوں تو تناقض نہیں ہو گا، شرط کے مختلف ہونے کی دو صورتیں ہیں: اول یہ ہے کہ ایک قضیہ کسی شرط کیساتھ مشروط ہے اور دوسرا مطلقہ ہے کسی شرط کیساتھ مشروط نہیں اور اختلافِ شرط کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک میں جو شرط ہے دوسرے قضیہ میں اس کے خلاف دوسری شرط ہے، ان دونوں صورتوں میں تناقض نہیں ہو گا۔ نیز یہ بات بھی یاد رکھیں کہ شرط سے مراد قید ہے، اس میں حال، تمیز، آلہ اور مفعول لہ سب داخل ہیں تو جو قید پہلے قضیہ میں ہو وہی قید دوسرے قضیہ میں بھی ہو، شرط میں اختلاف ہونے کی صورت میں تناقض نہیں ہو گا، جیسے: اگر اللہ کی نافرمانی کروگے تو اللہ تعالی ناراض ہو گا، اگر اللہ تعالی کی نافرمانی کروگے تو اللہ تعالی ناراض نہیں ہو گا، ان دونوں قضیوں میں تناقض ہے۔ اور اگر شرط میں اتفاق نہ ہو تو تناقض نہیں ہو گا، جیسے: اگر اللہ تعالی کی نافرمانی کروگے تو اللہ ناراض ہو گا، اگر اللہ تعالی کی اطاعت کروگے تو اللہ تعالی ناراض نہیں ہو گا۔ ان دونوں میں کوئی تناقض نہیں۔

۷۔ وحدت جزء وکل: اگر ایک قضیہ میں محمول پورے موضوع کے لیے ثابت کیا گیا ہے تو دوسرے قضیہ میں بھی پورے ہی موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو، اور اگر ایک قضیہ میں موضوع کے جزء خاص کے لیے محمول کو ثابت کیا گیا ہو تو دوسرے قضیہ میں بھی محمول کی اسی جزء خاص سے نفی کی گئی ہو، جیسے: آج میرے جسم میں درد ہے، آج میرے جسم میں درد نہیں ہے، اگر ان دونوں قضیوں کے موضوع سے پورا جسم یا دونوں میں جسم کو کوئی ایک جزء خاص مثلا سر مراد ہو تو تناقض ہو گا۔ اور اگر پہلے قضیہ کے موضوع سے کوئی جزء خاص مثلا سر اور دوسرے قضیہ میں کل مراد ہو تو تناقض نہیں ہو گا۔

۸۔ وحدت اضافت: اگر ایک قضیہ میں محمول کی نسبت جس چیز کی طرف ہو تو اسی چیز کی طرف دوسرے قضیہ میں ہو، جیسے: یہ آم کا اچار ہے، یہ آم کا اچار نہیں۔ ان دونوں قضیوں میں تناقض ہے، اگر نسبت ایک نہ ہو تو تناقض نہیں ہو گا، جیسے: یہ آم کا اچار ہے، یہ لیمو کا اچار نہیں۔ ان دو قضیوں میں کوئی تناقض نہیں اور اسی طرح یہ مثال ہے: زید عمرو کا استاذ ہے، زید حسان کا استاذ نہیں۔ یہاں دونوں قضیوں میں اضافت یعنی نسبت ایک نہیں اس لیے ان میں تناقض نہیں[1]۔

۶۔ شرائط تناقض میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف:

قضایا شخصیہ میں تناقض کے تحقق کے لیے متقدمین کے نزدیک آٹھ شرائط ہیں، جن کی تفصیل ماقبل بیان ہو چکی ہے، لیکن متاخرین نے آٹھ وحدتوں کو صرف دو وحدتوں میں منحصر کیا ہے کہ تناقض کے تحقق کے لیے وحدتِ موضوع اور وحدتِ محمول ضروری ہے ان دونوں میں باقی تمام وحدات داخل ہیں، وحدتِ موضوع میں وحدتِ شرط، وحدتِ کل اور جزء داخل ہے، وحدتِ موضوع میں وحدتِ شرط اس طرح داخل ہے کہ جب شرط مختلف ہو تو موضوع بھی مختلف ہو جاتا ہے اور اگر موضوع متحد ہو تو شرط بھی ایک رہتی ہے،

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۲۷۔

جیسے: جس بینائی کو خیرہ کر دیتا ہے بشر طیکہ وہ سفید ہو اور جسم بنیائی کو خیرہ نہیں کر تا، بشر طیکہ وہ سیاہ ہو۔ اب یہاں چونکہ شرط میں اختلاف ہے اس لیے موضوع بھی مختلف ہیں۔ اور وحدتِ موضوع میں وحدتِ کل اور جزء اس طرح داخل ہیں کہ "الزنجی أسود" میں موضوع بعض زنجی ہے اور "الزنجی لیس بأسود" میں موضوع کل زنجی ہے، ان دونوں قضیوں میں کل اور جزء میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف موضوع کے اختلاف کا متقاضی ہے، لیکن اگر موضوع میں اتحاد ہو تو کل اور جزء میں بھی اتحاد ہو گا، لہذا وحدتِ کل اور جزء وحدتِ موضوع میں داخل ہے [1]۔

باقی وحداتِ (وحدتِ زمان، مکان، اضافت اور وحدتِ قوت و فعل) وحدتِ محمول میں داخل ہیں، وحدتِ زمان وحدتِ میں اس طرح داخل ہے کہ مثلاً: "زیدنائم" میں محمول "النائم لیلاً" ہے اور "زیدلیس بنائم" میں محمول "النائم نہاراً" ہے، اس میں اختلاف زمان سے محمول میں اختلاف آ گیا، لیکن محمول میں اتحاد ہو تو زمان میں بھی اتحاد ہو گا، لہذا وحدتِ زمان وحدتِ محمول میں داخل ہے اور وحدتِ مکان اس طرح داخل ہے کہ مثلاً: "زیدجالس فی الدار" میں محمول "جالس الدار" ہے اور "زیدلیس بجالس فی السوق" میں محمول "جالس فی السوق" ہے، اس میں مکان کے مختلف ہونے سے محمول مختلف ہو گیا، لیکن اگر محمول میں اتحاد ہو تو مکان میں بھی اتحاد ہو گا، اس لیے کہا کہ وحدت مکان وحدتِ محمول میں داخل ہے۔

اور وحدتِ اضافت وحدتِ محمول میں اس طرح داخل ہے، مثلاً: "زید عمرو کا باپ ہے"، اس میں "عمرو کا باپ" محمول ہے او رزید بکر کا باپ نہیں ہے، اس میں "بکر کا باپ" محمول ہے، اس میں اضافت کی اختلاف کی وجہ سے محمول میں اختلاف ہو گیا، لیکن اگر محمول میں اتحاد ہو تو اضافت میں بھی ضرور اتحاد ہو گا، اس لیے متاخرین نے یہ کہا وحدتِ اضافت وحدتِ محمول میں داخل ہے اور وحدتِ قوت و فعل وحدتِ محمول میں اس طرح داخل ہے کہ مثلاً سب انسان کاتب ہیں، اس میں محمول کا حکم بالقوۃ ہے اور سب انسان کاتب نہیں، اس میں محمول کا حکم بالفعل ہے، اس مثال میں قوت و فعل کے اختلاف سے محمول میں اختلاف واقع ہو گیا، لیکن اگر محمول میں اتحاد ہو تو قوت و فعل میں بھی ضرور اتحاد ہو گا، اس لیے یہ کہا کہ وحدتِ محمول میں وحدتِ قوت و فعل داخل ہے [2]۔

۷۔ معلم ثانی امام فارابی کا مذہب:

معلم ثانی امام فارابی نے تمام وحدت کو صرف وحدت نسبتِ حکمیہ میں منحصر مانا ہے، کیونکہ امور ثمانیہ میں سے کسی امر میں اختلاف ہو گا تو اس کی وجہ سے نسبتِ حکمیہ میں ضرور اختلاف ہو گا اور وحدتِ نسبت نہیں پائی جائے گی، جیسے: "زیدقائم" اور "عمرو لیس بقائم"، ان میں وحدتِ موضوع میں اختلاف ہے تو جو نسبت پہلے قضیہ میں ہے وہ نسبت دوسرے قضیہ میں نہیں رہی، مثال مذکور میں قیام کی نسبت جو زید کی طرف ہے یہ اس نسبت کے مغایر ہے جو نسبت عمرو کی طرف ہے اور امرین میں سے ایک کی نسبت ایک

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۸۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۸۔

شئ کی طرف اس نسبت کے مغایر ہوتی ہے جو اسی شئ کی طرف دوسرے امر کی نسبت ہو، جیسے: ”زید جالس“ اور ”زید لیس بقائم“ ان دونوں قضیوں میں سے ایک میں جلوس کی نسبت ہے اور دوسرے میں قیام کی نسبت ہے تو معلوم ہوا کہ محمول کے مختلف ہونے سے نسبت بھی مختلف ہو جاتی ہے تو جب شرط اور جزء و کل، زمان و مکان، اضافت اور قوت و فعل کے اختلاف کی وجہ سے محمول میں اختلاف ہو گا تو تب بھی نسبت مختلف ہو جائے گی تو معلوم ہوا کہ نسبت میں اتحاد ہو تو تمام شرطیں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن اگر کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو وحدتِ نسبت میں بھی اختلاف واقع ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے معلم ثانی امام فارابی نے وحداتِ ثمانیہ کو صرف ایک وحدت یعنی وحدتِ نسبت میں داخل مانا ہے[1]۔

۸۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: ہر شئ کے سلب کو نقیض کہتے ہیں جیسے جاندار کی نقیض غیر جاندار اور عالم کی نقیض غیر عالم ہے[2]۔

قاعدہ نمبر ۲: مناطقہ تناقض فی المفردین اور تناقض فی المفرد و القضیہ سے بحث نہیں کرتے، صرف تناقض فی القضایا سے بحث کرتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳: جن دو قضیوں میں تناقض ہو اسے متناقضین کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۴: تناقض میں ایجاب اور سلب دونوں کے مورد کا ایک ہونا ضروری ہے، یعنی جس پر ایجاب وارد ہو تو اسی پر سلب بھی وارد ہو، اگر مورد ایک نہ ہو تو تناقض متحقق نہ ہو گا، جیسے ”بعض الحيوان إنسان“ اور ”بعض الحيوان ليس بإنسان“ یہاں ” بعض حیوان “ جس کے لیے انسان ثابت ہے وہ اور ہے اور جس سے انسان کا سلب ہے وہ اور حیوان ہے[3]۔

قاعدہ نمبر ۵: تناقض میں دونوں قضیوں کا نسبت حکمیہ ایک ہونا ضروری ہے، یعنی جس نسبت پر ایجاب وارد ہو تو سلب بھی اسی نسبت پر وارد ہو[4]۔

قاعدہ نمبر ۶: تناقض ہر قسم کے قضایا (شخصیہ، موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) میں متحقق ہو سکتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۷: قضیہ شخصیہ موجبہ کی نقیض شخصیہ سالبہ ہو گی جیسے: ”محمد رسول الله“ کی نقیض کفار مکہ کا یہ قول ہے: ”لَسْتَ مُرْسَلاً“[5].

قاعدہ نمبر ۸: شخصیہ سالبہ کی نقیض شخصیہ موجبہ ہو گی جیسے: ”الله ليس له شريك“ کی نقیض ” الله له شريك“ ہے۔

قاعدہ نمبر ۹: ناقض کی معرفت کا عام اور آسان طریقہ یہ ہے کہ جس شئ کی نقیض مطلوب ہو اس پر حرف سلب داخل کرو۔ بس اسی کو اس شئ کی نقیض سمجھو۔ یہی وہ مختصر تعریف ہے جو اس فن میں ”نقيض كل شيء رفعه“ سے مشہور ہے اور تمام مفردات و مرکبات میں

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۸۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۸۔

(۳) سلم العلوم: ۱۷۷، تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۹، اسعاد الفہوم: ۱۰۱/۲۔

(۴) سلم العلوم: ۱۷۷، تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۲۹۔

(۵) ضوابط المعرفۃ: ۱۵۷، تفہیم المنطق: ۱۷۷۔

جاری ہو سکتی ہے، مگر یہاں جو تناقض زیر بحث ہے وہ صرف تناقض قضایا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۰: قضایا شخصیہ میں صرف کیف (ایجاب و سلب) کی تبدیلی سے قضیہ کی نقیض متحقق ہو جاتی ہے، تاہم موضوع و محمول دیگر قیود اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۱: تناقض میں موضوع اور محمول دونوں کا متحد اللفظ، متحد المعنی اور مصداق کے اعتبار سے ایک ہونا ضروری ہے، ورنہ تناقض متحقق نہیں ہو گا۔

قاعدہ نمبر ۱۲: قضیہ مہملہ موجبہ کی نقیض سالبہ کلیہ آتی ہے، جیسے: "الإنسان عالم" کی نقیض "لا شيء من الإنسان بعالم" آتی ہے، کیونکہ مہملہ موجبہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے جس کی نقیض سالبہ کلیہ آتی ہے[1]۔

قاعدہ نمبر ۱۳: مہملہ سالبہ کی نقیض موجبہ کلیہ آتی ہے جیسے "الإنسان ليس بكاتب" کی نقیض "كل إنسان كاتب" آتی ہے کیونکہ مہملہ سالبہ سالبہ جزئیہ کی قوت میں ہوتی ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۴: قضایا شرطیہ میں تناقض کے تحقق کے لیے وحدات ثمانیہ کیساتھ اتحاد فی الجنس، اتحاد فی النوع اور اختلاف فی الکیف والکم بھی شرط ہے، اتحاد فی الجنس سے مراد یہ ہے کہ دونوں متصلہ ہوں یا دونوں منفصلہ ہوں۔ اور اتحاد فی النوع کا معنی یہ ہے کہ دونوں قضیے لزومیہ ہوں، یا دونوں اتفاقیہ ہوں، اسی طرح دونوں حقیقیہ ہوں، یا مانعۃ الجمع ہوں یا مانعۃ الخلو ہوں۔ اور اختلاف فی الکیف کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب و سلب میں مختلف ہوں کہ اگر ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو، اگر ایک سالبہ ہو تو دوسرا موجبہ ہو[2]۔

قاعدہ نمبر ۱۵: اجتماع نقیضین بھی محال ہے اور ارتفاع نقیضین بھی محال ہے[3]۔

قاعدہ نمبر ۱۶: اگر دونوں قضیے موجبہ ہوں یا دونوں سالبہ ہوں یا دونوں کلیہ ہوں یا دونوں جزئیہ ہوں تو ان میں تناقض نہیں پایا جائے گا۔

قاعدہ نمبر ۱۷: تناقض یہ ہے کہ دو قضیوں کا آپس میں صرف کم، کیف، جہت کے اعتبار سے اس طرح مختلف ہونا کہ ان میں سے ہر ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو مستلزم ہو۔ گویا متناقض قضیوں میں اگر کم، کیف، جہت کے اختلاف سے قطع نظر کیا جائے تو باقی اجزاء کے اعتبار سے محض ایک قضیہ کی تکرار نظر آتی ہے، جیسے زید عالم ہے، زید عالم نہیں۔ یا ہر انسان حیوان ہے، بعض انسان بالامکان العام حیوان نہیں۔ اس اختلاف کو تناقض اور ان میں ہر قضیہ کو دوسرے کی نسبت نقیض اور آپس میں ہر دو متناقضین کہلاتے ہیں[4]۔

قاعدہ نمبر ۱۸: تناقض کے تحقق کے لیے اتحاد فی الحمل بھی ضروری ہے، یعنی اگر ایک قضیہ میں حمل اولی ہو اور دوسرے میں حمل شائع متعارف ہو تو تناقض متحقق نہیں ہو گا[5]۔

---

(۱) ضوابط المعرفۃ: ۱۶۲۔

(۲) قطبی: ۴۴۰۔

(۳) الرشیدیہ: ۳۹، کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۱۴۴۰۔

(۴) معین المنطق: ۹۸۔

(۵) دورس المنطق: ۸۲، حمد اللہ: ۵۴، سلم العلوم: ۱۳۷۔

۹۔ تمرین:

(الف)۔ تناقض کی تعریف اور شرائط بیان کریں۔

(ب)۔ تناقض کی صورتیں بیان کریں، نیز قضایا شخصیہ میں تناقض کی تحقق کی صورتیں بیان کریں۔

(ج)۔ شرائط تناقض میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف بیان کریں، نیز معلم فارابی کا مذہب اس میں کیا ہے؟

(د)۔ درج ذیل قضایا کی نقیضیں بتائیں، نیز منطقی ترکیب کریں۔

اللهُ لَيسَ لَهُ شَرِيْكٌ، لَسْتَ مُرْسَلاً، لَاتَأْتِيْنَاالسَّاعَةَ، خَالِدٌ أَكْبَرُمِنْ سَعِيْدٍأَيْ عَمْرواً، أَنَاآكِلُ الْلَحْمِ أَيْ لَحْمَ الْغَنَم، الْحَمْدُللهِ، مَاسَمِعْنَا، الْعِلْمُ نَافِعٌ، الْجَهْلُ لَيْسَ بِنَافِعٍ، الْإِنْسَانُ ضَاحِكٌ، الْإِنْسَانُ لَا يَمْشِيْ عَلَى أَرْبَعَةَ أَرْجُلٍ، الطَّالِبُ نَاجِحٌ آخَرِ السَّنَةِ، الشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ أَيْ فِي النَّهَارِ، الإِنْسَانُ لَا يَخَافُ أَيْ فِي النَّهَارِ، الْجَوُّ بَارِدٌ أَيْ عَلَى الْجَبَلِ، لَيْسَ الْبَتَّةَ إِنْ كَانَ اللَّيْلُ مَوْجُوْداً فَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ، دَائِمًا الْعَدَدُ الصَّحِيْحُ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ زَوْجاً أَوْ فَرْداً، الْأَرْبَعَةُ نِصْفٌ أَيْ بِالْإِضَافَةِ إِلَى الثَّمَانِيَّةِ، الْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ، لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْجِسْمُ غَيْرَ أَبْيَض أَوْ غَيْرَ أَسْوَدَ، زَيْدٌ لَيسَ بِمَيِّتٍ أَيْ بِالْفِعْلِ، كُلُّ مُسْلِمٍ مُؤْمِنٌ، خُلُوْدًا إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْجِسْمِ فِي الماءِ أَوْ لَا يَغْرِقَ، بَعْضُ الْمُسْلِمِ لَيسَ بِمُؤْمِنٍ، بَعْضُ مَنْ عَلَيهَا لَيْسَ بِفَانٍّ، بَعْضُ النَّاسِ أَتْقِيَاءُ، بَعْضُ الطَّيْرِ أَسْوَدُ، لَا شَيْءَ مِنَ النَّاسِ بِأَتْقِيَاءَ، أَحْمَدُ إِمَّا شَاعِرٌ أَوْكَاتِبٌ، لَا شَيْءَ مِنَ الْعُلُوْمِ بِمُفِيْدٍ، لَا شَيْءَ مِنَ الطَّيْرِ بِأَسْوَدَ، بَعْضُ الْعُلُوْمِ مُفِيْدَةٌ، إِنْ كَانَ أَبُوْ بَكْرٍ أَبَا لِعَائِشَةَ فَعَائِشَةُ بِنْتُهُ، الْإِنْسَانُ إِمَّا سَعِيْدٌ أَوْ شَقِيٌّ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞ ...اصلِ قضیہ (شخصیہ موجبہ): "زَيْدٌعَالِمٌ" قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔ نقیضِ قضیہ (شخصیہ سالبہ): "زَيْدٌلَيْسَ بِعَالِمٍ"۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ شخصیہ مخصوصہ سالبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

۞... اصلِ قضیہ (مہملہ موجبہ): "الْعِلْمُ نَافِعٌ"۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ مہملہ موجبہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔ نقیضِ قضیہ (سالبہ کلیہ): "لَاشَيْءَ مِنَ الْعِلْمِ بِنَافِعٍ"۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ کلیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

۞ ... اصلِ قضیہ (موجبہ کلیہ): " كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔ نقیضِ قضیہ (سالبہ جزئیہ): "بَعْضُ الْبِدْعَةِ لَيْسَ بِضَلَالَةٍ"۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ جزئیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

فصل دوم: نقائض موجہاتِ بسیطہ

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

قضایا موجہہ میں تناقض کے لیے اختلاف فی الکم، اختلاف فی الکیفۃ کیساتھ ساتھ اختلاف فی الجہۃ کی شرط بھی ضروری ہے کہ دونوں قضیے جہت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں، اگر موجہہ میں جہت کے اندر اختلاف نہ ہو تو تناقض نہ ہوگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ امکان کے مادہ میں دو ضروریہ مطلقہ کاذب ہوجاتے ہیں، حالانکہ تناقض میں ایک قضیہ صادق اور دوسرا کاذب ہوتا ہے، جیسے: "كل إنسان كاتب بالضرورة" اور "لا شيء من الإنسان بكاتب بالضرورة"، یہ دونوں قضیے موجبہ ہیں اور یہ دونوں امکان کے مادے ہیں، لیکن دونوں کی جہت میں چونکہ اختلاف نہیں، بلکہ دونوں قضیوں میں جہت (بالضرورۃ) ایک ہے، اس لیے یہ دونوں کاذب ہیں، کیونکہ پہلے قضیہ میں ہے کہ ہر انسان کا کاتب ہونا ضروری ہے، حالانکہ یہ غلط ہے اور دوسرے قضیہ میں ہے کہ کسی بھی انسان کا کاتب نہ ہونا ضروری ہے حالانکہ یہ بھی غلط ہے، کیونکہ نہ ہر انسان کا کاتب ہونا ضروری ہے اور نہ کسی انسان کا کاتب نہ ہونا ضروری ہے، بلکہ دونوں ممکن ہیں، اسی طرح امکان کے مادہ میں دو ممکنہ صادق ہوجاتے ہیں، جیسے: "كل إنسان كاتب بالإمكان العام، ولا شيء من الإنسان بكاتب بالإمكان العام"، یہ دونوں قضیے مادہ امکان میں ہیں اور دونوں کی جہت مختلف نہیں، بلکہ دونوں میں جہتِ امکان عام کی ہے اس لیے یہ دونوں صادق ہیں، اب ان میں اختلاف فی الجہۃ کی شرط مفقود ہے اس لیے تناقض نہیں، اگر ان دونوں صورتوں میں جہتیں مختلف ہوتیں تو ایک قضیہ صادق اور ایک کاذب ہوتا اور اس طرح ان میں تناقض ہوتا۔ تو اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دو قضایا موجہہ میں مذکورہ نو شرطوں (جو فصل اول میں مذکور ہیں) کیساتھ ساتھ دسویں شرط اختلاف فی الجہۃ کا ہونا بھی ضروری ہے [1]۔

۲۔ ایک اہم ضابطہ:

یہ بات یاد رکھیں کہ جب قضیہ کا رفع کیا جائے تو اس نقیض کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت تو یہ ہے کہ کبھی تو اس قضیہ کے نفسِ رفع ہی سے ایسا قضیہ حاصل ہوجاتا ہے جو عقل کے پاس ایک معین مفہوم ہوتا ہے جو عند المناطقہ معتبر ہوتا ہے اور حقیقۃً اسے پہلے قضیہ کی نقیض کہا جاتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ کبھی نفسِ رفع سے ایسا قضیہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ قضیہ نفسِ رفع کے لیے لازم مساوی ہوتا ہے جس کا عقل کے پاس ایک مفہوم حاصل ہوتا ہے تو اس لازم مساوی پر بھی مجازاً نقیض کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ الغرض اس فصل میں نقیض سے مراد امرین میں سے ایک ہے:

(الف)۔ نفسِ نقیض، جیسے: ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے۔

(ب)۔ نقیض کا لازم مساوی، جیسے: دائمہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے [2]۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۱۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۳۔

۳۔ ضروریہ مطلقہ کی نقیض:

ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے، اس لیے کہ ضروریہ مطلقہ میں جانب مخالف کے اندر ضرورت کو ثابت کیا جاتا ہے اور ممکنہ عامہ میں جانبِ مخالف سے ضرورت کی نفی کی جاتی ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جب ایک قضیہ میں ایک جانب ضرورت کا ثبوت ہو اور دوسرے قضیہ میں اسی جانب سے ضرورت کی نفی ہو تو لامحالہ ایک صادق اور دوسرا کاذب ہوگا اور اسی کا نام تناقض ہے۔ اب ہم ایجاب اور سلب دونوں اعتبار سے نقائض بیان کرتے ہیں، چنانچہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کی نقیض ممکنہ عامہ سالبہ ہے اور ضروریہ مطلقہ سالبہ کی نقیض ممکنہ عامہ موجبہ ہے، اس کی تفصیل سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ ضرورۃ الایجاب سے مراد ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے، سلب ضرورۃ الایجاب سے مراد ممکنہ عامہ سالبہ ہے، سلب الضرورۃ سے مراد ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے اور سلب ضرورۃ السلب سے مراد ممکنہ عامہ موجبہ ہے[1]۔

اب اس کی تفصیل یہ ہے کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ ثبوت کے ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ضرورۃ الایجاب کا یہی مفہوم ہے اور ممکنہ عامہ سالبہ اسی ثبوت کے سلب ضرورت پر دلالت کرتا ہے اور سلب ضرورۃ الایجاب کا مفہوم بھی یہی ہے، چنانچہ ضرورۃ الایجاب کی نقیض سلب ضرورۃ الایجاب ہے اور ضرور مطلقہ سالبہ سلب کے ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ضرورۃ السلب کا بعینہ یہی مفہوم ہے اور موجبہ ممکنہ عامہ سلب کے ضروری نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور سلب ضرورۃ السلب کا بعینہ یہی مفہوم ہے اور ضرورۃ السلب اور سلب ضرورۃ السلب کے درمیان تناقض ہے، کیونکہ ضرورۃ السلب کی نقیض سلب ضرورۃ السلب ہے اور ممکنہ عامہ کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں اور اس میں بھی ایجاب اور سلب دونوں اعتبار سے نقائض بیان کرتے ہیں، چنانچہ ممکنہ عامہ موجبہ کی نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے اور ممکنہ عامہ سالبہ کی نقیض ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے، لیکن اس کی تفصیل سے پہلے یہ بات رکھیں کہ سلب ضرورۃ السلب سے مراد ممکنہ عامہ موجبہ ہے، سلب سلب ضرورۃ السلب ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے، سلب ضرورۃ الایجاب سے مراد ممکنہ عامہ سالبہ ہے اور سلب سلب ضرورۃ الایجاب سے مراد ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ممکنہ عامہ موجبہ میں جانب مخالف سے ضرورت کے سلب کا حکم ہوتا ہے اور یہی سلب ضرورۃ السلب کا مفہوم ہے اور ضروریہ مطلقہ سالبہ میں سلب کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے اور یہی سلب سلب ضرورۃ السلب کا مفہوم ہے، کیونکہ امکان ایجاب یعنی سلب ضرورۃ السلب کی نقیض سلب امکان ایجاب، یعنی سلب سلب ضرورۃ السلب ہے اور امکان السلب یعنی ممکنہ عامہ سالبہ میں ثبوت کے ضروری نہ ہونے کا حکم ہوتا ہے اور یہی سلب ضرورۃ الایجاب کا مفہوم ہے اور ضروریہ مطلقہ موجبہ میں ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے اور یہی سلب سلب ضرورۃ الایجاب کا مفہوم ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ سلب امکان السلب کی نقیض ضرورۃ الایجاب ہے۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۳۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امکان ایجاب یعنی ممکنہ عامہ سالبہ کی نقیض سلب امکان السلب یعنی سلب سلب ضرورۃ الایجاب ہے اور یہی ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے [۱]۔

۴۔ دائمہ مطلقہ کی نقیض:

دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے اس لیے کہ مطلقہ میں دوام کو ثابت کیاجاتا ہے اور مطلقہ عامہ میں دوام کی نفی کی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ دوام اور سلب دوام ایک دوسرے کی نقیض ہیں، لہذا دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے، کیونکہ دائمہ مطلقہ سالبہ میں تمام اوقات میں موضوع سے محمول کی نفی ہوتی ہے اور مطلقہ عامہ موجبہ میں بعض اوقات میں موضوع کے لیے محمول کا ثبوت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام اوقات میں سلب اور بعض اوقات میں ثبوت میں منافات ہے، اسی طرح اس کے برعکس ہے، یعنی تمام اوقات میں ایجاب جو دائمہ مطلقہ موجبہ میں ہوتا ہے اور بعض اوقات میں سلب جو مطلقہ عامہ سالبہ میں ہوتا ہے ان میں منافات ہے، لہذا دائمہ مطلقہ موجبہ کی نقیض مطلقہ عامہ سالبہ ہے اور دائمہ مطلقہ سالبہ کی نقیض مطلقہ عامہ موجبہ ہے [۲]۔

۵۔ مناقض اور منافی میں فرق:

مناطقہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض بیان کرتے وقت تناقض کالفظ اور دائمہ مطلقہ کی نقیض بیان کرتے وقت تنافی کالفظ استعمال کرتے ہیں، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ صریح ہے، لیکن دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ صریح نہیں، بلکہ یہ اس کو لازم ہے، مجازاًاسے نقیض کہاجاتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ دائمہ مطلقہ سالبہ میں دوام السلب ہوتا ہے، یعنی موضوع سے محمول دائمی طور پر مسلوب ہوتا ہے اور دوام السلب کی نقیض رفع دوام السلب ہے، مطلقہ عامہ موجبہ اس کی نقیض نہیں، بلکہ اس کی نقیض کو لازم ہے اس لیے کہ رفع دوام السلب کا مطلب یہ ہے کہ محمول موضوع سے دائم السلب نہیں تو پھر وہ یا تو دائم الایجاب ہو گا، یا بعض اوقات میں ثابت ہو گااور بعض میں ثابت نہ ہو گا، جو بھی صورت ہو مطلقہ عامہ موجبہ بہر حال متحقق ہوجائے گااور وہ اس طرح کہ جب محمول دائمی طور ثابت ہو گا تو اس میں مطلقہ عامہ موجبہ بھی پایاجائے گا، اس لیے کہ دوام اطلاق سے اعلی ہے اور اعلی میں ادنی پایاجاتا ہے اور اگر بعض اوقات میں موضوع کے لیے محمول ثابت ہو اور بعض اوقات میں ثابت نہ ہو تو اس میں مطلقہ عامہ موجبہ کاپایاجانا بالکل ظاہر ہے، اسی طرح دائمہ مطلقہ میں "دوام ایجاب" ہوتا ہے تو اس کی نقیض "رفع دوام الایجاب" ہو گی، مطلقہ عامہ سالبہ اس کی نقیض نہیں، بلکہ اس کی نقیض یعنی رفع دوام الایجاب کو لازم ہے اور دوام ایجاب کے رفع کی دوصورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ محمول ہمیشہ مسلوب ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ بعض اوقات میں محمول مسلوب ہو اور بعض اوقات میں محمول مسلوب نہ ہو، ان دونوں میں جو بھی صورت ہو مطلقہ عامہ سالبہ ضرور متحقق ہوجائے گا، اس لیے کہ مطلقہ عامہ میں جہت اطلاق کی

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۳۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۴۔

ہوتی ہے اور دائمہ مطلقہ میں دوام کی جہت ہوتی ہے اور دوام اطلاق سے اعلیٰ ہے اور اعلیٰ میں ادنی پایا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رفع دوام الایجاب جو دوام ایجاب کی نقیض ہے اور رفع دوام السلب جو دوام سلب کی نقیض ہے اس کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے نفس الامر میں کوئی قضیہ نہیں، لیکن چونکہ ان نقائض کو مطلقہ عامہ لازم ہے اس لیے مطلقہ عامہ کو مجازاً دائمہ مطلقہ کی نقیض کہہ دیا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیل نقیض کا دائمہ مطلقہ کی جہت سے تھا اب مطلقہ عامہ کی جہت سے نقیض بیان کرتے ہیں کہ مطلقہ عامہ موجبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ ہے اس لیے کہ مطلقہ عامہ موجبہ میں ایجاب فی الجملہ ہوتا ہے تو ایجاب فی الجملہ کی نقیض رفع اطلاق الایجاب ہوگی اور رفع اطلاق الایجاب کا مفہوم وہ فی الجملہ ثابت نہیں اور جب وہ فی الجملہ ثابت نہیں تو پھر دوام السلب اس کو لازم ہوگا، یہی دائمہ مطلقہ سالبہ ہے اور مطلقہ عامہ سالبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ ہے اس لیے کہ جب سلب فی الجملہ نہ ہو تو دوام الایجاب اس کو لازم ہوگا اور دائمی طور پر ایجاب کا ہونا ہی دائمہ مطلقہ موجبہ ہے، لہٰذا مطلقہ عامہ سالبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ ہے اور مطلقہ عامہ موجبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ ہے[۱]۔

۶۔ مشروطہ عامہ کی نقیض:

مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے، حینیہ ممکنہ اگرموجہہ بسیطہ ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں، اس کا اعتبار مشروطہ عامہ کی نقیض میں ضرورت کی بنا پر کیا گیا ہے اور حینیہ ممکنہ وہ قضیہ بسیطہ ہے جس میں جانب مخالف سے ضرورۃ وصفیہ کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے: ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو، نمونیہ کی حالت میں کسی وقت اس کا کھانسنا ممکن ہے، اس قضیہ میں حکم کی جانب مخالف یعنی نہ کھانسنا ضروری نہیں، ممکن ہے کہ کھانسی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کھانسی نہ ہو۔

مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے تو جس طرح ضرورۃ ذاتیہ یعنی ضروریہ مطلقہ ضروریہ ذاتیہ کے سلب یعنی ممکنہ عامہ کے مناقض ہے، اسی طرح ضرورۃ وصفیہ یعنی مشروطہ عامہ ضروریہ وصفیہ کے سلب یعنی ممکنہ عامہ کے مناقض ہے اور جس طرح ممکنہ عامہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض صریح ہے اسی طرح حینیہ ممکنہ مشروطہ عامہ کی نقیض صریح ہے[۲]۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ مشروطہ موجبہ کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ آتی ہے اس لیے کہ مشروطہ عامہ موجبہ میں بحسب الوصف ایجاب کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے تو اس کی نقیض کو رفع ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف ہوگی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب بحسب الوصف ضروری نہیں ہے، جب ایجاب ضروری نہیں تو یا سلب ضروری ہوگا، یا بعض افراد میں سلب اور بعض افراد میں ایجاب ہوگا، جو بھی

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۵۔

[۲] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۵۔

صورت ہو، ہر حال میں حینیہ ممکنہ سالبہ ضروریہ صادق ہو گااور اگر مشروطہ عامہ سالبہ ہو تو اس کی نقیض حینیہ ممکنہ موجبہ ہوگی، کیونکہ مشروطہ عامہ سالبہ میں بحسب الوصف سلب کے ضروری نہ ہونے کا حکم ہوتا ہے تو حینیہ ممکنہ موجبہ میں بحسب الوصف ایجاب کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے تو جب سلب بحسب الوصف ضروری نہ ہو تو ایجاب بحسب الوصف ضروری ہو گا،یا بعض میں ایجاب اور بعض میں سلب ہو گا، جو بھی صورت ہو، بہر حال حینیہ ممکنہ موجبہ ضرور صادق ہو گا۔

نقیض کی یہ تقریر مشروطہ کی جہت سے تھی اور حینیہ ممکنہ کی جہت سے نقیض کی تقریر یہ ہے کہ حینیہ ممکنہ موجبہ کی نقیض مشروطہ عامہ سالبہ ہے، کیونکہ حینیہ ممکنہ موجبہ میں امکان ایجاب بحسب الوصف یعنی بحسب الوصف سلب ضرورۃ السلب کا حکم ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب وہ دو نفی ہو جائیں تو دو نفی مل کر مثبت ہو جاتی ہیں، لہذا ضرورۃ بحسب الوصف باقی رہ گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ جس میں بحسب الوصف سلب ضروری ہے اور یہ یعنیہ مشروطہ عامہ سالبہ ہے اور اگر حینیہ ممکنہ سالبہ ہو تو اس کی نقیض مشروطہ عامہ موجبہ ہوگی، اس لیے کہ حینیہ ممکنہ عامہ سالبہ میں امکان السلب بحسب الوصف یعنی سلب ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے تو اس کی نقیض ہوگی سلب امکان السلب بحسب الوصف، یعنی سلب سلب ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف قاعدہ مذکورہ کے پیش نظر یہاں بھی دونوں سلب مل کر اثبات کا فائدہ دے گا تو ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف باقی رہ گیا اور یہ بعینہ مشروطہ موجبہ ہے [1]۔

۷۔ عرفیہ عامہ کی نقیض:

عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے اور حینیہ مطلقہ بھی، اگرچہ موجہات میں سے ہے، لیکن یہ قضایا معتبرہ میں سے نہیں، اس کا اعتبار یہاں صرف عرفیہ عامہ کی نقیض میں ضرورت کی بناء پر کیا گیا ہے اور حینیہ مطلقہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں وصفِ موضوع کے بعض اوقات میں موضوع کے لیے ثبوت یا موضوع سے سلب محمول کا بالفعل حکم لگایا گیا ہو، جیسے: جو شخص نمونیہ میں مبتلا ہو تو اس کے لیے نمونیہ کے بعض اوقات میں بالفعل کھانسنا بھی ممکن ہے اور نہ کھانسنا بھی ممکن ہے [2]۔

اب حینیہ ممکنہ کی نسبت عرفیہ عامہ کی طرف ایسی ہے جیسا کہ مطلقہ عامہ کی نسبت دائمہ مطلقہ کی طرف ہے تو جس طرح دوام بحسب الذات یعنی دائمہ مطلقہ اطلاق بحسب الذات یعنی مطلقہ عامہ کے منافی ہے، اسی طرح دوام بحسب الوصف یعنی عرفیہ عامہ اطلاق بحسب الوصف یعنی حینیہ مطلقہ کے منافی ہے اور جس طرح مطلقہ عامہ دائمہ مطلقہ کی نقیض صریح نہیں اسی طرح حینیہ مطلقہ عرفیہ عامہ کی نقیض صریح نہیں، بلکہ اس کی نقیض رفع کو لازم ہے اور اس کے مساوی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عرفیہ موجبہ کی نقیض حینیہ مطلقہ سالبہ آتی ہے، کیونکہ عرفیہ عامہ موجبہ میں دوام الایجاب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے تو دوام الایجاب بحسب لوصف کی نقیض رفع دوام الایجاب بحسب الوصف ہوگی، یعنی بحسب الوصف موضوع کے لیے محمول کا ثبوت دائمی نہیں اور جب محمول کا ثبوت موضوع کے لیے دائمی نہیں تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو موضوع سے محمول بحسب الوصف

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۳۵۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۳۵۔

دائمی طور پر مسلوب ہو گا، یا بعض اوقات میں ثابت اور بعض اوقات میں مسلوب ہو گا، جس صورت کو بھی اختیار کیا جائے حینیہ مطلقہ سالبہ ہر حال میں صادق ہو گا اور اگر عرفیہ عامہ سالبہ ہو تو اس کی نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ آتی ہے، کیونکہ عرفیہ عامہ سالبہ میں دوام السلب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، یعنی دائمی طور پر محمول موضوع سے بحسب الوصف مسلوب ہوتا ہے تو دوام السلب بحسب الوصف کی نقیض رفع دوام السلب بحسب الوصف ہو گی، یعنی محمول دائم السلب نہیں تو اب اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو محمول دائم الایجاب ہو گا، یا بعض اوقات میں ثابت ہو گا اور بعض میں ثابت نہ ہو گا، جو بھی صورت ہو حینیہ مطلقہ موجبہ بہر حال صادق ہو گا۔

اور حینیہ مطلقہ کی جہت سے نقیض کی تقریر یہ ہو گی کہ حینیہ مطلقہ موجبہ کی نقیض عرفیہ عامہ سالبہ ہے، کیونکہ حینیہ مطلقہ موجبہ میں اطلاق الایجاب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے تو اس کی نقیض رفع اطلاق الایجاب بحسب الوصف ہو گی، یعنی اس میں فی الجملہ ایجاب نہیں جب فی الجملہ ایجاب نہیں تو دوام السلب بحسب الوصف ہو گا اور یہ بعینہ عرفیہ عامہ سالبہ ہے اور حینیہ مطلقہ سالبہ کی نقیض عرفیہ عامہ موجبہ ہے، اس لیے کہ حینیہ مطلقہ سالبہ میں اطلاق السلب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے تو اس کی نقیض رفع اطلاق السب بحسب الوصف ہو گی، یعنی محمول بحسب الوصف فی الجملہ مسلوب نہیں اور جب محمول بحسب الوصف فی الجملہ مسلوب نہیں تو وہ بحسب الوصف دائم الایجاب ہو گا اور یہ بعینہ عرفیہ عامہ موجبہ ہے[1]۔

۸۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: عام طور پر مناطقہ بسائط میں وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیضیں بیان نہیں کرتے، کیونکہ ان کی نقیضیوں سے کوئی غرض وابستہ نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب دوسرے تمام قضایا بسیطہ کی نقیضوں سے التزاماً ان کی نقائض بھی معلوم ہوتی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲: حینیہ مطلقہ کا مطلب یہ ہے کہ محمول ذاتِ موضوع کے لیے اس وقت تک فعلی طور پر ثابت ہے جب تک موضوع وصف کے ساتھ متصف ہے۔ لہٰذا یہاں یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ موضوع اگر وصف کے ساتھ متصف نہ ہو تو بھی محمول کو موضوع پر بالفعل حمل ہو رہا ہے، اس احتمال کو دور کرنے کے لیے لادوام ذاتی کی قید لگائی ہے جو کہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے۔ پس حینیہ مطلقہ دو قضایا یعنی حینیہ مطلقہ اور مطلقہ عامہ سے مرکب ہو کر تشکیل پاتا ہے۔ اس قید سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ذاتِ موضوع اگر وصف کے ساتھ متصف نہ ہو تو محمول کو موضوع پر حمل کرنا ضروری نہیں ہو گا۔

۹۔ تمرین:

(الف)۔ رفع نقیض کی کتنی صورتیں ہیں؟

(ب)۔ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کی نقیض بیان کریں۔

(ج)۔ مناقض اور منافی میں فرق بیان کریں۔

(د)۔ مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کی نقیض بیان کریں۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۵۔

فصل سوم: نقائضِ مرکبات کلیہ

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

قضیہ مرکبہ ایسے دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے جو ایجاب اور سلب کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، اگر قضیہ مرکبہ موجبہ ہو تو پہلا قضیہ جو صراحۃً مذکور ہوتا ہے موجبہ ہوگا اور دوسرا قضیہ جو اشارۃً مذکور ہوتا ہے سالبہ ہوگا اور یہ قاعدہ ہے کہ ہر شئی کو نقیض اس کا رفع ہے، قضیہ مرکبہ کی نقیض ان دونوں قضیوں کے مجموعے کا رفع ہوگا اور اس رفع کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں جزؤں کا رفع ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ بغیر کسی تعیین کے کسی بھی جزء کا رفع ہو، چونکہ منطقی قواعد کلیہ ہوتے ہیں اس لیے مرکبات کی نقیض میں پہلی صورت اختیار کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں بسیطہ قضیوں کی نقیض کو حاصل کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی نقیضوں سے منفصلہ مانعۃ الخلو مرکب کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں کہ قضیہ مرکبہ کی نقیض اس کے دونوں جزؤں کی نقیضوں میں سے کوئی ایک ہوتی ہے، لیکن ان دونوں نقیضوں کو حرف تردید "إمَّا" اور "أَوْ" کیساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور ان سے قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو مرکب کرکے یوں کہا جاتا ہے: "إمَّا هذا أو إما ذلك"۔ یہ حقیقت میں منفصلہ مانعۃ الخلو ہے جو جزئین کی نقیض سے مرکب ہے اور مرکبہ کا صریح نقیض تو "أنه ليس كذلك" ہے اور جزئیں دو نقیضوں میں سے کوئی ایک لا علی التعیین یعنی منفصلہ مانعۃ الخلو اصل نقیض کا لازمِ مساوی ہے اس لیے مجازاً اسے بھی نقیض کہتے ہیں[1]۔

۲۔ مرکبات کلیہ کی نقیض نکالنے کا ضابطہ:

مرکبات موجہہ مرکبہ کی نقیض بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ مرکبہ کے دونوں جزء یعنی دو بسیطہ قضیے الگ الگ کرکے ہر ایک کی نقیض اس طرح طریقہ سے نکالی جائے جو بسائط کی نقائض نکالنے کا طریقہ ہے، پھر ان دونوں قضیوں کے درمیان حرف تردید یعنی حرف انفصال "إمَّا" اور "أَوْ" داخل کرکے منفصلہ مانعۃ الخلو بنایا جائے تو مرکبہ کی نقیض بن جائے گی، جیسے: مشروطہ خاصہ "كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا لا دائما" کی نقیض نکالنی ہے تو آپ اس کے دونوں اجزاء کو پہلے الگ الگ کرلیں اور اس طرح کریں: "كل كاتب متحرك الأصابع بالفعل"۔

اب ان دونوں کی نقیض نکالیں، مثالِ مذکور میں چونکہ پہلا قضیہ شروطہ عامہ موجبہ کلیہ ہے، لہذا اس کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ ہے، یعنی: "بعض الكاتب ليس بمتحرك الأصابع بالإمكان حين هو كاتب" اور دوسرا قضیہ چونکہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے اس لیے کہ اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہوگی، جیسے: "بعض الكاتب متحرك الأصابع بالدوام"۔ اب ان دونوں نقیضوں میں حرف تردید یعنی ادواتِ انفصال "إمَّا، أَوْ" داخل کرکے منفصلہ مانعۃ الخلو بنا کر یوں کہا جائے: "إما بعض الكاتب ليس بمتحرك الأصابع بالإمكان حين هو كاتب، وإما بعض الكاتب متحرك الأصابع

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۶۔

بالدوام"[1]۔

یہ منفصلہ مانعۃ الخلو قضیہ موجہہ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مرکبہ کلیہ کی نقیض اس منفصلہ کے دو جزؤں میں سے کوئی ایک جزء ضرور ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ہی جزء ہوں، کیونکہ منفصلہ مانعۃ الخلو میں دونوں جزء کا جمع ہونا ممتنع نہیں، بلکہ دونوں کا مرتفع ہونا ممتنع ہے اور منفصلہ مانعۃ الخلو قضیہ مرکبہ کی اصل نقیض "انہ لیس کذلک" کو لازم ہے اور اس کے مساوی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اصل قضیہ صادق ہو گا تو اس کے جزئین بھی صادق ہوں گے اور جب اس کے جزئین صادق ہوں گے تو اصل قضیہ مرکبہ کی نقیض کاذب ہوگی اور اصل مرکبہ کے جزئین کی نقیضین سے جو منفصلہ مانعۃ الخلو بنایا گیا ہے وہ کاذب ہو گا اور جب اصل مرکبہ کاذب ہو گا تو مرکبہ کے دونوں جزوں میں سے ایک جزء ضرور کاذب ہو گا اور جب اس کا ایک جزء کاذب ہو گا تو مرکبہ کی نقیض صادق ہوگی اور جزئین کی نقیضین سے جو منفصلہ مانعۃ الخلو بنایا گیا ہے وہ بھی صادق ہو گا تو جہاں مرکبہ کی نقیض صادق ہو وہاں منفصلہ بھی صادق اور جہاں مرکبہ کی نقیض کاذب تو منفصلہ بھی کاذب اور جہاں منفصلہ صادق وہاں مرکبہ کی نقیض بھی صادق اور جہاں منفصلہ کاذب وہاں مرکبہ کی نقیض بھی کاذب ہوتی ہے اس اعتبار سے گویا مرکبہ کی اصل نقیض اور منفصلہ مانعۃ الخلو میں مساوات ہے[2]۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیں کہ وجودیہ لادائمہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، جن میں پہلا کیف، یعنی ایجاب وسلب کے اعتبار سے اصل مرکبہ کے موافق ہے اور دوسرا قضیہ کیف یعنی ایجاب وسلب میں اصل مرکبہ کے مخالف ہے اور یہ قاعدہ معلومہ ہے کہ مطلقہ عامہ جو کیف میں اصل قضیہ کے مخالف ہوتا ہے اور وہ مطلقہ عامہ جو کیف میں اصل کے موافق ہوتا ہے اس کی نقیض دائمہ موافقۃ آتی ہے، یعنی وہ دائمہ مطلقہ جو اصل قضیہ کے موافق ہوتا ہے، لہذا دائمہ مخالفہ اور دائمہ موافقہ سے جو مفہوم مردد حاصل ہو گا وہ اس وجودیہ لادائمہ کی نقیض ہو گا، یعنی: "أماالدائمة المخالفة أوالدائمة الموافقة"، مثال کے طور پر "كل إنسان ضاحك بالفعل لادائما" یہ وجودیہ لادائمہ کی نقیض ہے اس کی نقیض صریح ہے: "أنه ليس كذلك" اور "بل إماليس بعض الإنسان ضاحك بالدوام" اور "بعض الإنسان ضاحك بالدوام"، یہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے جو "أنه ليس كذلك" کو لازم ہے اور اس کے مساوی ہے[3]۔

۳۔ عرفیہ خاصہ کلیہ کی نقیض:

(الف)۔ عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ کی نقیض حینیہ مطلقہ مخالفہ اور دائمہ مطلقہ موافقہ ہے، جیسے: "كل كاتب متحرك الأصابع بالدوام مادام كاتبالادائما"، یہ عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ ہے اس کی نقیض "إما بعض الكاتب ليس بمتحرك

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۷۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۷۔
[3] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۷۔

الأصابع بالفعل حين هوكاتب ،وإمابعض الكاتب متحرك الأصابع بالدوام" ہے یہ حینیہ مطلقہ مخالفہ اوردائمہ مطلقہ موافقہ ہے اور یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔

(ب)۔ عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ کی نقیض حینیہ مطلقہ موافقہ اوردائمہ مطلقہ مخالفہ ہے، جیسے:"لاشيء من الكاتب بساكن الأصابع بالدوام مادام كاتبالادائما" یہ عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ ہے اوراس کی نقیض"إمابعض الكاتب ساكن الأصابع بالفعل حين هوكاتب ،وإمابعض الكاتب ليس بساكن الأصابع بالدوام" ہے، یہ حینیہ مطلقہ موافقہ اوردائمہ مطلقہ مخالفہ ہے اور یہ قضیہ مانعۃ الخلو ہے[1]۔

۴۔مشروطہ خاصہ کلیہ کی نقیض:

(الف)۔ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ اوردائمہ مطلقہ موجبہ ہے، جیسے:"كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبالادائما" یہ مشروطہ خاصہ موجبہ ہے اوراس کی نقیض"إمابعض الكاتب ليس بمتحرك الأصابع بالإمكان حين هوكاتب،وإمابعض الكاتب متحرك الأصابع بالدوام" ہے، یہ حینیہ ممکنہ سالبہ اوردائمہ مطلقہ موجبہ ہے اور یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔

(ب)۔ مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ کی نقیض حینیہ ممکنہ موجبہ اوردائمہ مطلقہ سالبہ ہے، جیسے:"لاشيء من الكاتب بساكن الأصابع بالضرورة مادام كاتبالادائما" یہ مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ ہے، اس کی نقیض"إمابعض الكاتب ساكن االأصابع بالإمكان حين هوكاتب،وإمابعض الكاتب ليس بساكن الأصابع باالدوام" ہے یہ حینیہ ممکنہ موجبہ اوردائمہ مطلقہ سالبہ ہے اور یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے[2]۔

۵۔وقتیہ کلیہ کی نقیض:

(الف)۔ وقتیہ موجبہ کلیہ کی نقیض وقتیہ ممکنہ سالبہ اوردائمہ مطلقہ موجبہ ہے، جیسے:"كل قمرمنخسف بالضرورة وقت الحيلولة لادائما" یہ قضیہ وقتیہ موجبہ کلیہ ہے اوراس کی نقیض"إمابعض القمرليس بمنخسف بالإمكان وقت الحيلولة وإمابعض القمرمنخسف بالدوام" ہے، یہ وقتیہ ممکنہ سالبہ اوردائمہ مطلقہ موجبہ ہے اور یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔

(ب)۔وقتیہ سالبہ کلیہ کی نقیض وقتیہ ممکنہ موجبہ اوردائمہ مطلقہ سالبہ ہے، جیسے:"لاشيء من القمربمنخسف بالضرورة وقت التربيع لادائما" یہ وقتیہ سالبہ کلیہ ہے اوراس کی نقیض"إمابعض القمرمنخسف بالإمكان وقت التربيع،وإما بعض القمرليس بمنخسف بالدوام" ہے، یہ وقتیہ ممکنہ موجبہ اوردائمہ مطلقہ سالبہ ہے اور یہ قضیہ منفصلہ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۳۸۔

[2] ہامش تحریر القواعد المنطقیہ:۳۳۸۔

مانعۃ الخلو ہے[1]۔

۶۔منتشرہ کلیہ کی نقیض:

(الف)۔ منتشرہ موجبہ کلیہ کی نقیض منتشرہ ممکنہ سالبہ اوردائمہ مطلقہ موجبہ ہے،جیسے:"كل إنسان متنفس بالضرورة وقتامالادائما"،یہ منتشرہ موجبہ کلیہ ہےاوراس کی نقیض"إمابعض الإنسان ليس بمتنفس بالإمكان وقتاما، وإمابعض الإنسان متنفس بالدوام"ہے،یہ منتشرہ ممکنہ سالبہ اوردائمہ مطلقہ موجبہ ہے اوریہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔

(ب)۔ منتشرہ سالبہ کلیہ کی نقیض منتشرہ ممکنہ موجبہ اوردائمہ مطلقہ سالبہ ہے،جیسے:"لاشیء من الإنسان بمتنفس بالضرورة وقتاما لادائما"،یہ منتشرہ سالبہ کلیہ ہےاوراس کی نقیض"إمابعض الإنسان متنفس بالإمكان وقتا ما،وإمابعض الإنسان ليس بمتنفس بالدوام"ہے،یہ منتشرہ ممکنہ موجبہ اوردائمہ مطلقہ سالبہ ہے اوریہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے[2]۔

۷۔وجودیہ لادائمہ کلیہ کی نقیض:

(الف)۔ وجودیہ لادائمہ موجبہ کلیہ کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ اوردائمہ موجبہ ہے،جیسے:"كل إنسان ضاحك بالفعل لادائما"،یہ وجودیہ لادائمہ موجبہ کلیہ ہےاوراس کی نقیض"إمابعض الإنسان ليس بضاحك بالدوام،وإمابعض الإنسان ضاحك بالدوام"ہے،یہ دائمہ مطلقہ سالبہ اوردائمہ موجبہ ہے اوریہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔

(ب)۔ وجودیہ لادائمہ سالبہ کلیہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ اور لادائمہ سالبہ ہے،جیسے:"لاشیء من الإنسان بضاحك بالفعل بالضرورة"،یہ وجودیہ لادائمہ سالبہ کلیہ ہے،اس کی نقیض"إمابعض الإنسان ضاحك بالدوام،وإما بعض الإنسان ليس بضاحك بالدوام"ہے،یہ دائمہ مطلقہ موجبہ اور لادائمہ سالبہ ہے اوریہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے[3]۔

۸۔وجودیہ لاضروریہ کلیہ کی نقیض:

(الف)۔ وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ اورضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ ہے،جیسے:"كل إنسان ضاحك بالفعل لابالضرورة"یہ وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ ہےاوراس کی نقیض"إمابعض الإنسان ليس بضاحك بالدوام،وإمابعض الإنسان ليس بضاحك بالضرورة"ہے،یہ دائمہ مطلقہ سالبہ اورضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ ہے اوریہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔

(ب)۔ وجودیہ لاضروریہ سالبہ کلیہ کی نقیض دائمہ موجبہ اورضروریہ مطلقہ سالبہ ہے،جیسے:"لاشیء من الإنسان بضاحك

---

[1] ہامش تحریرالقواعد المنطقیہ:۳۳۸۔
[2] ہامش تحریرالقواعد المنطقیہ:۳۳۸۔
[3] ہامش تحریرالقواعد المنطقیہ:۳۳۸۔

بالفعل لا بالضرورة"،یہ وجودیہ لاضروریہ سالبہ کلیہ ہے اوراس کی نقیض"إمابعض الإنسان ضاحك بالدوام وإمابعض الإنسان ليس بضاحك بالضرورة"ہے،یہ دائمہ موجبہ اور ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے اوریہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے[1]۔

۹۔ ممکنہ خاصہ کلیہ کی نقیض:

(الف)۔ ممکنہ خاصہ موجبہ کلیہ کی نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ اور ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے،جیسے:"كل إنسان كاتب بالإمكان الخاص"،یہ ممکنہ خاصہ موجبہ کلیہ ہے اوراس کی نقیض"إمابعض الإنسان ليس بكاتب بالضرورة،وإمابعض الإنسان كاتب بالضرورة"ہے،یہ ضروریہ مطلقہ سالبہ اور ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے،یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔

(ب)۔ ممکنہ خاصہ سالبہ کلیہ کی نقیض ضروریہ مطلقہ موجبہ اور ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے،جیسے:"لاشيءمن الإنسان بكاتب بالإمكان الخاص"،یہ ممکنہ خاصہ سالبہ کلیہ ہے اوراس کی نقیض"إمابعض الإنسان كاتب بالضرورة ،وإما بعض الإنسان ليس بكاتب بالضرورة"ہے،یہ ضروریہ مطلقہ موجبہ اور ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے اوریہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے[2]۔

۱۰۔ تمرین:

(الف)۔ مرکبات کلیہ کی نقیض نکالنے کاضابطہ بیان کریں۔

(ب)۔ عرفیہ خاصہ کلیہ اور مشروطہ خاصہ کلیہ کی نقیض بیان کریں۔

(ج)۔ وقتیہ کلیہ اور منتشرہ کلیہ کی نقیضیں بیان کریں۔

(د)۔ وجودیہ لادائمہ کلیہ،وجودیہ لاضروریہ کلیہ اور ممکنہ خاصہ کلیہ کی نقیضیں بیان کریں۔

---

[1] ہامش تحریر القواعد المنطقیہ:۳۳۸۔

[2] ہامش تحریر القواعد المنطقیہ:۳۳۸۔

فصل چہارم: نقائضِ مرکبات جزئیہ

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

مرکباتِ کلیہ کی نقائض کے نکالنے جو طریقہ ماقبل گذرا ہے وہ طریقہ مرکباتِ جزئیہ کی نقائض نکالنے کے لیے کافی نہیں، وہ طریقہ یہ تھا کہ مرکبات کلیہ کی نقیض اس کے جزئین کے نقیضین کے درمیان مفہوم مردد سے مانعۃ الخلو مرکب کرکے حاصل کی جاتی ہے، یہ طریقہ مرکبات جزئیہ کی نقائض میں جاری نہیں ہوتا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر مرکباتِ جزئیہ کی نقیض اسی طریقہ سے نکالی جائے جس طریقہ سے مرکبات کلیہ کی نقیض نکالی جاتی ہے تو اس وقت مرکبات جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ بات ممکن ہے کہ اصل مرکبہ کاذب ہو اور تردید کے ذریعہ جو اس کی نقیض حاصل کی جائے وہ بھی کاذب ہو تو اصل اور نقیض دونوں کاذب ہو جائیں گے، حالانکہ تناقض کے لیے ایک کا صادق ہونا اور دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، جیسے: وجودیہ لادائمہ جزئیہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے[1]۔

مطلقہ عامہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ محمول کا حکم موضوع کے لیے کبھی ثابت ہوتا ہے اور کبھی نہیں تو وجودیہ لادائمہ جزئیہ جو دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ موضوع کے بعض افراد سے محمول کبھی ثابت ہوتا ہے اور کبھی مسلوب ہوتا ہے، لیکن اگر ایسا مادہ ہو جہاں موضوع کے بعض افراد کے لیے محمول دائمی طور پر ثابت ہو اور باقی افراد سے دائمی طور پر مسلوب ہو تو وہاں جزئیہ لادائمہ کا مفہوم صادق نہیں ہوگا اور جزئیہ لادائمہ کاذب ہوگا اور جب اصل کاذب ہے تو اس کے جزئین کی نقیضین بھی کاذب ہوں گی، جیسے: "بعض الجسم حيوان بالفعل لادائما" یہ وجودیہ لادائمہ جزئیہ موجبہ ہے، اس کے دونوں جزء مطلقہ عامہ ہیں، یعنی "بعض الجسم حيوان بالفعل وبعض الجسم ليس بحيوان بالفعل" اور یہ دونوں کاذب ہیں، اس لیے کہ ایک جسم جو حیوان ہو تو وہ دائمی طور پر حیوان ہی ہوتا ہے اور جو جسم حیوان نہ ہو وہ دائمی طور پر حیوان نہیں ہوتا، اس میں بالفعل کی بات نہیں ہوتی کہ کبھی تو وہ حیوان ہو اور کبھی حیوان نہ ہو، اس لیے یہ مرکبہ وجودیہ لادائمہ جزئیہ کاذب ہے[2]۔

اب اگر اس کی نقیض اس طریقہ سے نکالی جائے جس طریقہ سے مرکباتِ کلیہ کی نقیض نکالی جاتی ہے، یعنی مفہوم مردد کے ذریعہ تو اصل پہلے سے ہی کاذب ہے، اس کی نقیض کے دونوں جزء بھی کاذب ہوں گے وہ اس طرح سے کہ اصل قضیہ جزئیہ لادائمہ کا پہلا جزء مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے، اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ ہوگی، یعنی "لا شيء من الجسم بحيوان بالدوام" یہ نقیض کاذب ہے، اس لیے کہ اس قضیہ کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے تمام افراد سے حیوانیت مسلوب ہے، حالانکہ جسم کے تمام افراد سے حیوانیت مسلوب نہیں، بلکہ بعض سے مسلوب ہے، جیسے: کتاب اور قلم وغیرہ اور بعض افراد کے لیے دائمی طور پر ثابت ہے، جیسے: انسان، بقر اور حمار وغیرہ۔ اور اگر

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۹۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۳۹۔

مرکبہ جزئیہ وجودیہ لادائمہ کادوسرا اجزء مطلقہ عامہ سالبہ ہے، جیسے:"بعض الجسم لیس بحیوان بالفعل"،اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ ہوگی،یعنی"کل جسم حیوان بالدوام"،اس کامطلب یہ ہوگا کہ دائمی طور پر ہر جسم حیوان ہے اور یہ کاذب ہے،اس لیے کہ بعض اجسام سے حیوانیت دائمی طور پر مسلوب ہے، جیسے: پتھر،درخت وغیرہ[1]۔

چنانچہ جب دونوں جزؤں کی نقیض کاذب ہو تو دونوں جزؤں کے نقیض کے درمیان تردید یعنی"إما لاشيء من الجسم بحیوان بالدوام وإما کل جسم حیوان بالدوام"بھی یقینی طور پر کاذب ہوگی اور جب اصل اور نقیض دونوں کاذب ہوگئے تو تناقض نہیں ہوا، کیونکہ تناقض کے لیے ایک کاصادق اور دوسرے کاکاذب ہوناضروری ہے،اگراصل قضیہ صادق ہے تو نقیض کاکاذب ہوناضروری ہے اور اگر نقیض صادق ہے تو اصل قضیہ کاکاذب ہوناضروری ہے اور یہاں تو اصل اور نقیض دونوں کاذب ہیں[2]،تو اس سے معلوم ہوا کہ مرکبات کلیہ کی نقیض نکالنے جو طریقہ ہے وہ طریقہ مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے میں جاری نہیں کیاجاسکتا،بلکہ مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے کے طریقہ اس سے مختلف ہے[3]۔

۲۔مرکباتِ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا صحیح طریقہ:

مرکباتِ جزئیہ کی نقیض نکالنے کے دو طریقے ہیں:

(الف)۔پہلا طریقہ:

مرکباتِ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ پہلے موجہہ مرکبہ پر کلیہ کا سور داخل کرکے اسے کلیہ بنایاجائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جزئیہ کی نقیض کلیہ آتی ہے، پھر مرکبہ کا جو جزء موجبہ ہے اس کے محمول کی نقیض نکالی جائے اور جو جزء سالبہ ہے اس کے محمول کی نقیض نکالی جائے، پھر محمولوں کی دونوں نقیضوں کے درمیان حرف انفصال داخل کرکے قضیہ حملیہ مرددۃ المحمول بنالیاجائے تو مرکبہ کے لیے نقیضِ صریح حاصل ہوجائے گی، کیونکہ جب مثلاً"بعض ج ب لادائما"کہتے ہیں تو اس کامطلب یہ ہے کہ "ج" کے بعض افراد کے لیے کبھی "ب"ثابت ہوتی ہے اور کبھی ثابت نہیں ہوتی تو اس کی نقیض"إنه لیس کذلك"ہوگی تو جب"ج"کے بعض افراد ایک وقت میں"ب"ہوتے ہیں اور دوسرے وقت میں"ب"نہیں ہوتے تو"ج"کے افراد میں سے ہر ہر فرد یادائما"ب" ہوگا، یادائما"لیس ب"ہوگا۔یعنی مرکبہ جزئیہ پر کلیہ کا سور یعنی کل افرادی بڑھادیاجائے اور اس کے دونوں جزؤں کی نقیضوں کے محمول پر حرف تردید"إما،أو"داخل کردیاجائے تو مرکبہ جزئیہ کی نقیض بن جائے گی،جیسے:"بعض الجسم حیوان بالفعل لادائما"مرکبہ جزئیہ وجودیہ لادائمہ ہے اس کا پہلا جزء موجبہ یعنی"بعض الجسم حیوان بالفعل"ہے اور دوسرا

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۳۹۔

[2] یہ وجہ ان قضایا میں جاری ہوسکتی ہے جو لادوام سے مرکب ہوں، لیکن وہ قضایا جو لاضرورۃ پر مشتمل ہوں تو ان میں وجہ یہ ہوگی کہ ممکن ہے کہ محمول کا ثبوت بعض افراد کے لیے ضروری ہو اور بعض افراد سے اس کا سلب ضروری ہو تو ایسی صورت میں جزئیہ لاضروریہ، کلیتین ضروریتین،دائمہ اور ضروریہ سب کاذب ہوں گے۔

[3] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۳۹۔

جزء سالبہ یعنی "بعض الجسم لیس بحیوان بالفعل" ہے، اس لیے اس کی نقیض یہ ہوگی: "کل جسم إما حیوان دائما أو لیس بحیوان دائما" اور چونکہ اصل قضیہ کے دونوں جزؤں کی جہت بالفعل ہے اس لیے ان کی نقیض میں "دائما" کی جہت ہر ایک محمول کیساتھ موجود ہے[۱]۔

یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے، اگر اس طریقہ کے مطابق نقیض نکالی جائے تو وہ نقیض تین مفہومات پر مشتمل ہوگی، مثلاً نقیض یہ ہے: "کل جسم إما حیوان دائما أو لیس بحیوان دائما"، یہ نقیض تین مفہومات پر مشتمل ہے:

۱) موضوع یعنی جسم کے ہر ہر فرد کے لیے محمول یعنی حیوانیت دائمی طور پر ثابت ہے۔

۲) دوسرا جزء یعنی "أو لیس بحیوان دائما"، دو مفہوم پر مشتمل ہے:

(الف)۔ موضوع کے تمام افراد سے محمول دائمی طور پر مسلوب ہے۔

(ب)۔ موضوع کے بعض افراد کے لیے محمول کی دائمی طور پر ثابت ہے۔

یا دائمی طور پر محمول بعض افراد سے مسلوب ہوگا، تو یہ تین مفہوم ہیں۔

اور اگر مرکبہ کلیہ کی نقیض نکالنے کے طریقہ کے مطابق مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکال کر نقیضین کے درمیان حرف تردید داخل کرکے یوں کہا جاتا: "إما لا شیء من الجسم بحیوان دائما أو کل جسم حیوان دائما"، تو یہ یعنی جزئین کی نقیضوں کے درمیان منفصلہ مانعۃ الخلو صرف دو مفہوم پر مشتمل ہوتا ہے:

۱) موضوع کے تمام افراد سے محمول دائما مسلوب ہے۔

۲)۔ موضوع کے تمام افراد کے لیے محمول دائما ثابت ہے[۲]۔

(ب)۔ دوسرا طریقہ:

مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض جو تین مفہومات پر مشتمل ہے جس کا ذکر ما قبل ہو چکا ہے تو اگر تین مفہومات سے منفصلہ مانعۃ الخلو بنایا جائے اور یوں کیا جائے: "إما کل جسم حیوان دائما، أو لا شیء من الجسم بحیوان دائما" اور "بعض الجسم حیوان دائما وبعض الجسم لیس بحیوان دائما" تو یہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض کے مساوی ہوگا اور نقیضِ صریح کا لازم ہوگا[۳]۔

مذکورہ دونوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ پہلا طریقہ نقیض صریح کا ہے اور دوسرا طریقہ نقیض صریح کا لازم اور اس کے مساوی

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۰۔

[۲] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۰۔

[۳] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۰۔

ہونے کا ہے۔

۳۔ایک اشکال اوراس کا جواب:

یہاں بظاہر اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے مرکبات کلیہ اور مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے میں فرق بیان ہے،یہ صحیح نہیں، کیونکہ مرکبہ کلیہ جس طرح دو قضیوں کے مجموعہ سے مرکب ہوتا ہے،اسی طرح مرکبہ جزئیہ بھی دو قضیوں کے مجموعہ سے مرکب ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جزئین میں سے ایک کے رفع سے مجموعہ کا رفع ہوجاتا ہے،یعنی دو جزؤں میں سے ایک کے رفع سے مجموعہ کی نقیض حاصل ہوجاتی ہے اور یہی مفہوم مردد بطور مانعۃ الخلو ہے جب ترکیب کے اعتبار سے دونوں مساوی ہیں کہ دونوں ہی دو قضیوں سے مرکب ہوتے ہیں تو جس طرح مرکبہ کلیہ کی نقیض اس کے دونوں جزؤں کی نقیض کے درمیان تردید سے حاصل ہوجاتی ہے اسی طرح مرکبہ جزئیہ کی نقیض بھی اس کے دونوں جزؤں کی نقیض کے درمیان تردید سے حاصل ہونی چاہیے اور آپ نے کہا کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے میں یہ طریقہ کافی ہے تو ایسا کیوں ہے؟ آخر ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

علامہ قطب الدین رازی اس کا جواب دیتے ہیں،جس کا حاصل یہ ہے کہ مرکبہ کلیہ کا مفہوم اوراس کے جزئین یعنی کلتین (موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ) کا مفہوم تحلیل کے بعد بھی بالکل متحد ہوتا ہے، کیونکہ جس طرح مرکبہ کلیہ میں موضوع کے تمام افراد پر حکم ہوتا ہے اسی طرح اس کے دونوں جزؤں میں بھی موضوع کے تمام افراد پر حکم ہوتا ہے،گویا مرکبہ کلیہ میں اور تحلیل کے بعد اس کے بعد دونوں جزوں میں تساوی کی نسبت ہے،اس لیے مرکبہ کلیہ کی نقیض اوراحد الجزئین کی نقیض میں بھی تساوی کی نسبت ہوگی، کیونکہ متساویین کی نقیض میں تساوی کی نسبت ہوتی ہے تو مرکبہ کلیہ کی نقیض اس کے دونوں جزؤ یعنی کلیتین کی نقیضوں کو بطریق تردید لینے سے حاصل ہوجائے گی[1]۔

لیکن مرکبہ جزئیہ کا معاملہ اس سے مختلف ہے،مرکبہ جزئیہ کا مفہوم اور تحلیل کے بعد اس کے دونوں جزؤں یعنی موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ کا مفہوم متحد نہیں، کیونکہ مرکبہ جزئیہ میں جن بعض افراد پر ایجابی حکم ہوتا ہے بعینہ انہی بعض پر سلبی حکم بھی ہوتا ہے،گویا مرکبہ جزئیہ کے مفہوم میں اتحاد ہوتا ہے اور یہ اس میں ضروری ہے، لیکن تحلیل کے بعد جو دو جزئیہ قضیے موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ حاصل ہوتے ہیں،ان کا مفہوم مرکبہ جزئیہ سے اعم ہوتا ہے ان کے موضوع میں عموم ہوتا ہے،اس لیے کہ ان کے موجبہ میں موضوع سے جو افراد مراد ہوتے ہیں یعنیہ انہی افراد کا سالبہ میں ہونا ضروری نہیں ہے،خواہ وہی ہوں یا ان کے علاوہ ہوں دونوں طرح ہوسکتا ہے، کیونکہ ایک جزئیہ کے بعض افراد کا دوسری جزئیہ کے بعض افراد کے مغایر ہونا ممکن ہے، جیسے:"بعض ج ب بالفعل لا دائما"،یہ مرکبہ جزئیہ ہے، تحلیل کے بغیر ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض افراد کے لیے "ب" بالفعل ثابت ہے اور "ج" کے انہی بعض افراد سے بالفعل مسلوب ہے، لیکن

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ:۳۴۰۔

اسی مرکبہ جزئیہ کی تحلیل کرکے جب یوں کہا جائے: "بعض ج ب بالفعل، وبعض ج لیس ب بالفعل"، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "ج" کے بعض افراد کے لیے "ب" بالفعل ثابت ہے اور بعض افراد سے مطلقاً بالفعل مسلوب ہے، خواہ یہ سلب انہیں افراد سے ہو جن کے لیے "ب" کا ایجاب ہوا ہے، یا ان کے مغایر ہوں، ان میں عموم اور اطلاق ہے [1]۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرکبہ جزئیہ اخص ہے اس میں موضوع متحد ہوتا ہے اور تحلیل کے بعد اس کے دونوں جزؤں کا مفہوم اعم ہوتا ہے، گویا ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مرکبہ جزئیہ کا مفہوم اخص ہے اور جزئیتین کا مفہوم اعم ہے، جہاں مرکبہ جزئیہ صادق ہوگا وہاں مطلقاً جزئیتین بھی صادق ہوں گے، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جب وہ جزئیہ صادق ہو تو مرکبہ جزئیہ بھی صادق ہو، کیونکہ اعم کے صادق ہونے سے اخص کا صدق ضروری نہیں ہوتا۔ اور جزئیتین میں سے ایک کی نقیض مفہوم جزئیہ کی نقیض سے اخص ہوگی، خود جزئیتین تو مرکبہ جزئیہ سے اعم ہیں، لیکن چونکہ اعم کی نقیض اخص کی نقیض سے اخص ہوتی ہے، اس لیے جزئیتین میں سے ایک کی نقیض مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہوگی تو جزئین میں سے ایک کی نقیض مرکبہ جزئیہ کی نقیض کے مساوی نہ ہوئی، اس بناء پر مرکبہ جزئیہ کی نقیض حاصل کرنے کے لیے جزئیتین کی نقیضوں کو تردید کے ذریعہ سے لینا کافی نہیں، اور چونکہ دو نقیضوں میں سے ایک مرکبہ جزئیہ کی نقیض کے مساوی نہیں، بلکہ ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

اس لیے کہ مرکبہ جزئیہ کا اجتماع دو کلیوں یعنی دو نقیضوں میں سے ایک کیساتھ کذب میں ہوسکتا ہے، کیونکہ احد النقیضین جب مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے اور اخص اعم کے بغیر کاذب ہوسکتا ہے تو یہ ہوسکتا ہے کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض صادق ہو، لیکن دو نقیضوں میں سے ایک صادق نہ ہو، بلکہ کاذب ہو تو اس صورت میں مرکبہ جزئیہ اور دو نقیضوں میں سے ایک دونوں کاذب ہوں گے، جیسے مثال مذکور "بعض الجسم حیوان لادائما" مرکبہ جزئیہ ہے، یہ اور دو کلیوں یعنی دو نقیضوں میں سے ایک جو مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے دونوں کاذب ہیں، لیکن مرکبہ جزئیہ کی نقیض صادق ہے [2]۔

۴۔ نقائضِ شرطیات

قضایا شرطیہ میں تناقض کے تحقق کے لیے وحدات ثمانیہ کیساتھ اتحاد فی الجنس، اتحاد فی النوع اور اختلاف فی الکیف والکم بھی شرط ہے، اتحاد فی الجنس سے مراد یہ ہے کہ دونوں متصلہ ہوں یا دونوں منفصلہ ہوں۔ اور اتحاد فی النوع کا معنی یہ ہے کہ دونوں قضیے لزومیہ ہوں، یا دونوں اتفاقیہ ہوں، اسی طرح دونوں حقیقیہ ہوں، یا مانعۃ الجمع ہوں یا مانعۃ الخلو ہوں۔ اور اختلاف فی الکیف کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب وسلب میں مختلف ہوں کہ اگر ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو، اگر ایک سالبہ ہو تو دوسرا موجبہ ہو [3]۔

اب قضیہ شرطیہ کلیہ کی نقیض شرطیہ جزئیہ آتی ہے اور شرطیہ جزئیہ کی نقیض شرطیہ کلیہ آتی ہے، لیکن اس کے لیے چار شرائط ہیں:

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۰۔
(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۰۔
(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۱۔

(الف)۔ جنس میں دونوں قضیے موافق ہوں، یعنی اگر قضیہ متصلہ ہو تو اس کی نقیض بھی متصلہ ہوگی اور اگر اصل قضیہ منفصلہ ہو تو اس کی نقیض بھی منفصلہ ہوگی۔

(ب)۔ دونوں قضیے نوع میں موافق ہوں، یعنی اگر اصل قضیہ لزومیہ یا عنادیہ یا اتفاقیہ ہو تو اس کی نقیض بھی لزومیہ یا عنادیہ یا اتفاقیہ ہوگی۔

(ج)۔ کیف یعنی ایجاب و سلب میں دونوں مخالف ہوں، اگر اصل قضیہ شرطیہ موجبہ ہے تو اس کی نقیض سالبہ ہوگی اور اگر اصل قضیہ شرطیہ سالبہ ہے تو اس کی نقیض موجبہ ہوگی۔

(د)۔ کم یعنی کلیت اور جزئیت میں دونوں مخالف ہوں، اگر اصل قضیہ کلیہ ہے تو اس کی نقیض جزئیہ ہوگی اور اگر اصل قضیہ جزئیہ ہو تو اس کی نقیض کلیہ ہوگی[1]۔

اب شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ کلیہ کی نقیض متصلہ لزومیہ سالبہ جزئیہ ہوگی، جیسے: "كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود"، یہ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ ہے اس کی نقیض "ليس كلما كان الشمس طالعة فالنهار موجود" ہے اور یہ شرطیہ متصلہ لزومیہ سالبہ جزئیہ ہے اور اگر اصل قضیہ شرطیہ عنادیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کی نقیض عنادیہ سالبہ جزئیہ ہوگی، جیسے: "دائما إما أن يكون هذا العدد زوجا أو فرداً"، یہ منفصلہ عنادیہ موجبہ کلیہ ہے، لہذا اس کی نقیض منفصلہ عنادیہ سالبہ جزئیہ ہوگی، جیسے: "ليس دائما إما أن يكون هذا العدد زوجا أو فرداً".

اور اگر اصل قضیہ منفصلہ حقیقیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کی نقیض منفصلہ حقیقیہ سالبہ جزئیہ ہوگی اور اگر اصل قضیہ اتفاقیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کی نقیض اتفاقیہ سالبہ جزئیہ ہوگی۔

۵۔ تمرین:

(الف)۔ مرکبات کلیہ کی نقیض کا طریقہ مرکبات جزئیہ میں کیوں جاری نہیں ہوتا؟

(ب)۔ مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے کا طریقہ بیان کریں۔

(ج)۔ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کے دونوں طریقوں میں کیا فرق ہے؟

(د)۔ نقائض شرطیات کی وضاحت کریں۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۴۱۔

باب ہفتم : عکس کا بیان

یہ باب درج ذیل سات فصلوں پر مشتمل ہے :

۞... فصل اول : عکس کا بیان ۞... فصل دوم : عکسِ موجہاتِ سوالب ۞... فصل سوم : موجباتِ موجہہ کا عکس مستوی ۞... فصل چہارم : طرقِ اثباتِ عکس ۞... فصل پنجم : عکس نقیض کا بیان ۞... فصل ششم : موجہات کی عکسِ نقیض ۞... فصل ہفتم : سوالب کا عکسِ نقیض

فصلِ اول: عکس کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

موجہات کے عکوس کو سمجھنے سے پہلے عکس کی لغوی اور اصطلاحی تعریف، عکس کے اقسام وانواع، قواعد عکس اور فوائد عکس کا جاننا ضروری ہے تاکہ موجہاتِ عکوس کو علی وجہ البصیرہ سمجھنے میں آسانی رہے۔ مناطقہ تناقض، عکس مستوی اور عکسِ نقیض سے اس لیے بحث کرتے ہیں کہ جس طرح تصورات میں اصل مقصود تعریف کی حدود وقیود اور شرائط کی نشاندہی اور تعریف صحیح اور غیر صحیح کی معیارات وموازین کی تنقیح وتشکیل ہوتی ہے تو اسی طرح تصدیقات میں مقصود استدلال واستخراج کی تشکیل وتدوین کے طرق ومناہج کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے، استدلال کی بنیادی دو قسمیں ہیں: ایک استدلال مباشر (بلاواسطہ) اور دوسرا استدلال غیر مباشر (بالواسطہ) ہے، استدلال المباشر کی تین قسمیں ہیں: تناقض، عکسِ مستوی اور عکسِ نقیض۔

۲۔ عکسِ کی تعریف واقسام:

عکس لغت میں الٹنے پلٹنے کو کہتے ہیں، مگر یہاں عکس سے وہ قضیہ مراد ہے جو کسی قضیہ کے الٹنے سے پیدا ہوا ہو۔ عکس کی دو قسمیں ہیں: ایک عکس مستوی اور دوسری عکس نقیض۔

۳۔ عکس مستوی کی تعریف:

طرفین قضیہ (موضوع ومحمول یا مقدم وتالی) کو اس طرح پلٹ دینا (موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع یا مقدم کو تالی اور تالی کو مقدم بنادینا) کہ پہلا صدق وکذب اور ایجاب وسلب باقی رہے، یعنی قضیہ کے ہر دو طرف ایک دوسرے کی جگہ منتقل کرنا، لیکن اس پلٹنے میں یہ شرط ملحوظ رہنا چاہیے کہ عکس میں اصل قضیہ کی کیف اور صدق محفوظ رہے، یعنی اگر اصل قضیہ موجبہ ہوتا تو عکس بھی موجبہ ہو اور اگر اصل کو سچا تسلیم کیا تھا تو عکس کو بھی سچا تسلیم کرنا پڑے گا۔ جیسے: ''کل إنسان حیوان ''کا عکس مستوی'' بعض الحیوان إنسان'' آتا ہے، یا ''کلما اعتصم المسلمون بحبل اللہ تولاھم اللہ ونصرھم'' کا عکس مستوی'' قد یکون إذا تولی اللہ المسلمین ونصرھم فقداعتصموا بحبل اللہ'' آئے گا[1]۔

۴۔ عکس اجزاء ذکریہ میں ہوتا ہے:

عکس کی تعریف میں ہے کہ قضیہ کے جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول کر دیا جائے اس قضیہ کے صرف اجزاء ذکریہ مراد ہیں، اجزاء حقیقیہ مراد نہیں، کیونکہ حقیقت میں قضیہ کا پہلا جزء ذات موضوع ہے اور دوسرا جزء وصفِ محمول ہے، ان دو حقیقی اجزاء میں عکس نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ عکس کی وجہ سے ذات موضوع محمول اور وصفِ محمول ذات محمول نہیں بن سکتا، البتہ عکس صرف قضیہ کے اجزاء ذکریہ میں ہوتا ہے اور یہ بھی دو ہیں: وصف موضوع اور ذات محمول، چنانچہ عکس میں ذات محمول قضیہ کا موضوع ہوتی ہے اور وصف

---

(۱) لاشارات مع شرح الطوسی: ۱۹۶، شرح المنظومہ: ۶۶، اساس الاقتباس: ۱۵۸، تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۲۔

موضوع قضیہ کا محمول بن جاتا ہے اور یہی تبدیل کا مطلب ہے کہ ذکر میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع کر دیا جائے، یہ مطلب نہیں کہ ذات موضوع کو وصف محمول بنا دیا جائے، کیونکہ اجزاء حقیقیہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

۵۔ عکس مستوی کی تعریف میں بقاءِ صدق کا مطلب:

عکس مستوی کی تعریف میں بقاء صدق کا مطلب یہ نہیں کہ عکس اور اصل قضیہ دونوں کا نفس الامر اور واقع میں صادق ہونا ضروری ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں، نیز یہ تعریف پھر قضایا کاذبہ کے عکوس کو شامل نہیں ہوگی، بلکہ مطلق صادق ہونا مراد ہے، خواہ نفس الامر میں صادق ہو، یا اس کے صدق کو فرض کر لیا جائے، دونوں صورتوں میں بقاء صدق کا مفہوم حاصل ہو جائے گا اور مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو، یا اس کو صادق مان لیا جائے تو عکس کے بعد جو نیا قضیہ حاصل ہوا ہے وہ بھی کسی مادہ کی تخصیص کے بغیر ضرور صادق ہو، یا اس کو بھی ضرور صادق مان لینا پڑے، جیسے: "كل إنسان حجر" حملیہ کاذبہ ہے، لیکن اگر اس کو صادق مان لیا جائے تو اس کے عکس "بعض الحجر إنسان" کو ضرور صادق ماننا پڑے گا[1]۔

اس لزوم فی الصدق کی اعتبار کی وجہ یہ ہے کہ عکس قضیہ کے لیے لازم ہے اور قضیہ ملزوم ہے، چونکہ ملزوم کا صدق لازم کے صدق کے بغیر محال اور ناممکن ہے، اس لیے عکس میں بقاء الصدق کی شرط ضروری ہے اور مناطقہ نے عکس مستوی کی تعریف میں بقاء الکذب کا اعتبار نہیں کیا کہ اگر اصل کاذب ہو تو عکس بھی ضرور کاذب ہو گا، کیونکہ ملزوم یعنی اصل قضیہ کے کاذب ہونے سے لازم یعنی عکس مستوی کا کاذب ہونا ضروری نہیں، ایسا ہو سکتا ہے کہ ملزوم یعنی اصل قضیہ تو صادق نہ ہو، لیکن لازم یعنی عکس مستوی صادق ہو، مثلاً: كل حيوان إنسان، یہ قضیہ کاذب ہے، لیکن اس کا عکس یعنی بعض الإنسان حيوان، صادق ہے، دوسرے انسانوں سے قطع نظر کہ وہ حیوان ہیں یا نہیں، اسی وجہ سے عکس کی تعریف میں مع بقاء الکذب کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے[2]۔

۶۔ عکس مستوی کی تعریف میں بقاءِ کیف کا مطلب:

عکس مستوی کی تعریف میں بقاء الکیف کا مطلب ہے یہ کہ اگر اصل قضیہ موجبہ ہو گا تو عکس بھی موجبہ ہو گا اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو گا تو عکس بھی سالبہ ہو گا، یہ مناطقہ کی ایک اصطلاح ہے کوئی اتفاقی اصطلاح نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مناطقہ نے قضایا میں غور و خوض کی تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر قضیہ کا عکس اصل قضیہ کیساتھ کیف میں موافق نہ ہو گا تو اکثر مادوں میں اصل کیساتھ صادق نہ ہو گا، اس لیے انہوں نے للاکثر حکم الکل کے ضابطہ کے پیش نظر یہ حکم لگا دیا کہ ہر قضیہ کا عکس اصل قضیہ کیساتھ کیف میں موافق ہونا ضروری ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اکثر مادوں کی قید کیوں لگائی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مادوں میں عکس اصل قضیہ کیساتھ اس وقت بھی صادق ہو جاتا ہے جب وہ کیف میں اصل کے مخالف ہو اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب محمول موضوع سے اعم ہو، جیسے: "بعض

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۵۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۵۔

الحیوان لیس بإنسان“،یہ صادق ہے اوراس کا عکس موجبہ کلیہ ”کل إنسان حیوان“ بھی صادق ہے[۱]۔

۷۔عکس مستوی کا قاعدہ:

منطقی حضرات فرماتے ہیں کہ جس طرح دو قضیوں میں تناقض کے تحقق کے لیے موضوع اور محمول کے درمیان وحدات ثمانیہ کا اتحاد ضروری تھا، تو اسی طرح عکس کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل تین شرائط ہیں:

پہلا شرط: اصل قضیہ اوراس کے عکس میں کیف (ایجاب وسلب) کا اتحاد ہو۔

دوسرا شرط: اگر اصل قضیہ کے کسی جزء میں استغراق نہ ہو تو عکس میں بھی استغراق کا نہ ہونا ضروری ہے۔

تیسرا شرط: قضیہ شرطیہ منفصلہ نہ ہو۔

اگر مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط موجود نہ ہو تو عکس صحیح نہیں ہوگا، لہذا اگر اصل قضیہ اور عکس میں اختلاف کیف پایا گیا تو عکس صحیح نہ ہوگا، اگر اصل قضیہ کے کسی جزء میں استغراق نہ تھا اور عکس میں استغراق پایا گیا تو بھی عکس صحیح نہ ہوگا، اوراسی طرح قضیہ شرطیہ منفصلہ ہوا تو اس کا عکس بھی صحیح نہیں آئے گا[۲]۔

۸۔عکس مستوی کا فائدہ:

عکس استدلال مباشر (استدلال بلاواسطہ) کی ایک نوع ہے اور یہ درحقیقت لزوم عقلی کی مختلف اقسام میں سے ایک قسم ہے ، منطقی حضرات یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کسی بات کی تصدیق کرنے کے لیے اسے الٹ کر دیکھئے، اگر وہ بھی صحیح ہے تو دلیل صحیح ہے، کیونکہ بسا اوقات جب تک ایک بات کے دوسرے مخالف پہلو پر نظر نہ رہے تو قضیہ کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا، تو اسی لیے عکس کا عمل کیا جاتا ہے[۳]۔

۹۔حملیات کا عکس مستوی:

موجبہ کلیہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے جیسے: ”کل إنسان حیوان“ کا عکس مستوی ”بعض الحیوان إنسان“ آتا ہے، موجبہ جزئیہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے جیسے: ”بعض الحیوان أسود“ کا عکس مستوی ”بعض الأسود حیوان“ آتا ہے، سالبہ کلیہ کا عکس مستوی سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے: ”لا شيء من الإنسان بحجر“ کا عکس ”لا شيء من الحجر بإنسان“ آتا ہے اور سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا۔ اور قضیہ مہملہ موجبہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے: ”الإنسان ماش“ کا عکس مستوی ”بعض الإنسان ماش“ آتا ہے، کیونکہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے، اوراگر مہملہ سالبہ ہو تو اس کا عکس مستوی نہیں آتا، کیونکہ مہملہ سالبہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے اور سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا۔

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۵۔

[۲] ضوابط المعرفہ: ۱۸۲-۱۸۳۔

[۳] ضوابط المعرفہ: ۱۸۴۔

قضیہ شخصیہ کا عکس مستوی قضیہ شخصیہ آتا ہے بشرطیکہ محمول خاص ہو جیسے: "أبو حفص هو عمر" کا عکس "عمر هو أبو حفص" آئے گا، اور اگر محمول عام ہو تو دو حال سے خالی نہیں قضیہ موجبہ ہو گا یا سالبہ ہو گا، اگر موجبہ ہو تو عکس مستوی موجبہ جزئیہ آئے گا، جیسے: "زید جواد" کا عکس مستوی "بعض الجواد زید" آتا ہے، اور قضیہ سالبہ ہو تو اس کا عکس مستوی سالبہ کلیہ آئے گا، جیسے: "زید لیس بجواد" کا عکس "لا شیء من الجواد بزید" آئے گا، لیکن قضیہ شخصیہ کے منعکس ہونے کی صورت میں کوئی نئی بات سامنے نہیں آتی[1]۔

۱۰۔ شرطیات کا عکس مستوی:

قضیہ شرطیہ منفصلہ کا عکس مستوی نہیں آتا اور نہ ہی شرطیہ متصلہ اتفاقیہ کا عکس مستوی کوئی فائدہ دیتا ہے، البتہ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ کا عکس مستوی لایا جاتا ہے، اس میں مقدم کو تالی اور تالی کو مقدم بنایا جاتا ہے، یعنی شرط کو جزاء اور جزاء کو شرط بنایا جاتا ہے، صرف جزاء کو مقدم کرنا کافی نہیں، بلکہ کلمہ شرط کو جزاء پر داخل کر کے اسے شرط بنانا ضروری ہے، جیسے: "کلما کان الشيء إنسانا کان حیوانا" کا عکس مستوی یوں ہو گا۔ "قد یکون إذا کان الشيء حیوانا کان إنسانا" اگر یوں کہا جائے: "الشيء یکون حیوانا إذا کان إنسانا" تو یہ عکس نہ ہو گا۔ اور قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ متصلہ آتا ہے، جیسے: "کلّما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا" کا عکس مستوی یوں ہو گا: "قد یکون إذا کان النهار موجودا کانت الشمس طالعة"۔ اسی طرح "قد یکون إذا کان النهار موجودا کانت الشمس طالعة" کا عکس مستوی یوں ہو گا: "قد یکون إذا کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا" اور قضیہ شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی قضیہ شرطیہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے: "لیس البتة إن کانت الشمس طالعة کان اللیل موجودا" کا عکس مستوی یوں ہو گا۔ "لیس البتة إن کان اللیل موجودا کانت الشّمس طالعة" اور سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا۔

۱۱۔ عکس موجہات:

اکثر مناطقہ کا معمول یہ ہے کہ قضایا سوالبہ کے عکس کو موجبات کے عکس پر مقدم کرتے ہیں، کیونکہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی سالبہ کلیہ آتا ہے اور موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا، بلکہ ہمیشہ جزئیہ آتا ہے اور چونکہ کلیہ من حیث الکلیۃ جزئیہ پر مقدم ہوتا ہے، خواہ کلیہ سالبہ یا موجبہ۔ نیز علوم میں کلیات سے بحث ہوتی ہے، جزئیات سے بحث نہیں ہوتی اور کلیہ جزئیہ کے مقابلہ میں زیادہ انفع اوراضبط ہے، انفع تو اس لیے ہے کہ یہ شکل اول کا کبریٰ ہو سکتی ہے اوراضبط اس لیے کہ اس میں موضوع کے تمام افراد کے لیے حکم ثابت ہوتا ہے تو جب کلیہ انفع واضبط ہے تو یہ اشرف ہوا، اوراشرف غیر اشرف پر مقدم ہوتا ہے اس لیے عکسِ سوالب کو عکسِ موجبات

---

[1] ضوابط المعرفہ:۱۷۹، تفہیم المنطق:۱۹۹۔

پر مقدم کیا جاتا ہے[1]۔

کل موجہات پندرہ ہیں، جن میں آٹھ بسائط اور سات مرکبات ہیں اور پھر ان میں سے ایجاب و سلب کے اعتبار سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: ا۔ موجبہ ۲۔ سالبہ۔ سوالبِ کلیہ میں سے سات قضایا ایسے ہیں جن کا عکس بالکل نہیں آتا اور چھ وہ سوالب ہیں، جن کا عکس مستوی آتا ہے، وہ یہ چھ ہیں:

ا۔ ضروریہ مطلقہ ۲۔ دائمہ مطلقہ، ۳۔ مشروطہ عامہ ۴۔ عرفیہ عامہ ۵۔ مشروطہ خاصہ ۶۔ عرفیہ خاصہ۔

اور جن قضایا موجہہ سوالبہ کا عکس مستوی نہیں آتا وہ یہ سات ہیں[2]:

ا۔ وقتیہ مطلقہ، ۲۔ وقتیہ ۳۔ وجودیہ لاضروریہ ۴۔ وجودیہ لادائمہ ۵۔ ممکنہ عامہ، ۶۔ ممکنہ خاصہ، ۷۔ مطلقہ عامہ۔

مذکورہ سات قضایا میں سے تین (وقتیہ مطلقہ، ممکنہ عامہ، مطلقہ عامہ) بسائط ہیں اور باقی چار مرکبات (وقتیہ، وجودیہ لاضروریہ ،وجودیہ لادائمہ، ممکنہ خاصہ) ہیں، ان قضایا کا عکس مستوی اس لیے نہیں آتا کہ ان تمام قضایا سے وقتیہ اخص ہے اور باقی تمام اعم ہیں، لیکن اس وقتیہ کا عکس مستوی صادق نہیں ہوتا تو جب وقتیہ منعکس نہیں ہوتا جو کہ تمام قضایا سے اخص ہے تو اعم بھی منعکس نہ ہوں گے[3]۔

اب رہا یہ سوال کہ وقتیہ کا عکس مستوی کیوں نہیں آتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا عکس مستوی اس لیے نہیں آتا کہ بعض مادوں میں اصل وقتیہ تو صادق ہوتا ہے، لیکن اس کا عکس کاذب ہوتا ہے، حالانکہ عکس کی تعریف میں مع بقاء الصدق کی شرط ہے، یعنی اگر اصل قضیہ صادق ہو، یا اس کو صادق فرض کر لیا جائے تو عکس مستوی بھی صادق ہو، یا اس کو صادق مان لیا جائے، اب اصل وقتیہ بعض مادوں میں تو صادق ہوتا ہے، لیکن اس کا عکس کاذب ہوتا ہے، جیسے: "بالضرورة لاشیءمن القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما"، یہ قضیہ وقتیہ ہے جو صادق ہے، لیکن اس کا عکس مستوی ممکنہ عامہ "بعض المنخسف لیس بمقمربالإمکان العام" کاذب ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کی نقیض "کل منخسف فھوقمربالضرورة "صادق ہے، تو اب جب وقتیہ (جو کہ تمام قضایا سے اخص ہے) کا عکس مستوی صادق نہیں تو پھر کوئی عکس بھی صادق نہ ہو گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اخص منعکس نہ ہو تو اعم بھی منعکس نہ ہو گا، کیونکہ اگر اعم منعکس ہو تو اخص بھی منعکس ہو گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قضیہ کے لوازم میں سے ایک لازم عکس مستوی بھی ہے، لہٰذا جو قضایا اعم ہیں ان کو بھی عکس لازم ہو گا اور اعم اخص کو لازم ہوتا ہے، اس لیے جو چیز اعم کو لازم ہو گی وہ اعم کے واسطہ سے اخص کو بھی لازم ہو گی، کیونکہ لازم کا لازم لازم ہوتا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اخص کے لیے عکس نہیں ہوا تو باقی جو اعم ہیں ان کے لیے بھی عکس نہ ہو گا[4]۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۶۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۶۔
[3] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۶۔
[4] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۶۔

۱۲۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ا: عکس اور تناقض کو استدلال مباشر اور استدلال بلاواسطہ بھی کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۰: عکس مستوی کو عکس بسیط اور عکس مستقیم بھی کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲: جس قضیہ کو الٹ کر عکس بنایا جائے اسے اصل کہتے ہیں، جیسے "لاشیء من الإنسان بحجر" کو الٹ دیں تو "لا شیء من الحجر بانسان" بنے گا، تو پہلا قضیہ اصل اور دوسرا عکس مستوی یا عکس مستقیم ہے اور اگر ہم "لاشیء من الحجر بإنسان" کو بنیادی قضیہ بنا کر اسے الٹ دیں تو "لاشیء من الإنسان بحجر" بن جائے گا، تو جس کو ہم نے پہلے اصل بنایا وہ عکس اور جس کو عکس بنایا وہ اصل بن جائے گا۔

قاعدہ نمبر ۳: عکس کا مفہوم یہ ہے کہ قضیہ کے ہر دو طرف ایک دوسرے کی جگہ منتقل کرنا، لیکن اس پلٹنے میں یہ شرط ملحوظ رہنا چاہیے کہ عکس میں اصل قضیہ کی کیف اور صدق محفوظ رہے، یعنی اگر اصل قضیہ موجبہ ہو تھا تو عکس بھی موجبہ ہو اور اگر اصل کو سچا تسلیم کیا تھا تو عکس کو بھی سچا تسلیم کرنا پڑے گا۔ واقع میں کچھ بھی ہو اسی شرط کے اعتبار سے اہل فن نے تجربے کے بعد ہر قضیہ کے لیے جدا جدا عکس مقرر کیے ہیں اور جہاں وہ ایسے عکس کے تعین پر کامیاب نہ ہوئے جو تمام امثلہ مواد میں برابر صادق آسکے تو وہاں یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس قضیہ کا عکس ہی نہیں آتا، اگرچہ بعض صورتوں میں اس کا صحیح عکس موجود بھی ہو[1]۔

قاعدہ نمبر ۸: تمام قضایا موجبہ کا عکس موجبہ جزئیہ آئے گا[2]۔

قاعدہ نمبر ۹: قضایا منفصلہ کا عکس نہیں آتا[3]۔

قاعدہ نمبر ۱۱: تناقض میں یہ ضروری تھا کہ ایک قضیہ سچا اور دوسرا جھوٹا ہو، جب کہ عکس میں یہ ضروری ہے کہ اگر اصل کو سچا فرض کریں تو عکس مستوی کو بھی سچا ہی ماننا پڑے گا، اور یہ ضروری نہیں کہ اگر اصل کو جھوٹا مانیں تو عکس بھی جھوٹا ہو، بلکہ عین ممکن ہے کہ اصل جھوٹ ہو اور عکس سچ ہو، جیسے "کل حیوان إنسان" کاذب ہے، جب کہ اس کا عکس مستوی ضابطہ کے مطابق یوں ہوگا "بعض الإنسان حیوان" اور یہ صادق ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۲: منفصلات کے لئے نفس عکس آتا ہے لیکن مفید نہیں ہوتا[4]۔

قاعدہ نمبر ۱۵: کذب العکس کذب الاصل کو مستلزم ہوتا ہے اور کذب الأصل کذب العکس کو مستلزم نہیں ہوتا۔

قاعدہ نمبر ۱۷: صدق الأصل صدق العکس کو مستلزم ہوتا ہے اور صدق العکس صدق الاصل کو مستلزم نہیں ہوتا۔

---

(۱) معین المنطق: ۱۰۱۔

(۲) سلم العلوم: ۱۸۳، تفہیم المنطق: ۱۹۹۔

(۳) سلم العلوم: ۱۸۱، مرقاۃ: ۶۷، ضوابط المعرفۃ: ۱۷۸۔

(۴) ضیاء النجوم: ۱۸۳۔

قاعدہ نمبر: تمام قضایا میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کسی قضیہ کے عکس میں کئی قضیے صادق آسکتے ہوں تو ان میں عکس اس قضیہ کو سمجھنا چاہیے جو سب میں اخص ہو، مثلاً: اگر ضروریہ مطلقہ کے عکس میں تمام بسائط صادق آتے ہیں تو ان سب میں ضروریہ مطلقہ کو ہی عکس سمجھنا چاہیے، کیونکہ وہی تمام بسائط میں سب سے اخص ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۹: عکس میں صرف تقدیم و تاخیر مطلوب نہیں، بلکہ محمول کو موضوع اور موضوع کو محمول بنانا مقصد ہوتا ہے، چنانچہ "الحمد لله" کا عکس مستوی "لله الحمد" نہیں اور "زيدعلى السرير" کا عکس "على السريرزيد" نہیں، بلکہ ان کا عکس یوں ہوگا۔ "الثابت لله الحمد، الثابت على السريرزيد" ہوگا، یایوں ہوگا۔ "بعض الثابت لله الحمد، وبعض الثابت على السريرزيد"۔

قاعدہ نمبر ۲۲: اگر قضیہ میں محمول فعل یا جار مجرور ہو تو اسم موصول وغیرہ کو لگا کر فعل یا ظرف کو صلہ بنائیں گے اور فاعل کو دوسرا جزء، جیسے: "ضربتُ" کا عکس "بعض الضاربين أنا" ہوگا۔ اور "أناضربت" کا عکس "من الذين ضربوا أنا" ہوگا۔ اسی طرح "الله ربنا" کا عکس مستوی "ربناالله" ہوگا۔ "لاإله إلاالله" کا عکس "لاشيء سوى الله إله" ہوگا۔ "محمدرسول الله" کا عکس "رسول الله محمد" ہوگا۔ "من يتق الله يجعل له مخرجا" کا عکس "من الذين يجعل لهم مخرجا الذي يتقى الله" ہوگا اور "ربناالذي أعطى كل شيء خلقه ثم هدى" کا عکس مستوی "الذي أعطى كل شيء خلقه ثم هدى هوربنا" ہوگا[1]۔

قاعدہ نمبر ۲۳: قضیہ کی اقسام اربعہ شخصیہ، طبعیہ، محصورہ اور مہملہ میں سے صرف محصورہ کے عکس کو عام طور پر ذکر کیا جاتا ہے، مہملہ تو جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے، شخصیہ اور طبعیہ میں اگر حکم موضوع کیساتھ خاص ہو تو محمول کو مقدم کرنے سے عکس بن جائے گا، جیسے: "الله ربنا، محمدخاتم النبيين، ربي الذي يحيي ويميت" کا عکس "ربناالله، خاتم النبيين محمد، الذي يحيي ويميت هوربي" ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۲۴: اگر محمول جار مجرور یا ظرف ہو تو اس کا متعلق ذکر کر کے مقدم کیا جائے گا، جیسے: "زيدفي الدار" کا عکس "المستقر في الدارزيد" ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۲۵: ہر قضیہ کے عکس کی صحت پر جو دلائل لائے جاتے ہیں ان میں زیادہ مشہور اور کارآمد دلیل خُلف ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہمارا عکس صحیح نہ ہوگا تو اس کی نقیض صحیح ہوگی، لیکن اس کو جب اصل سے صحیح شکل کی صورت میں ملاتے ہیں تو نتیجہ غلط نکلتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا عکس صحیح تھا اور اس کی نقیض غلط تھی۔ مثلاً: ہم نے دعوی کیا تھا کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے، یعنی "ہر انسان جاندار ہے" کا عکس "بعض جاندار انسان ہے" آتا ہے۔ اب اگر ہمارے اس عکس کو کوئی صحیح تسلیم نہ کرے تو اس کی

---

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب: قواعد المنطق۔

نقیض ’’کوئی جاندار انسان نہیں‘‘ کو صحیح عکس تسلیم کرے گا، لیکن جب اس کو اصل سے ملا کر یوں قیاس قائم کرتے ہیں کہ: ہر انسان جاندار ہے۔(صغریٰ) اور کوئی جاندار انسان نہیں (کبریٰ)۔ تو کوئی انسان انسان نہیں (نتیجہ) ہے جو غلط (سلب الشئ عن نفسہ) ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا عکس صحیح تھا اور اس کی نقیض کو جو صحیح عکس تسلیم کیا گیا تھا وہ غلط تھا۔

۱۳۔ تمرین:

(الف)۔ عکس کی تعریف اور اقسام بیان کریں۔

(ب)۔ عکس مستوی کی تعریف میں بقاء صدق اور بقاء کیف کا مطلب بیان کریں۔

(ج)۔ عکس مستوی کا فائدہ اور قاعدہ بیان کریں۔

(د)۔ حملیات میں عکس مستوی کی تفصیل بیان کریں۔

(ھ)۔ شرطیات میں عکس مستوی کی تفصیل بیان کریں۔

(و)۔ درج ذیل قضایا کا عکس مستوی نکالیں، نیز منطقی ترکیب کریں۔

وَالکَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ، وَأُولُو الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ الله، فَمَنْ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِه، كُلَّمَا ازْدَادَ عِلْمُ الْإِنْسَانِ قَلَّ إِنْكَارُهُ، كُلُّ مُسْلِمٍ مُؤْمِنٌ، خُلُوْدًا إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الجِسْمُ فِي المَاءِ أَوْ لَا يَغْرِقَ، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍّ، بَعْضُ الْمُسْلِمِ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ، بَعْضُ مَنْ عَلَيْهَا لَيْسَ بِفَانٍّ، زَيْدٌ إِمَّا عَالِمٌ أَوْ جَاهِلٌ، كُلُّ كَافِرٍ ظَالِمٌ، وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ، وَمَا يَشْعُرُوْنَ، إِنَّمَا نَحنُ مُصْلِحُوْنَ، وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ، وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي القُبُورِ، قَدْ يَكُوْنُ إِذَا كَانَ الْمُنْصِفُ مُسْلِماً كَانَ الْكَافِرُ ظالمًا، لَوْكَانَ الْبَارِيْ تَعَالَى عَالِمًا بِجَمِيْعِ الْأَشْيَاءِ لَكَانَ قَادِراً، بَعْضُ الْعُلُوْم مُفِيْدَةٌ، إِنْ كَانَ أَبُوْ بَكْرٍ أباً لِعَائِشَةَ فَعَائِشَةُ بِنْتُهُ، الْإِنْسَانُ إِمَّا سَعِيْدٌ أَوْ شَقِّي، لَيْسَ الْبَتَّة إِنْ كَانَ اللَّيْلُ مَوْجُوْداً فَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ، إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ إِمَاماً أَوْ عَاصِياً لله، كُلُّ عَدَدٍ إِمَّا زَوْجٌ أَوْ فَرْدٌ، كُلُّ شَيْءٍ لَا يَخْلُوْ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ عِلَّةً أَوْ مَعْلُوْلاً، لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْحَيَوَانُ نَاطِقاً وإِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ قَابِلاً لِلتَّعْلِيْم، لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْجِسْمُ غَيْرَ أَبْيَضَ أَوْ غَيْرَ أَسْوَدَ، كُلَّما كَانَ المسْلِمُ مُنْصِفًا كَانَ الْكَافِرُ ظَالمًا.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

✿...اصلِ قضیہ: ’’كُلُّ شَيْءٍ سَاءَ الْمُؤْمِنَ فَهُوَ مُصِيبَةٌ‘‘، قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ حقیقۃ خارجیہ بتّیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔ عکسِ قضیہ: بَعْضُ المَصَائِبِ سَاءَ المؤْمِنَ۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ حقیقۃ خارجیہ بتّیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

❁ ... اصلِ قضیہ:"کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ" قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔ عکسِ قضیہ:"بَعْضُ المسْکِرِ حَرَامٌ"۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

❁ ...اصلِ قضیہ:"کُلَّمَا کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً کَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا"۔ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ۔۔۔ عکسِ قضیہ:" قَدْ یَکُوْنُ إذَاکَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً " قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ۔

❁ ...اصلِ قضیہ:"کُلَّمَاکَانَ الْکَافِرُ ظَالِماً کَانَ الْمُسْلِمُ مُنْصِفاً" قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ۔۔۔ عکسِ قضیہ:" قَدْیَکُوْنُ إذَا کَانَ المسْلِمُ مُنْصِفاً کَانَ الْکَافِرُ ظَالِمًا" قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ۔

❁ ...اصلِ قضیہ:" لَیْسَ عَلَی الْمُنتَهِبِ وَلاَ عَلَی الْمُختَلِسِ وَلاَ عَلَی الخَائِنِ قَطعٌ" قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ کلیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔۔ عکسِ قضیہ:"لَیْسَ شَئْی مَما هُوَ ثَابِتٌ عَلَی الْمُنتَهِبِ وَلاَ عَلَی الْمُختَلِسِ وَلاَ عَلَی الخَائِنِ بقطعٍ" قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ کلیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

❁ ...اصلِ قضیہ:"بَعْضُ المسْلِمِیْنَ بَاکِسْتَانِیُوْنَ"۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔۔اصلِ عکس=بَعْضُ الْبَاکِسْتَانِیِّیْنَ مُسْلِمُوْنَ۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

فصل دوم: عکسِ موجہاتِ سوالب

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

یہ بات ماقبل بیان ہو چکی ہے کہ کل موجہات پندرہ ہیں، جن میں آٹھ بسائط اور سات مرکبات ہیں اور پھر ان میں سے ایجاب وسلب کے اعتبار سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: ۱۔ موجبہ ۲۔ سالبہ۔ سوالبِ کلیہ میں سے سات قضایا ایسے ہیں جن کا عکس بالکل نہیں آتا جس کی تفصیل و تعلیل بیان ہو چکی ہے۔

اور چھ (دائمتین، عامتین، خاصتین) وہ سوالب ہیں، جن کا عکس مستوی آتا ہے، وہ یہ چھ ہیں:

۱۔ ضروریہ مطلقہ ۲۔ دائمہ مطلقہ، ۳۔ مشروطہ عامہ ۴۔ عرفیہ عامہ ۵۔ مشروطہ خاصہ ۶۔ عرفیہ خاصہ۔

۲۔ دائمتین (ضروریہ مطلقہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ) کا عکسِ مستوی:

دائمتین (ضروریہ مطلقہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ) کا عکسِ مستوی دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے: "بالضرورۃ لاشیء من الانسان بحجر" اور "بالدوام لاشیءمن الانسان بحجر"، یہ دونوں قضیے سالبہ سالبہ کلیہ ہیں، ان میں سے پہلا قضیہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہے اور دوسرا دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہے، ان دونوں کا عکس مستوی دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آئے گا، یہاں اصل قضیہ میں "انسان" موضوع اور "حجر" محمول تھا اس کے عکس میں "انسان" کو محمول اور "حجر" کو موضوع بنادیا اور عکسِ مستوی کی دونوں شرطیں بھی پائی جا رہی ہیں، یعنی اصل قضیہ جس طرح صادق ہے اسی طرح اس کا عکس بھی صادق ہے اور اصل قضیہ جس طرح سالبہ ہے اس کا عکس بھی سالبہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ دونوں کا عکس مستوی دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، یہ ایک دعویٰ ہے جس کو مناطقہ دلیل خُلف سے ثابت کرتے ہیں، خُلف خلافِ مفروض کا مخفف ہے، دلیل خُلف ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو خلافِ مفروض کو مستلزم ہو، جس میں مدعی اپنے مدعیٰ کو عکس کی نقیض پر باطل کر کے ثابت کرتا ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عکس کی نقیض کو اصل کیساتھ ملا کر شکل اول سے نتیجہ نکالا جاتا ہے، نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنایا جاتا ہے، یہ نتیجہ سلب الشيء عن نفسہ کو مستلزم ہوتا ہے جو محال ہے[1]۔

دلیلِ خُلفی کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جناب! آپ نے جو دعویٰ کیا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ کا عکسِ مستوی دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، میں اسے نہیں مانتا! تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ آپ کو ماننی پڑے گی، اس لیے کہ اگر آپ اس کی نقیض کو بھی نہیں مانیں گے تو ارتفاعِ نقیض لازم آئے گا جو کہ باطل ہے، اب اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر آپ عکس کو نہیں مانیں گے تو نقیض کو ماننی پڑے گی، پھر ہم اس نقیض کو اصل

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۴۷۔

قضیہ کیساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے، جس میں نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنائیں گے تو یہ شکل اول یوں تیار ہو گی: "بعض الحجر انسان بالاطلاق العام" (صغریٰ)، "وبالدوام لاشیءمن الانسان بحجر" (کبریٰ)، اب حد اوسط "الانسان" کو گرا دیں گے تو نتیجہ نکلے گا: "وبالدوام بعض الحجر لیس بحجر"۔ اور یہ خلاف مفروض ہے جو بالکل باطل ہے، کیونکہ اس میں سلب الشیء عن نفسہ لازم آرہا ہے جو محال ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ محال کیوں پیدا ہوا؟ اس کا منشاء کیا ہے؟ تو اس میں تین احتمال ہیں: ۱) یا تو شکل اول یعنی مقدمتین کی ترکیب کی وجہ سے محال پیدا ہوا ہے۔ ۲) یا اصل قضیہ کی وجہ سے محال پیدا ہوا ہے۔ ۳) یا عکسِ نقیض کی وجہ سے!

اس کا منشاء مقدمتین کی ترکیب تو ہو نہیں سکتا، کیونکہ ترتیب مقدمتین صحیح ہے اس میں کوئی غلطی نہیں اور اصل قضیہ بھی اس کا منشاء نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ مفروض الصدق ہے تو لامحالہ تیسرا احتمال متعین ہے کہ یہ محال عکس کی نقیض کی وجہ سے لازم آتا ہے، لہٰذا یہ نقیض باطل ہے اور عکس صحیح ہے، اب یہ ثابت ہوا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ اور دوائمہ مطلقہ سالبہ دونوں کا عکس مستوی دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ درست ہے، جو ہمارا مدعیٰ ہے[1]۔

۳۔ بعض مناطقہ کی تردید:

بعض مناطقہ کہتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے: "لاشیءمن الإنسان بحجر بالضرورۃ"، یہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہے اور اس کا عکس "لاشیءمن الحجر بانسان بالضرورۃ" بھی صادق ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے۔ لیکن علامہ قطب الدین رازی کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں، کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک صفت دو نوع کے لیے ثابت ہو، جن میں سے ایک کے لیے بالفعل ثابت ہو اور دوسری نوع کے لیے بالفعل ثابت نہ ہو، بلکہ بالامکان ثابت ہو تو اب جس نوع کے لیے صفت بالفعل ثابت ہے اس سے دوسری نوع ضرور مسلوب ہو گی اور چونکہ صفت کا ثبوت اس دوسری نوع کے لیے بھی ممکن ہے اس لیے اس نوع سے صفت کا سلب بالضرورۃ صادق نہ ہو گا، یعنی وہ صفت اگرچہ بالفعل دوسری نوع کے لیے ثابت نہیں، لیکن صفت کا ثبوت ممکن ضرور ہے، اس لیے اس کا سلب دوسری نوع سے بالضرورۃ صادق نہ ہو گا، مثال کے طور پر فرس اور حمار دونوں زید کی سواری بن سکتے ہیں، یہ صفت رکوب دونوں نوعوں کے لیے ثابت ہے۔

لیکن اگر زید کی سواری بالفعل فرس ہو، حمار نہ ہو تو یوں کہنا صحیح ہو گا "لاشیءمن مرکوب زید بحمار بالضرورۃ"، کہ بالفعل گدھا زید کی سواری نہیں، یہ قضیہ صادق ہے اس لیے بالفعل اس کی سواری فرس ہے جب بالفعل زید کی سواری فرس ہے تو دوسری نوع ضروری طور پر اس سے خارج ہو گئی کہ زید بالفعل گدھے پر سوار نہیں۔ ہاں! اس پر زید کا سوار ہونا ممکن

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۴۷۔

ہے محال نہیں، یہ قضیہ آپ نے دیکھا کہ صادق ہے، لیکن اس کا عکس اگر ضروریہ مطلقہ سالبہ ہی نکال کر یوں کہا جائے: "لا شیءمن الحماربمرکوب زیدبالضرورۃ" تو یہ صادق نہ ہوگا، کیونکہ اس کی نقیض "بعض الحمارمرکوب زیدبالامکان" صادق ہے، جب اس کی نقیض صادق ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا عکس کاذب ہے، کیونکہ دونوں نہ تو جمع ہوسکتے ہیں اور نہ مرتفع ہوسکتے ہیں، اگر دونوں جمع ہوجائیں تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا اور یہ محال ہے اور اگر دونوں مرتفع ہوجائیں تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا اور یہ بھی محال ہے اور عکس مستوی کا یہ کذب اس وجہ سے لازم آرہا ہے کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کا عکس مستوی ضروریہ مطلقہ سالبہ نکالا گیا ہے، لہٰذا ضروریہ مطلقہ سالبہ کا عکس ضروریہ مطلقہ سالبہ آنا باطل ہے، اب ثابت ہوا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آتا، بلکہ دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے[1]۔

۴۔عامتین (عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ اور مشروطہ عامہ) کا عکس مستوی:

عامتین (عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ اور مشروطہ عامہ) کا عکس مستوی عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے: "لا شیءمن الکاتب بساکن الأصابع بالضرورۃ مادام کاتبا" اور "لا شیءمن الکاتب بساکن الأصابع دائمامادام کاتبا" ، یہ دونوں قضیہ صادق ہیں اور ان دونوں کا عکس مستوی "لا شیءمن ساکن الأصابع کاتبامادام ساکناً" ہے، مناطقہ اس کو بھی دلیل خُلفی سے ثابت کرتے ہیں جس کی تقریر یہ ہے کہ اگر کوئی اس عکس کو نہ مانے تو اس کی نقیض "بعض ساکن الأصابع کاتباحین ھوکاتبا" کو ماننا پڑے گا، ورنہ تو ارتفاع نقضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، پھر ہم اس نقیض اور اصل قضیہ سے شکل اول بنائیں گے کہ: "بعض ساکن الأصابع کاتباحین ھوکاتبا" (صغریٰ)، "لا شیءمن الکاتب بساکن الأصابع بالضرورۃ مادام کاتبا"، حد اوسط "کاتب" کو گرادینے کے بعد نتیجہ نکلے گا: "بعض ساکن الأصابع لیس بساکن الأصابع حین ھوکاتبا"، یہ سلب الشیء عن نفسہ ہے اور یہ محال ہے، یہ امر محال نہ تو شکل اول کی وجہ سے پیدا ہوا، نہ ہی اصل قضیہ کی وجہ سے، بلکہ یہ نقیض سے پیدا ہوا ہے، اس لیے نقیض باطل ہے، تو ہمارا دعویٰ ثابت ہوا کہ عامتین کا عکس مستوی عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے[2]۔

۵۔ایک باطل نظریہ کی تردید:

بعض مناطقہ کا نظریہ ہے کہ مشروطہ عامہ کا عکس مستوی مشروطہ عامہ آتا ہے، لیکن یہ بات درست نہیں، علامہ قطب الدین رازی کہتے ہیں کہ مشروطہ عامہ کی دو تعریفیں کی گئی ہیں: ایک تعریف یہ ہے کہ جس میں ضرورتِ کو وصف موضوع کے تحقق میں دخل ہو، اس تعریف کے لحاظ سے اگر مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی مشروطہ عامہ سالبہ نکالا جائے تو وہ صحیح نہیں ہوتا، کیونکہ اس تعریف کے لحاظ

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۴۷۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۴۷۔

سے مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا مطلب یہ ہوجاتا ہے کہ وصفِ محمول وصفِ موضوع اور ذاتِ موضوع دونوں کے منافی ہے، جیسے:"لا شیء من الکاتب بساکن الأصابع بالضرورۃ مادام کاتبا"،اس میں وصفِ محمول یعنی ساکن الاصابع وصفِ موضوع یعنی کاتب اور ذاتِ موضوع یعنی افراد کاتب دونوں کے منافی ہے۔

اب اگر اس کا عکس بھی مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ نکالا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوجائے گا کہ وصفِ موضوع وصفِ محمول اور ذاتِ محمول دونوں کے منافی ہے، یہ قضیہ یوں بنے گا:"لا شیء من ساکن الأصابع بکاتب مادام کاتبا"،اس میں وصفِ محمول (جو کہ اصل میں وصفِ موضوع تھا)، وصفِ موضوع (جو کہ اصل میں وصفِ محمول تھا) اور ذاتِ موضوع (جو کہ اصل میں ذاتِ محمول تھا) دونوں کے منافی ہے اور ظاہر ہے کہ اول ثانی کو لازم نہیں، حالانکہ عکس لازم ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مشروطہ عامہ کا عکس مشروطہ عامہ درست نہیں، لہذا بعض مناطقہ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے، ہاں! اگر مشروطہ عامہ کی دوسری تعریف کی جائے جس میں ضرورت بشرط الوصف کا حکم ہوتا ہے تو اس تعریف کے اعتبار سے مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، کیونکہ اس میں وصفِ محمول اور وصفِ موضوع میں منافات ہوتی ہے اس لیے ایک دوسرے کو مستلزم ہوتے ہیں[1]۔

۶۔خاصتین (مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ) کا عکس مستوی:

خاصتین (مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ) کا عکس مستوی عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ اور مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ آتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ چونکہ مرکبات میں سے ہیں اور مرکبات دو جزؤں سے مرکب ہوتے ہیں، اس لیے مشروطہ خاصہ کے عکس کے بھی دو جزء ہوں گے، پہلا جزء عرفیہ عامہ ہے اور دوسرا مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے، جیسے:"بالضرورۃ لا شیء من الکاتب بساکن الأصابع مادام کاتبا لادائما"، یہ مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ ہے، اس کے پہلے جزء کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ اور دوسرے جزء کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آئے گا، یعنی اس کا عکس اس طرح ہوگا:"لا شیء من ساکن الأصابع بکاتب لادائما فی البعض"، یعنی"بعض ساکن الأصابع کاتب بالفعل"۔اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ کی مثال بعینہ مشروطہ خاصہ کی طرح ہے، صرف فرق اتنا ہے کہ اس میں جہت "دوام" کی ہوتی ہے اور "لادوام" سے قضایا کلیہ میں مطلقہ عامہ کلیہ مراد ہوتا ہے اور جب "لادوام" کیساتھ "فی البعض" کی قید لگادی جائے تو اس سے مطلقہ عامہ جزئیہ مراد ہوتا ہے، ان دونوں کے عکس میں دو باتیں قابل غور ہیں:

یہ بات یہ ہے کہ پہلے جزء کا عکس عرفیہ عامہ کیوں آتا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عرفیہ عامہ عامتین کو لازم ہے اور عامتین خاصتین کو لازم ہے اور خاصتین عامتین سے اخص ہیں اور عامتین اعم ہیں تو چونکہ عام کا لازم وہ خاص کا لازم ہوتا ہے، اس لیے جو چیز

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۳۴۸۔

(عکس) عامتین کو لازم ہوگی وہ خاصتین کو بھی لازم ہوگی اور عامتین کو عرفیہ عامہ لازم ہے، اس لیے عامتین کے واسطہ سے خاصتین کا عکس بھی عرفیہ عامہ آئے گا[1]۔

دوسری بات یہ ہے کہ لادوام فی البعض سے مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ مراد ہوتا ہے اور وہ "بعض ساکن الأصابع کاتب بالفعل" ہے، اگر کوئی شخص اس عکس کو نہ مانے تو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ کو ماننی پڑے گی اور وہ یہ ہے: "لا شیء من الإنسان بحجر دائما"، پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے، کیونکہ عکس قضیہ کو لازم ہوتا ہے اور دائمہ مطلقہ کا عکس دائمہ مطلقہ ہی آتا ہے، لہذا اس کا عکس "لا شیء من الحجر بإنسان" ہوگا، حالانکہ "لادوام" جو اصل تھا اس میں "کل ج ب بالفعل" تھا، یہ خرابی عکس نہ ماننے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، اس لیے یہ بات متعین ہو گئی کہ عکس صادق ہے اور اس کی نقیض باطل ہے اور یہ خلافِ مفروض ہے، اس امر محال کو شکل اول بنا کر بھی ثابت کیا جا سکتا ہے[2]۔

۷۔ ایک اشکال اور اس کا جواب:

یہاں بظاہر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ عکس کے دوسرے جزء کو آپ نے "لادوام فی البعض" کیساتھ مقید کیا ہے، "فی الکل" کیساتھ کیوں مقید نہیں کیا کہ خاصتین کا عکس عرفیہ عامہ اور "لادوام فی الکل"، یعنی مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ آتا ہے، آخر فی البعض کی قید کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر "کل" کی قید لگائی جائے تو پھر اس کا عکس صادق نہیں ہوتا کاذب ہوجاتا ہے، حالانکہ عکس میں صدق ضروری ہے، جیسے: "لا شیء من الکاتب بساکن الأصابع مادام کاتبا لا دائما، أی کل کاتب ساکن الأصابع بالفعل" یہ صادق ہے، اب اگر اس کے عکس کے دوسرے جزء میں "کل" کا اعتبار کیا جائے تو پھر وہ کاذب ہوجاتا ہے، جیسے: "لا شیء من ساکن الأصابع بکاتب مادام ساکنا لا دائما، أی کل ساکن کاتب بالإطلاق العام"، اس دوسرے جزء میں "کل" کا اعتبار کرکے عکس نکالا گیا ہے اس لیے یہ کاذب ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ صادق ہے اور وہ ہے: "بعض الساکن لیس بکاتب دائما"، یہ صادق ہے، کیونکہ حقیقت ہے کہ بعض ساکن دائمی طور پر کاتب نہیں، جیسے: زمین ساکن ہے، لیکن وہ دوائمی طور پر کاتب نہیں، جب نقیض صادق ہے تو یقیناً اس کا عکس کاذب ہوگا اور عکس کا یہ کذب اس لیے لازم آرہا ہے کہ عکس کے دوسرے جزء میں "لادوام فی الکل" کا اعتبار کیا گیا ہے اور جب "لادوام فی البعض" کا اعتبار کیا جائے تو یہ خرابی لازم نہیں آتی، اس لیے کہ اس حقیقت کے پیشِ نظر عکس کے دوسرے جزء کو لادوام فی البعض کیساتھ مقید کیا گیا ہے، یہی اس قید کا فائدہ ہے[3]۔

۸۔ سوالبِ جزئیہ کا عکس مستوی:

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۸۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۴۸۔

[3] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۵۰۔

سوالبِ جزئیہ میں سے صرف دو قضایا موجہہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس آتا ہے،باقی قضایا کا عکس نہیں آتا اوران دونوں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس مستوی عرفیہ خاصہ آتا ہے، جیسے:"بالضرورۃ یابالدوام بعض الکاتب لیس بساکن الأصابع مادام کاتبا لادائما"،یہ دونوں قضیے صادق ہیں،ان کا عکس"بالدوام بعض ساکن الأصابع لیس بکاتب مادام ساکن الأصابع لادائما"ہوگا اور یہ بھی صادق ہے۔اس کو دلیل افتراض سے ثابت کرتے ہیں۔

دلیل افتراض کا حاصل یہ ہے کہ موضوع کی ذات کو ایک معین چیز فرض کیا جائے اور پھر اس پر وصفِ محمول اور وصفِ موضوع دونوں کا حمل کیا جائے تاکہ عکس کا مفہوم حاصل ہو جائے،مثال کے طور پر ہم یہاں اس بعض کو جو"ج"ہے،لیکن"ب مادام ج لادائما"نہیں ہے،"د"فرض کرتے ہیں تو یہ"د،ج"بالفعل ہے،دلیل یہ ہے کہ ذاتِ موضوع پر وصفِ عنوانی بالفعل صادق ہوتا ہے اور"د"بحکم لادوام"ب"ہوگا،اب مثال مذکور میں یوں ہوگا:"زیدکاتب بالفعل،وزیدساکن الاصابع بالفعل" نتیجہ آئے گا:"بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل"،یہی عکس کا دوسرا جزء ہے اور عکس کا پہلا جزء"بعض دلیس ج مادام ب"ہے اور صادق ہے[1]۔

اس دلیل یہ ہے کہ اگر اس عکس کو کوئی نہ مانے تو اس کی نقیض"دج فی بعض اوقات کونہ ب"کا صادق ماننا پڑے گا اور"دب فی بعض اوقات کونہ ج"کا صادق ہونا بھی لازم آئے گا،اس لیے کہ ایک پر جب دو وصف متقارن ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے وقت میں فی الجملہ ثابت ہوتا ہے،لہٰذا"ج"کے بعض اوقات میں"دب"بھی ہوگا اور"ب"کے بعض اوقات میں وہ"ج"بھی ہوگا،یہ نقیض کاذب ہے،کیونکہ یہ اصل قضیہ"دلیس مادام ج"کے منافی ہے جو خلاف مفروض ہے۔

اس لیے نقیض باطل ہے اور عکس صادق ہے اور جب موضوع کے بعض افراد پر مثلاً"د"پر"ج"اور"ب"دونوں صادق ہوئے،یعنی وصفِ موضوع اور وصفِ محمول دونوں صادق ہوئے اور صدق میں دونوں متنافی بھی ہیں کہ"دج"ہوگا تو"ب"نہ ہوگا اور جب وہ"ب"ہوگا تو"ج"نہ ہوگا تو عکس کا پہلا جزء یعنی"بعض دلیس ج مادام لادائما"صادق ہو گیا۔یعنی جب"د"کا"ب"ہونا اور اس کا"لیس ج مادام ب"ہونا ثابت ہو گیا تو"بعض ب لیس ج مادام ب"بھی صادق ہوگا،یہی عکس کا پہلا جزء ہے اور جب"د"پر"ج"اور"ب"دونوں صادق ہیں تو"بعض ب ج بالفعل"بھی صادق ہوگا،یہی عکس کا دوسرا جزء ہے جس کی طرف کے"لادوام"سے اشارہ ہوتا ہے تو عکس اپنے دونوں جزؤں کیساتھ صادق ہو گیا[2]۔

۹۔ جن سوالب جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا:

ما قبل ان سوالب جزئیہ کا بیان تھا جن کا عکس مستوی آتا ہے اب ان سوالب جزئیہ کو بیان کرتے ہیں جن کا عکس مستوی نہیں آتا وہ سوالبِ اربعہ (ضروریہ مطلقہ،دائمہ مطلقہ،مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ) ہیں،کیونکہ ان چاروں میں سب سے اخص ضروریہ مطلقہ

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۵۲۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۵۲۔

ہے اوراس کے علاوہ باقی قضایا ضروریہ مطلقہ سے اعم ہیں،اس اخص کا عکس ممکنہ عامہ جو اعم الجہات ہے وہ کاذب ہے، جیسے:"بالضرورۃ بعض الحیوان لیس بإنسان"،یہ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے اور صادق ہے،اس کا عکس ممکنہ عامہ"بعض الإنسان لیس بحیوان بالإمکان العام"کاذب ہے، کیونکہ اس کی نقیض ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ یعنی"کل إنسان حیوان بالضرورۃ" صادق ہے جب نقیض صادق ہے تو لامحالہ اس کا عکس کاذب ہو گا،الغرض جب ان میں سے اخص منعکس نہیں ہوتے تو اعم بھی منعکس نہیں ہوں گے، کیونکہ اعم کا انعکاس اخص کے انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے،اس لیے کہتے ہیں کہ سوالب جزئیہ میں سے چار قضایا کا عکس نہیں آتا[1]۔

مذکورہ سات سوالب کلیہ (وقتیہ مطلقہ،وقتیہ،وجودیہ لاضروریہ،وجودیہ لادائمہ، ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ،مطلقہ عامہ سالبہ) کا عکس بھی نہیں آتا، کیونکہ ان ساتوں میں سے سب سے اخص وقتیہ ہے اس کا عکس صادق نہیں، بلکہ کاذب آتا ہے تو جب اخص کا عکس صادق نہیں تو اس سے جو اعم ہیں ان کا عکس بھی صادق نہ ہو گا، جیسے:"بعض القمر لیس بمنخسف وقت التربیع لادائما"،یہ قضیہ وقتیہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس"بعض المنخسف لیس بقمر بالإمکان العام"کاذب ہے، کیونکہ اس عکس کی نقیض ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ"کل منسخسف قمر بالضرورۃ"صادق ہے جب نقیض صادق ہے تو معلوم ہوا کہ عکس کاذب ہے تو جب اخص کا عکس صادق نہیں تو باقی اعم کا عکس بھی صادق نہ ہو گا،اس لیے کہ اعم کا عکس اخص کے عکس کو مستلزم ہوتا ہے[2]۔

۱۰۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱:سوالب کلیہ کے عکس کی نفی سے التزامی طور پر سوالب جزئیہ کے عکس کی نفی بھی ہوتی ہے، کیونکہ کلیہ اخص ہے اور جزئیہ اعم ہے جب اخص منعکس نہیں ہوتا تو اعم بھی منعکس نہیں ہو گا[3]۔

قاعدہ نمبر ۲:اخص کا عدم انعکاس اعم کے عدم انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے[4]۔

۱۱۔ تمرین:

(الف)۔ دائمتین کا عکس مستوی بیان کریں۔

(ب)۔عامتین کا عکس مستوی بیان کریں۔

(ج)۔خاصتین کا عکس مستوی بیان کریں۔

(د)۔ سوالب جزئیہ کا عکس مستوی بیان کریں، نیز کن سوالب جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا؟

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۵۲۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۵۲-۳۵۳۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۵۳۔

(٤) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۵۳۔

فصل سوم: موجباتِ موجہہ کا عکسِ مستوی

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

موجبات موجہہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، ہر ایک کا عکس جزئی ہی آتا ہے کلی نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ آئے تو اس کو ہر مادہ میں صادق ہونا چاہیے، کیونکہ قضیہ کا عکس ہر مادے میں اصل کو لازم ہوتا ہے، حالانکہ جن مادوں میں محمول موضوع سے اعم ہو اور موضوع اخص ہو ان میں عکس کلی صادق نہیں ہوتا، کیونکہ عکس کے بعد موضوع عام ہو جاتا ہے اور محمول خاص ، اور عام کے تمام افراد پر خاص کا حمل ممتنع اور محال ہے، جیسے: "کل إنسان حیوان"، یہ اصل قضیہ موجبہ کلیہ ہے، صادق ہے، لیکن اس کا عکس یعنی "کل حیوان إنسان" کاذب ہے، صادق نہیں ہے اور جب ایک مادہ میں کلی کاذب ہو گئی تو کلیت کی نفی ثابت ہو گئی، اس سے معلوام ہوا کہ موجبات کا عکس مستوی جزئی آتا ہے، کلی نہیں آتا[1]۔

۲۔ ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکسِ مستوی:

ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکسِ مستوی حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، اس کو دلیل خُلفی سے ثابت کرتے ہیں، جیسے: "کل ج ب بالضرورۃ، دائما، یامادام ج" صادق ہے اس کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ "بعض ب ج حین ھو ب" صادق ہے، اگر کوئی شخص کہے کہ میں اس عکس کے صدق کو نہیں مانتا تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر آپ اس عکس کے صدق کو نہیں مانتے تو آپ کو اس کی نقیض عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ یعنی "لا شیء من ب ج مادام ب" ماننی پڑے گی، پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کیساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے، اصل کو صغری اور نقیض کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے: "کل ج ب بالضرورۃ، ولا شیء من ب ج مادام ب" تو نتیجہ آئے گا: "لا شیء من ج ج بالضرورۃ" اور یہ سلب الشیء عن نفسہ ہے جو محال ہے، لہذا نقیض باطل ہے اور ان چاروں کا عکس مستوی حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ صادق ہے[2]۔

۳۔ خاصتین (مشروطہ خاصہ موجبہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ) کا عکسِ مستوی:

خاصتین (مشروطہ خاصہ موجبہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ) کا عکسِ مستوی حینیہ مطلقہ لادائمہ آتا ہے، اس کو دلیل خُلفی سے ثابت کرتے ہیں، جیسے: "بالضرورۃ ، یادائما، کل ج ب مادام ج لادائما" یہ دونوں قضیے صادق ہیں، ان کی نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ یعنی "بعض ب ج حین ھو ب لادائما" صادق ہے، حینیہ مطلقہ اس لیے صادق ہے کہ یہ عامتین کو لازم ہے اور عامتین خاصتین کو لازم ہے، لہذا جو چیز عامتین کو لازم ہو گی وہ خاصتین کو بھی لازم ہو گی تو حینیہ مطلقہ بھی خاصتین کو لازم ہو گا اور عامتین کا عکس چونکہ حینیہ مطلقہ آتا ہے، اس لیے خاصتین کا عکس بھی حینیہ مطلقہ آئے گا اور لادوام کا ثبوت یہ ہے کہ اگر عکس کا جزء ثانی "بعض

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۵۴۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۵۴۔

ب لیس ج بالفعل "صادق نہ ہو تو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ صادق ہوگی، یعنی "کل ج ب دائما"، اگر یہ بھی صادق نہ ہو تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، معلوم ہوا کہ نقیض صادق ہے، پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے جزء کیساتھ ملائیں گے اور شکل اول ترتیب دے کر اس طرح کہیں گے: "کل ب ج دائما وبالضرورۃ أودائماکل ج ب مادام ج "تو نتیجہ آئے گا: "کل ب ب دائما"، پھر ہم اس نتیجہ کو محفوظ رکھیں گے، پھر اس کی نقیض کو اصل کے جزء ثانی کیساتھ ملا کر شکل اول ترتیب دیں گے اور اس طرح کہیں گے: "کل ب ج دائما، ولاشیء من ج ب بالإمکان العام "تو نتیجہ آئے گا: "لاشیء من ب ب بالإطلاق"، اور یہ نتیجہ سابقہ نتیجہ کے منافی ہے تو اگر نقیض کو صادق مانا جائے تو دونوں نتیجہ بھی صادق ہوں گے جس سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، یہ محال چونکہ نقیض سے پیدا ہو رہا ہے اس لیے نقیض باطل ہے اور عکس صادق ہے[1]۔

یہاں یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ خاصتین کے عکس مستوی کا اثبات دلیل خُلفی سے اس وقت ثابت کیا جاسکتا ہے جب کہ قضیہ کلیہ ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کلیہ ہونے کی وجہ سے وہ شکل اول کا کبریٰ بن سکتا ہے اور اگر اصل قضیہ جزئیہ ہو تو اس کے عکس کو ثابت کرنے کے لیے دلیل خلفی جاری نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ جزئیہ ہونے کی وجہ سے شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا اور عکس کی نقیض سالبہ ہونے کی وجہ سے صغریٰ واقع نہیں ہو سکتی، اس لیے موجہات جزئیہ کا عکس ثابت کرنے لیے دلیل افتراض کی ضرورت ہے، چنانچہ مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ کا عکس دلیل افتراض سے حینیہ مطلقہ آتا ہے، جیسے: "بالضرورۃ یابالدوام بعض ج ب مادام ج لادائما، أی بعض ج لیس ب بالفعل "، یہ اصل قضیے ہیں، ان دونوں کا عکس حینیہ مطلقہ لادائمہ موجبہ جزئیہ آئے گا، یعنی "بعض ب ج حین ھو ب لادائما، أی بعض ب لیس ج بالفعل "اور یہ عکس صادق ہے۔

اب دلیل افتراض سے اس کو ثابت کرتے ہیں اس طور پر کہ ہم ایک ذاتِ موضوع جس پر "ج مادام ج لادائما "صادق آئے کو "د" فرض کریں گے، لہذا "د"، "ب" ہو گا اور "د، ج" بھی ہو گا، یہ شکل ثالث ہے جب حد اوسط "د" کو گرا دیا تو نتیجہ آیا: "بعض ب ج "یہی عکس کا پہلا جزء ہے اور دوسرا قضیہ "بعض ج لیس بالفعل "تھا، اس کا عکس ہو گا: "بعض د ب لیس ج بالفعل"، اگر کسی کو یہ عکس تسلیم نہیں تو اس کو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ تسلیم کرنی ہو گی اور وہ ہے: "دب دائما" اور جب "دب دائما" ہے تو "دج دائما" بھی ہو گی، اس لیے کہ اصل قضیہ میں حکم یہ تھا کہ "د" یعنی "ج ب مادام ج "ہو گا، اس کی نقیض سے خلاف مفروض لازم آتا ہے، کیونکہ اصل قضیہ میں "د" یعنی "ج" کے "ب" ہونے کا حکم "لادائما" ہے جب کہ اس کی نقیض سے "د" کا "دائما ب" ہونا لازم آرہا ہے اس لیے نقیض باطل ہے اور عکس صادق ہے[2]۔

---

(1) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۵۵۔

(2) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۵۵-۳۵۶۔

۴۔ وقتیین، وجودیتین اور مطلقہ عامہ موجبہ کا عکس:

وقتیہ مطلقہ موجبہ، وقتیہ موجبہ، وجودیہ لاضروریہ موجبہ، وجودیہ لادائمہ موجبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ کا عکس مستوی مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے: "کل ج ب بالفعل" اس کا عکس "بعض ب ج بالإطلاق العام" آئے گا، اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو اس کو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ تسلیم کرنی پڑے گی، یعنی "لاشیء من ب ج دائما"۔ اس نقیض کو اصل کے ساتھ ملائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نقیض کو کبری بنائیں گے، چنانچہ شکل اول کی ترتیب اس طرح ہوگی: "کل ج ب بإحدی الجهات، ولاشیء من ب ج دائما" نتیجہ آئے گا: "لاشیء من ج ج دائما"، جو سلب الشیء عن نفسہ کو متلزم ہے اور سلب الشیء عن نفسہ محال ہے اور یہ محال نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، لہذا نقیض باطل ہے اور اصل عکس صادق ہے[1]۔

۵۔ تمرین:

(الف)۔ ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس مستوی بیان کریں۔

(ب)۔ خاصتین کا عکس مستوی کیا ہے؟

(ج)۔ وقتیتین، وجودیتین اور مطلقہ عامہ موجبہ کا عکس مستوی بیان کریں۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۵۶۔

فصل چہارم: طرقِ اثبات عکس

ا۔ اثباتِ عکس کے طرق:

مناطقہ عکس کو ثابت کرنے کے لیے تین طریقوں سے استدلال کرتے ہیں:

(الف)۔ دلیلِ خُلف (ب)۔ دلیلِ افتراض (ج)۔ طریقِ عکس

(الف)۔ دلیلِ خُلف کی تعریف:

هُوَ ضَمُّ نَقِيْضِ الْعَكْسِ مَعَ الأَصْلِ لِيَنْتَجَّ مُحالاً.(۱)

خُلف کے معنی محال اور خلاف مفروض کے ہیں جس شئی کو ہم نے صحیح تسلیم کرلیا تھا وہ غلط نکلی۔ دلیلِ خُلف وہ دلیل ہوتی ہے جس سے مدعی اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے عکس کی نقیض کا بطلان ثابت کرتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اولاً عکس کی نقیض نکالی جاتی ہے، پھر اس نقیض کو اصل قضیہ کیساتھ ملا کر نتیجہ نکالا جاتا ہے، یہ نتیجہ سلب الشیء عن نفسہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے محال ہوتا ہے، اس امر محال کا منشاء چونکہ عکس کی نقیض ہے اس لیے عکس کی نقیض باطل ہے اور عکس صحیح ہے، یہ دلیل محصورات ثلاثہ، حملیہ و شرطیہ اور تمام موجہات موجبہ و سالبہ میں جاری ہوتی ہے(۲)۔

(ب)۔ دلیلِ افتراض کی تعریف:

هُوَ فَرْضُ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ شَيْئاً مُّعَيَّناً وَحَمْلُ وَصْفَي الْمَوْضُوْعِ وَالمحْمُوْلِ عَلَيْهِ لِيَحْصِلَ مَفْهُوْمَ الْعَكْسِ.(۳)

دلیل افتراض وہ دلیل ہے جس میں ذاتِ موضوع ایک معین چیز فرض کی جاتی ہے اور پھر اس پر وصفِ محمول اور وصفِ موضوع دونوں کو محمول کیا جاتا ہے تاکہ عکس کا مفہوم حاصل ہوجائے، یہ دلیل صرف موجبات اور سوالب مرکبات میں جاری ہوتی ہے، سوالب بسیطہ میں جاری نہیں ہوتی، اس لیے کہ دلیلِ افتراض کے لیے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے اور سالبہ بسیطہ میں موضوع سے محمول کی نفی کا حکم ہوتا ہے، لہذا جس چیز کو ذاتِ موضوع فرض کیا جائے، اس پر وصف محمول صادق نہ ہوگا اور سوالب مرکبہ میں بھی اگرچہ اصل قضیہ کا پہلا جزء سالبہ ہوتا ہے، لیکن دوسرا جزء جس کی طرف لادوام سے اشارہ ہوتا ہے، وہ چونکہ موجبہ ہوتا ہے اس

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۵۷۔

(۲) وإنما اعتبروا الفرض ليشتمل القضية الخارجية والحقيقية، فالفرض هاهنا بالمعنى الأعم الجامع للتحقق، وحمل وصف الموضوع يكون بالإيجاب، وحمل وصف المحمول كما هو في الأصل إيجابا أو سلبا ليحصل العكس، أي بأن يترتب من تينك المقدمتين قياس ينتج عكس المطلوب أو يحتاج إلى ضمّ مقدمة أخرى صادقة معها، كما في بيان عكس اللادوام في الخاصتين. والافتراض لا يجري إلّا في الموجبات والسوالب المركّبة لوجود الموضوع فيهما، كذا في شرح الشمسية وحاشيته لمولانا عبد الحكيم. (كشاف اصطلاحات الفنون: ۱/ ۲۳۵)

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۵۷۔

لیے اس میں ذاتِ مفروضہ پر وصفِ محمول صادق ہوگا۔

(ج)۔ طریقِ عکس کی تعریف:

هُوَ أَنْ يُعْكَسَ نَقِيْضَ الْعَكْسِ لِيَحْصَلَ مَا يُنَافِي الْأَصْلَ. [1]

طریق عکس وہ طریق ہے جس میں عکس کی نقیض کا عکس کیا جاتا ہے تاکہ اصل کے منافی حاصل ہو جائے،اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے عکس کی نقیض نکالی جاتی ہے، پھر اس نقیض کا عکس نکالا جاتا ہے،یہ عکس اگر اصل قضیہ کے خلاف اور منافی آئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل قضیہ کا عکس درست ہے اور نقیض کا عکس درست نہیں، جیسے:"کل انسان حیوان"،یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے صادق ہے تو اس کا عکس"بعض الحیوان إنسان" بھی صادق ہوگا،اب اگر کوئی شخص اس عکس کو صادق نہ مانے تو اس کی نقیض "لاشیء من الحیوان بإنسان"کو صادق ماننی پڑے گی، پھر ہم اس قضیہ کا عکس نکالیں گے اور اس کا عکس ہوگا:"ولا شيء من الإنسان بحیوان"اور یہ عکس اصل قضیہ یعنی"کل إنسان حیوان"کے منافی ہے،لہذا عکس کی نقیض اور اس نقیض کا عکس دونوں باطل ہیں اور اصل قضیہ کا عکس موجبہ جزئیہ"بعض الحیوان إنسان"صادق ہے۔

یہ تیسرا طریقہ بھی موجبات کیساتھ خاص ہے،موجبات خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ۔علامہ قطب الدین رازی کہتے ہیں کہ جب موجبات میں آپ عکس کی نقیض کا عکس نکالیں تو یہ عکس یا تو بعینہ اصل قضیہ کی نقیض ہوگی،یا اس نقیض سے اخص ہوگا، کیونکہ اگر اصل قضیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کا عکس موجبہ جزئیہ ہوگا اور موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ ہوگی اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ ہی آتا ہے تو موجبہ جزئیہ کی نقیض یعنی سالبہ کلیہ کا عکس یعنی سالبہ کلیہ اصل قضیہ یعنی موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ سے کمیت کے اعتبار سے اخص ہے، جیسے: "کل إنسان حیوان"یہ اصل قضیہ ہے اس کا عکس ہے:"بعض الحیوان بإنسان"اس کی نقیض ہوگی:"لاشیء من الحیوان بإنسان"کا عکس ہوگا:"لاشیء من الإنسان بحیوان"اصل قضیہ کی نقیض ہوگی:"بعض الإنسان لیس بحیوان"،یہاں موجبہ جزئیہ کی نقیض کا عکس اصل قضیہ کی نقیض سے اخص ہے [2]۔

۲۔ طریقِ عکس کا اجراء موجبہ جزئیہ کے عکس میں:

اگر اصل قضیہ موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہو تو وہاں پر عکس کی نقیض کا عکس بعینہ اصل قضیہ کی نقیض ہوگا اس طور پر کہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آتا ہے اور اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آئے گی، کیونکہ مطلقہ عامہ کی نقیض دائمہ مطلقہ آتی ہے، پھر اس نقیض کا عکس نکالا تو وہ بھی دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی ہے، کیونکہ دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے،اب یہ عکس کی نقیض کا عکس بعینہ اصل قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ کی نقیض ہے، جیسے:"بعض الکاتب متحرك الأصابع

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ:۲۵۷۔

[2] تحریر القواعد المنطقیۃ:۲۵۷۔

بالإطلاق العام" یہ قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے اس کا عکس بھی یہی آئے گا اور وہ ہوگا: "بعض متحرك الأصابع كاتب بالإطلاق العام"، پھر اس عکس کی نقیض نکالی جائے گی اور وہ ہوگی دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ یعنی: "لا شيء من متحرك الأصابع بكاتب بالدوام"، پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے گا اور وہ دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی ہوگا، اس لیے سوالب کلیہ میں دائمہ مطلقہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے اور وہ ہوگا: "لا شيء من الكاتب بمتحرك ا الأصابع بالدوام"۔ اب یہ عکس اصل قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ "بعض الكاتب متحرك الأصابع بالإطلاق العام" کی بعینہ نقیض ہے، لہذا اجتماعِ نقیضین لازم آگیا اور اصل قضیہ چونکہ مفروض الصدق ہے، اس لیے یہ سب باطل ہے اور اصل قضیہ کا عکس درست ہے اور اگر مادہ موجبہ جزئیہ کا اور قضیہ مطلقہ عامہ کے علاوہ باقی قضایا میں سے ہو تو وہاں پر قضایا کے عکوس کی نقیض کا عکس اصل قضیہ کی نقیض سے اخص ہوتا ہے[1]۔

اب ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، عرفہ عامہ، مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے عکس کی نقیض سالبہ عرفیہ عامہ ہے، کیونکہ پہلے چار قضایا کا عکس حینیہ مطلقہ ہے تو اس کی نقیض عرفیہ عامہ ہوگی اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے جزء اول کا عکس بھی حینیہ مطلقہ لادائمہ ہے تو اس کے جزء اول کی نقیض بھی عرفیہ عامہ ہوگی اور عرفیہ عامہ کا عکس عرفیہ عامہ ہی آتا ہے، لہذا یہ عکس یعنی عرفیہ عامہ سالبہ اصل ان چھ قضایا کی نقیضوں سے اخص ہے، کیونکہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے اور عرفیہ عامہ ممکنہ عامہ سے اخص ہے اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے اور عرفیہ عامہ مطلقہ عامہ سے اخص ہے اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے اور عرفیہ عامہ حینیہ ممکنہ سے اخص ہے اور مشروطہ خاصہ کے جزء اول کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے اور عرفیہ خاصہ کے جزء اول کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے اور عرفیہ عامہ ان دونوں سے اخص ہے تو یہ عکس کی نقیض کا عکس یعنی عرفیہ عامہ اصل قضایا کی نقائض سے اخص ہے اور اصل قضایا کی نقائض جو مفہوم مردد کے ذریعہ نکالی جاتی ہے اعم ہیں اور جب اصل قضیہ کی نقیض کاذب ہے تو یہ عرفیہ عامہ جو اس کے عکس کی نقیضوں کا عکس ہے کاذب ہوگا، کیونکہ اعم کے کاذب ہونے سے اخص کا کاذب ہونا لازم ہے اس لیے قضیہ کا اصل عکس ہی درست ہے۔

وقتیہ مطلقہ، وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لادائمہ کے عکوس کی نقائض بھی ان کے اصل قضایا کی نقائض سے اخص ہوتے ہیں، کیونکہ مذکورہ قضایا کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے اور مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ دائمہ آتی ہے اور سالبہ کلیہ دائمہ کا عکس سالبہ کلیہ دائمہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس یعنی سالبہ دائمہ کلیہ ان قضایا کی نقائض سے اخص ہے اور وہ نقائض اس سے اعم ہیں[2]۔

۳۔ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس میں اختلاف:

ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے منعکس ہونے یا منعکس نہ ہونے میں مناطقہ کا اختلاف ہے: ایک مذہب متاخرین کا ہے جو شیخ الرئیس کا ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں کا عکس نہیں آتا، علامہ تفتازانی نے اسی کو اختیار کیا ہے، دوسرا مذہب معلم ثانی ابو النصر فارابی

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۵۷-۳۵۹۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۲۵۷۔

کا ہے جس کو متقدمین مناطقہ نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس ممکنہ عامہ آتا ہے، متقدمین نے اسی کو تین دلیلوں سے ثابت کیا ہے:

(الف)۔ دلیل خُلف (ب)۔ دلیل افتراض (ج)۔ دلیل طریقِ عکس

(الف)۔ تقریر دلیل خُلف:

دلیل خلف کی تقریر یہ ہے کہ "بعض ج بالإمکان" اصل قضیہ ہے اور صادق ہے اس کا عکس ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ آئے گا اور وہ "بعض ب ج بالإمکان" ہو گا، اگر کسی کو یہ تسلیم نہیں تو اس کی نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ "لا شیء من ب ج بالضرورۃ" صادق ہوگی، پھر اس نقیض کو اصل قضیہ کیساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نقیض کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے: "بعض ج ب بالإمکان، ولا شیء من ب ج بالضرورۃ"، نتیجہ ہو گا: "لا شیء من ج ج بالضرورۃ/یابعض ج لیس ج بالضرورۃ" اور سلب الشیء عن نفسہ ہونے کی وجہ سے محال ہے اور یہ محال عکس کو نہ ماننے اور نقیض کو ماننے کی وجہ سے ہے اس لیے نقیض باطل ہے اور اصل عکس صحیح ہے[۱]۔

(ب)۔ تقریر دلیل افتراض:

دلیل افتراض کی تقریر یہ ہے کہ "بعض ج ب بالإمکان" کا عکس "بعض ب ج بالإمکان العام" ہے اور اگر کسی کو یہ تسلیم نہ ہو تو ہم اس کو دلیل افتراض سے ثابت کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ "بعض ج ب بالإمکان" میں ہم ذاتِ موضوع کو "د" فرض کرتے ہیں اور پھر اس پر وصف محمول اور وصف موضوع کو محمول کرتے ہیں، جس سے شکل ثالث یوں مرتب ہوجائے گی: "دب بالإمکان" اور "دج بالإمکان" نتیجہ آئے گا: "بعض ب ج بالإمکان"، یہ بعینہ اصل قضیہ "بعض ج ب بالإمکان" کا عکس ہے اور یہی مطلوب ہے[۲]۔

(ج)۔ تقریر دلیل طریقِ عکس:

دلیل طریق عکس کی تقریر یہ ہے کہ "بعض ج بالإمکان" کا عکس "بعض ب ج بالإمکان" ہے اور صادق ہے، اگر کوئی اس کے صدق کو تسلیم نہ کرے تو اس کی نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ "لا شیء من ب ج بالضرورۃ" کو صادق ماننی پڑے گی اور اس کا عکس "لا شیء من ج ب بالضرورۃ" ہے، یہ عکس اصل قضیہ "بعض ج ب بالإمکان" کے مخالف اور متناقض ہے جس سے اجتماع نقیضین لازم آرہا ہے جو محال ہے، یہ محال نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، لہذا نقیض باطل اصل قضیہ کا عکس صحیح ہے۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۰۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۰۔

متاخرین مناطقہ چونکہ اس بات کے قائل ہیں کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس نہیں آتا ہے اس لیے وہ ان تین دلیلوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ناقص ہیں، پہلی دو دلیلیں تو اس لیے ناقص ہیں کہ یہ شکل اول اور شکل ثالث میں صغریٰ ممکنہ منتج ہونے پر موقوف ہیں اور مباحث اشکال میں یہ قاعدہ ہے کہ صغری ممکنہ شکل اول اور ثالث میں عقیم اور غیر منتج ہوتی ہے اور تیسری دلیل اس لیے ناقص ہے کہ یہ سالبہ ضروریہ مطلقہ کے کنفسہا یعنی سالبہ ضروریہ مطلقہ منعکس ہونے پر موقوف ہے اور سالبہ ضروریہ عکس دائمہ مطلقہ سالبہ آتا ہے نہ کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ[1]۔

۴۔ شیخ الرئیس اور فارابی کا ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس میں اختلاف:

موضوع کے افراد پر موضوع کے وصفِ عنوانی کے بالفعل یا بالامکان صادق ہونے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، شیخ الرئیس کا مذہب یہ ہے کہ موجوع کے افراد پر وصفِ عنوانی کا صادق ہونا بالفعل ہوتا ہے اور فارابی کا مذہب یہ ہے کہ وصفِ عنوانی کا صادق ہونا افراد موضوع پر بالامکان ہوتا ہے یعنی وہ افراد جو عنوانِ موضوع میں اس وقت داخل نہیں ہیں، بعد میں ان کا داخل ہونا ممکن ہے، فارابی کے نزدیک وہ افراد بھی عنوان موضوع میں داخل ہوں گے اور شیخ کے نزدیک یہ داخل نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے نزدیک عنوانِ موضوع میں صرف وہی افراد داخل ہوں گے جو عنوان موضوع کیساتھ بالفعل متصف ہیں، شیخ الرئیس اور فارابی دونوں اس بات میں متفق ہیں کہ جتنے افراد اس وقت عنوانِ موضوع کیساتھ متصف ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں اور اس میں بھی اتفاق ہے کہ جتنے افراد اس وقت موجود نہیں، لیکن جب موجود ہوں گے تو اس عنوانِ موضوع کیساتھ متصف ہوں گے تو یہ افراد بھی عنوان موضوع میں بالاتفاق داخل ہیں[2]۔

اختلاف صرف ان افراد میں ہے کہ جو اس وقت تک عنوانِ موضوع کیساتھ متصف نہیں ہوئے اور نہ ہی ہوں گے، بلکہ ان کے متصف ہونے کا صرف امکان ہی امکان ہے، یہ افراد شیخ کے نزدیک داخل نہیں اور فارابی کے نزدیک داخل ہیں، لہٰذا "بعض ج ب" کے معنی شیخ الرئیس کے نزدیک یہ ہوں گے کہ وہ ذاتِ جس پر وصف "ج" بالفعل صادق ہے "ب" ہے اور فارابی کے نزدیک اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ ذات جس پر وصف "ج" بالامکان صادق ہے وہ "ب" ہے تو "کل أسود کاتب" میں یہ حکم شیخ کے نزدیک رومیوں کو شامل نہ ہوگا، کیونکہ ان پر وصف اسود بالفعل صادق نہیں اور فارابی کے نزدیک ان کو یہ حکم شامل ہوگا، کیونکہ ان پر وصف اسود بالامکان صادق ہے اگرچہ بالفعل وہ اسود نہیں۔

تو اب اگر ہم شیخ کے مذہب کے مطابق اس کا اعتبار کریں کہ ذاتِ موضوع پر وصفِ عنوانی کا صدق بالفعل ہے تو ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس ممکنہ عامہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس میں محمول کا صدق بالامکان ہوتا ہے اور عکس میں محمول موضوع ہو جائے تو

---

(1) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۰۔
(2) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۰۔

وصفِ محمول کا صدق بالفعل ہونا چاہیے، حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وصفِ محمول جو بالامکان ہے وہ بالفعل نہ ہو، اس لیے عکس صادق نہ ہو گا، اب اصل قضیہ "بعض ج ب" کا مفہوم شیخ کے مذہب کے مطابق یہ ہو گا کہ جو ذات کہ بالفعل "ج" ہے وہ "ب" ہے بالامکان اور اس کے عکس "بعض ب ج" کا مفہوم یہ ہو گا کہ جو ذات کہ بالفعل "ب" ہے وہ "ج" ہے بالامکان، یہ عکس صادق نہیں کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک چیز بالامکان "ب" تو ہو، لیکن قوت سے فعلیت کی طرف منتقل نہ ہو سکے، یعنی بالامکان سے بالفعل نہ ہو سکے، لہذا عکس صادق نہ ہو گا، جیسے: زید کا گدھے پر سوار ہونا ممکن ہے، لیکن بالفعل وہ فرس پر سوار ہوتا ہے تو "کل حمار مرکوب زیدبالإمکان" صادق ہو گا کہ ہر گدھے کا زید کی سواری بننا ممکن ہے، لیکن اس کا عکس "بعض مرکوب زیدبالفعل حمار بالإمکان" صادق نہ ہو گا، اس لیے کہ اس کی نقیض "لاشیء مماھو مرکوب زیدبحمار بالضرورۃ" صادق ہے، کیونکہ زید کی سواری تو بالفعل گھوڑا ہے، اس کا بالامکان حمار ہونا کیسے ہو سکتا ہے؟ دونوں میں تضاد ہے اور جب ان کے عکس میں ممکنہ عامہ بھی صادق نہ ہو سکا تو پھر کوئی قضیہ بھی صادق نہ ہو گا، کیونکہ ممکنہ عامہ تو تمام قضایا سے اعم ہے جب عکس میں اعم ہی صادق نہیں تو اخص کیسے صادق ہو سکتا ہے اور اعم کا کذب اخص کے کذب کو مستلزم ہوتا ہے۔

اس لیے شیخ کے نزدیک ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ منعکس نہیں ہوتے اور اگر فارابی کے مذہب کے مطابق اس کا اعتبار کریں کہ ذاتِ موضوع پر وصفِ عنوانی کا صدق بالامکان ہے تو ممکنہ عامہ کے عکس میں ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ یقیناً صادق ہو گا، کیونکہ اس قول کے مطابق ممکنہ عامہ میں وصف اور وصفِ محمول دونوں کا صدق بالامکان ہو گا، لہذا جب اصل قضیہ صادق ہو گا تو عکس بھی صادق ہو گا، اسی طرح ضروریہ مطلقہ سالبہ کنفسہا منعکس ہو گا، اسی طرح شکل اول و ثالث میں صغریٰ ممکنہ منتج بھی ہو گا۔ رہا وہ اعتراض جو مرکوب زید والی فرضی مثال سے ہو رہا تھا وہ بھی ختم ہو جائے گا، کیونکہ اس مثال میں عکس کی نقیض "لاشیءمن مرکوب زید بحمار بالضرورۃ" صادق نہ ہو گی، لہذا عکس صادق ہو گا[1]۔

دونوں مذاہب کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ کے مذہب پر نہ ممکنہ عامہ کا عکس ہے اور نہ ضروریہ سالبہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے اور نہ صغریٰ ممکنہ منتج ہو سکتا ہے اور فارابی کے مذہب پر یہ تینوں چیزیں یقیناً ثابت ہیں[2]۔

اس تقریر سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ ممکنہ عامہ کے ممکنہ عامہ عکس آنے کو مستلزم ہوتا ہے بطریقِ عکس، یعنی سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ آتا ہے، اگر عکس تسلیم نہیں تو اس کی نقیض ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ صادق ہو گی اور پھر اس نقیض کا عکس موجبہ جزئیہ ممکنہ عامہ نکالا جائے گا، یہ عکس یعنی ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ کاذب ہو گا، کیونکہ اصل تو مفروض الصدق ہے جب یہ عکس کاذب ہے تو لامحالہ ہمارا دعویٰ کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ آتا ہے صادق ہو گا، اسی طرح ممکنہ عامہ کا عکس ممکنہ

---

(1) ہامش تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۰۔

(2) ہامش تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۰۔

عامہ سالبہ ضروریہ کے سالبہ ضروریہ منعکس ہونے کو مستلزم ہے، وہ اس طرح کہ ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ کا عکس آتا ہے ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ۔ اگر یہ عکس تسلیم نہیں تو اس کی نقیض سالبہ ضروریہ صادق ہوگی، پھر اس کا عکس نکالا جائے گا اور وہ سالبہ ضروریہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس کاذب ہوگا، کیونکہ اصل تو مفروض الصدق ہے تو لامحالہ نقیض کا یہ عکس بھی کاذب ہوگا[1]۔

۵۔ تمرین:

(الف)۔ اثبات عکس کے طرق بیان کریں۔

(ب)۔ طریقِ عکس کا اجراء موجبہ جزئیہ کے عکس میں کریں۔

(ج)۔ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس میں اختلاف بیان کریں۔

(د)۔ شیخ الرئیس اور فارابی کا ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس میں اختلافبیان کریں۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۱۔

فصل پنجم: عکسِ نقیض کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

عکسِ نقیض مرکب اضافی ہے اس کے معنی ہیں: نقیض کو پلٹنا، ہر شئی کی نقیض اس کا رفع ہے، یعنی اٹھانا، جیسے: انسان کی نقیض "لا إنسان" ہے اور "لا إنسان" کی نقیض "لا لا إنسان" ہے، یعنی انسان ہے، کیونکہ نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے۔ اب عکس نقیض کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین میں اختلاف ہے۔

۲۔ عکسِ نقیض کی تعریف:

عکس نقیض کے متعلق متقدمین اور متأخرین مناطقہ کا اختلاف ہے[۱]۔

(الف)۔ متقدمین مناطقہ کے نزدیک عکس نقیض کی تعریف:

هَوَجَعْلُ نَقِيْضِ الْجُزْءِ الْأَوْلِ مِنَ الْقَضِيَّةِ ثَانِياً، وَنَقِيْضِ الْجُزْءِ الثَّانِیْ أَوَّلاً مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ وَالْكَيْفِ.[۲]

جزء اول کے نقیض کو جزء ثانی اور جزء ثانی کے نقیض کو جزء اول کی جگہ اس طور پر رکھ دینا کہ صدق اور کیف (ایجاب و سلب) باقی رہے، بقاء صدق کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ سچا ہو، یا سچا مانا گیا ہو ہو تو عکس نقیض بھی سچا ہونا چاہیے یا سچا مانا جاسکے اور بقاء کیف کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ موجبہ ہو تو عکس نقیض بھی موجبہ ہونا چاہیے اور اصل قضیہ سالبہ ہو تو عکس نقیض بھی سالبہ ہونا چاہیے، جیسے "کل إنسان حیوان"، یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے جس میں انسان موضوع اور حیوان محمول ہے، پہلے ان دونوں کی نقیض نکالی جائے انسان کی نقیض "لا انسان" اور حیوان کی نقیض "لا حیوان" ہے، اب "کل إنسان حیوان" کا عکس نقیض اس طرح نکالا جائے کہ موضوع یعنی انسان کی نقیض "لا إنسان" کو محمول "حیوان" کی جگہ رکھا جائے گا اور محمول "حیوان" کی نقیض "لا حیوان" کو موضوع "انسان" کی جگہ رکھ جائے اور اسی طرح کہا جائے: "کل لا حیوان لا إنسان"، اس مثال میں جزء اول کی نقیض کو جزء ثانی اور جزء ثانی کی نقیض کو جزء اول کر دیا گیا ہے اور جس طرح اصل قضیہ سچا اور موجبہ ہے اسی طرح اس کا عکسِ نقیض بھی سچا اور موجبہ ہے۔

۳۔ ایک اہم ضابطہ:

موجبات اور سوالب کے عکسِ نقیض سمجھنے سے یہ ضابطہ ذہن نشیں رکھیں کہ عکسِ نقیض میں موجبات کا وہی حکم ہے جو عکس مستوی میں سالبات کا تھا، یعنی جس طرح سالبہ کلیہ کا عکس مستوی کلیہ کا عکس مستوی سالبہ کلیہ آتا ہے، اسی طرح موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آئے گا اور جس طرح سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا تو اسی طرح طرح موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض بھی نہیں آئے گا اور جس

---

(۱) شرح المنظومہ: ۱۷، تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۴۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۴۔

طرح موجبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ، اس کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے اسی طرح سالبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ، اس کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ آئے گا[1]۔

۴۔ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ آتا ہے:

موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ آتا ہے، جیسے: "كل إنسان حيوان" کا عکس نقیض "كل لا حيوان لا إنسان" آتا ہے، یہاں عکس نقیض کے دونوں شرائط موجود ہیں کہ اصل قضیہ سچا ہے اور عکسِ نقیض بھی سچا ہے اسی طرح اصل قضیہ موجبہ ہے اور عکسِ نقیض بھی موجبہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ آنا صحیح ہے، اس کو ہم دلیلِ خُلف سے ثابت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص "كل إنسان حيوان" کا عکس نقیض "كل لاحيوان لاإنسان" تسلیم نہ کرے تو ہم اس سے کہیں گے کہ اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو آپ کو اس کی نقیض "بعض الإنسان ليس بحيوان" کو صادق ماننی پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کیساتھ ملا کر شکل اول بنا کر دیکھیں گے کہ کوئی محال تو لازم نہیں آتا، اگر محال لازم آتا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ نقیض کی نقیض باطل ہے اور عکسِ نقیض صحیح ہے، چنانچہ ہم عکسِ نقیض کی نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنا کر یوں کہیں گے: بعض الإنسان ليس بحيوان (صغرى)، وكل إنسان حيوان (کبریٰ)، حد واسط "إنسان" کو گرادیا تو نتیجہ آیا: "بعض الحيوان ليس بحيوان" اور یہ محال ہے، کیونکہ یہ سلب الشيء عن نفسہ ہے اور یہ محال ہماری بات کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے لازم آرہا ہے تو معلوم ہوا کہ نقیض کاذب ہے اور عکسِ نقیض صادق اور صحیح ہے[2]۔

۵۔ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض نہیں آتا:

موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض آتا ہی نہیں، نہ موجبہ جزئیہ آتا ہے اور نہ موجبہ کلیہ، کیونکہ موجبہ جزئیہ میں عکسِ نقیض کی شرط نہیں پائی جارہی ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ موجبہ جزئیہ میں موضوع اعم اور محمول اخص ہو تو ایسی صورت میں نہ اس کا عکس نقیض موجبہ جزئیہ آسکتا ہے اور نہ موجبہ کلیہ اگر عکس نقیض نکالا جائے تو وہ صادق نہیں ہوگا، حالانکہ عکس نقیض میں اصل اور عکسِ نقیض دونوں کا صادق ہونا ضروری ہے، لہٰذا شرط نہیں پائی گئی، جیسے: "بعض الحيوان لاإنسان" یہ موجبہ جزئیہ حملیہ ہے اور صادق ہے اس کا موضوع "حیوان" ہے جو محمول "انسان" سے اعم ہے، اب اگر اس کا عکسِ نقیض نکالا جائے تو اسی طرح ہوگا: "بعض الإنسان لاحيوان" تو یہ صادق نہ ہوگا، اس لیے کہ بعض انسان کا حیوان نہ ہونا خلافِ اصل ہے، کیونکہ تمام انسان کا حیوان ہونا ضروری ہے کوئی بھی انسان

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۴۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۵۔

حیوانیت سے خالی نہیں، لہذا یہاں اصل قضیہ "بعض الحیوان لا إنسان" تو صادق ہے، لیکن اس کا عکسِ نقیض "بعض الإنسان لاحیوان "صادق نہیں، بلکہ کاذب ہے، لہذا موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض نہیں آتا[1]۔

۶۔سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض:

سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے: "لاشیء من الإنسان بفرس" کا عکس نقیض "بعض اللافرس لیس بلاإنسان" آتا ہے، اور سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے: "بعض الحیوان لیس بإنسان" کا عکس نقیض "بعض اللاإنسان لیس بلاحیوان "آتا ہے، یہاں اصل قضیہ کو بھی صادق ہے اور عکسِ نقیض بھی صادق ہے اسی طرح اصل قضیہ سالبہ ہے اور اس کا عکسِ نقیض بھی سالبہ ہے، اس کو طریقِ عکس سے ثابت کرتے ہیں۔

طریقِ عکس کی تقریر یہ ہے کہ سب سے پہلے عکس نقیض کی نقیض نکالی جائے پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے، یہ عکس اگر اصل قضیہ کے خلاف آئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل قضیہ کا عکس درست ہے اور عکسِ نقیض کی نقیض کا عکس درست نہیں، جیسے: "لاشیء من الإنسان بفرس "صادق ہے اس کا عکس نقیض "بعض اللافرس لیس بلاإنسان" بھی صادق ہے، اس لیے کہ یہ اگر صادق نہ ہو تو اس کی نقیض "کل لافرس لیس بلاانسان" صادق ہوگی اور اس کا عکس نقیض "کل إنسان فرس" ہے، حالانکہ اصل قضیہ "لاشیء من الإنسان بفرس" ہے اور چونکہ اصل مفروض الصدق ہے اور یہ عکس نقیض کا عکس اصل قضیہ کے منافی ہے، لہذا عکس کی نقیض کی نقیض اور اس کا عکس دونوں باطل ہیں اور اصل قضیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ "لیس بعض مالیس ب لیس ج" صادق ہے۔ اور سالبہ جزئیہ کی مثال لے کر بعینہ یہی تقریر اس پر جاری کر دیں جس سے سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ صادق ہو جائے گا اور عکس نقیض کی نقیض کا عکس باطل اور محال ہے[2]۔

۷۔شرطیات کا عکسِ نقیض:

شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ ہی ہو گا، جیسے: "کلما إزداد علم الإنسان قل إنکارہ" کا عکس نقیض یوں ہو گا: "کلّما ما قل الإنکار ما ازداد علم الإنسان"، اس کی دلیل یہ ہے کہ شرطیہ متصلہ میں مقدم ملزوم ہوتا ہے اور تالی لازم اور قاعدہ یہ ہے کہ ملزوم لازم کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتا، لہذا لازم کے انتفاء سے ملزوم کا انتفاء ضروری ہو گا اور یہی عکسِ نقیض کا مفہوم ہے اور جب تالی کی نقیض کو مقدم کیا جائے تو لازم کا انتفاء مقدم ہونے کی وجہ سے ملزوم ہو گا اور مقدم کی نقیض تالی ہو کر ملزوم کا انتفاء لازم ہو جائے گا تو عکسِ نقیض صادق ہو جائے گا اور اگر لازم کا صرف انتفاء ہو اور ملزوم کا انتفاء نہ ہو تو لزوم ہی باطل ہو جائے گا، حالانکہ اصل قضیہ کے مسلم الصدق ہونے کی وجہ سے لزوم مسلم ہے۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۶۴۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۶۵۔

شرطیہ متصلہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض نہیں آتا، کیونکہ کے عکسِ نقیض میں بقاء صدق کی شرط مفقود ہے، حالانکہ عکسِ نقیض میں بقاءِ صدق کی شرط ضروری ہے اور یہ شرط اس وجہ سے مفقود ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مادہ ہو جہاں موضوع اعم ہو اور محمول اخص ہو تو وہاں اصل قضیہ تو صادق ہو گا، لیکن اس کا نقیض صادق نہ ہو گا، جیسے: "قدیکون إذاکان الشیء حیواناکان لاإنسانا" ،اس قضیہ میں موضوع اعم ہے اور محمول خاص ہے اور یہ قضیہ صادق ہے، لیکن اس کا عکسِ نقیض "إذاکان الشیء إنسانالم یکن حیوانا" کاذب ہے،اس لیے کہ اس قضیہ سے یہ لازم آرہا ہے کہ کوئی بھی انسان حیوان نہیں،حالانکہ انسان کے لیے حیوانیت کا ہونا ضروری ہے۔

شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ دونوں کا عکسِ نقیض شرطیہ متصلہ سالبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے: "لیس البتة إذا کان المسلم منصفا کان ظالما" کا عکسِ نقیض یوں ہو گا: "قدلایکون اذا لم یکن المسلم ظالما لم یکن منصفا" ہو گا اور متصلہ سالبہ جزئیہ، جیسے: "قدلایکون إذا لم یکن المسلم ظالما لم یکن منصفا"، کا عکس متصلہ سالبہ جزئیہ، جیسے: "قد لایکون إذا لم یکن المسلم منصفا لم یکن ظالما" ہو گا۔ اب ہم ان کے نقیض کو طریقِ عکس سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ دونوں قضیے صادق ہیں اور ان کے عکسِ نقیض بھی صادق ہیں، اگر آپ اس کو صادق نہیں مانتے تو اس کی نقیض "کلمالم یکن ج د لم یکن أ ب" کو ماننی پڑے گی، پھر ہم اس کا عکس نکالیں گے اور وہ ہو گا: "کلماکان أ ب کان ج د" اور یہ عکس اصل قضیہ کے عکس نقیض کے خلاف اور منافی ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اصل قضیہ کا عکس نقیض صادق ہے اور اس کا عکسِ نقیض اور عکس دونوں باطل ہیں[1]۔

(ب)۔ متأخرین مناطقہ کے نزدیک عکسِ نقیض کی تعریف:

"هُوَجَعْلُ نَقِيْضِ الثَّانِيْ أَوَّلاً، وَعَيْنِ الْأَوَّلِ ثَانِياً مَعَ بَقَاءَ الصِّدْقِ وَمُخَالَفَةِ الْكَيْفِ"[2].

جزء ثانی کے نقیض کو جزء اول بنادینا، اور جزء اول کو بعینہ جزء ثانی بنادینا، باقی رکھتے ہوئے صدق اور مخالفۃ الکیف کو، یعنی اگر اصل قضیہ سچا ہو یا سچا مانا گیا ہو تو عکسِ نقیض بھی سچا ہو، یا سچا مانا جاسکے اور کیف بدل جائے، یعنی اگر اصل قضیہ موجبہ ہو تو عکسِ نقیض سالبہ، جیسے: "کل إنسان حیوان"، یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے اس میں پہلا جزء "انسان" ہے اور دوسرا جزء "حیوان" ہے، لہذا دوسرے جزء کی نقیض بنا کر اس کو پہلا جزء بنادیا جائے اور پہلے جزء کو بعینہ دوسرا جزء کر دیا جائے اور یوں کہا جائے: "لاشیء من اللاحیوان بإنسان"۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۶۔

[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۵۔

متأخرین مناطقہ کے نزدیک موجبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے:"كل إنسان حيوان "کا عکس نقیض"لا شيء من اللاحيوان بإنسان"اور موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا۔ سالبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے: 'لاشيء من الإنسان بحجر"کا عکس نقیض"بعض اللاحجر إنسان"اور سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض موجبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے:"بعض الحیوان لیس بانسان" کا عکس نقیض"بعض اللانسان حیوان "آتا ہے۔

۸۔ متاخرین نے متقدمین کی تعریف سے عدول کیوں کیا ہے؟

متاخرین نے متقدمین کی بیان کردہ عکس نقیض کی تعریف سے اس لیے عدول کیا ہے کہ متاخرین کہتے ہیں کہ جس دلیل سے متقدمین نے عکسِ نقیض ثابت کیا وہ طریقہ ہر جگہ جاری نہیں ہو سکتا، کیونکہ متقدمین کی ذکر کردہ تعریف کے مطابق قضیہ کا عکس نقیض موجبہ معدولہ ہے اس کو نہ ماننے کی صورت میں اس کی نقیض سالبہ معدولۃ المحمول لازم آئے گا جو موجبہ محصلہ کو مستلزم نہیں، کیونکہ سالبہ معدولۃ المحمول موجبہ محصلہ سے اعم ہوتا ہے، یعنی خواہ موضوع خارج میں موجود ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں وہ صادق ہوگا اور موجبہ محصلہ کے صادق ہونے کے لیے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے اور عام کے صادق ہونے سے خاص کا صادق ہونا ضروری نہیں اور دلیل کا جاری ہونا موجبہ محصلہ کے لزوم پر موقوف ہے، لہذا دلیل جاری نہیں ہوگی اور متقدمین کا عکسِ نقیض ثابت نہیں ہوگا، اس کو ایک مثال سے سمجھیں کہ متقدمین نے جو کہا ہے کہ اصل قضیہ "كل ج ب"کا عکس نقیض"كل ماليس ب ليس ج"ہے، اگر اس کو کوئی نہ مانے تو اس کی عکسِ نقیض"بعض ماليس ب ج"کو ماننی پڑے گی، ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا، پھر ہم اس نقیض کا عکس مستوی نکالیں گے اور وہ ہوگا:"بعض ماليس ج ب"جو اصل قضیہ"كل ج ب"کے منافی ہے۔

اس پر متاخرین نے منع وارد کیا کہ یہ ہمیں تسلیم نہیں کہ اگر"كل ماليس ب ليس ج "صادق نہ ہو تو"بعض ما ليس ب ج"صادق ہوگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ موجبہ کلیہ کی نقیض نہیں، اس کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے، یعنی"بعض ماليس ب ليس ج"اور یہ پہلے سے اعم ہے اس لیے کہ سالبہ جزئیہ موجبہ جزئیہ سے اعم ہوتا ہے، پس اعم کے صادق ہونے سے خاص کا صادق ہونا ضروری نہیں کہ محال لازم آئے[1]۔

دوسری بات یہ ہے کہ سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا، لہذا آپ نے طریق عکس سے جو اپنے مدعیٰ کو ثابت کیا ہے صحیح نہیں اور نہ ہی آپ اپنے مدعیٰ کو دلیل خلف سے ثابت کر سکتے ہیں، کیونکہ سالبہ جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، کیونکہ شکل اول کے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے اور صغریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، کیونکہ صغریٰ کا موجبہ ہونا ضروری ہے اور آپ نے جو نقیض نکالی ہے وہ سالبہ جزئیہ ہے، لیکن متقدمین کی طرف سے میر سید شریف نے متاخرین کے اشکال کا جواب دیا کہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ نقیض نام ہے رفع شئ کا، لہذا عکس نقیض سے جو قضیہ حاصل ہوگا، یعنی"كل ماليس ب ليس ج"وہ موجبہ معدولۃ الطرفین نہ

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۶۶-۳۶۷۔

ہو گا، بلکہ موجبہ سالبۃ الطرفین ہو گا اور اس کو نہ ماننے کی صورت میں ”لیس بعض مالیس ب لیس ج“ سالبہ سالبۃ الطرفین صادق ہو گا اور سالبہ سالبۃ الطرفین موجبہ محصلہ مستلزم ہو جائے گا اور دلیل تام ہو گی[1]۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ سالبہ معدولۃ المحمول اگرچہ موجبہ محصلہ سے اعم ہے، لیکن سالبہ سالبۃ المحمول اس سے عام نہیں، بلکہ اس کے مساوی ہے، یہ جواب تو متقدمین کی تعریف کے مطابق متاخرین کی جانب سے منع کا تھا اور متاخرین نے متقدمین کی تعریف پر نقض وارد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ متقدمین کا قاعدہ ان موجبہ قضیوں میں جن میں محمول کے مفہومات عامہ ہیں جاری نہیں ہوتا اور اس لیے ان کا قاعدہ ان سالبہ قضیوں میں صحیح نہیں کہ جن کے موضوع مفہوماتِ شاملہ ہیں، جیسے: ”لاشی من اللاشیء بانسان“ صادق ہے اور اس کا عکس ”لاشیء من اللانسان شیء“ کاذب ہے، وعلی کل حال متاخرین نے ان منع اور نقض کے اعتراض کو محقق جان کر تعریف میں تبدیلی کر دیا اور دوسرے انداز میں عکس نقیض کی تعریف کی ہے اور متقدمین کی تعریف سے عدول کیا۔

۹۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: مہملہ موجبہ کا عکس نقیض نہیں آتا، کیونکہ یہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲: عند الجمہور متقدمین کا مذہب راجح ہے اور علوم میں عکس نقیض اسی معنی میں متعارف و مستعمل ہے اور متاخرین کا ذکر کردہ عکس نقیض غیر مستعمل ہے[2]۔

قاعدہ نمبر ۳: محصورات اربعہ کے عکس مستوی میں جو حال سالبہ کا ہے وہی حال یہاں موجبہ کا ہو گا، اور جو حال وہاں موجبہ کا ہے وہ یہاں سالبہ کا ہو گا، لہٰذا موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ ہو گا، اور سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ ہو گا، موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا۔

قاعدہ نمبر ۴: جزءِ اول سے مراد قضیہ حملیہ میں موضوع اور جزءِ ثانی سے مراد محمول ہے اور قضیہ شرطیہ میں جزءِ اول سے مراد مقدم اور جزءِ ثانی سے مراد تالی ہے[3]۔

قاعدہ نمبر ۵: اکثر مناطقہ قضایا کے عکوس کو دلیل خلفی سے ثابت کرتے ہیں، جس کی تفصیل ماقبل گذر چکی ہے[4]۔

۱۰۔ تمرین:

(الف)۔ عکس نقیض کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف بیان کریں۔

---

[1] ہامش تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۶-۳۶۷۔

[2] حاشیہ سید شریف علی تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۶۴۔

[3] شرح تہذیب: ۱۲۶۔

[4] شرح تہذیب: ۱۲۷۔۱۲۹۔

(ب)۔ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض کیا آتا ہے؟ نیز موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض کیوں نہیں آتا؟
(ج)۔ سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض بیان کریں۔
(د)۔ شرطیات کی عکس نقیض کی تفصیل بیان کریں۔
(ھ)۔ متاخرین نے متقدمین کی تعریف سے عدول کیوں کیا ہے؟
(و)۔ مندرجہ ذیل قضایا (جن قضایا کی عکس نقیض ممکن ہے) کا عکس نقیض نکالیں؟

الْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ، بَعْضُ المسْلِمِ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ، كُلُّ طِفْلٍ مُجْتَهِدٌ، زَيْدٌ لَيْسَ بِمَيِّتٍ، كُلُّ مُسْلِمٍ مُؤْمِنٌ، لَوْكَانَ الْعَالَمُ مُتَغَيِّراً كَانَ حَادِثًا، لَوْكَانَتِ الدُّنْيَا تَدُوْمُ لِوَاحِدٍ لَكَانَ رَسُوْلِ اللهِ فِيْها مُخَلَّدًا، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍّ، قَدْ يَكُوْنُ إِذَا كَانَ الْمنْصِفُ مُسْلِماً كَانَ الْكَافِرُ ظَالمًا، زَيْدٌ عَالِمٌ، بَعْضُ مَنْ عَلَيْهَا لَيْسَ بِفَانٍّ، زَيْدٌ إِمَّا عَالِمٌ أَوْجَاهِلٌ، كُلُّ كَافِرٍ ظَالِمٌ، وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبلَةَ بَعْضٍ، لَيْسَ الْبَتَّةَ إِنْ كَانَ الْلَيْلُ مَوْجُوْداً فَالشَّمْسُ طَالِعَةً، دَائِمًا الْعَدَدُ الصَّحِيْحُ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ زَوْجاً أَوْ فَرْداً، الأَرْبَعَةُ نِصْفٌ، زَيْدٌ جَاهِلٌ، كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنهَا أُعِيدُوا فِيهَا، كُلُّ مُشْرِكٍ كَافِرٌ، بَعْضُ طَالِبِ الْعِلْمِ مُجْتَهِدًا، بَعْضُ الْكَافِرِ مُشْرِكٌ، خُلُوْدًا إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْجِسْمُ فِى الماءِ أَوْ لَا يَغْرِقَ، بَعْضُ المسْلِمِ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ، كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ، بَعْضُ النُّفُوْسِ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَتْ بِرَهِيْنَةٍ، بَعْضُ النَّاسِ أَتْقَياءُ، بَعْضُ الطَّيْرِ أَسْوَدُ، لَا شَىْءَ مِنَ النَّاسِ بِأَتْقِيَاءُ، أَحْمَدُ إِمَّا شَاعِرٌ أَوْكَاتِبٌ، لَا شَىْءَ مِنَ الطَّيْرِ بِأَسْوَدَ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

❁...... اصلِ قضیہ: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ": قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔۔ عکس نقیض عند المتقدمین: "كُلُّ لَا لَاضِلَالَةٍ لَابِدْعَةٍ" قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

❁......اصلِ قضیہ: "كُلُّ مُسْلِمٍ مُؤْمِنٌ": قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ کلیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔۔ عکسِ نقیض عند المتاخرین: "لَاشَىْءَ مِنَ الْلَامُؤْمِنٍ بِمُسْلِمٍ"۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ کلیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔

❁......اصلِ قضیہ: " لَا شَىْءَ مِنَ الْعُلُوْمِ بِمُفِيْدٍ": قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ کلیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔۔ عکسِ نقیض عند المتاخرین: "بَعْضُ الْلَامُفِيْدِ عُلُوْمٌ"۔ قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ حقیقہ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ مغیرہ معدولہ معدولۃ الموضوع۔

۞......اصل قضیہ:"بَعْضُ المسْلِمِ لَیْسَ بَمُؤْمِنٍ": قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ سالبہ جزئیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ غیر مغیرہ غیر معدولہ۔۔۔ عکسِ نقیض عند المتاخرین:"بَعْضُ الْلامُؤْمِنِ مُسْلِمٌ": قضیہ حملیہ متعارفہ ساذجہ ثنائیہ محصورہ مسورہ موجبہ جزئیہ حقیقۃ خارجیہ بتیہ عدمیہ غیر منحرفہ محصلہ مغیرہ معدولہ معدولۃ الموضوع۔

۞......اصل قضیہ:"کُلَّمَا ازْدَادَ عِلْمُ الْإِنْسَانِ قَلَّ إِنْکَارُہُ"۔: قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ محصورہ موجبہ کلیہ۔۔۔ عکسِ نقیض عند المتقدمین:"کُلَّمَا مَا قَلَّ الْإِنْکَارُ مَا ازْدَادَ عِلْمُ الإِنْسَانِ" : قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ محصورہ موجبہ کلیہ۔

۞......اصل قضیہ:"لَیْسَ الْبَتَّۃَ إِذَا کَانَ الْمُسْلِمُ مُنْصِفاً کَانَ ظَالِماً"۔ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ محصورہ سالبہ کلیہ۔۔۔ عکسِ نقیض عند المتقدمین:"قَدْ لَا یَکُوْنُ إِذَا لَمْ یَکُنِ المسْلِمُ ظَالِماً لَمْ یَکُنْ مُنْصِفاً"۔ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ محصورہ سالبہ جزئیہ۔

فصل ششم: موجہات کی عکسِ نقیض

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

عموماً مناطقہ متاخرین کے مذہب کے مطابق عکسِ نقیض کے احکامات بیان کرتے ہیں، اس لیے ہم بھی متاخرین کے قول کے مطابق عکسِ نقیض کے احکامات بیان کریں گے: قضایا موجہہ موجبہ میں سے سات قضیے ایسے ہیں، جن کا عکسِ نقیض نہیں آتا، صرف چھ قضایا موجبہ موجہہ کا عکسِ نقیض آتا ہے وہ قضایا جن کا عکسِ نقیض نہیں آتا وہ یہ ہیں:

۱۔ وقتیہ، ۲۔ منتشرہ، ۳۔ وجودیہ لاضروریہ، ۴۔ وجودیہ لادائمہ، ۵۔ ممکنہ عامہ، ۶۔ ممکنہ خاصہ، ۷۔ مطلقہ عامہ۔ اور جن کا عکسِ نقیض آتا ہے وہ یہ ہیں: ۱۔ ضروریہ مطلقہ، ۲۔ دائمہ مطلقہ، ۳۔ مشروطہ عامہ، ۴۔ عرفیہ عامہ، ۵۔ مشروطہ خاصہ، ۶۔ عرفیہ خاصہ۔

۲۔ قضایا موجہہ موجبہ کا عکسِ نقیض:

عکسِ نقیض قضایا موجبہ موجہہ کا وہی حکم ہے جو عکس مستوی میں قضایا موجہہ سالبہ کا حکم ہے اور قضایا موجہات سالبات میں سات (وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ، مطلقہ عامہ) کا عکس مستوی نہیں آتا، لہٰذا مذکورہ قضایا موجہات موجبات کا عکسِ نقیض نہیں آئے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان سات قضایا میں وقتیہ سب سے اخص ہے اور وہ اس کے عکسِ نقیض میں عکسِ نقیض کی شرط مفقود ہے، یعنی عکسِ نقیض کے لیے یہ شرط تھی کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو تو اس کا عکسِ نقیض بھی صادق ہونا ضروری ہے اور وقتیہ کا عکسِ نقیض صادق نہیں، بلکہ کاذب ہے، جیسے: "بالضرورۃ کل قمر فھو لیس بمنخسف وقت التربیع لادائما" یہ قضیہ وقتیہ موجبہ کلیہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس "لیس بعض المنخسف بقمر بالإمکان العام" صادق نہیں، کاذب ہے، اس لیے کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہر منخسف ضروری طور پر قمر ہے اور جب وقتیہ منعکس نہیں ہوتا تو باقی قضایا بھی منعکس نہیں ہوں گے۔

اس دلیل یہ ہے کہ عکس قضیہ کے لیے لازم ہے اور خاص عام کے لیے لازم ہے اور لازم کا لازم لازم ہوتا ہے اور وقتیہ خاص ہے اور بقیہ قضایا اعم ہیں اور خاص یعنی وقتیہ کا منعکس نہ ہونا اعم یعنی باقی قضایا کے منعکس نہ ہونے کو لازم ہوگا اور یہ بات پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وقتیہ منعکس نہیں ہوتا تو باقی قضایا بھی منعکس نہ ہوں گے[1]۔

۳۔ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا عکسِ نقیض:

ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا عکسِ نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے: "بالضرورۃ/یا دائما کل ج ب" دونوں قضیے صادق ہیں، ان کا عکسِ نقیض "دائما لا شیء مما لیس ب ج" ہے اور یہ بھی صادق ہے اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو ہم اس سے کہیں گے کہ آپ کو اس کی نقیض "بعض مالیس ب ج بالفعل" کو تسلیم کرنا پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۶۹۔

جو محال ہے، پھر ہم اس قضیہ کو اصل قضیہ کیساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے اور نقیض کو صغری اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے: "بعض مالیس ب ج بالفعل، وبالضرورۃ /یادائما کل ج ب" حد اوسط "ج" کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا: "بعض ما لیس ب فھو ب بالضرورۃ"، اگر اصل قضیہ ضروریہ مطلقہ ہو اور "بعض مالیس ب فھو ب دائما" اور اگر اصل قضیہ دائمہ ہو اور یہ نتیجہ محال ہے اور یہ چونکہ ہمارا دعوی کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ اور دائمہ مطلقہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ آتا ہے نہ ماننے کی وجہ سے لازم آیا، اس لیے نقیض باطل اور ہمارا دعویٰ صحیح ہے[1]۔

۴۔ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض:

ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آتا، اس کی دلیل یہ ہے کہ فرض کرو کہ زید بالفعل صرف گھوڑے کی سواری کرتا ہے تو اس اعتبار سے "بالضرورۃ کل مرکوب زیدفرس" صادق ہوگا، اس کا عکس نقیض "لاشیء مما لیس بفرس مرکوب زیدبالضرورۃ" کاذب ہوگا، اس لیے کہ اس کی نقیض "بعض مالیس بفرس مرکوب زید بالإمکان العام" صادق ہے اور بعض مرکوب حمار ہے اور جب اصل اور نقیض میں سے ایک صادق ہو تو دوسرا یقینی طور پر کاذب ہوگا، کیونکہ اگر دونوں صادق ہوجائیں تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے اور یہاں نقیض کو صادق مان لیا گیا ہے، لہذا "لاشیءمالیس بفرس مرکوب زیدبالضرورۃ" کاذب ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آسکتا[2]۔

۵۔مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس نقیض عرفیہ عامہ آتا ہے:

مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ اور عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے: "بالضرورۃ/یادائما کل ج ب مادام ج"، یہ دونوں قضیے صادق ہیں، ان کا عکس نقیض "لاشیءمالیس ب ج مادام لیس ب" ہے اور یہ بھی صادق ہے اور اگر کوئی اس کو نہ مانے تو ہم اس سے کہیں گے کہ اس کی نقیض "بعض مالیس ب ج حین ھولیس ب" آپ کو ماننی پڑے گی، ورنہ تو ارتفاعِ نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کیساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے، نقیض صغری اور اصل قضیہ کبری بنا کر اس طرح کہیں گے: "بعض مالیس ب حین ھولیس ب ،وبالضرورۃ/یادائما کل ج ب مادام ج"، حد اوسط "ج" کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا: "بعض مالیس ب ب حین ھولیس ب" اور یہ نتیجہ محال ہے، کیونکہ یہ سلب الشیء عن نفسہ ہے اور یہ محال نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، لہذا نقیض باطل اور اصل قضیہ کا عکسِ نقیض درست ہے[3]۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۶۹۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۶۹۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ:۳۶۹۔

۶۔ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکسِ نقیض:

مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ لادوام فی البعض آتا ہے، جیسے: "کل کاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام کاتبا لادائما" یہ قضیہ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکسِ نقیض "دائما لاشیء ممالیس بمتحرك الأصابع بکاتب مادام لیس متحرك الأصابع لادائما فی البعض" ہے اور یہ بھی صادق ہے اور چونکہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں اصل اور ان کا عکسِ نقیض دونوں مرکبہ ہیں، لہذا ان میں دو دو جزء ہیں، اصل قضیہ کے جزء اول عکسِ نقیض عرفیہ عامہ سالبہ آئے گا اور اصل قضیہ کے جزء ثانی کا عکس نقیض لادوام فی البعض یعنی مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آئے گا۔

اب ہم اولاً عکس کے جزء اول کو ثابت کرتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ کے جزء اول کا عکسِ نقیض "لاشیء ممالیس ب ج مادام لیس ب" تو اس لیے صادق ہے کہ عرفیہ عامہ عامتین کو لازم ہے، یعنی جہاں عرفیہ عامہ صادق ہو گا وہاں مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ دونوں صادق ہوں گے اور خاصتین کے مقابلہ میں عامتین عام ہے اور عام کا لازم خاص کا لازم ہوتا ہے، کیونکہ قاعدہ ہے کہ لازم کا لازم لازم ہوتا ہے، لہذا مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے جزء اول کا عکسِ نقیض عرفیہ عامہ صادق ہو گا[1]۔

اب جزء ثانی کے عکسِ نقیض کو ثابت کرتے ہیں کہ لادام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور جزء اول چونکہ موجبہ ہے، لہذا لادوام سے سالبہ کلیہ کی طرف اشارہ ہو گا، یعنی "لاشیء من ج ب بالفعل" اور اس کا عکسِ نقیض ہو گا: "بعض مالیس ب ج بالفعل"۔ اور اگر اس کو نہیں مانتے ہم اس کی نقیض "لاشیء ممالیس ب ج دائما" کو ماننی پڑے گی، پھر ہم اس کا عکس مستوی نکالیں گے اور وہ ہو گا: "لاشیء من ج لیس ب دائما"، حالانکہ بحکم لادوام اصل قضیہ "لاشیء من ج ب بالفعل" تھا اور عکس اصل قضیہ کے منافی ہے، کیونکہ لادوام اصل میں مطلقہ عامہ سالبہ بسیطہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی "لاشیء من ج بالفعل"، جو "کل ج فہو لیس ب بالفعل" کو مستلزم ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ وجودِ موضوع کے وقت موجبہ معدولۃ المحمول کو مستلزم ہوتا ہے اور موضوع یہاں محقق ہے، اس لیے کہ اصل موجبہ ہے، لیکن چونکہ "کل ج ھو لیس ب بالفعل" (کل کاتب فھو لامتحرك الأصابع بالفعل) صادق ہے، کیونکہ اس کا ملزوم صادق ہے تو نقیض اور عکس مستوی دونوں کاذب ہوں گے اور لادوام فی البعض حق اور صادق ہو گا[2]۔

۷۔ قضایا موجہہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض:

قضایا موجہہ موجبہ جزئیہ میں سے صرف دو قضیوں کا عکسِ نقیض آتا ہے: مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ، ان کے علاوہ باقی قضایا موجہہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض بالکل نہیں آتا اور مناطقہ ان دو قضیوں کے عکس نقیض کو دلیل افتراض سے ثابت کرتے ہیں جس کی

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۰۷۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۰۷۔

تقریر یہ ہے کہ "بالضرورة بعض ج ب مادام ج لادائما" یہ قضیہ مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ ہے اور صادق ہے اس کا عکسِ نقیض "بعض ما لیس لیس ب لیس ج مادام لیس ب لادائما" ہے، ہم اصل قضیہ کے ذاتِ موضوع یعنی "ج" کو "د" فرض کرتے ہیں اور لادوام سے چونکہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے تو اصل قضیہ کے لادوام سے "دلیس ب بالفعل" ہوگا اور یہ صادق ہے اور اس کی نقیض "دلیس ج مادام لیس ب" بھی صادق ہوگی اور اگر یہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض "دج فی بعض أوقات کونه لیس ب" صادق ہوگی اور اس کا عکس ہوگا: "دلیس ب فی بعض أوقات کونه ج" اور یہ عکس اصل قضیہ کے منافی ہے، کیونکہ اصل قضیہ یہ تھا کہ "دج" کے تمام اوقات میں "ب" ہے اور یہ قضیہ مفروض الصدق ہے، لہذا نقیض اول عکس دونوں کاذب ہیں اور اصل قضیہ کا عکسِ نقیض "دلیس ج مادام لیس ب" صادق ہے اور وصفِ عنوانی کی وجہ سے "دج بالفعل" بھی صادق ہے اور جب "د" پر "لیس ب" اور "لیس ج مادام لیس ب" صادق آیا تو قضیہ "بعض مالیس ب لیس ج مادام لیس ب" بھی صادق ہوگا اور یہ عکسِ نقیض کا پہلا جزء ہے اور جب وصف عنوانی کی وجہ سے "د" پر "ج" بالفعل صادق ہے تو قضیہ "بعض مالیس ب ج بالفعل" بھی صادق ہوگا اور یہ "لادوام" کا مفہوم ہے، لہذا عکسِ نقیض کا دونوں جزء صادق ہو گیا، جو مطلوب ہے تو معلوم ہوا کہ مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ آئے[1]۔

۸۔ خاصتین کے علاوہ باقی قضایا موجہہ کے عکسِ نقیض نہ آنے کی وجہ:

خاصتین (مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ) کے علاوہ باقی قضایا موجہہ کے عکسِ نقیض نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ موجبہ مرکبہ میں سب سے اخص وقتیہ ہے، موجہہ بسیطہ میں سب سے اخص ضروریہ مطلقہ ہے، ضروریہ مطلقہ اور وقتیہ دونوں کا عکسِ نقیض نہیں آتا اور اخص کا منعکس نہ ہونا اعم کے منعکس نہ ہونے کو مستلزم ہے، لہذا مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے علاوہ کسی بھی قضیہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آئے گا، ضروریہ مطلقہ اور وقتیہ کے منعکس نہ ہونے کی مثال یہ ہے: "بالضرورة بعض هولیس بإنسان" ضروریہ مطلقہ ہے اور صادق ہے، لیکن کا س کا عکسِ نقیض "بعض الإنسان لیس بحیوان بالإمکان العام" صادق نہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کی نقیض "کل إنسان حیوان بالضرورة" صادق ہے اور جب نقیض صادق ہے تو اصل یعنی موجبہ جزئیہ ضروریہ مطلقہ کا عکسِ نقیض ضرور کاذب ہوگا، ورنہ تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض نہیں آئے گا اور وقتیہ کا عکسِ نقیض بھی اسی وجہ سے نہیں آتا کہ اس کے عکس نقیض میں بقاء صدق کی شرط نہیں پائی جارہی ہے، جیسے: "بعض القمر هولیس بمنخسف وقت التربیع لادائما" یہ قضیہ وقتیہ موجبہ جزئیہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکسِ نقیض "بعض المنخسف لیس بقمر بالإمکان العام" کاذب ہے، اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض منخسف قمر نہیں، حالانکہ ہر منخسف ضروری طور پر قمر ہے اور جب یہی دونوں یعنی ضروریہ مطلقہ

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۷۱۔

اور وقتیہ ہی کا عکس نقیض نہیں آتا تو باقی کا کیسے آسکتا ہے کیونکہ یہ دونوں سب سے اخص ہیں اور اخص عدم انعکاس اعم کے عدم انعکاس کا لازم ہے[1]۔

۹۔ تمرین:

(الف)۔ کن قضایا کا عکس نقیض نہیں آتا؟

(ب)۔ قضایا موجبہ موجہہ کا عکس نقیض بیان کریں۔

(ج)۔ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا عکس نقیض بیان کریں۔

(د)۔ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس نقیض بیان کریں۔

(ھ)۔ قضایا موجبہ موجہہ کا عکس نقیض بیان کریں۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ:۳۷۲۔

فصل ہفتم: سوالب کا عکسِ نقیض

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

سوالب خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ان کا عکسِ نقیض جزئیہ ہی آتا ہے، کلیہ نہیں، کیونکہ اگر ان کا عکسِ نقیض نکالا جائے تو پھر عکسِ نقیض میں بقاءِ صدق کی شرط فوت ہوجاتی ہے اور شرط اس وجہ سے فوت ہوتی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ موضوع سے محمول کی نقیض اعم ہو تو وہاں اصل قضیہ تو صادق ہوگا، لیکن عکسِ نقیض صادق نہ ہوگی اور چونکہ اخص کا اعم کے ہر ہر فرد کے لیے ثابت ہونا ممتنع ہے اس لیے سالبہ کلیہ کا عکسِ نقیض سالبہ کلیہ نہیں ہوگا، بلکہ کاذب ہوگا، حالانکہ عکسِ نقیض کا صادق ہونا ضروری ہے، جیسے: "لا شیء من الإنسان بحجر"، یہ اصل قضیہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکسِ نقیض صادق نہیں، کیونکہ اس قضیہ میں موضوع یعنی انسان اخص ہے اور محمول "حجر" کی نقیض "مالیس بحجر" ہے جو اعم ہے اور جب اس کو موضوع بنادیا جائے گا تو اس طرح ہوجائے گا: "کل مالیس بحجر إنسان"، جس سے خاص اعم کے ہر ہر فرد کے لیے ثابت ہوگا، حالانکہ خاص کا عام کے ہر ہر فرد کے لیے ثابت ہونا ممتنع ہے، ورنہ گھوڑا، گدھا وغیرہ ہر ایک کا انسان ہونا لازم آئے گی، کیونکہ یہ سب کے سب "مالیس بحجر" ہیں، حالانکہ ان سب کا انسان ہونا ممتنع اور محال ہے، معلوم ہوا کہ سالبہ کلیہ کا عکسِ نقیض سالبہ کلیہ نہیں آسکتا[1]۔

۲۔ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ و جزئیہ کا عکسِ نقیض:

مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ کا عکسِ نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ آتا ہے اس کو دلیل افتراض سے ثابت کرتے ہیں کہ اصل قضیہ کا جزء اول اگرچہ سالبہ ہے جو موضوع کے موجود ہونے کا تقاضا نہیں کرتا، لیکن دوسرے جزء یعنی لادوام ذاتی سے موجبہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے اور موجبہ موضوع کے وجود کا تقاضا کرتا ہے، لہذا جہاں مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ صادق ہوگا تو وہاں موضوع موجود ہوگا تو اس موضوع کو ذاتِ معین فرض کیا جائے گا، پس اس پر محمول کی نفی اور موضوع ثبوت دونوں صادق ہوں گے اور عکسِ نقیض حینیہ مطلقہ صادق ہوگا، دلیل افتراض اس طرح جاری کی جائے گی، مثلاً: "بالضرورة لاشيء من ج ب مادام ج لادائما" (بالضرورة لاشيء من الكاتب بساكن الأصابع مادام كاتبا لادائما)، یہ قضیہ مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ ہے اور صادق ہے اور اس کا عکسِ نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ آئے گا اور وہ ہے: "بعض مالیس ب حین هو لیس ب" (بعض مالیس بساكن الأصابع كاتب حين هو ليس بساكن الأصابع) اور یہ بھی صادق ہے۔

ہم اس کو دلیل افتراض سے ثابت کریں گے اس طور پر کہ ذاتِ موضوع یعنی "ج" کو "د" فرض کریں گے تو "لیس ب" ہوگا اور جزء اول کا یہی مفہوم ہے اور "د، ب" نہ ہونے کے بعض اوقات میں "د" بھی ہوگا، اس لیے کہ وہ "ج" ہونے کے تمام اوقات میں "لیس ب" تھا اور جب اس مفروضہ ذاتِ معین یعنی "د" پر "لیس ب" اور "ج فی بعض أوقات كونه ليس ب"

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۷۳۔

دونوں صادق آئے تو "بعض مالیس ب ج ھو لیس ب" ہو گا اور یہی مدعیٰ ہے، لہذا مشروطہ خاصہ سالبہ کا عکسِ نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ صادق ہے[1]۔

۳۔ ایک اشکال اور اس کا جواب:

سالبہ کلیہ کے کلیہ منعکس نہ ہونے کی جو دلیل بیان کی ہے کہ ہو سکتا ہے محمول کی نقیض موضوع سے اعم ہو تو اس وقت عکسِ نقیض صادق نہ ہو گا، بلکہ کاذب ہو گا، حالانکہ عکسِ نقیض کا صادق ہونا ضروری ہے تو اسی دلیل پر یہ اشکال ہے کہ جب محمول کی نقیض موضوع سے اعم نہ ہو، بلکہ اخص یا مساوی ہو تو عکسِ نقیض موجبہ کلیہ صادق ہونا چاہیے، کیونکہ عکس کے بعد اخص یا مساوی موضوع ہو جائے گا اور اخص یا مساوی پر اعم کا کلیۃً صدق صحیح ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عکسِ نقیض چونکہ قضیہ کو لازم ہوتا ہے، اس لیے بعض مادوں میں صدق کافی نہیں اور ایک مادہ میں عدم صدق سے لزوم باطل ہو جائے گا، لہذا سالبہ کلیہ عکسِ نقیض کی صورت میں بھی موجبہ کلیہ نہیں آئے گا[2]۔

۴۔ علامہ قطب الدین رازی کا نقطہ نظر:

بعض مناطقہ کہتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ سالبہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کا عکسِ نقیض حینیہ مطلقہ آتا ہے، لیکن علامہ قطب الدین رازی فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں، بلکہ ان کا عکسِ نقیض حینیہ لادائمہ ہے، حینیہ لادائمہ چونکہ مرکبہ ہے اس میں دو جزء ہیں، حینیہ مطلقہ تو ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں، اس لیے اسے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں اور دوسرا جزء لادوام ہے جس سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، اس کو دلیل خلف سے ثابت کرتے ہیں کہ اگر آپ عکس نقیض مطلقہ عامہ کو تسلیم نہیں کرتے تو آپ کو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ تسلیم کرنی پڑے گی، حالانکہ یہ نقیض لادوام اصل کے منافی کو مستلزم ہو گی اور چونکہ لادوام اصل مفروض الصدق ہے، لہذا نقیض سے خلافِ مفروض لازم آئے گا جو باطل ہے، لہذا نقیض باطل ہو جائے گی اور مطلقہ عامہ جو مطلوب ہے ثابت ہو جائے گا[3]۔

۵۔ وقتیین اور وجودیتین کا عکسِ نقیض:

وقتیہ مطلقہ، منتشرہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ ان چاروں قضایا کا عکسِ نقیض مطلقہ عامہ آتا ہے اس کو دلیلِ افتراض سے ثابت کرتے ہیں کہ جب موضوع کو ذاتِ معین فرض کیا جائے گا تو اس پر سلب محمول صادق آئے گا جو عکسِ نقیض کا جزء اول ہے اور چونکہ وصفِ عنوانی کا صدق بالفعل ہوتا ہے، لہذا اس پر موضوع بالفعل صادق ہو گا، یہ عکسِ نقیض کا جزء ثانی ہے، لہذا عکسِ نقیض کے دونوں جزء ثابت ہو گئے اور یہی مطلوب ہے، جیسے: "لاشیء من ج ب بالفعل لادائما"، (لاشیء من الکاتب بساکن الأصابع بالفعل لادائما)، یہ قضیہ وجودیہ لادائمہ ہے اور صادق ہے اس کا عکسِ نقیض ہے: "بعض مالیس ب

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۷۳۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۷۳۔
[3] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۷۴۔

ج بالإطلاق العام"(بعض مالیس بساکن الأصابع کاتب بالإطلاق العام)اور یہ بھی صادق ہے۔

اب ہم اسے دلیل افتراض سے ثابت کرتے ہیں کہ ہم ذاتِ موضوع کو"د"فرض کرتے ہیں تو"دلیس ب"ہے اور یہی جزءِ اول کا مفہوم ہے اور"دج بالفعل"ہے، کیونکہ لادوام سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہو گا، پس"بعض مالیس ب ج بالإطلاق"صادق ہو گا اور یہی ہمارا مطلوب و مقصود ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ وقتیین اور وجودیتین کا عکس نقیض مطلقہ عامہ آتا ہے۔

۶۔ ایک اشکال اور اس کا جواب:

اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب وقتیین اور وجودیتین چاروں قضیے مرکبہ ہیں تو ان کا عکس نقیض مطلقہ عامہ کیوں آتا ہے جو بسیطہ ہو، دوسرا جزء جو لادوام یا لاضرورۃ ہے ان کا عکسِ نقیض کیوں نہیں آتا، تاکہ عکسِ نقیض بھی مرکبہ ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وصفِ عنوانی بعض مادوں میں ضروری ہو تو ایسے مادوں میں سلب موضوع بالامکان صادق نہیں ہو سکتا، لہٰذا عکسِ نقیض میں ممکنہ عامہ صادق نہ ہو گا اور جب ممکنہ جو اعم القضایا ہے صادق نہ ہو گا تو کوئی عکسِ نقیض صادق نہ ہو گا، جیسے:"لیس بعض الإنسان بلاکاتب لابالضرورۃ"، وجودیہ لاضروریہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکسِ نقیض "بعض الکاتب إنسان لابالضرورۃ"کاذب ہے، کیونکہ اس قضیہ سے لازم آرہا ہے کہ بعض کا انسان ہونا ضروری نہیں، حالانکہ ہر کاتب کا انسان ہونا ضروری ہے، انسان کے علاوہ گھوڑا، گدھا وغیرہ کاتب نہیں ہو سکتے تو چونکہ جزء ثانی کا عکسِ نقیض لانے کی وجہ سے عکسِ نقیض کا کاذب ہونا لازم آرہا ہے، حالانکہ عکس نقیض کا صادق ہونا ضروری ہے، لہٰذا جزء ثانی کا عکسِ نقیض نہیں آئے گا اور جب جزء ثانی کا عکس نقیض نہیں آئے گا تو مذکورہ چاروں مرکبہ کا عکسِ نقیض بسیطہ یعنی مطلقہ عامہ موجبہ آئے گا[1]۔

۷۔ تمرین:

(الف)۔ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ و جزئیہ کا عکس نقیض کیا آتا ہے؟ اس میں علامہ رازیؒ کا مذہب بیان کریں۔

(ب)۔ وقتیین اور وجودیتین کا عکس نقیض کیا آتا ہے؟

(ج)۔ وقتیین اور وجودیتین کا عکس نقیض مطلقہ عامہ کیوں آتا ہے؟

---

[1] تحریر القواعد المنطقیۃ: ۳۷۴۔

باب ہشتم: قیاس

یہ باب درج ذیل تین فصلوں پر مشتمل ہے:

۞... فصل اول: قیاس کا بیان ۞... فصل دوم: مختلطات کا بیان

۞... فصل سوم: اشکال قیاس مختلطات

فصل اول: قیاس کا بیان

ا۔ تمہیدی مقدمہ:

تصدیقات میں اصل مقصود استدلال واحتجاج ہے، استدلال کی دو قسمیں ہیں: استدلال مباشر (بلاواسطہ) اور استدلال غیر مباشر (استدلال بالواسطہ)، استدلال مباشر کی تین قسمیں تھیں: تناقض، عکس مستوی اور عکسِ نقیض، ان کی پوری تفصیل ما قبل ابواب میں گذر چکی ہے، اب استدلال غیر مباشر پر مختصر گفتگو کرتے ہیں، استدلال غیر مباشر کی بھی تین قسمیں ہیں:

(الف)۔ قیاس (ب)۔ استقراء (ج)۔ تمثیل

استدلال غیر مباشر کی اقسام میں سب سے اعلی اور اہم قیاس ہے، اسی وجہ سے علامہ قطب الدین رازی فرماتے ہیں:

"اَلمَقْصَدُ الأَقْصَى وَالمطْلَبُ الْأَعْلَى مِنَ الْفَنِّ الْكَلامُ فِي الْقِيَاسِ، لأَنَّهُ الْعُمْدَةُ فِي اسْتِحْصَالِ المطَالِبِ التَّصْدِيْقِيَّةِ."[۱]

قیاس منطق کا مقصد اعلی، روح اور خلاصہ ہے، کیونکہ مطالب تصدیقیہ کے حصول میں قیاس ہی سے مدد لی جاتی ہے اور اس میں ایصال قطعی ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کی ترکیب مقدمات قطعیہ سے ہو، بخلاف استقراء اور تمثیل کے کہ وہ دونوں اگرچہ مقدمات یقینیہ سے مرکب ہیں، لیکن پھر بھی ان کا ایصال قطعی نہیں ہوتا اور قیاس کے علاوہ دیگر مسائل محض قیاس کے لیے مقدمات اور مبادیات ہیں، قیاس میں مقدمات کا ہونا عام ہے، خواہ مقدمات معقولی ملفوظی ہوں، یا فقط معقولی ہوں، لیکن یاد رہے کہ قیاس میں کوئی نئی بات نتیجہ کے طور پر سامنے نہیں آتی، وہی بات جس کو دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں، اسی بات کو ایسے اسلوب میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ مقصد سامنے آجائے، جو ایک فریق دوسرے کو باور کروانا چاہتا ہے، البتہ اتنی بات ضروری ہے کہ قیاس مقدمات مسلمہ سے انکار کرنے والے کو نتیجہ ماننے پر مجبور کرتا ہے[۲]۔

۲۔ قیاس کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

قیاس کے لغوی معانی پیمائش کرنا، اندازہ لگا اور برابر کرنا ہیں، عربی محاورہ ہے: "قِسِ النَّعْلَ بِالنَّعْلِ"، (ایک جوتے دوسرے کیساتھ برابر کریں)، اسی طرح یہ محاورہ ہے: "قِسْتُ الثَّوْبَ بِالزِّرَاعِ"، (میں نے کپڑے کو میٹر سے ناپا) نیز عرب کہتے ہیں: "قِسْتُ هَذَا الْوَرَقَةَ بِهَذِهِ الْوَرَقِةِ"[۳]، (میں اس ورق کو دوسرے کیساتھ برابر کیا)۔ اور اصطلاحی تعریف یہ ہے:

"قَوْلٌ مُؤَلَّفٌ مِنْ قَضَايَا يَلْزَمُ عَنْهَا قَوْلٌ آخَرَ بَعْدَ تَسْلِيْمِ تِلْكَ الْقَضَايَا."

قیاس وہ قول مرکب ہے، جو ایسے دو یا دوسے زیادہ قضیوں سے مل کر بنے کہ ان کے ماننے سے ایک اور قضیہ کو تسلیم کرنا

---

[۱] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۸۲، قال أقول: ۴۶، میر ایساغوجی: ۶۰۔
[۲] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۸۲، قال أقول: ۴۶، میر ایساغوجی: ۶۱۔
[۳] المصباح المنیر: ۲/۱۳/۷، القاموس المحیط: ۲/۲۴۴۔

پڑے۔ تو ان پہلے دو قضیوں کو بمع ہیئت مخصوصہ کے قیاس کہتے ہیں اور اس دوسرے قضیہ کو نتیجہ قیاس کہتے ہیں، جیسے: ''القرآن کتاب اللہ وکل کتاب اللہ مقدس'' تو نتیجہ حاصل ہوگا: ''القرآن مقدس''۔

قیاس کی تعریف میں ''قَوْلٌ'' کے معنیٰ مرکب کے ہیں اور یہ مؤلف سے عام ہے، مؤلف میں ضروری ہے کہ اجزاء میں مناسبت ہو اور مرکب میں ضروری نہیں، قول کے بعد مرکب کا ذکر من قبیل الخاص بعد العام ہے، نیز ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر مؤلف کا لفظ نہ لاتے تو ہوسکتا تھا کہ کوئی شخص وہم کرتا کہ ''مِنْ قَضَایَا'' کا تعلق ''قَوْلٌ'' کیساتھ ہے، حالانکہ یہ مقصود نہیں[1]۔

۳۔اجزاءِ قیاس:

ہر قیاس کا ایک مادہ اور ایک صورت ہوتی ہے، جن قضایا سے قیاس مرکب ہوا نہیں مادہ قیاس کہتے ہیں، اور قیاس کی مخصوص ہیئت ترکیبی کو صورت قیاس کہتے ہیں۔ قیاس کے جزء اول (قضیہ اولی) کو مقدمہ اولی اور جزء ثانی (قضیہ ثانی) کو مقدمہ ثانیہ کہتے ہیں۔ قضایا کے مخصوص ترکیبی صورت سے جو بات تسلیم کرنا پڑے اسے نتیجہ قیاس کہتے ہیں۔ نتیجہ قیاس کے موضوع کو اصغر کو محمول کو اکبر کہتے ہیں[2]۔ اور جس مقدمہ میں اصغر مذکور ہو اُسے صغریٰ اور جس میں اکبر مذکور ہو اسے کبریٰ کہتے ہیں اور جو جزء قیاس میں مکرر ہو اسے حد اوسط کہتے ہیں[3]۔

اصغر (موضوعِ نتیجہ) کو اصغر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اکثر جگہ اخص ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو اخص ہو اس کے افراد کم ہوتے ہیں اور اس کے افراد اکبر (محمولِ نتیجہ) سے کم ہوتے ہیں اور اکبر کو اکبر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اکثر جگہ عام ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو اعم ہو اس کے افراد زائد ہوتے ہیں اور اس کے افراد بھی اصغر سے زیادہ ہوتے ہیں۔

جزءِ مکرر کو حد اوسط اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اکبر کی نسبت اصغر کو ثابت کرنے کے لیے جزء واسطہ فی الاثبات ہوتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ذکر اور تعقل میں متوسط ہوتا ہے، اس لیے اسے حد اوسط کہتے ہیں، تیسری وجہ یہ ہے کہ اصغر اور اکبر کے وسط میں حد کی طرف ہوتا ہے اور چوتھی وجہ ہے کہ یہ اکثر اصغر سے اعم اور اکبر سے اخص ہوتا ہے، گویا کہ عموم وخصوص میں متوسط ہوتا ہے اس لیے اس کو حد اوسط کہتے ہیں[4]۔

صغریٰ کو کبریٰ کیساتھ ایجاب وسلب، کلیت وجزئیت میں مقترن اور متصل ہونے کو قرینہ اور ضرب کہتے ہیں اور اقتران الصغریٰ بالکبریٰ کو قرینہ تو اس لیے کہتے ہیں کہ صغریٰ کو کبریٰ کیساتھ جب اقتران ہوگا تو یہ نتیجہ پر دال ہوگا اور دال کو قرینہ بھی کہتے ہیں، اس لیے اس اقتران کو قرینہ کہتے ہیں اور ضرب تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ضرب کے معنیٰ ہیں: قسم اور نوع، چونکہ اقتران سے قیاس

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۸۳۔
(۲) سلم العلوم ۱۹۳، قطبی: ۲۷۹، میر ایساغوجی: ۶۴۔
(۳) سلم العلوم ۱۹۳، قطبی: ۲۷۹، میر ایساغوجی: ۶۴۔
(٤) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۸۹۔

کی نوع اور قسم حاصل ہوتی ہے اس لیے اس کو ضرب کہتے ہیں اور حد اصغر کو حد اکبر کے پاس رکھنے سے جو ہیئت اور صورت حاصل ہوتی ہے اس کو شکل کہتے ہیں۔

اب اصغر، اکبر، صغریٰ، کبریٰ، مقدمہ اور حد اوسط میں سے ہر ایک کو مثال سے سمجھئے: "القرآن كتاب الله، وكل كتاب الله مقدس، فالقرآن مقدس"، یہاں نتیجہ قیاس اور مطلوب "القرآن مقدس" ہے، یہاں نتیجہ قیاس کا موضوع "القرآن" ہے، یہ اصغر ہے اور نتیجہ کا محمول "مقدس" ہے اور یہ اکبر ہے اور "القرآن كتاب الله، وكل كتاب الله مقدس"، یہ دونوں قضیے قیاس کے اجزاء ہیں، لہذا ان میں سے ہر ایک مقدمہ کہلائے گا اور پہلا مقدمہ یعنی" القرآن كتاب الله " میں چونکہ اصغر مذکور ہے، لہذا وہ صغریٰ کہلائے گا اور دوسرا مقدمہ یعنی "كل كتاب الله مقدس"، میں چونکہ اکبر مذکور ہے، لہذا وہ کبریٰ کہلائے گا اور دونوں مقدموں میں لفظ "مقدس "مکرر ہے، لہذا یہ حد اوسط ہے اور چونکہ یہاں صغریٰ کا کبریٰ کیساتھ اقتران و اتصال ہو رہا ہے، لہذا یہ اقتران اور ضرب کہلائے گا اور حد اوسط "كتاب الله "کو حد اصغر "القرآن "اور حد اکبر "مقدس " کے پاس رکھنے سے ایک ہیئت اور صورت حاصل ہوئی، اس ہیئت اور صورت کا نام شکل ہے[1]۔

۴۔ قیاس کی اقسام:

قیاس کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ قیاس اقترانی (ب)۔ قیاس استثنائی

(الف)۔ قیاس اقترانی کی تعریف:

هُوَ مَا لَا يَكُوْنُ النَّتِيْجَةُ أَوْ نَقِيْضُهَا مَذْكُوْرًا فِيْهِ بِالْفِعْلِ .

وہ قیاس ہے، جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ اپنی پوری ہیئت اور ترتیب کیساتھ موجود نہ ہو، بلکہ صرف اجزاء بغیر ترتیب نتیجہ کے مذکور ہوں اور اس میں ادات استثناء "لكن"، بھی مذکور نہ ہو جیسے: "أبو حنيفة مجتهد وكل مجتهدماجور "تو نتیجہ ہوگا۔ "أبو حنيفة مأجور "۔ یہاں نتیجہ قیاس بعینہ پوری ترتیب کیساتھ مذکور نہیں۔

(ب)۔ قیاس استثنائی کی تعریف:

هُوَ مَا يَكُوْنُ النَّتِيْجَةُ أَوْ نَقِيْضُهَا مَذْكُوْرًا فِيْهِ بِالْفِعْلِ.

وہ قیاس ہے، جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ اپنی پوری ہیئت اور اجزاء کیساتھ بالفعل مذکور ہو، اس کا پہلا قضیہ ہمیشہ شرطیہ ہوتا ہے اور دوسرا حملیہ ہوتا ہے اور دونوں مقدموں (قضیوں) کے درمیان اداۃ استثناء آتا ہے جیسے: "كلما كان زيدعالمافواجب احترامه لكنه عالم" تو نتیجہ ہوگا۔ "فزيدواجب احترامه"، یہاں نتیجہ قیاس بعینہ پوری ہیئت کیساتھ بالفعل مذکور ہے[2]۔

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۸۹۔
[2] تفصیل کے لیے دیکھئے: قواعد المنطق۔

٥۔ قیاس اقترانی کے صحیح ہونے کی شرط:

قیاس اقترانی کے مقدمات کا درجہ ہر دو ایسے قضیوں کو نہیں دیا جائے گا، جس میں "ف" تعقیب یا "واؤ" اداۃ عطف کے ذریعہ دو قضیوں کو آپس میں مربوط کیا گیا ہو، بلکہ قیاس منطقی کے لیے ضروری ہے کہ دو تسلیم شدہ باتوں سے ایک ایسا قاعدہ کلیہ نتیجہ کے طور پر حاصل ہو، جس میں کوئی غلطی نہ ہو، اگر ایسا نتیجہ ظاہر ہو، جو ہر جگہ منطبق نہ ہو تو اسے قیاس اقترانی نہیں کہتے ہیں، جیسے: "لا شیء من الإنسان بحجر" (صغریٰ سالبہ کلیہ) اور "لا شیء من الحجر بإنسان" (صغریٰ سالبہ کلیہ)، نتیجہ ہوگا۔ "لا شیء من الإنسان بحیوان" یا "بعض الإنسان لیس بحیوان" یہ دونوں نتیجے غلط ہیں۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر دو قضیے ہوں اور دونوں سالبہ کلیہ ہوں تو یہ اقتران بے فائدہ عقیم ہوگا، اگر یہ دونوں باتیں اپنی جگہ پر صحیح ہوں اور اگر قضیوں کی ہیئت بدل دی جائے، جیسے مذکورہ قضایا میں حیوان کی جگہ "نبات" وغیرہ ہو تو نتیجہ صحیح ہوگا۔ اس لیے نتائج کے حصول کا منطقی طریقہ معلوم ہونا ضروری ہے، معروف عالم عبدالرحمن حنبکہ میدانیؒ فرماتے ہیں: "ولکن ینبغی أن نعلم أنه لیس کل اقتران بین قضایا یجمعهاحدأوسط مفیدا نتیجة صحیحه ملزمه، وکل اقتران لا یفید بشکله المنضبط نتیجة ملزمة حتما لدی التسلیم بالقضیتین المقترنتین؛ إذ ینخرم فی بعض الأحوال، فانه لایسمی قیاسا أصلا"[1]۔

٦۔ قیاس اقترانی بنانے کا طریقہ:

قیاس اقترانی کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مطلوب تصدیقی کے اجزاء (اصغر و اکبر) کو ذہن میں ممتاز طریقہ سے محفوظ کرلیں، پھر مطلوبہ حکم کے لیے اپنے ذہنی معلومات میں سے ایسا امر تلاش کریں جو طرفین سے کسی مخصوص تعلق کی وجہ سے موجودہ حکم کا سبب اور باعث بن سکے، غور کرنے پر جو امر تمہیں ایسا معلوم ہو جائے کہ طرفین سے کسی مخصوص تعلق کی وجہ سے موجودہ حکم کا باعث ہوسکتا ہو تو اس کو بھی ذہن میں محفوظ کرلیں، اب تمہارے ذہن میں تین چیزیں جمع ہو گئیں:

اصغر، اکبر اور وہ امر جس کو تم نے حکم کا اصلی باعث سمجھ کر حاصل کیا تھا اور جس کو حد اوسط کہتے ہیں، اب ان تینوں سے اسی طرح دو قضیے بناؤ کہ وہی حد اوسط اصغر سے ملا کر ایک قضیہ بناؤ جس کو صغریٰ کہیں گے اور پھر اکبر سے ملا کر دوسرا قضیہ بناؤ جس کو کبریٰ کہیں گے، یہی صغریٰ اور کبریٰ جب ملا کر کہیں گے تو یہ قیاس کہلائے گا اور پھر ان میں سے مکرر جزء (حد اوسط) کو گرا کر بقیہ اجزاء (اصغر و اکبر) کے جوڑنے پر جو قضیہ پیدا ہوگا، وہی نتیجہ اور مطلوب ہوگا جس کے حصول کے لیے تم نے قیاس قائم کیا تھا، جیسے یہ قیاس اقترانی ہے: "ہر انسان جسم ہے"، مطلوب اور نتیجہ ہے جو قیاس میں نہ خود پورے اجزاء اور ہیئت سے موجود ہے نہ اس کی نقیض، بلکہ ایک ٹکڑا (اصغر) حد اوسط سے ملا کر صغریٰ بنایا گیا ہے اور دوسرا (اکبر) حد اوسط سے ملا کر کبریٰ بنایا گیا ہے اور پھر حد اوسط (جاندار) کو

[1] ضوابط المعرفۃ: ۲۳۳۔

دونوں مقدموں میں سے کاٹ کر بقیہ اجزاء کو ملا کر وہی نتیجہ نکالا گیا ہے جس کا حصول مطلوب تھا[۱]۔

۷۔ قیاس اقترانی کی تقسیم:

قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ حملی (ب)۔ شرطی

(الف)۔ قیاس اقترانی حملی کی تعریف:

هُوَ مَا يَكُوْنُ مُرَكَّبًا مِنْ مُجَرَّدِ الْحَمْلِيَّاتِ .

وہ قیاس ہے، جو صرف حملیات سے مرکب ہو، جیسے: "العالم متغير، وكل متغير حادث، فالعالم حادث"، اس قیاس میں دونوں قضیے حملیہ ہیں، کیونکہ اس میں حرف استثناء نہیں، جس کی وجہ سے یہ اقترانی ہیں اور ان میں موضوع پر محمول کا حمل ہو رہا ہے اس لیے اس کو حملی کہتے ہیں۔

(ب)۔ قیاس اقترانی شرطی کی تعریف:

هُوَ مَا لَا يَكُوْنُ مُرَكَّبًا مِنْ مُجَرَّدِ الْحَمْلِيَّاتِ.

وہ قیاس ہے، جو صرف شرطیات یا شرطیات اور حملیات سے مرکب ہو، صرف قضایا شرطیہ سے مرکب ہونے کی مثال یہ ہے، جیسے: "كلما اجتهد الطالب فى الدرس فقد نجح فى الاختبار (صغری) وكلما نجح فى الاختبار فقد رضى عنه الأساتذة (کبری)" تو نتیجہ ہو گا۔ "كلما اجتهد الطالب فى الدرس فقد رضى عنه الأساتذة" ۔(نتیجہ)، اس مثال میں دونوں قضیے شرطیہ ہیں اور حملیہ اور شرطیہ سے مرکب ہونے کی مثال یہ ہے، جیسے: "كلما كان هذا الشىء إنسانا كان حيوانا، وكل حيوان جسم" نتیجہ ہو گا: "كلما كان هذا الشىء إنسانا كان جسما"، اس قیاس میں پہلا مقدمہ شرطیہ ہے اور دوسرا مقدمہ حملیہ ہے، یہ قیاس اقترانی شرطی ہے[۲]۔

۸۔ قیاس اقترانی شرطی کی تقسیم:

قیاس اقترانی شرطی کی درج ذیل پانچ قسمیں ہیں:

(الف)۔ مركب من متصلتين (ب)۔ مركب من منفصلتين (ج)۔ مركب من متصله وحملية (د)۔ مركب من منفصلة وحملية (ہ)۔ مركب من متصلة ومنفصلة۔

(الف)۔ مركب من متصلتين کی تعریف:

وہ قیاس اقترانی شرطی ہے، جس کے دونوں مقدمے (صغری، کبری) شرطیہ متصلہ ہوں، جیسے: "كلما روى هلال

---

(۱) معین المنطق: ۱۰۹-۱۱۰۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۳۸۸۔

رمضان فقددخل شهرالصوم وكلمادخل شهرالصوم فقدوجب الصيام" تو نتیجہ یہ ہوگا۔ "كلماروى هلال رمضان فقدوجب الصوم"، یہ صغری اور کبریٰ دونوں شرطیہ متصلہ ہیں۔

(ب)۔ مرکب من منفصلتین کی تعریف:

وہ قیاس اقترانی شرطی ہے، جس کے دونوں مقدمے (صغری، کبری) شرطیہ منفصلہ ہوں، جیسے: "دائما إما أن يكون العددفردا أو زوجا، ودائما إما أن يكون الزوج قابلا للقسمة إلى زوجين أوفردين" تو نتیجہ یہ ہوگا: "فدائما إما أن يكون العددفردا أوقابلا للقسمة إلى زوجين أو فردين" یہاں صغریٰ اور کبریٰ دونوں شرطیہ منفصلہ ہیں۔

(ج)۔ مرکب من متصلہ وحملیۃ کی تعریف:

وہ قیاس اقترانی شرطی ہے، جو شرطیہ متصلہ اور حملیہ سے مرکب ہو، جیسے: "كلماكان المستخرج من المنجم ذهبا أوحديدافهومعدن،وكل معدن يتمددبالحرارة" تو نتیجہ ہوگا: "فكلماكان المستخرج ذهباأوحديدا فهويتمددبالحرارة"۔ یہاں صغریٰ شرطیہ متصلہ ہے اور کبریٰ قضیہ حملیہ ہے[1]۔

(د)۔ مرکب من منفصلۃ وحملیۃ کی تعریف:

وہ قیاس اقترانی شرطی ہے، جو شرطیہ منفصلہ اور حملیہ سے مرکب ہو، جیسے: "دائما إما أن يكون المدرك الذهنى موجودا فى الخارج أومعدوما، وكل معدوم لاتاثيرله فى الوجود" تو نتیجہ ہوگا: "فدائما إما أن يكون المدرك الذهنى موجودا ولاتاثيرله فى الوجود"، یہاں صغریٰ شرطیہ منفصلہ ہے اور کبری حملیہ ہے۔

(ہ)۔ مرکب من متصلۃ ومنفصلۃ کی تعریف:

وہ قیاس اقترانی شرطی ہے، جو شرطیہ متصلہ اور منفصلہ سے مرکب ہو، جیسے: "كلمادعاالمسلم إلى الله فقدأدى واجبه، ودائماالمسلم الذى أدى واجبه فهوإماداع أوإماتقى أوإماقدوة" تو نتیجہ ہوگا: "كلمادعاالمسلم إلى الله فهوإماداع أوإماقدوة"، یہاں صغریٰ شرطیہ متصلہ ہے اور کبری شرطیہ منفصلہ ہے[2]۔

۹۔ شکل کی تعریف:

شکل کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

"اَلْهَيْئَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ كِيْفِيَّةِ وَضْعِ الْأَوْسَطِ عِنْدَالْأَصْغَرِوَالْأَكْبَرِ."

حد اوسط کو اصغر اور اکبر کیساتھ ملانے سے جو ہیئت حاصل ہوتی ہے اسے شکل کہتے ہیں۔ یعنی یعنی قیاس کے بنانے سے پہلے

---

(۱) دیگر مثالوں کے لیے دیکھئے: قواعد اصول الفقہ۔
(۲) تفصیل کے لیے دیکھئے: قواعد المنطق۔

ذہن میں تین چیزیں ملحوظ رکھنی چاہئیں: ۱۔ اصغر (موضوع نتیجہ) ۲۔ اکبر (محمول نتیجہ) ۳۔ حد اوسط (علۃ الحکم) اب ان تینوں اجزاء سے مذکورہ طریقہ پر قیاس کے لیے جب تم دو قضیے بناؤ گے تو اصغر اور اکبر سے حد اوسط کے مقدم یا مؤخر ہونے سے قیاس کی جو بھی صورت اور ہیئت حاصل ہوگی اس کو شکل کہیں گے، جن کی چار صورتیں ہیں:

(الف)۔ شکلِ اول: حد اوسط محمول فی الصغری و موضوع فی الکبری ہو۔

(ب)۔ شکلِ ثانی: حد اوسط صغری و کبری دونوں میں محمول ہو۔

(ج)۔ شکلِ ثالث: حد اوسط صغری و کبری دونوں میں موضوع ہو۔

(د)۔ شکلِ رابع: حد اوسط صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہو[1]۔

۱۰۔ قیاسِ استثنائی کی اقسام:

قیاسِ استثنائی کی دو قسمیں ہیں:

(الف)۔ استثنائی متصل (ب)۔ استثنائی منفصل

(الف)۔ قیاس استثنائی متصل کی تعریف:

استثنائی متصل وہ قیاس ہے، جس کا مقدمہ اولی (کبری) متصلہ ہو اور مقدمہ ثانیہ (صغری) حملیہ مصدر بادواتِ استثناء ہو، جیسے: "إذاكانت الصلاة صحيحة فالمصلی متطهر"، (کبری شرطیہ متصلہ)، "لكن الصلاة صحيحة" (صغری حملیہ)، تو نتیجہ ہوگا: "فالمصلی متطهر۔" یا "۔۔لكن المصلی غير متطهر" تو نتیجہ ہوگا: "فالصلاة غير صحيحة".

(ب)۔ قیاس استثنائی منفصل کی تعریف:

استثنائی متصل وہ قیاس ہے، جس کا مقدمہ اولی (کبری) منفصلہ ہو اور مقدمہ ثانیہ (صغری) حملیہ مصدر بادواتِ استثناء ہو، جیسے: "هذا اللفظ إماحقيقة وإمامجاز" (کبری شرطیہ منفصلہ)، "لكنه حقيقة"، (صغری حملیہ)، تو نتیجہ ہوگا: "فهو ليس بمجاز"۔ یا "۔۔لكنه مجاز"، تو نتیجہ ہوگا: "فهو ليس بحقيقة".

۱۱۔ قیاس استثنائی بنانے کا طریقہ:

قیاس استثنائی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی بھی قضیہ شرطیہ لے کر اس کو صغری بنایا جائے، پھر حرف استثناء (لکن وغیرہ) لا کر اس کے بعد یا تو اس شرطیہ کے مقدم کو بعینہ یا تالی کو بعینہ، یا ان میں سے ہر ایک کی نقیض کو قضیہ حملیہ کی شکل میں رکھ کر کبری بنایا جائے، پھر حد اوسط گرا کر نتیجہ نکالا جائے، جیسے: "إذا كانت الصلاة صحيحة فالمصلی متطهر"، قضیہ شرطیہ ہے اور قیاس استثنائی کا کبری ہے اور "لٰكنْ" حرف استثناء ہے اور "لكن الصلاة صحيحة" (صغری حملیہ) بعینہ مقدم ہے: "فالمصلی متطهر"، نتیجہ ہے، جو حد اوسط حذف کرنے کے بعد حاصل ہوا ہے۔

---

[1] اشکال کی ضروب منتجہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے: قواعد المنطق۔

۱۲۔ قیاس استثنائی متصل بنانے کا طریقہ:

قیاس استثنائی متصل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے متصلہ لزومیہ کو بطور مقدمہ اولی رکھیں اس کے بعد حرفِ استثناء "لکن" رکھیں، اس کے بعد اسی متصلہ کے مقدم کو بعینہ رکھیں، جس کو وضع مقدم بھی کہتے ہیں، یا نقیض تالی رکھیں جس کو رفع تالی بھی کہتے ہیں، بہر حال اس کو مقدمہ سمجھیں جس سے یہ قیاس تیار ہو چکا۔ اب اس سے نتیجہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر قیاس میں تم وضع مقدم کر چکے تھے تو نتیجہ بعینہ تالی ہو گا اور اگر رفع تالی کر چکے تھے تو نتیجہ رفع نقیض مقدم کو سمجھیں۔ قیاس استثنائی متصل صرف یہی دو نتیجہ دے سکتا ہے۔

۱۳۔ قیاس استثنائی منفصل بنانے کا طریقہ:

قیاس استثنائی منفصل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے شرطیہ مفصلہ (حقیقیہ، مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو) کو بطور مقدمہ اولی رکھیں، اس کے بعد حرفِ استثناء "لکن" رکھیں، اس کے بعد اسی منفصلہ کے مقدم کو بعینہ رکھیں، جس کو وضع مقدم بھی کہتے ہیں، یا نقیض تالی رکھیں، جس کو رفع تالی بھی کہتے ہیں، بہر حال اس کو مقدمہ سمجھیں، جس سے یہ قیاس تیار ہو چکا۔ اب منفصلہ حقیقیہ سے قیاس استثنائی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ یہاں حرف استثناء کے بعد وضع مقدم رفع مقدم، وضع تالی رفع تالی چاروں استثناء کر سکتے ہیں، جس سے چار نتیجے نکل سکتے ہیں، یعنی استثناء میں جس مقدمہ کا وضع کروگے تو دوسرے مقدمہ کے رفع کو نتیجہ سمجھیں اور جس کا رفع کروگے تو دوسرے کے وضع (عین) کو نتیجہ سمجھیں اور مانعۃ الجمع میں دو ہی استثناء کر سکتے ہیں۔ جن کے دو ہی نتیجے نکالیں، یعنی استثناء میں جس مقدمہ کا وضع کروگے تو دوسرے مقدمہ کی نقیض کو نتیجہ سمجھیں اور مانعۃ الخلو میں بھی دو ہی استثناء نتیجے نکالیں، یعنی قیاس میں جس مقدمہ کے رفع کا استثناء کروگے تو نتیجہ دوسرے مقدمہ کے عین کو سمجھیں[1]۔

۱۴۔ قیاس استثنائی متصل سے قیاس اقترانی بنانے کا طریقہ:

قیاس استثنائی متصل کو اقترانی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ادوات شرط اور استثناء کو حذف کرنے کے بعد صغری کو کبری بنایا جائے، جیسے: "كلما كان هذا إنسانا كان حيوانا، لكنه إنسان فهو حيوان"، اس سے قیاس اقترانی یوں بنے گا: "هذا إنسان" (صغری)، "وكل إنسان حيوان" (کبری)، "فهو حيوان" (نتیجہ) ہو گا۔ اسی طرح "كلما كان هذا إنسانا كان حيوانا، لكنه ليس بحيوان فهو ليس بانسان"، اس سے قیاس اقترانی یوں بنے گا: "هذا ليس بحيوان" (صغری)، "وكل ماليس بحيوان ليس بانسان" (کبری) نتیجہ یہ ہو گا: "هذا ليس بإنسان"۔ اور جیسے: "إن كانت الشمس طالعة فالنهار موجود"، (کبری)، "لكن النهار موجود"، (صغری)، "فالشمس طالعة"۔ (نتیجہ)۔ اس سے قیاس اقترانی یوں بنے گا: "النهار لازم لطلوع الشمس الموجود" (صغری)، "وكل ماهو لازم لطلوع الشمس الموجود موجود"، (کبری) نتیجہ یوں گا: "النهار موجود"۔

---

[1] قیاس استثنائی منفصل کی تمام صورتوں کے لیے دیکھئے: قواعد المنطق۔

۱۵۔ قیاس استثنائی منفصل سے قیاس اقترانی بنانے کا طریقہ:

قیاس استثنائی منفصل کو اقترانی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ صغری کو کبری بنایا جائے، جیسے:"هذا اللفظ اما حقيقة وإمامجاز، لكنه حقيقة، فهوليس بمجاز".اس سے اقترانی یوں بنے گا:" هذا اللفظ حقيقة"(صغری)،"وكل حقيقة ليس بمجاز"(کبری)، "فهذا اللفظ ليس بمجاز"،(نتیجہ)۔ اسی طرح دوسری مثال: "هذااللفظ اما حقيقة وإمامجاز،لكنه مجاز، فهوليس بحقيقة"،اس سے اقترانی یوں بنے گا:"هذا اللفظ مجاز"(صغری)،"وكل مجازليس بحقيقة"(کبری)،"هذااللفظ ليس بحقيقة"(نتیجہ)۔

۱۶۔ قیاس استثنائی متصل سے منفصل بنانے کا طریقہ:

قیاس استثنائی متصل سے منفصل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ادوات اتصال کو حذف کرکے ادوات انفصال کو مقدم اور تالی پر داخل کردیں، تو منفصل بن جائے گا، جیسے:"كلماكان اللفظ خاصا فليس بعام"(کبری)،"لكنه خاص"(صغری)،"فهو ليس بعام"(نتیجہ)۔یہ متصل ہے،ادواتِ اتصال کو حذف کرکے ادوات انفصال داخل کریں تو استثنائی منفصل یوں بنے گا، جیسے: "اللفظ إما خاص و إماعام"(کبری)،"لكنه خاص"(صغری)،"فهوليس بعام"(نتیجہ).دوسری مثال یہ ہے: "كلما كان اللفظ ظاهراً فليس بخفي"(کبری)،"لكنه ظاهر"(صغری)، "فهو ليس بخفي"(نتیجہ)۔یہ قیاس استثنائی متصل ہے،ادواتِ اتصال کو حذف کرکے ادوات انفصال داخل کریں تو استثنائی منفصل یوں بنے گا، جیسے:"اللفظ إماظاهر وإماخفي"(کبری)،"لكنه خفي" (صغری)،"فهو ليس بظاهر"نتیجہ ہوگا[۱]۔

۱۷۔ قیاس استثنائی منفصل سے متصل بنانے کا طریقہ:

قیاس استثنائی منفصل سے متصل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ادوات انفصال کو حذف کرکے ادوات اتصال کو مقدم اور تالی پر داخل کردیں، تو متصل بن جائے گا، جیسے:"اللفظ إماخاص و إماعام" (کبری)،"لكنه خاص" (صغری)،"فهوليس بعام"(نتیجہ) ۔یہ قیاس استثنائی منفصل ہے،ادوات اتصال داخل کرنے کے بعد قیاس استثنائی متصل یوں ہوگا:"كلماكان اللفظ خاصا فليس بعام"(کبری)،"لكنه خاص"(صغری)،"فهوليس بعام"(نتیجہ)ہوگا۔ دوسری مثال یہ ہے:"اللفظ إماظاهر وإماخفي"(کبری)،"لكنه خفي"(صغری)،"فهوليس بظاهر"نتیجہ ہوگا۔یہ قیاس استثنائی منفصل ہے،ادواتِ انفصال کو حذف کرکے ادوات اتصال داخل کرنے کے بعد قیاس استثنائی متصل یوں ہوگا:"كلماكان اللفظ ظاهراً فليس بخفي"(کبری)،"لكنه ظاهر" (صغری)، "فهو ليس بخفي"(نتیجہ)ہوگا[۲]۔

---

(۱) مزید مثالوں کے لیے دیکھئے: قواعد المنطق۔
(۲) مزید مثالوں کے لیے دیکھئے: قواعد المنطق۔

۱۸۔ مقدمہ محذوفہ کے استخراج کا طریقہ:

قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور عربی محاورات میں قیاس کے ایک مقدمہ کو ذکر کرنا اور ایک کا حذف کرنا شائع ذائع ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب نمرود سے مناظرہ ہوا، تو نمرود نے مجرم کو رہا کر کے اور غیر مجرم کو قتل کروا کر کہا: "أَنَا أُحيِي وَأُمِيت". نمرود کا یہ قول محذوف الکبری ہے، کبری یوں گا: "وكل من يحيي ويميت فهو ربّ" نتیجہ ہو گا: "أنا ربّ" اور یہ اس کا قیاس فاسد تھا اس لیے صغری کاذبہ ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حماقت دیکھ کر مناقشہ نہیں، کیونکہ وہ دراصل بات کو الجھا رہا تھا، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکیمانہ طور پر رُخ بدل کر فرمایا: "فَإِنَّ اللهَ يَأتِي بِالشَّمسِ مِنَ المَشرِقِ فَأتِ بِها مِنَ المَغرِبِ". (البقرۃ: ۲۵۸) یہ دو جملے ہیں، جس میں معمولی تصرف و تحویل کر کے آسانی کیساتھ شکل اول بن سکتی ہے۔

قیاس منطقی یوں ہو گا: "أنت عاجزمن أن تأتي بالشمس من المشرق" (صغری)، "والعاجزليس بربّ" (کبری)، "أنت لست بربّ" (نتیجہ)۔ نیز شکل ثانی بھی بن سکتی ہے، جیسے: "ما أنت قادر على أن تأتي بالشمس من المغرب" (صغری)، "وربي قادر على أن يأتي بالشمس من المغرب" (کبری)، "ما أنت بربّي" (نتیجہ) ہو گا۔

الغرض قیاس میں جب صغری اور کبری دونوں موجود ہوں، تو صرف عمل استنتاج کا قانون جاری ہو گا، لیکن بسا اوقات صغری ہوتا ہے اور کبری نہیں ہوتا اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے، یعنی کبری مہیا ہوتا ہے، لیکن صغری نہیں ہوتا، پہلی صورت میں کبری سہلۃ الحصول والا قانون اور دوسری صورت میں صغری سہلۃ الحصول والا قانون جاری ہو گا۔

۱۹۔ صغری سہلۃ الحصول والا قانون:

یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ صغری موضوعین سے بنتا ہے، یعنی صغری کا پہلا جزء (موضوع) دعوی یا نتیجہ کا پہلا جزء ہوتا ہے اور اس کا دوسرا جزء کبری کا پہلا جزء (موضوع) ہوتا ہے، صغری بنانے طریقہ یہ ہے کہ جس جزئی کا حکم معلوم کرنا ہو تو اسے صغری کا موضوع بنائیں گے اور کبری کا جو موضوع ہے، اسے صغری کا محمول بنائیں گے، تو صغری مہیا ہو گا، جیسے: "أحل الله البيع وحرم الربوا"، میں "البيع" کا حکم معلوم کرنا ہو اسے صغری کا موضوع بنائیں گے اور کبری "كل مشروع حلال" ہے، اس میں "مشروع" موضوع ہے، اس کو صغری کا محمول بنائیں گے تو صغری "البيع مشروع" بن جائے گا۔ اس سے قیاس منطقی یوں تیار ہو گا: "البيع مشروع" (صغری)، "وكل مشروع حلال" (کبری)، "البيع حلال" نتیجہ ہو گا[1]۔

۲۰۔ کبری سہلۃ الحصول والا قانون:

یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ کبری محمولین سے بنتا ہے، یعنی کبری کا پہلا جزء صغری کا محمول ہوتا ہے اور اس کا دوسرا جزء دعوی یا نتیجہ

---

[1] دیکھئے: قواعد المنطق۔

کا محمول ہوتا ہے، کبری بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ صغری کے محمول کو کبری کا موضوع بنائیں گے اور نتیجہ یا دعوی کا جو محمول ہے اسے کبری کا محمول بنائیں گے اور اس پر قضیہ کلیہ کا سور داخل کریں گے، تو کبری مہیا ہو گا، جیسے: "الخمر حرام "نتیجہ اور دعوی ہے، اس میں "حرام "محمول ہے، اس کو کبری کا موضوع بنائیں گے اور "الخمر مسکر "صغری ہے، اس میں "مسکر "محمول ہے، اس کو کبری کا محمول بنائیں گے اور اس پر قضیہ کلیہ کا سور (کل وغیرہ) داخل کریں گے، تو کبری "کل مسکر حرام "مہیا ہو گا، اب قیاس منطقی یوں ہو گا: "الخمر مسکر "(صغری)، "کل مسکر حرام "(کبری)، "الخمر حرام "(نتیجہ) ہو گا[1]۔

۲۱۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر ۱: امر کلی سے امر جزئی پر حکم کرنا قیاس کہلاتا ہے، جیسے: "کل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار، كل بدعة فى النار "، اور امر جزئی سے امر کلی پر حکم کرنا استقراء ہے، جیسے: "کل طالب مجتهد "، اور امر جزئی سے امر جزئی پر حکم کرنا تمثیل ہے، جیسے: "النبيذ مسكر، وكل مسكر حرام، فالنبيذ حرام "وغیرہ۔

قاعدہ نمبر ۲: جو مقدمہ اصغر پر مشتمل ہو اسے المقدمۃ الصغری اور جو اکبر پر مشتمل ہو اسے المقدمۃ الکبری کہتے ہیں، تاہم اختصار کے خاطر مقدمہ کا لفظ حذف کر کے صغری اور کبری کہا جاتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: مطلوب کے موضوع کو حد اصغر اور محمول کو حد اکبر کہتے ہیں اور اسکے علاوہ کو حد اوسط کہتے ہے[2]۔

قاعدہ نمبر ۴: جس مقدمہ میں حد اصغر مذکور ہو اسے صغری اور جس میں حد اکبر مذکور ہو اسے کبری کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۵: نتیجہ کو مطلوب اور دعوی بھی کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۶: قیاس تب صحیح ہو گا، جب ایک سے زائد افراد (قضایا) پر مشتمل ہو، اگر ایک ہی قول ہو تو اسے عکس مستوی یا عکس نقیض کہا جاتا ہے[3]۔

قاعدہ نمبر ۷: حرف عطف اور ادوات ایجاب وسلب کا شمار حد میں نہیں ہوتا۔

قاعدہ نمبر ۸: نتیجہ قیاس ہمیشہ اخس اور ارذل کے تابع ہوتا ہے، یعنی کلیت اور جزئیت میں جزئیت اخس اور ارذل ہے اور ایجاب وسلب میں سلب اخس اور ارذل ہے[4]۔

قاعدہ نمبر ۹: قیاس میں دو قضیوں کو اس طرح ترتیب دی جاتی ہے کہ پہلے قضیہ میں موضوع مخصوص ہوتا ہے، یا الف لام استغراقی داخل کر کے جنس کی حیثیت سے لایا جاتا ہے اور دوسرے قضیہ میں ایک عمومی بات کی جاتی ہے، تاہم یہ ضروری نہیں کہ قضیہ اولی کا موضوع

---

(۱) تحفہ شاہجہانی ۱۱، کشاف اصطلاحات الفنون: ۲/۱۲۹۵-۱۲۹۶۔
(۲) سلم العلوم: ۱۹۳، میر ایساغوجی: ۶۴۔
(۳) میر ایساغوجی: ۶۱۔
(۴) مرقاۃ: ۸۰، ضوابط المعرفۃ: ۲۴۶-۲۴۷۔

مخصوص ہو، بلکہ موجبہ کلیہ اور دونوں مساوی بھی ہوسکتے ہیں، علامہ محمد بن محمد قطب الدین رازی (م۷۶۶ھ) فرماتے ہیں کہ ہر ایک قیاس میں دو مقدمہ ہوتے ہیں، ایک مطلوب کا موضوع اور دوسرا اس کا محمول ہوتا ہے، مطلوب کے موضوع کو حد اصغر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اخص ہوتا ہے اور اخص کے افراد اغلب کم ہوتے ہیں، علامہ عبد الحکیم بن شمس الدین سیالکوٹیؒ (م۱۰۶۷ھ) فرماتے ہیں: "وإن جاز أن يكون مساويا" یعنی قضیہ کے موضوع اور محمول دونوں برابر بھی ہوسکتے ہیں، علامہ عبد الرحمن حنبکہ میدانی حفظہ اللہ نے ضوابط المعرفۃ میں قیاس حملی کی مثال یہ دی ہے: "كل جسم مولف (صغرى) وكل مولف حادث (كبرى) اور نتیجہ قیاس یہ ہے: كل جسم حادث"[1]۔

قاعدہ نمبر ۱۰: ہر قیاس میں تین حد (حد اصغر، حد اوسط، حد اکبر) ہوتے ہیں[2]۔

قاعدہ نمبر ۲۰: تمثیل میں تین مقدمات کا ہونا ضروری ہے: ۱۔ کہ حکم اصل میں ثابت ہے، ۲۔ اصل میں علۃ الحکم کی تعیین کرنا۔ ۳۔ یہ ظاہر کرنا کہ یہی علت فرع میں بھی موجود ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۲: مذکورہ بالا مقدمات میں سے پہلے اور تیسرے کا تعیین کرنا آسان ہوتا ہے اور دوسرے مقدمہ کی تعیین کرنا مشکل ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۳: قیاس اقترانی کو اقترانی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں مقدمے (صغری، کبری) آپس میں مقترن ہوتے ہیں، ادات استدراک، اداۃ استثناء اور اداۃ اضراب (لیکن، الا، غیر، بل) وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی[3]۔

قاعدہ نمبر ۱۴: قیاس اقترانی میں حد اوسط کا تکرار لفظا و معنا ضروری ہے، ورنہ قیاس منتج نہیں ہوگا، جیسے قرآن مجید میں ہے: "وَلَو عَلِمَ الله فِيهِم خَيرًا لَأَسمَعَهم وَلَو أَسمَعَهُم لَتَوَلَّوا وَهُم مُعرِضُون" (الأنفال ۲۲) بظاہر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے: "وَلَو عَلِمَ الله فِيهِم خَيرًا لَتَوَلَّوا وَهُم مُعرِضُون" حالانکہ یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس میں حد اوسط (أَسمَعَهُم) لفظا مکرر ہے، لیکن معنا مکرر نہیں، بلکہ دونوں جگہوں میں اس کا الگ الگ معنی ہے، پہلے جملے میں سماع مقبول و موثر مراد ہے اور دوسرے جملہ میں سماع غیر مفید و غیر موثر مراد ہے[4]۔

قاعدہ نمبر ۱۵: قیاس اقترانی کے دونوں مقدموں کا اکٹھے ذکر ہونا ضروری نہیں، بسا اوقات ان میں فصل ہوتا ہے، قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے: "فِيهِمَا إِثمٌ كَبِيرٌ" (البقرۃ ۲۱۹) دوسری جگہ ارشاد ہے: "إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثم۔" (الأعراف ۳۳)، اب دونوں آیتوں کے ملانے سے صغری و کبری یوں بنیں گے: "الخمر إثم، والإثم حرام" نتیجہ ہوگا۔ "الخمر حرام".

---

(۱) ضوابط المعرفۃ: ۲۳۰۔
(۲) تفہیم المنطق: ۲۱۴۔
(۳) میر ایساغوجی: ۶۳، ہامش ایساغوجی: ۳۳، ضوابط المعرفۃ: ۲۳۳، تفہیم المنطق: ۲۲۰۔
(٤) تفسیر بیان القرآن: ۷۳/۴۔

قاعدہ نمبر ۱۶: جب حد اوسط کے لیے ضمیر یا اسم اشارہ آیا ہو تو مرجع یا مشار الیہ کو نکال کر بیان کرنے سے حد اوسط کا لفظی تکرار بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۷: مقدمات کی تنقیح کے لیے کبھی تصرف و تحویل کی بھی ضرورت پڑتی ہے، جس سے مقدمات کی ترتیب منقح ہو جاتی ہے، جیسے: "أُولَئِكَ هُمُ الكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعتَدنَا لِلكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا "(النساء۱۵۱) اس میں کبری میں تھوڑے سے تصرف سے حد اوسط مکرر ہو کر شکل اول بن جائے گی: "الکافرون أعتدنالهم عذاباأليما".

قاعدہ نمبر ۱۸: وہ قیاس جو حملیہ اور شرطیہ متصلہ دونوں سے مرکب ہو تو اس کا نتیجہ شرطیہ متصلہ ہوگا[1]۔

قاعدہ نمبر ۱۹: جو قیاس حملیہ اور شرطیہ منفصلہ سے مرکب ہو تو اس کا نتیجہ شرطیہ منفصلہ ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۲۰: جو قیاس متصلہ اور منفصلہ سے مرکب ہو تو اس کا نتیجہ متصلہ اور منفصلہ دونوں آسکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۱: جو قیاس دو متصلوں سے مرکب ہو تو اس کا نتیجہ بھی متصلہ ہوگا، جیسے ایک حدیث میں ہے: "من تتبع عورة أخيه المسلم تتبع الله عورته، ومن تتبع عورته يفضحه ولوفى جوف رحلة" تو نتیجہ ہوگا: "من تتبع عورة أخيه المسلم يفضحه الله، ولوفى جوف رحلة ".

قاعدہ نمبر ۲۲: جس قیاس کے دونوں مقدمے (صغری، کبری) شرطیہ منفصلہ ہوں تو اس کا نتیجہ منفصلہ آئے گا۔

قاعدہ نمبر ۲۳: متصلتین سے مراد لزومیتین ہے کیونکہ اتفاقیتین سے قیاس نہیں بنتا۔

قاعدہ نمبر ۲۴: محققین کا نقطہ نظریہ ہے کہ اتفاقیات سے بھی قیاس مرکب ہو سکتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۵: شکل اول اشرف الاشکال ہے، کیونکہ یہ بدیہی الانتاج ہے، اس لیے شکل اول دیگر اشکال کے لیے معیار ہے[2]۔

قاعدہ نمبر ۲۶: اشکال اربعہ کا اجراء حملیات اور شرطیات دونوں میں ہوتا ہے[3]۔

قاعدہ نمبر ۲۷: ہر شکل کے چار اجزاء ہوتے ہیں، صغری کے دو جزء موضوع و محمول یا ان کی جگہ مقدم اور تالی، اور اسی طرح کبری کے بھی دو جزء موضوع و محمول یا ان کی جگہ مقدم اور تالی ہوتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۸: مذکور اشکال سے جو اقسام بنتے ہیں ان کی تعداد سولہ ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۹: اشکال اربعہ میں بعض صورتیں موصول النتائج اور بعض غیر موصول النتائج ہوتی ہیں[4]۔

قاعدہ نمبر ۳۰: قیاس میں معتبر محصورات اربعہ ہیں اور یہ چاروں صغری اور کبری دونوں میں معتبر ہیں تو چار (صغری) کو چار (کبری)

---

(۱) سلم العلوم:۲۰۰، ہامش مرقاۃ:۸۰۔
(۲) مرقاۃ:۷۴۔
(۳) قطبی:۳۳۲۔
(٤) شرح تہذیب:۱۵۹۔

کیساتھ ضرب دینے سے کل سولہ ضروب بنتے ہیں[1]۔

قاعدہ نمبر ۳۱: ارسطو نے شکل اول کو شکل کامل کا نام دیا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳۲: جب حد اوسط معرفہ ہو تو استدلال فطری طور پر شکل ثالث سے کیا جاتا ہے، جیسے سقراط عقل مند ہے، سقراط ایک فلسفی ہے، نتیجہ ہوگا۔ کچھ فلسفی عقل مند ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳۳: شکل رابع استدلال کے فطری قانون کے مطابق نہیں، اسی وجہ سے یہ قلیل الاستعمال ہے، بعض منطقی حضرات (شیخ ابو علی سینا، ابو نصر فارابی) نے اسے مسترد کیا ہے، تاہم ارسطو کے نزدیک یہ شکل اول کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

قاعدہ نمبر ۳۴: شکل رابع کو جالینوس نے منطق میں داخل کی ہے، اسی وجہ سے اسے شکل جالینوس کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳۵: شکل ثالث کی نتیجہ ہمیشہ جزئیہ ہوتی ہے۔

قاعدہ نمبر ۳۶ : شکل رابع کی نتیجہ بھی ہمیشہ جزئیہ ہوتی ہے، البتہ ایک صورت مستثنی ہے، جب صغری سالبہ کلیہ ہو اور کبری موجبہ کلیہ ہو تو اسی صورت میں نتیجہ کلیہ ہوگی۔

۲۲۔ تمرین:

(الف)۔ قیاس کی تعریف اور اقسام بیان کریں۔

(ب)۔ قیاس اقترانی اور استثنائی بنانے کا طریقہ بیان کریں۔

(ج)۔ قیاس اقترانی سے استثنائی اور استثنائی سے اقترانی بنانے کا طریقہ بیان کریں۔

(د)۔ قیاس استثنائی کی اقسام بیان کریں، نیز اقترانی شرطی کی کتنی قسمیں ہیں؟

(ھ)۔ صغری سہلۃ الحصول اور کبری سہلۃ الحصول والا قانون بیان کریں۔

(و)۔ مندرجہ ذیل مثالوں میں قیاس کی اقسام وانواع اور اشکال کی تعیین کیجئے۔

زَيْدٌ فَاعِلٌ كُلُّ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٌ، إنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ لَكِنَّ النَّهَارِ لَيْسَ بِمُوْجُوْدٍ، كُلُّ طَالِبِ الْعِلْمِ مُجْتَهِدٌ وَلَا أَحَدٌ مِنْ المجْتَهِدِ بِرَاسِبٍ، كُلُّ رَاسِبٍ كَسْلَانَ وَلَا أَحْدَ مِنْ الْكَسْلَانِ بِفَائِزٍ، كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ كَسْلَانَ كَانَ رَاسِباً لَكِنَّه كَسْلَانَ، الْعَالَمُ خَاشٍ مِنَ الله وَكُلُّ خَاشٍ مِنَ الله مُسْتَحِقٌّ لِلْجَنّةِ، لَوْكَانَ نُوْرُ الْعِلْمِ يُدْرِكَ بِالْمُنَى مَاكَانَ يَبْقَى فِي الْبَرِّيَّةِ جَاهِلٌ وَلَكِنَّ التَّالِيْ بَاطِلٌ، الجْوَالُ أَضَرُّ الْأَشْيَاءِ وَكُلُّ مَاهُوَ أَضَرُّ يَجِبُ الْاجْتِنَابُ عَنْهُ، المَنْطِقُ عِلْمٌ وَكُلُّ عِلْمٍ مُفِيْدٌ، لَوْكَانَتِ الدُّنْيَا تَدُوْمُ لِوَاحِدٍ لَكَانَ رَسُوْلُ الله ﷺ فِيْهَا مُخَلَّداً وَلَكِنَّه مَا كَانَ

---

(1) سلم العلوم: ۱۹۴، مرقاۃ: ۷۴۔

مُخَلَّداً، اَلْعُلُوْمُ الآلِيَّةُ خَادِمَةُ الْقُرْآنِ وَكُلُّ خَادِمِ الْقُرْآنِ ذُوْ شَرَافَةٍ، دَائِماً الْعَبْدُ إِمَّا مُسْلِمٌ أَوْ كَافِرٌ، لَاشَيْءَ مِنَ الْكَافِرِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، إِنَّ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً، وَكُلَّما كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً كَانَ الْعَالَمُ مُضِيْئاً، دَائماً إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْعَبْدُ مُسْلِماً أَوْ غَيْرُمُسْلِمٍ، وَلَاأَحَدَ مِنَ الْمسْلِمِ بِمُشْرِك، كُلَّما كَانْ المسْلِمُ تابعًا لْلقُرْآنِ كَانَ غَالِبًا وَكُلّما كَان غَالِباً كَانَ غَنِيًّا، إِنْ كَانَتِ الْبدْعَةُ ضَلَالَةً كَانَتْ فِسْقاً وَلَاشَيْءَ مِنَ الْفِسْقِ بِطَاعَةٍ، الْكَلِمَةُ إِمَّا إِسْمٌ أَوْ فِعْلٌ أَوْ حَرْفٌ وَكُلُّ حَرْفٍ غَيْرُ مُسْتَقِلٍّ، وَلَاأَحَدَ مِنَ الْعَالِمِ بِجاهِلٍ، دَائِماً المرَكَّبُ إِمَّا تَامٌّ أَوْ نَاقِصٌ وَكُلَّما كَانَ تَامًّا يَصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهِ، زَيْدٌ مُسْلِمٌ كُلُّ مُسْلِمٍ مُّؤْمِنٌ بَاللهِ وَرَسُوْلِهِ، كُلُّ مُشْرِكٍ كَافِرٌ وَلَاأَحَدَ مِنَ الْكَافِرِ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، الْبِدْعَةُ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَكُلُّ رَسُوْلِ اللهِ مَحْبُوْبٌ للهِ.

چند حل شدہ تطبیقی مثالیں:

۞...... "المَنطِقُ عِلْمٌ" (صغریٰ)= "وَكُلُّ عِلْمٍ مُفِيْدٌ(کبریٰ)۔"="المَنْطِقُ مُفِيْدٌ"(نتیجہ/مطلوب)،قیاس،اس لیے کہ احتجاج من الکلی الی الجزئی ہے،قیاسِ اقترانی،اس لیے کہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ مذکور نہیں۔

۞...... "كُلَّما كَانَ زَيْدٌ مُجْتَهِداً لَمْ يَكُنْ رَاسِباً" (کبریٰ)"لَكِنَّهُ مُجْتَهِدٌ"(صغریٰ)= "فَزَيْدٌ لَمْ يَكُنْ رَاسِباً"۔قیاس،اس لیے کہ احتجاج من الکلی الی الجزئی ہے،قیاسِ استثنائی،اس لیے کہ نتیجہ بعینہ مذکور ہے۔

۞... "مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسلِمِ تَتَبَّعَ اللهُ عَورَتَهُ"(صغریٰ شرطیہ متصلہ) + "وَمَن تَتَبَّعَ اللهُ عَورَتَهُ يَفضَحُه وَلَو فِي جَوفِ رَحلِهِ"(کبریٰ شرطیہ متصلہ)="مَن تَتَبَّعَ عَورَةَ أَخِيهِ الْمُسلِمِ يَفضَحهُ وَلَو فِي جَوفِ رَحلِهِ"(نتیجہ/مطلوب)،قیاس،اس لیے کہ احتجاج من الکلی الی الجزئی ہے،قیاسِ اقترانی،اس لیے کہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ مذکور نہیں۔قیاس اقترانی شرطی،اس لیے کہ مرکب من الشرطیات ہے۔اقترانی شرطی کی پہلی قسم مرکب من متصلتین۔

۞... "إِنْ كَانَ الشِّرْكُ ظُلْماً لَكَانَ الْأَلْيَقُ بِالْاجْتِنَابِ"(صغریٰ شرطیہ متصلہ)"وَكُلَّما كَانَ أَلْيَقُ بِالْاجْتِنَابِ فَمُرْتَكِبُهُ مَرْدُوْدٌ"(کبریٰ شرطیہ متصلہ)="إِنْ كَانَ الشِّرْكُ ظُلْماً فَمُرْتَكِبُهُ مَرْدُوْدٌ" (نتیجہ/مطلوب): قیاس،اس لیے کہ احتجاج من الکلی الی الجزئی ہے،قیاسِ اقترانی،اس لیے کہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ مذکور نہیں۔قیاس اقترانی شرطی،اس لیے کہ مرکب من الشرطیات ہے۔

۞..."إِنْ كَانَتِ الْبِدْعَةُ ضَلَالَةً كَانَتْ فِسْقاً"(صغریٰ شرطیہ متصلہ) "وَكُلُّ فِسْقٍ مَحْظُوْرٌ"(کبریٰ قضیہ حملیہ)= "إِنْ كَانَتِ الْبِدْعَةُ ضَلَالةٌ فَهِيَ مَحْظُوْرَةٌ" (نتیجہ/مطلوب): قیاس،اس لیے کہ احتجاج من الکلی الی الجزئی ہے،قیاسِ اقترانی،اس لیے کہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ مذکور نہیں۔قیاس اقترانی شرطی،اس لیے کہ مرکب من شرطیہ وحملیہ ہے۔

فصلِ دوم: مختلطات کا بیان

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

متقدمتین قیاس میں جہت کے ذکر اور عدم ذکر کے اعتبار سے قیاس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قیاس ہے جس میں جہت مذکور نہ ہو اور دوسرا وہ قیاس ہے جس میں جہت مذکور ہو، ماقبل میں ان قیاسات کا بیان تھا جن کے مقدمتین غیر موجہات تھے، اب اس فصل میں ان قیاسات کو بیان کیا جاتا ہے جن کے مقدمتین موجہات میں سے ہوں، جہات کے اعتبار سے قیاس کی مختلف صورتیں بنتی ہیں۔ جن کی مختصر تفصیل حسب ذیل ذکر کی جاتی ہے:

۲۔ مختلطات (اختلاطات) کی تعریف:

مختلطات ان قیاسات کو کہتے ہیں جن کے مقدمتین (صغریٰ اور کبریٰ) موجہات میں سے ہوں[1]، اب جب مقدمات میں جہت کا اعتبار کیا جائے تو اشکال رابعہ کے نتیجہ دینے کے لیے چند شرائط ضروری ہیں، شکل اول کے نتیجہ دینے کے لیے جہت کے اعتبار سے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے، صغری فعلیہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صغریٰ ممکنتین میں سے نہ ہو، بلکہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے علاوہ باقی موجہات میں سے کوئی ایک ہو، یہ شرط اس لیے ضروری ہے کہ کبریٰ میں اکبر کا حکم حد اوسط پر خواہ ایجابی ہو، یا سلبی، شیخ الرئیس کے نزدیک بالفعل ہے، اب اگر صغریٰ میں اصغر کا حکم حد اوسط پر بالامکان ہو گا تو اکبر کا حکم حد اوسط کے واسطہ سے اصغر تک متعدی نہ ہو گا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اکبر کا حکم اوسط پر بالفعل ہے اور اصغر کا حکم اوسط پر بالامکان ہے اور ممکن کے لیے جائز ہے کہ وہ ہمیشہ امکان ہی کے تحت رہے اور قوت سے فعلیت کی طرف نہ نکلے، مثال کے طور پر فرض کیجئے: زید کی سواری بالفعل گھوڑے میں منحصر ہے، یعنی زید بالفعل گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو "کل حمار مرکوب زید بالإمکان العام، وکل مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورۃ" دونوں صادق ہوں گے، لیکن "کل حمار فرس بالإمکان العام" صادق نہ ہو گا، کیونکہ کبریٰ کا مفہوم یہ ہے کہ زید کی جو سواری بالفعل ہے وہ بالضرورۃ گھوڑا ہے اور گدھا بالفعل زید کی سواری ہے ہی نہیں تو مرکوب بالفعل کا حکم گدھے تک نہ پہنچے گا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اکبر کا حکم اصغر تک پہنچنے کے لیے صغریٰ کا جہت فعلیت پر مشتمل ہونا شرط ہے[2]۔

۳۔ ایک ضروری ضابطہ:

وہ موجہات جو علوم میں معتبر عند المتقدمین ہیں وہ درج ذیل تیرہ ہیں:

۱) ضروریہ مطلقہ، ۲) دائمہ مطلقہ، ۳) مشروطہ عامہ، ۴) عرفیہ عامہ، ۵) مطلقہ عامہ، ۶) ممکنہ عامہ، ۷) مشروطہ خاصہ، ۸) عرفیہ خاصہ، ۹) وجودیہ لاضروریہ، ۱۰) وجودیہ لادائمہ، ۱۱) وقتیہ، ۱۲) منتشرہ، ۱۳) ممکنہ خاصہ۔

---

(۱) سوانح التوجہات علی نظم الموجہات: ۳۹۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۱۴۔

اب جب ہم ان تیرہ کا اعتبار صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں کریں گے تو تیرہ صغریات کو تیرہ کبریات میں ضرب دینے سے ایک سو انہتر ضروب مختلطہ حاصل ہوجائیں گی[1]، لیکن چونکہ ضروب مختلطہ کے نتیجہ دینے کے لیے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے تو ان تیرہ میں سے دو یعنی ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا اعتبار صغریٰ میں نہیں کرسکتے، لہذا فعلیت صغریٰ کی شرط کی وجہ سے چھبیس ضروب مختلطہ ساقط ہوجائیں گی جو دو ممکنہ کو تیرہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، تو اب ایک سو تینتالیس ضروب مختلطہ باقی رہ جائیں گی[2]۔

۴۔ ضروب مختلطہ کے نتیجہ دینے کا قاعدہ:

ایک سو تینتالیس ضروب مختلطہ کے نتیجہ دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ کبریٰ دو حال سے خالی نہیں، یا تو کبری وصفیات اربع (مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ، عرفیہ خاصہ) میں سے کوئی ایک ہوگا یا نہیں، یا وصفیات اربع کے علاوہ کوئی اور ہوگا، اگر وصفیات اربعہ کے علاوہ کوئی ایک ہو تو نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوگا اور کبریٰ وصفیات اربعہ میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا، لیکن اگر صغریٰ میں لادوام یا لاضرورۃ کی قید ہو وہ قید نتیجہ میں حذف ہوجائے گی، اسی طرح صغریٰ میں وہ ضرورت ذاتیہ یا وصفیہ یا وقتیہ پائی ہو جو کبریٰ میں نہیں پائی تو وہ بھی نتیجہ میں حذف ہوجائے گی، پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ کبریٰ میں لادوام کی قید ہے یا نہیں، اگر کبریٰ میں لادوام کی قید نہ ہو، مثلاً کبری عرفیہ عامہ یا مشروطہ عامہ ہو تو محفوظ کرلیا جائے گا اور یہ بعینہ نتیجہ ہوگا اور اگر کبریٰ میں لادوام کی قید ہو، مثلاً وہ مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو تو اس قید کو محفوظ کیساتھ ملادی جائے گی اور ان دونوں سے جو مجموعہ حاصل ہوگا وہ مجموعہ نتیجہ کی جہت ہوگا۔

پہلی صورت یعنی جب کبریٰ وصفیات اربعہ کے علاوہ ہو تو اس وقت نتیجہ کبریٰ کے مثل اس لیے ہوگا، کہ اصغر کا حکم اکبر میں بعینہ داخل ہے، کیونکہ کبری اس وقت اس پر دلالت کرے گا کہ ہر وہ چیز جس کے لیے اوسط بالفعل ثابت ہو تو وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگا، اس جہت سے جو کبریٰ میں معتبر ہے، لیکن اصغر کے لیے اوسط بالفعل ثابت ہے، لہذا وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگا اسی جہت سے جو معتبر ہے اور دوسری صورت یعنی کبری جب وصفیات اربعہ میں سے کوئی ایک ہو تو اس وقت نتیجہ صغریٰ کے مثل اس لیے ہوگا کہ کبریٰ کی دلالت اس صورت میں اوسط کے دائمی ہونے کی وجہ اکبر کے دائمی ہونے پر ہوگا اور جب حد اوسط اکبر کے دائمی ہوگی تو اکبر کا ثبوت اصغر کے لیے اوسط کے ثبوت کے اعتبار سے ہوگا، پس حد اوسط کا ثبوت دائمی ہو تو اکبر کا ثبوت بھی دائمی ہوگا اور اگر وقتی ہو تو وقتی ہوگا اور اگر حد اوسط اکبر کے لیے بالضرورۃ دائمی ہو، جیسے مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں حد اوسط کا ثبوت اکبر کے لیے ضروری ہوتا ہے تو حد اوسط کے ثبوت کے ضروری ہونے کی وجہ سے اکبر کے ثبوت کی ضرورت اصغر کے لیے بھی ہوگی، اس لیے قاعدہ ہے کہ ضروری کے لیے جو چیز ضروری ہو وہ ضروری ہوتی ہے اور یہاں حد اوسط ضروری ہے اکبر کے لیے تو حد اوسط کے ضروری ہونے کی وجہ سے اکبر اصغر

---

[1] جن حضرات نے موجہات کی تعداد بیس بتلائی ہے ان کے نزدیک مختلطات کی چار سو قسمیں ہیں۔ دیکھئے: سوانح التوجہات علی نظم الموجہات: ۳۹۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۱۴۔

کے لیے ضروری ہو گا تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہو گا[1]۔

۵۔ صغریٰ میں "لادوام" یا "لاضرورۃ" کی قید ہو تو نتیجہ میں کیوں حذف ہوتی ہے؟

ما قبل یہ ضابطہ بیان ہوا کہ جب کبریٰ وصفیات اربعہ میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوتا ہے، لیکن اگر صغریٰ میں لادوام یا لاضرورۃ کی قید ہو تو وہ نتیجہ میں حذف کر دی جاتی ہے،اس حذف کی وجہ یہ ہے کہ صغریٰ جب موجبہ ہو تو اس میں لادوام اور لاضرورۃ سے سالبہ کی طرف اشارہ ہو گااوراس شکل کے نتیجہ دینے میں سالبہ کاکوئی دخل نہیں اور ضرورت مخصوصہ بالصغریٰ کو اس لیے حذف کیاجاتاہے کہ کبریٰ میں جب وہ ضرورت نہ ہوگی تو اکبر کا ہر اس شئی سے جس کے لیے حد اوسط ثابت ہے جدا ہونا ممکن ہے اوراصغر کے لیے حد اوسط ثابت ہے، لہذا اکبر کا اصغر سے جدا ہونا ممکن ہو گا تو صغریٰ کی ضرورت نتیجہ تک نہ پہنچے گی، لہذا اس کا حذف کرنا ضروری ہے اور بہر حال کبریٰ کے لادوام کا ملانا تو اندرج بین کی وجہ سے ہے، کیونکہ کبریٰ میں جب لادوام کی قید ہے تو وہ اس وقت اس بات پر دلالت کرے گا اکبر ہر اس چیز کے لیے دائمی نہیں جس کے لیے حد اوسط بالفعل ثابت ہے اوراصغر کے لیے بھی حد اوسط بالفعل ثابت ہے، لہذا اکبر اصغر کے لیے بھی دائمی نہ ہو گااور جب اصغر کے لیے اکبر دائمی نہیں تو لادوام کی قید کا نتیجہ میں بڑھانا ضروری ہے[2]۔

۶۔ تمرین:

(الف)۔ مختلطات کی تعریف بیان کریں۔

(ب)۔ ضروب مختلطہ کے نتیجہ بیان کرنے کا قاعدہ بیان کریں۔

(ج)۔ صغریٰ میں "لادوام" یا "لاضرورۃ" کی قید ہو تو نتیجہ میں کیوں حذف ہوتی ہے؟

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۴۱۵.

[2] تحریر القواعد المنطقیہ:۴۱۶۔۴۱۷۔

فصل سوم: اشکالِ قیاسِ مختلطات

۱۔ تمہیدی مقدمہ:

اشکالِ اربعہ کے لیے جو شرائط قیاسِ مطلقہ غیر موجہہ میں بیان ہوئیں ہیں تو اُن شرائط کے علاوہ کچھ مستزاد شروط ہیں، جن کا قیاس مختلط موجہہ میں پایاجاناضروری ہیں، جس کی وجہ سے قیاس منتج ہوگااور پھر وہ شرائط ہر ایک شکل کے لیے علیحدعلیحدہ ہیں، ذیل میں ان کی مختصر تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

۲۔ ضروب مختلطات شکل اول کے نتائج:

اگر صغریٰ ضروریہ مطلقہ اور کبریٰ مشروطہ عامہ ہو تو نتیجہ ضروریہ مطلقہ ہوگا، جیسے: "بالضرورة كل إنسان حيوان بالفعل (صغریٰ)، وكل حيوان جسم بالضرورة مادام حيوانا (کبریٰ)"، تو نتیجہ ہوگا: "كل إنسان جسم بالضرورة".

اگر صغریٰ ضروریہ مطلقہ ہواور کبریٰ مشروطہ خاصہ ہو تو نتیجہ ضروریہ لادائمہ ہوگا، جیسے: "بالفعل كل إنسان حيوان بالضرورة، وكل حيوان حساس بالضرورة مادام حيوانالادائما"، نتیجہ ہوگا: "كل إنسان حساس بالضرورة لادائما"۔ یادرہے کہ صادق المقدمات قیاس ان دونوں سے نہیں مرتب ہوتے، کیونکہ قیاس نتیجہ کاملزوم ہوتاہے اور نتیجہ اس کالازم ہے، اگر صادق المقدمات قیاس مرتب ہوں تو نتیجہ برآمد نہیں ہوگااور جب نتیجہ برآمد نہیں ہوگاتوملزوم کالازم کے بغیر صادق آنالازم آئے گااور ملزوم کالازم کے بغیر صادق آنامحال ہے، اس سے معلوم ہواکہ ان دونوں سے صادق المقدمات قیاس مرتب نہیں ہوتا۔

اوراگر صغریٰ ضروریہ مطلقہ ہواور کبریٰ عرفیہ عامہ ہو تو نتیجہ دائمہ مطلقہ ہوگااور صغریٰ میں جو ضرورۃِ مخصوصہ ہے اس کو حذف کردیاجائے گا، جیسے: "بالضرورة كل ناطق إنسان بالفعل" (صغری)، "وكل إنسان حيوان بالدوام مادام إنسانا" (کبری)، نتیجہ ہوگا: "كل ناطق حيوان بالدوام"۔ اوراگر صغریٰ ضروریہ مطلقہ ہواور کبریٰ عرفیہ خاصہ ہو تو نتیجہ دائمہ لادائمہ ہوگا بحذف ضرورۃ وبضم لادوام، جیسے: "بالضرورة كل كاتب إنسان بالفعل" (صغری)، "وكل إنسان ناطق بالدوام مادام إنسانالادائما" (کبریٰ)، نتیجہ ہوگا: "بالفعل كل كاتب ناطق بالدوام لادائما" اور جس وقت صغریٰ دائمہ ہواور کبریٰ عرفیہ عامہ یامشروطہ عامہ ہو تو نتیجہ ہوگااوراگر کبریٰ عرفیہ خاصہ یامشروطہ خاصہ ہو تو نتیجہ دائمہ لادائمہ ہوگااوران تمام صورتوں سے بھی صادق المقدمات قیاس مرتب نہیں ہوگا[1]۔

۳۔ مختلطاتِ شکلِ ثانی کی شرائطِ انتاج:

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۱۷، سوانح التوجہات: ۴۱۔

مختلطاتِ شکلِ ثانی کے نتیجہ دینے کے لیے دو شرطیں ہیں اور ہر ایک شرط مردد ہے:

(الف)۔ پہلی شرط صغری پر دوام کا صادق ہونا ہے، یعنی صغریٰ کا ضروریہ مطلقہ یا دائمہ مطلقہ ہونا ضروری ہے، یا کبریٰ کا ان چھ قضایا میں سے ہونا ضروری ہے، جن کے سوالب منعکس ہوتے ہیں اور وہ چھ یہ ہیں:

۱)ضروریہ مطلقہ، ۲)دائمہ مطلقہ، ۳)عرفیہ عامہ، ۴)عرفیہ خاصہ، ۵)مشروطہ عامہ، ۶)مشروطہ خاصہ۔

اس شرط کے ضروری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ شرط مفقود ہو تو نتیجہ میں اختلاف لازم آئے گا اور نتیجہ میں اختلاف ہونا اصولِ منطق کے مطابق قیاس کے منتج نہ ہونے کی دلیل ہے، حالانکہ قیاس کو نتیجہ لازم ہے اور نتیجہ میں اختلاف ہونے کی وجہ قیاس کے منتج نہ ہونے کی وضاحت یہ ہے کہ اگر ذکر کردہ دونوں امر نہ پائے جائیں تو ظاہر ہے کہ صغریٰ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے علاوہ گیارہ قضیوں میں سے کوئی ہوگا اور ان گیارہ میں سب سے اخص مشروطہ خاصہ اور وقتیہ ہے اور کبریٰ ان سات قضایا میں سے ہوگا، جن کے سوالب منعکس نہیں ہوتے اور وہ یہ ہیں:

۱)وقتیہ، ۲)منتشرہ، ۳)وجودیہ لاضروریہ، ۴)وجودیہ لادائمہ، ۵)ممکنہ عامہ، ۶)ممکنہ خاصہ، ۷)مطلقہ عامہ۔

ان ساتوں میں سب سے اخص وقتیہ ہے اور صغرین یعنی مشروطہ خاصہ اور وقتیہ کا اختلاط کبری وقتیہ کیساتھ پہلی دو ضربوں میں جو اخص الضروب ہیں، نتیجہ میں اختلاف کا باعث ہے اور نتیجہ میں اختلاف ہونا قیاس کے عدم انتاج کی دلیل ہے جب اختلاطات میں اخص، اخص الضروب میں منتج نہیں ہوتا تو باقی اختلاطات بھی باقی ضروب میں منتج نہ ہوں گے، اس لیے کہ اخص کا منتج نہ ہونا اعم کے منتج نہ ہونے کو مستلزم ہوتا ہے۔ اختلاف موجب عدم انتاج کی مثال یہ ہے، جیسے: ”لا شیء من المنخسف بمضیء بالضرورة مادام منخسفا أوفی وقت معین لادائما“(صغریٰ)، ”وکل قمر مضیء بالضرورة فی وقت معین لادائما“(کبریٰ)، دونوں صادق ہیں، اس کا حق نتیجہ موجبہ ہوگا، یعنی ”کل منخسف قمر بالضرورة“ سالبہ نتیجہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ سب بالامکان العام ممتنع ہے اور اگر کبریٰ کو بدل کر یوں کہا جائے: ”لا شیء من المنخسف بمضیء بالضرورة مادام منخسفا لادائما“(صغریٰ)، ”وکل شمس مضیئة بالضرورة في وقت معین لادائما“(کبریٰ)، یہ دونوں مقدمے صادق ہیں، ان کا نتیجہ سالبہ ہوگا، یعنی ”لا شیء من المنخسف بشمس بالضرورة“.

اب یہاں دیکھئے کہ مختلطات شکل ثانی کی ضرب ثانی میں نتیجہ میں اختلاف لازم آگیا اور اختلاف نتیجہ عدم انتاج کی دلیل ہے اور جب یہ دونوں اختلاط باجود اخص ہونے کے منتج نہیں ہوئے تو ان کے علاوہ بقیہ اختلاط بھی منتج نہ ہوں گے، کیونکہ اخص کا عدم انتاج اعم کے عدم انتاج کو مستلزم ہوتا ہے[1]۔

(ب)۔ مختلطات شکل ثانی کے انتاج کی دوسری شرط کی پھر دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ صغریٰ اگر ممکنہ عامہ یا ممکنہ خاصہ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۱۹-۴۲۰۔

ہو تو کبریٰ ضروریہ مطلقہ ہو، یا مشروطہ عامہ، یا مشروطہ خاصہ ہو۔ اوردوسری صورت یہ ہے کہ اگر کبریٰ ممکنہ ہو تو صغریٰ ضروریہ مطلقہ ہو۔

اب پہلی صورت اس لیے ضروری ہے کہ شرط اول سے یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ صغریٰ ممکنہ ان سات قضایا کیساتھ جن کے سوالب منعکس نہیں ہوتے، یعنی دائمتین، مشروطتین اور عرفیتین کے علاوہ کیساتھ منتج نہیں ہوتا۔ اب اگر صغریٰ ممکنہ کو ضروریاتِ ثلاثہ یعنی ضروریہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور مشروطہ خاصہ کے علاوہ کیساتھ استعمال کیاجائے تو اس کااختلاط دوائمِ ثلاثہ یعنی دائمہ مطلقہ، عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ کیساتھ ہوگا اوردائمہ کیساتھ اس کا اختلاط منتج نہیں ہوتا، کیونکہ یہ اختلاف نتیجہ کو مستلزم ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ شئ کے لیے جو چیز بالامکان ثابت ہو وہ شئ سے دائما مسلوب ہو، جیسے:"كل رومي فهو أسود، ولا شيء من الرومي بأسود" صادق ہے اور حق ایجاب ہے نہ کہ سلب۔ کیونکہ سلب الشیء عن نفسہ محال ہے اوراگر کبریٰ کوبدل کر "لا شيء من التركي بأسود دائما" کہاجائے تو حق سلب ہوگا اورایجاب ممتنع ہے اور جب صغریٰ ممکنہ کااختلاط دائمہ کیساتھ نتیجہ نہیں دیتا تو عرفیہ اور عرفیہ خاصہ کیساتھ بھی نتیجہ نہیں دے گا۔

عرفیہ عامہ کیساتھ منتج نہ ہونا تو اس لیے ہے کہ دائمہ اخص ہے اور عرفیہ عامہ اعم ہے اوراخص کا منتج نہ ہونا اعم کے منتج نہ ہونے کو ثابت کرتا ہے اور عرفیہ خاصہ کیساتھ منتج نہ ہونا تو اس لیے ہے کہ عرفیہ عامہ ممکنہ عامہ کیساتھ منتج نہیں ہوتا اور عرفیہ خاصہ کادوسرا قضیہ جس کی طرف لادوام سے اشارہ ہوتا ہے وہ بھی ممکنہ عامہ کیساتھ منتج نہیں ہوتا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اصل جب کیف یعنی ایجاب وسلب میں ممکنہ کے مخالف ہو تو لادوام کیف میں اس کے موافق ہوگا تو کیف کے اعتبار سے اس شکل کے دونوں مقدمتین ایک ہوجائیں اوراس شکل میں اس صورت میں انتاج نہیں ہوتا اور جب عرفیہ خاصہ کے دونوں جزء ممکنہ عامہ کیساتھ نتیجہ نہیں دیتے تو عرفیہ خاصہ ممکنہ عامہ کیساتھ غیر منتج ہوگا، اس لیے قضیہ مرکبہ کے دوسرے قضیہ کیساتھ منتج ہونے کامطلب یہ ہے کہ اس کے دونوں جزؤں میں کوئی ایک دوسرے قضیہ کیساتھ منتج ہو[1]۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشیں رکھیں کہ دو بسائط سے جو قیاس مرکب ہو مناطقہ اس کو قیاس واحد کہتے ہیں اور جو مرکبہ اور بسیطہ سے مرکب ہو اس کو قیاسان اور جو دو مرکبہ سے مرکب ہو اس کو اقیسہ اربعہ کہتے ہیں اوراگر نتیجہ دینے والا قیاس واحد ہو تو قیاس کانتیجہ بسیطہ ہوگا، ورنہ نتائج کو مرکب کرکے اس کو نتیجہ قیاس بنادیاجائے گا۔

شرطِ ثانی کی دوسری صورت کے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کبریٰ ممکنہ عامہ کو ضروریہ مطلقہ کے علاوہ کیساتھ استعمال کیاجائے تو اب اس کااختلاط دائمہ کیساتھ ہوگا اور کبریٰ ممکنہ عامہ کااختلاط دائمہ کیساتھ غیر منتج ہے، کیونکہ اس صورت میں نتیجہ میں اختلاف لازم آتا ہے اوراختلافِ نتیجہ اصولِ منطق کے مطابق قیاس کے منتج نہ ہونے کی دلیل ہے، اختلافِ نتیجہ اس لیے لازم آئے گا کہ ممکن ہے کہ کوئی امر شئ سے بالامکان مسلوب ہو اور دائما اس کے لیے ثابت ہو، جیسے:"كل رومي أبيض دائما، ولا شيء من الرومي

[1] تحریرالقواعد المنطقیہ:۴۲۱.

بأبیض بالإمکان"، تویہاں نتیجہ سلب ممتنع ہوگااوراگر کبریٰ کوبدل کراس طرح کہیں "کل رومی بأبیض دائما، ولا شیءمن الھندی بأبیض بالإمکان"تویہ ایجاب ممتنع ہوگا[1]۔

۴۔مختلطاتِ شکل ثانی کی ضروب منتجہ:

شکل اول کی طرح اس شکل کی بھی ایک انہتر ضربیں بنتی ہیں، جن میں سے چوراسی ضربیں منتج ہیں اور پچاسی ضربیں غیر منتج ہیں، کیونکہ چوراسی ضربوں ہی میں انتاج کی دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں اور ستر ضربیں ایسی ہیں، جن میں شرط اول نہیں پائی جاتی، لہذا شرطِ اول نے ستر ضربوں کو ساقط کردیا اور آٹھ ضربوں میں شرط ثانی نہیں پائی جاتی، لہذا شرط ثانی کی وجہ سے آٹھ ضربیں ساقط ہو گئیں اور پہلی شرط کی وجہ سے وہ ستر ضربیں ساقط ہو گئیں جو گیارہ صغریات یعنی مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، وقتیہ، منتشرہ اور ممکنہ کو سات کبریات یعنی مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، وقتیہ ،منتشرہ اور ممکنہ خاصہ کیساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں اور دوسری شرط کی وجہ سے جو آٹھ ضربیں ساقط ہو گئیں، وہ یہ ہیں، جو دو ممکنہ صغریٰ کو کبری دائمہ اور عرفیتین کیساتھ اور کبریٰ ممکنتین کو صغری دائمہ کیساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں[2]۔

۵۔مختلطات شکل ثانی کی ضروب منتجہ کے انتاج کا ضابطہ:

مختلطات شکل ثانی کی ضروب منتجہ کے انتاج کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مقدمتین میں سے کسی ایک پر دوام ذاتی صادق ہو، یعنی صغریٰ یا کبریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا اور مقدمتین یعنی صغریٰ و کبریٰ میں سے کسی پر دوام ذاتی صادق نہ ہو، بلکہ صغریٰ ان نو قضایا میں سے ہو جو ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے علاوہ ہیں اور کبریٰ مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے ہو، یا صغریٰ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ ہو اور کبریٰ مشروطہ عامہ اور مشروطہ خاصہ ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا، لیکن ایک شرط کیساتھ وہ شرط یہ ہے کہ اگر صغریٰ میں لادوام، لاضرورۃ اور ضرورۃ خواہ وقتیہ ہو یا وصفیہ کی قیود ہوں تو یہ سب قیود نتیجہ سے حذف ہوجائیں گی۔ کیونکہ صغریٰ اگر کبری کیساتھ بسیطہ ہو تو اس کے وجود کی قید کیف میں اس کے موافق ہوگی اور اگر مرکبہ کیساتھ ہو تو وہ نہ اصل کیساتھ نتیجہ دے گا اور نہ قید وجود کیساتھ، اس لیے کہ اگر صغریٰ و کبریٰ دونوں مقید باللادوام ہوں تو اس وقت وجود کی قید دو مطلقہ عامہ ہوں گی اور اگر دونوں مقید باللاضرورۃ ہو تو وجود کی قید دو ممکنہ عامہ ہوں گی، اگر صغری و کبریٰ میں سے ایک میں لاضرورۃ کی قید اور دوسرے میں لادوام کی قید ہو تو اس وقت وجود کی قیدیں مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ ہوں گی اور اختلاطاتِ شکل ثانی میں ان میں سے کسی کے ذریعہ بھی انتاج نہیں ہوتا[3]۔

اس سے معلوم ہوا کہ لادوام اور لاضرورۃ کی قید کا حذف ہونا ضروری ہے اور صغریٰ سے ضرورۃ کا حذف ہونا اس لیے ضروری

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۲۱.
(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۲۲.
(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۲۲.

ہے کہ یہ بات فرض کی گئی ہے کہ دوام صغری پر صادق نہیں تو اب اگر صغری میں ضرورۃ کی قید ہوگی تو اس کی تین صورتیں ہیں یا تو ضرورہ مشروطہ ہوگی یا ضرورۃ وقتیہ، یا ضرورۃ منتشرہ، اور ان میں سے کسی ایک صورت سے اور دوسرے مقدمہ سے اختلاطات میں سے اخص اختلاط وہ ہے جب کہ صغریٰ و کبریٰ دونوں مشروطہ ہوں، یا ایک مشروطہ اور دوسرا وقتیہ ہو۔

اور ان دونوں صورتوں میں ضرورۃ نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی، جب مقدمتین کا اختلاط دو مشروطہ عامہ سے ہوگا تو اس وقت نتیجہ کی طرف ضرورۃ کا متعدی نہ ہونا اس لیے ہے کہ حد اوسط ان دونوں میں احد الطرفین کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ سے ضروری السلب ہے اور طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ سے ضروری السلب ہے اور اس سے دو مجموعہ کے درمیان صرف منافات ضروریہ لازم آتی ہے اور یہ مطلوب نہیں ہے، بلکہ احد الطرفین کے وصف کی منافات طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ کے لیے ضروری ہونا مطلوب ہے اور یہ لازم نہیں آتا، اس لیے ضرورۃ کی قید کا حذف ہونا ضروری ہے اور جب صغریٰ وقتیہ ہو اور کبریٰ مشروطہ ہو تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اصغر کے لیے اس کے بعض اوقات میں حد اوسط ضروری الثبوت ہے اور اکبر سے بشرط الوصف حد اوسط ضروری السلب ہے اور اس سے صرف یہ لازم آتا ہے کہ اکبر کی ذات مع الوصف کے اصغر سے بعض اوقات میں ضروری السلب ہے، لیکن اکبر کے وصف کا ذاتِ اصغر سے ضروری السلب ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سلب کی ضرورت کا لزوم وصف کیساتھ ذات کے ملنے سے پیدا ہوا ہو تو اس صورت میں بھی ضرورۃ نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی، ہاں اگر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ مشروطہ کا عکس مستوی مشروطہ آتا ہے تو ضرورۃ صغریٰ سے نتیجہ کی طرف متعدی ہو سکتی ہے اور یہ بات چونکہ ظاہر نہیں اس لیے ضرورۃ نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی اور جب ضرورت نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی تو اصغر سے ضرورۃ کا حذف ہونا ضروری ہے [1]۔

۶۔ مختلطاتِ شکلِ ثانی کی ضروب منتجہ کے نتائج کے اثبات کی دلیلیں:

مختلطاتِ شکلِ ثانی کی ضروب منتجہ کے نتائج دائمہ مطلقہ ہونا، یا صغری کے مثل ہونا ان ہی دلائل سے ثابت ہیں، جن کو مطلقات میں ذکر کیا گیا ہے وہ دلیل خلف، دلیل عکس اور دلیل افتراض ہیں۔ دلیل خلف کے جاری کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ "کل إنسان ضاحك بالإطلاق" (صغری)، "ولا شيء من الجماد بضاحك بالضرورة أو دائما" (کبری) صادق ہوگا تو اس کا نتیجہ "لا شيء من الإنسان بجماد" ضرور صادق ہوگا، اگر یہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض "بعض الانسان جماد بالاطلاق" صادق ہوگی، پھر ہم اس نقیض کو صغری بنائیں گے اور قیاس کے کبریٰ کو کبریٰ بنا کر شکل اول ترتیب دے کر یوں کہیں گے: "بعض الإنسان جماد بالإطلاق، ولا شيء من الجماد بضاحك بالضرورة أو دائما" اس کا نتیجہ شکل اول کی ضرب رابع سے "بعض الإنسان ليس بضاحك بالضرورة أو دائما" ہوگا، حالانکہ اصل قیاس کا صغریٰ "کل انسان ضاحك بالإطلاق" تھا، جو مفروض الصدق ہے، لہٰذا نتیجہ خلاف مفروض ہونے کی وجہ سے باطل ہے اور

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۲۲۔

اصل قیاس کا نتیجہ صادق ہے[1]۔

۷۔ ایک اشکال اور اس کا جواب:

آپ نے شکل ثانی کے نتیجہ کے متعلق یہ بیان کیا کہ اگر مقدمتین سے کوئی ایک ضروریہ مطلقہ یا دائمہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا اس پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ مقدمتین جب ضروریہ مطلقہ ہوں تو نتیجہ ضروریہ مطلقہ ہی ہوگا، اس لیے کہ حد اوسط جب احد الطرفین کے لیے ضروری الثبوت ہوگی اور طرف آخر سے ضروری السلب ہو تو ان کے درمیان مباینت ضروریہ ہوگی، لہذا ضروریتین کا نتیجہ ضروری ہی ہونا چاہیے نہ کہ دائمہ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقدمتین کا جو حکم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ احد الطرفین کی ذات کے لیے حد اوسط ضروری الثبوت ہے اور دوسرے کی ذات سے ضروری السلب ہے اور اس سے صرف ذات طرفین کے درمیان منافات لازم آتی ہے جو مطلوب نہیں، بلکہ مطلوب تو ذات اصغر اور وصفِ اکبر کے درمیان منافات کا ہونا ہے، پس جو مطلوب ہے وہ لازم نہیں آتا اور جو لازم آتا ہے وہ مطلوب نہیں، یہی وجہ ہے کہ مثال مشہور میں "لا شیء من الحمار بفرس بالضرورۃ، وکل مرکوب زید فرس بالضرورۃ" صادق ہے، حالانکہ "لا شیء من الحمار بمرکوب زید بالضرورۃ" کاذب ہے، کیونکہ بالامکان العام ہر گدھا زید کا مرکوب ہے[2]۔

۸۔ مختلطاتِ شکلِ ثالث کے شرائطِ انتاج:

مختلطاتِ شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی شرط جہت کے اعتبار سے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ اگر صغریٰ فعلیہ نہ ہو تو اس کے علاوہ ہوگا اور ان میں سے اخص الاختلاط صغریٰ کا ممکنہ ہونا اور صغریٰ ممکنہ خاصہ کا اختلاط کبریٰ ضروریہ اور مشروطہ خاصہ کیساتھ اخص الضروب یعنی ضرب اول اور ضرب ثانی میں نتیجہ میں اختلاف کا موجب ہے اور نتیجہ میں اختلاف ہونا قیاس کے غیر منتج ہونے کی دلیل ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ صغری ممکنہ ہونے کی صورت میں قیاس منتج کیوں نہیں ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صغریٰ ممکنہ ہو تو حکم اوسط سے اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا، اس لیے کہ کبریٰ میں جو حکم ہوتا ہے خواہ ایجابی ہو یا سلبی، وہ اس شئی پر ہوتا ہے جو اوسط بالفعل ہو اور اوسط اصغر بالفعل نہیں ہے، بلکہ بالامکان ہے تو جائز ہے کہ اصغر بالفعل اوسط پر صادق نہ ہو تو اصغر اوسط کے تحت داخل نہ ہو اور جب اصغر اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا تو اوسط پر اکبر کا حکم ہونے سے اصغر پر اکبر کا حکم ہونا لازم نہیں آئے گا جس کی وجہ سے اوسط بالفعل سے حکم اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا اور نتیجہ برآمدہ نہ ہوگا، مثال کے طور پر فرض کیجئے کہ زید گھوڑے پر سوار ہوتا ہے، گدھے پر نہیں ہوتا اور عمرو گدھے پر سوار ہوتا ہے گھوڑے پر سوار نہیں ہوتا تو اس صورت میں "کل ماھو مرکوب زید مرکوب عمرو بالإمکان، وکل مرکوب زید فرس بالفعل" صادق ہوگا اور اس کا نتیجہ "بعض ماھو مرکوب

[1] تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۲۲-۴۲۳۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۲۵۔

عمرو فرس بالفعل "صادق نہ ہوگا،اس لیے کہ عمرو کا مرکوب بالفعل تو حمار ہے،پس جب مرکوب عمرو بالفعل مرکوب زید پر صادق نہ ہو تو اصغر اس کے تحت داخل نہ ہوگا اور جب اصغر حد اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا تو اوسط سے اصغر کی طرف حکم متعدی نہ ہوگا،لہذا نتیجہ بر آمدہ نہ ہوگا[1]۔

۹۔ مختلطاتِ شکل ثالث کی ضروب منتجہ:

جس طرح مختلطاتِ شکل اول و ثانی کی ایک سو انہتر ضروب بنتی تھیں اسی طرح شکل ثالث کی بھی ایک سو انہتر ضربیں نبتی ہیں،لیکن شرط اول یعنی فعلیت صغریٰ کی وجہ سے ان ضربوں میں سے چھبیس ضربیں ساقط ہو گئیں،پس کل مختلطات منتجہ شکل ثالث ایک سو تینتالیس باقی رہ گئے جن کے نتیجہ دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کبریٰ مشروطہ عامہ،مشروطہ خاصہ،عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ میں سے نہ ہو تو نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوگا اور اگر کبریٰ وصفیات اربعہ میں سے ہو تو نتیجہ صغریٰ کے عکس کے مثل ہوگا،یعنی جو جہت صغریٰ کے عکس میں ہوگی وہی جہت نتیجہ میں ہوگی،لیکن عکس میں اگر دوام کی قید ہو تو نتیجہ میں حذف ہو جائے گی اور اگر کبریٰ خاصتین یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے ہو تو نتیجہ میں لادوام کی قید بڑھا دی جائے گی۔

شکل ثالث میں نتیجہ کا کبریٰ کے مثل ہونا،یا صغریٰ کے عکس کے مثل ہونا انہیں طرق سے ثابت ہے جو مطلقات اور بقیہ اشکال میں بیان ہو چکے ہیں،جو دلیل خلف،دلیل عکس اور دلیل افتراض ہیں۔اب رہی یہ بات کہ عکس صغری سے لادوام کے حذف کی وجہ کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عکس صغری جب سالبہ ہے تو لادوام سے سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا اور سالبہ کا اس شکل کے صغریٰ میں کوئی دخل نہیں،لہذا لادوام کا حذف کرنا ضروری ہے اور لادوام کبریٰ کو عکس صغریٰ میں اس وجہ سے بڑھا جائے گا کہ کبری صغریٰ کیساتھ لادوام نتیجہ دیتا ہے[2]۔

۱۰۔ مختلطاتِ شکل رابع کی شرائطِ انتاج:

مختلطاتِ شکل رابع کی جہت کے اعتبار سے پانچ شرطیں ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ شکل رابع میں قیاس یعنی صغریٰ اور کبریٰ فعلیات میں سے ہوں،اس میں ممکنہ بالکل مستعمل نہ ہو اس لیے کہ ممکنہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ وہ منتج نہیں،اگر ممکنہ سالبہ ہو تو اس کے منتج نہ ہونے کی وجہ شرطِ ثانی کے ذیل میں آرہی ہے اور اگر ممکنہ موجبہ ہو،خواہ وہ صغریٰ ہو،یا کبری تو دونوں صورتوں میں نتیجہ میں اختلاف پایا جاتا ہے اور نتیجہ میں اختلاف چونکہ قیاس کے منتج نہ ہونے کی دلیل ہے اس لیے ممکنہ ہونے کی صورت میں قیاس منتج نہ ہوگا،صغریٰ ہونے کی صورت میں تو اس لیے منتج نہیں ہوتا کہ وہ ضروب جن میں صغریٰ موجبہ ہوتا ہے پانچ ہیں:اول،ثانی،رابع،خامس اور سابع،صغری کا ممکنہ ہونا ضرب اول میں جو ضرب ثانی سے اخص ہے اور ضرب رابع میں جو خامس سے اخص ہے،اخص الکبریات (یعنی ضروریہ جو بسائط میں سب سے اخص ہے اور مشروطہ

---

[1] تحریر القواعد المنطقیہ:۴۲۵۔
[2] تحریر القواعد المنطقیہ:۴۲۸۔

خاصہ جو مرکبات میں سب سے اخص ہے) کیساتھ نتیجہ نہیں دیتا۔

ضرب اول تو غیر منتج اس لیے ہے کہ مثال مشہور میں"کل ناھق مرکوب زیدبالإمکان"اور"کل حمار ناھق بالضرورۃ"صادق ہے اور حق سلب ہے اور"صائل مرکوب زیدبالإمکان وکل فرس صائل بالضرورۃ"صادق ہے اور حق ایجاب ہے، یعنی"کل مرکوب زیدفرس بالضرورۃ"اور ضرب رابع میں صغری ممکنہ کا غیر منتج ہونا تو اس لیے ہے کہ اگر ہم مثال مذکور میں کبریٰ کو بدل کر"لا شیء من الفرس بناھق بالضرورۃ"کہیں تو حق ایجاب ہو گا یعنی"کل مرکوب زیدفرس بالضرورۃ"اور کبریٰ ہونے کی صورت ممکنہ اس لیے منتج نہیں ہوتا کہ وہ ضروب جن میں کبریٰ موجبہ ہوتا ہے وہ بھی پانچ ہیں: اول، ثانی، ثالث، سادس، ثامن اور کبریٰ کا ممکنہ ہونا ضرب اول میں جو ضرب ثانی سے اخص ہے اور ضرب ثالث میں جو سادس اور ثامن سے اخص ہے، اخص الصغریات یعنی ضروریہ اور مشروطہ خاصہ کیساتھ عقیم یعنی غیر منتج ہے، ضرب اول میں تو اس لیے غیر منتج ہے کہ"کل مرکوب زیدفرس بالضرورۃ، وکل حمارمرکوب زید بالامکان"صادق ہے اور حق سلب ضروری ہے اور اگر ہم کبری کو بدل کر یوں کہیں"کل صائل مرکوب زید بالامکان"تو حق ایجاب ہو گا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ سالبہ مستعملہ کا قابل انعکاس ہونا ہے، یعنی ضرب ثالث، رابع اور خامس میں سالبہ کلیہ کا ضروریہ ، دائمہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ خاصہ میں سے ہونا ہے یہ اس لیے ضروری ہے کہ غیر منعکس السوالب میں اخص السوالب وقتیہ ہے اور وہ صغری ہو، یا کبریٰ ضروریہ کیساتھ جو اخص البسائط ہے، نتیجہ نہیں دیتا، بہرحال جب وقتیہ صغریٰ ہو تو اس کا نتیجہ نہ دینا اس لیے ہے کہ"لا شیء من القمربمنخسف بالتوقیت لادائما، وکل ذی محاق فھوقمربالضرورۃ"صادق ہے اور حق ایجاب ہے اور بہرحال جب کبری ہو تو اس کا نتیجہ نہ دینا تو اس لیے ہے کہ"کل منخسف فھوذومحاق بالضرورۃ، ولا شیء من القمربمنخسف بالتوقیت لادائما"صادق ہے اور حق ایجاب ہے[1]۔

تیسری شرط یہ ہے کہ ضرب ثالث کے صغری پر دوام ذاتی صادق ہو، یعنی وہ ضروریہ یا دائمہ ہو اور اس کے کبری پر عرفیہ عامہ صادق ہو، یعنی کبری چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو، اگر یہ دونوں امر مفقود ہوں تو صغریٰ لامحالہ ضروریہ اور دائمہ کے علاوہ گیارہ قضایا میں سے ہو گا اور کبری سات غیر منعکس السوالب میں سے ہو گا، لیکن چونکہ صغریٰ اس ضرب میں سالبہ ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس شکل میں سالبہ مستعملہ کا منعکسہ ہونا ضروری ہے اس لیے مجموعہ سے سات کبریات کیساتھ سات میں سے ایک کے صغریٰ کا اختلاط ساقط ہو گیا اور گیارہ میں سے سات جب ساقط ہو گئے تو اب چار باقی بچے اور وہ چار یہ ہیں[2]:

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۴۲۵۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۴۲۸۔

۱)مشروطہ عامہ،۲)مشروطہ خاصہ،۳)عرفیہ عامہ،۴)عرفیہ خاصہ۔

اب صغریٰ ان چار میں سے کوئی ہوگا اور کبریٰ سات غیر منعکس السوالب میں سے ہوگا،اب ان اختلاطات میں سب سے اخص صغری مشروطہ خاصہ کا اختلاط کبری وقتیہ کیساتھ ہے اور یہ غیر منتج ہے،اس لیے کہ "لاشیءمن المنخسف بمضیء بالإضاوۃ القمریۃ بالضرورۃ مادم منخسفا لادائما،وکل قمر منخسف بالتوقیت لادائما" صادق ہے اور "مضیءبالاضاءۃ القمریۃ" سے سلب قمر ممتنع ہے اور جب سب اخص اختلاط غیر منتج ہو تو باقی اختلاطات بھی غیر منتج ہوں گے،کیونکہ اخص کا غیر منتج ہونا اعم کے غیر منتج ہونے کو مستلزم ہوتا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ کبریٰ کا ضربِ سادس میں چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہونا ضروری ہے،اس لیے کہ اس ضرب کا انتاج عکسِ صغری سے ظاہر ہوتا ہے تاکہ وہ شکل ثانی کی طرف لوٹ سکے،یعنی اس میں دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے،پہلی شرط یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ خاصہ ہو تاکہ منعکس ہوسکے اور دوسری شرط یہ ہے کہ کبریٰ موجبہ ہو تاکہ یہ منتج ہو اور اس شرط یہ ہے کہ جب اس کے صغریٰ پر دوام صادق نہ ہو تو اس کا کبریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو اور ضرب سادس کے کبریٰ کا بھی اسی طرح ہونا ضروری ہے[1]۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ شکل رابع کی ضرب ثامن میں صغریٰ مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو اور کبریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو،اس لیے کہ اس کا انتاج شکل رابع کو الٹ کر شکل اول بنانے سے پھر عکسِ نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے جب ایسی بات ہے تو ضرب ثامن کے صغریٰ و کبریٰ کا ایسا ہونا ضروری ہے کہ جب ان میں سے ایک کو دوسرے سے بدل دیا جائے تو وہ دونوں سالبہ خاصہ نتیجہ دے تاکہ اس نتیجہ کا عکس مستوی بنا کر نتیجہ مطلوبہ کو معلوم کیا جاسکے اور شکل اول اسی وقت سالبہ خاصہ نتیجہ دے سکتی ہے جب کہ اس کا کبریٰ مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو اور صغریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو،اسی لیے شکل رابع کی ضرب ثامن کے صغریٰ کا احدی الخاصتین سے اور کبریٰ کا چھ منعکس السوالب قضایا سے ہونا ضروری ہے۔

۱۱۔ شکل رابع کی ضروب ثمانیہ کے شرائطِ انتاج:

مختلطاتِ شکل رابع کی شرائطِ انتاج کے اعتبار سے ضروب ثمانیہ میں سے پہلی دو ضربوں میں سے ہر ایک میں ضروب منتجہ ایک سو اکیس ہیں جو گیارہ موجہات فعلیہ کو گیارہ موجہات فعلیہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں اور ضربِ ثالث کی چھیالیس ضربیں ہیں جو دو صغریٰ دائمہ کو گیارہ فعلیات کیساتھ اور چار صغریٰ یعنی مشروطہ عامہ،مشروطہ خاصہ،عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ کو چھ منعکس السوالب قضایا کیساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں اور ضرب سادس اور ثامن میں بارہ ضربیں ہیں جو دو صغریٰ خاصہ یعنی صغریٰ مشروطہ خاصہ اور صغریٰ عرفیہ خاصہ کو چھ منعکس السوالب قضایا کیساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں اور ساتویں ضرب میں ضروب منتجہ بائیس ہیں جو دو کبریٰ خاصہ کو گیارہ فعلیات کیساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں[2]۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ:۴۲۸۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ:۴۳۱-۴۳۲۔

۱۲۔ مختلطاتِ شکل رابع کی ضروب ثمانیہ کا ضابطہ انتاج:

شکل رابع کی پہلی دو ضربوں میں اگر صغریٰ ضروریہ مطلقہ یا دائمہ دامطلقہ ہو یا صغری و کبری میں سے کوئی چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو تو نتیجہ عکس صغریٰ ہوگا اور اگر صغریٰ ضروریہ یا دائمہ نہ ہو، یا صغریٰ و کبری میں سے کوئی چھ منعکس السوالب قضایا میں سے نہ ہو تو پھر نتیجہ مطلقہ عامہ ہوگا اور اگر صغریٰ و کبریٰ میں سے کوئی ضروریہ مطلقہ یا دائمہ مطلقہ ہو تو ضرب ثالث میں نتیجہ دائمہ ہوگا، ورنہ عکسِ صغریٰ ہوگا، چوتھی اور پانچویں ضرب میں اگر کبریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا ورنہ تو عکسِ صغریٰ ہوگا، لیکن اس شرط کیساتھ کہ صغریٰ میں اگر لادوام کی قید ہوگی تو وہ نتیجہ سے حذف ہو جائے گی۔

شکل رابع کی ان ضروب کے نتائج کی دلیلیں وہی ہیں جو مطلقات میں ذکر کی جاتی ہیں، یعنی ضرب اول کا نتیجہ عکسِ ترتیب پھر عکسِ نتیجہ سے ثابت ہے اور ضرب ثانی کا نتیجہ بھی عکسِ ترتیب سے ثابت ہے اور ضرب ثالث میں بھی اثبات نتیجہ کا یہی طریقہ ہے اور ضرب رابع میں اثباتِ نتیجہ کا طریقہ یہ ہے کہ صغریٰ و کبریٰ کا عکس کر کے شکل اول ترتیب دے کر نتیجہ نکالا جائے جو نتیجہ بر آمد ہو گا وہ بعینہ مطلوب ہوگا، ضرب سادس میں عکسِ صغریٰ سے نتیجہ نکالا جائے گا، یعنی صغریٰ کا عکس بنا کر شکل ثالث ترتیب دی جائے گی اور پھر نتیجہ نکالا جائے گا اور یہ نتیجہ بعینہ مطلوبہ ہوگا اور ضرب سابع میں کبریٰ کا عکس بنا کر شکل ثالث ترتیب دی جائے گی، اس کا نتیجہ بعینہ مطلوب ہوگا اور ضرب ثامن میں مقدمتین کی ترتیب پلٹ کر شکل اول بنائی جائے، پھر جو نتیجہ بر آمد ہوگا اس کا عکس مستوی بنایا جائے اور یہ عکس مستوی بعینہ نتیجہ مطلوبہ ہوگا[۱]۔

۱۳۔ قواعدِ منطقیہ:

قاعدہ نمبر۱: دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ قیاس مختلط میں شکل اول کی نتیجہ خیز صورت ہیں[۲]۔

قاعدہ نمبر۲: قیاس مختلط وہ قیاس ہے کہ جس کے صغریٰ اور کبریٰ قضایائے موجہہ سے مرکب ہوں۔

قاعدہ نمبر۳: قیاس مختلط میں شکل اول کی ایک نتیجہ خیز صورت یہ ہے کہ صغریٰ میں قضیہ دائمہ مطلقہ اور کبریٰ میں ضروریہ مطلقہ ہو۔ ضروریہ مطلقہ سے اس کا عام اطلاق مقصود ہے کہ جو ضروریہ ذاتیہ اور ضروریہ ازلیہ کو بھی شامل ہے[۳]۔

قاعدہ نمبر۴: شکل اول کی نتیجہ خیز صورتوں میں ہر مقام پر نتیجہ جہت کے اعتبار سے کبریٰ کے تابع ہوتا ہے بجز یہ کہ کبریٰ قضایائے وصفیہ یعنی مشروطہ عامہ یا خاصہ اور عرفیہ عامہ یا خاصہ ہو کہ اس صورت میں نتیجہ فی الجملہ صغریٰ کے تابع ہوتا ہے؛ اس وضاحت کیساتھ کہ بعض اوقات نتیجہ بعینہ صغریٰ کے تابع ہوتا ہے اور کبھی صغریٰ میں موجود جہت تحلیل ہو کر اس کی ایک جزء نتیجہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور بعض اوقات صغریٰ کی جہت کے ایک جزء اور کبریٰ کی جہت کے ایک یا چند اجزا سے حاصل ہونے والا مجموع جہت کے عنوان سے نتیجہ میں آتا ہے۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۳۲۔

(۲) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۱۴۔

(۳) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۱۴۔

قاعدہ نمبر۵: جب کبریٰ وصفیہ اور صغریٰ لادوام کی قید کا حامل ہو تو مذکورہ قید نتیجہ میں حذف ہو جاتی ہے۔

قاعدہ نمبر۶: اگر کبریٰ وصفیہ بلاضرورت یعنی عرفیہ عامہ یا خاصہ ہو اور صغریٰ ضرورت سے مقید ہو تو ضرورت کی قید نتیجے میں حذف ہو جاتی ہے کیونکہ ایسے صغریٰ کی ضرورت نتیجے میں سرایت نہیں کرتی کہ جس کا کبریٰ ضرورت سے خالی ہو[1]۔

قاعدہ نمبر۷: اگر کبریٰ ایسا وصفیہ ہو جو لادوام سے مقید ہو یعنی مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو تو مذکورہ قید کبریٰ سے نتیجے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

قاعدہ نمبر۸: دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ سے مرکب قیاس کا کبریٰ قضایا وصفیہ سے نہیں ہوتا، اس لیے جہت کے اعتبار سے کبریٰ کا تابع ہوتا ہے؛ یعنی ضروریہ مطلقہ ہو گا، ہر انسان دائما ناطق ہے (صغریٰ) اور ضرورتاً کوئی ناطق پتھر نہیں ہے (کبریٰ) پس ضرورتاً کوئی انسان پتھر نہیں ہے۔ (نتیجہ)۔

۱۴۔ تمرین:

(الف)۔ ضروب مختلطات شکل اول کے نتائج بیان کریں۔

(ب)۔ مختلطاتِ شکلِ ثانی کے شرائط اور ضروب منتجہ بیان کریں۔

(ج)۔ مختلطاتِ شکلِ ثالث کے شرائط اور ضروب منتجہ بیان کریں۔

(د)۔ مختلطاتِ شکلِ رابع کے شرائط اور ضروب منتجہ بیان کریں۔

---

(۱) تحریر القواعد المنطقیہ: ۴۱۶۔

باب نہم: جدول

جدول موجہاتِ بسیطہ

رقم	قضیہ	کیفیت	مثال
۱	ضروریہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	كل انسان حيوان بالضرورة
	=	موجبہ جزئیہ	بعض الحيوان انسان بالضرورة
	=	سالبہ کلیہ	لاشيءمن الانسان بحجربالضرورة
	=	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بحجربالضرورة
۲	مشروطہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتبا
	=	موجبہ جزئیہ	بعض الكاتب متحرك الاصابع بالضررورة مادام كاتبا
	=	سالبہ کلیہ	لاشيءمن الكاتب بساكن الاصابع بالضرورة مادام كاتبا
	=	سالبہ جزئیہ	بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع بالضرورة مادام كاتبا
۳	وقتیہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	كل قمرمنخسف بالضرورة وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس
	=	موجبہ جزئیہ	بعض القمرمنخسف بالضرورة وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس
	=	سالبہ کلیہ	لاشيءمن القمربمنخسف بالضرورة وقت التربيع
	=	سالبہ جزئیہ	بعض القمرليس بمنخسف بالضرورة وقت التربيع
۴	منتشرہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	كل انسان متنفس بالضرورة وقتاما
	=	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتاما
	=	سالبہ کلیہ	لاشيءمن الانسان بمتنفس بالضرورة وقتاما
	=	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بمتنفس بالضرورة وقتاما
۵	دائمہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	كل فلك متحرك بالدوام
	=	موجبہ جزئیہ	بعض الفلك متحرك بالدوام
	=	سالبہ کلیہ	لاشيءمن الفلك بساكن بالدوام
	=	سالبہ جزئیہ	بعض الفلك ليس بساكن بالدوام
۶	عرفیہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام ماداكاتبا
	=	موجبہ جزئیہ	بعض الكاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا
	=	سالبہ کلیہ	لاشيءمن الكاتب بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا
	=	سالبہ جزئیہ	بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا
۷	مطلقہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل انسان متنفس بالفعل
	=	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل
	=	سالبہ کلیہ	لاشيءمن الانسان بضاحك بالفعل
	=	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بضاحك بالفعل

۸	ممکنہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل انسان كاتب بالامكان العام
	=	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان كاتب بالامكان العام
	=	سالبہ کلیہ	لاشیءمن الانسان بكاتب بالامكان العام
	=	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بكاتب بالامكان العام

جدول موجہاتِ مرکبہ

رقم	قضیہ موجہہ	جزء اول	جزء ثانی	مثال	تشکیل جزء ثانی
۱	مشروطہ خاصہ موجبہ	مشروطہ عامہ	مطلقہ عامہ	كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتبالادائما	لاشیءمن الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل
۲	مشروطہ خاصہ سالبہ	مشروطہ عامہ	مطلقہ عامہ	لاشیءمن الكاتب بساكن الاصابع بالضرورة مادام كاتبالادائما	كل كاتب ساكن الاصابع بالفعل
۳	عرفیہ خاصہ موجبہ	عرفیہ عامہ	مطلقہ عامہ	كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبالادائما	لاشیءمن الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل
۴	عرفیہ خاصہ سالبہ	عرفیہ عامہ	مطلقہ عامہ	لاشیءمن الكاتب بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبالادائما	كل كاتب ساكن الاصابع بالفعل
۵	وقتیہ موجبہ	وقتیہ موجبہ	مطلقہ عامہ	كل قمرمنخسف بالضرورة وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس لادائما	لاشیءمن القمربمنخسف بالفعل
۶	وقتیہ سالبہ	وقتیہ سالبہ	مطلقہ عامہ	لاشیءمن القمربمنخسف وقت التربيع لادائما	كل قمرمنخسف بالفعل
۷	منتشرہ موجبہ	منتشرہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	كل انسان متنفس بالضرورة وقتامالادائما	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالفعل
۸	منتشرہ سالبہ	منتشرہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالضرورة وقتامالادائما	كل انسان متنفس بالفعل
۹	وجودیہ لادائمہ موجبہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	كل انسان متنفس بالفعل لادائما	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالفعل
۱۰	وجودیہ لادائمہ سالبہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالفعل لادائما	كل انسان متنفس بالفعل
۱۱	وجودیہ لاضروریہ موجبہ	مطلقہ عامہ	ممکنہ عامہ	كل انسان متنفس بالفعل لابالضرورة	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالامكان العام
۱۲	وجودیہ لاضروریہ سالبہ	مطلقہ عامہ	ممکنہ عامہ	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالفعل لابالضرورة	كل انسان متنفس بالامكان العام

۱۳	ممکنہ خاصہ موجبہ	ممکنہ عامہ	ممکنہ عامہ	زیدکاتب بالامکان الخاص	زیدلیس بکاتب بالامکان العام
۱۴	ممکنہ خاصہ سالبہ	ممکنہ عامہ	ممکنہ عامہ	زیدلیس بکاتب بالامکان الخاص	زیدکاتب بالامکان العام

جدول نقائض موجہاتِ بسیطہ

رقم	قضیہ	نقیضِ قضیہ	مثال اصل قضیہ	مثال نقیض قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ	بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام
۲	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	بعض الحیوان انسان بالضرورۃ	لاشیءمن الحیوان بانسان بالامکان العام
۳	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	لاشیءمن الانسان بحجربالضرورۃ	بعض الانسان حجربالامکان العام
۴	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان لیس بحجربالضرورۃ	کل انسان حجربالامکان العام
۵	مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ	حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	بعض الکاتب لیس بمتحرك الاصابع بالامکان العام
۶	مشروطہ عامہ موجبہ جزئیہ	حینیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	بعض الکاتب متحرك الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	لاشیءمن الکاتب بمتحرك الاصابع بالامکان العام حین ھوکاتب
۷	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ	حینیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لاشیءمن الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھوکاتب
۸	مشروطہ عامہ سالبہ جزئیہ	حینیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	کل کاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھوکاتب
۹	وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	وقتیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	کل قمرمنخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس	بعض القمرلیس بمنخسف بالامکان العام وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس
۱۰	وقتیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	وقتیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	×	×
۱۱	وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	وقتیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لاشیء من القمربمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع	بعض القمرمنخسف بالامکان العام وقت التربیع

۱۲	وقتیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	وقتیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	×	×
۱۳	منتشرہ مطلقہ موجبہ کلیہ	منتشرہ ممکنہ سالبہ کلیہ	كل انسان متنفس بالضرورة وقتاما	بعض الانسان ليس بمتنفس بالامكان وقتاما
۱۴	منتشرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	منتشرہ ممکنہ سالبہ کلیہ	×	×
۱۵	منتشرہ مطلقہ سالبہ کلیہ	منتشرہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لاشيءمن الانسان بمتنفس بالضرورة وقتاما	بعض الانسان متنفس بالامكان العام وقتاما
۱۶	منتشرہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	منتشرہ ممکنہ موجبہ کلیہ	×	×
۱۷	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	كل فلك متحرك بالدوام	بعض الفلك ليس بمتحرك بالفعل
۱۸	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	بعض الفلك متحرك بالدوام	لاشيءمن الفلك بمتحرك بالفعل
۱۹	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	مطلقہ موجبہ جزئیہ	لاشيءمن الفلك بساكن بالدوام	بعض الفلك ساكن بالفعل
۲۰	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الفلك ليس بساكن بالدوام	كل فلك ساكن بالفعل
۲۱	عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ	حینیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا	بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالفعل حين هوكاتب
۲۲	عرفیہ عامہ موجبہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الكاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا	لاشيءمن الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل حين هوكاتب
۲۳	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لاشيءمن الكاتب بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا	بعض الكاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هوكاتب
۲۴	عرفیہ عامہ سالبہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا	كل كاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هو كاتب

۲۵	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	کل انسان متنفس بالفعل	بعض الانسان لیس بمتنفس بالدوام
۲۶	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالدوام
۲۷	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لاشیءمن الانسان بضاحك بالفعل	بعض الانسان ضاحك بالدوام
۲۸	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان لیس بضاحك بالفعل	کل انسان ضاحك بالدوام
۲۹	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	کل انسان کاتب بالامکان العام	بعض الانسان لیس بکاتب بالضرورة
۳۰	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الانسان کاتب بالامکان العام	لاشیءمن الانسان بکاتب بالضرورة
۳۱	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لاشیءمن الانسان بکاتب بالامکان العام	بعض الانسان کاتب بالضرورة
۳۲	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان العام	کل انسان کاتب بالضرورة

نقشہ نقائض موجہات مرکبہ کلیہ

رقم	مرکبہ موجہہ کلیہ	مثال	جزء اول	جزء ثانی	تشکیل جزء ثانی	نقیض جزء اول	نقیض جزء ثانی	نقیض جزء اول	نقیض جزء ثانی	تشکیل نقیض قضیہ مرکبہ علی سبیل منع الخلو بالمعنی الاعم
۱	مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ	کل کاتب بمتحرک الاصابع مادام کاتبالادائما	مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ھوکاتب	بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما	امابعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ھوکاتب واما بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما
	مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھوکاتب	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام	امابعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھوکاتب وامابعض الکاتب لیس بساکن الاصابع دائما
۲	وقتیہ موجبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت الحیلولۃ لادائما	وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن القمربمنخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض القمرلیس بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ	بعض القمر منخسف دائما	امابعض القمرلیس بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ وامابعض القمرمنسخسف دائما
	وقتیہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن القمربمنخسف بالضرورۃ وقت	وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	کل قمرمنخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض القمرمنخسف بالامکان العام	بعض القمرلیس بمنخسف دائما	امابعض القمرمنخسف بالامکان العام وقت التربیع وامابعض القمرلیس

		التربیع لادائما						وقت التربیع		بمنخسف دائما
٣	منتشره موجبه کلیه	کل انسان متنفس بالضرورة وقتاما لادائما	منتشره مطلقه موجبه کلیه	مطلقه عامه سالبه کلیه	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالفعل	منتشره ممکنه سالبه جزئیه	دائمه مطلقه موجبه جزئیه	بعض الانسان لیس بمتنفس بالامکان العام وقتاما	بعض الانسان متنفس دائما	امابعض الانسان لیس بمتفس بالامکان العام وقتاماوامابعض الانسان متنفس دائما
	منتشره سالبه کلیه	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالضرورة وقتامالادائما	منتشره مطلقه سالبه کلیه	مطلقه عامه موجبه کلیه	کل انسان متنفس بالفعل	منتشره ممکنه موجبه جزئیه	دائمه مطلقه سالبه جزئیه	بعض الانسان متنفس بالامکان العام وقتاما	بعض الانسان لیس بمتنفس دائما	امابعض الانسان متنفس بالامکان العام وقتاماوامابعض الانسان لیس بمتنفس دائما
۴	عرفیه خاصه موجبه کلیه	کل کاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام کاتبالادائما	عرفیه عامه موجبه کلیه	مطلقه عامه سالبه کلیه	لاشیءمن الکاتب بمتحرك الاصابع بالفعل	حینیه مطلقه سالبه جزئیه	دائمه مطلقه موجبه جزئیه	بعض الکاتب لیس بمتحرك الاصابع بالفعل حین هوکاتب	بعض الکاتب متحرك الاصابع دائما	امابعض الکاتب لیس بمتحرك الاصابع بالفعل حین هوکاتب وامابعض الکاتب متحرك الاصابع دائما
	عرفیه خاصه سالبه کلیه	لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام لادائما	عرفیه خاصه سالبه کلیه	مطلقه عامه موجبه کلیه	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیه مطلقه موجبه جزئیه	دائمه مطلقه سالبه جزئیه	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل حین هوکاتب	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع دائما	امابعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل حین هوکاتب وامابعض الکاتب لیس بساکن الاصابع دائما
۵	وجودیه لادائمه موجبه کلیه	کل انسان ضاحك بالفعل لادائما	مطلقه عامه موجبه کلیه	مطلقه عامه سالبه کلیه	لاشیءمن الانسان بضاحك بالفعل	دائمه مطلقه سالبه جزئیه	دائمه مطلقه موجبه جزئیه	بعض الانسان لیس بضاحك دائما	بعض الانسان ضاحك دائما	امابعض الانسان لیس بضاحك دائماوامابعض الانسان ضاحك دائما

	وجودیہ لادائمہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن الانسان بضاحك بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	كل انسان ضاحك بالفعل	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحك دائما	بعض الانسان ليس بضاحك دائما	امابعض الانسان ضاحك دائماوامابعض الانسان ليس بضاحك دائما
۶	وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ	كل انسان ضاحك بالفعل لابالضرورة	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن الانسان بضاحك بالامكان العام	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بضاحك دائما	بعض الانسان ضاحك بالضرورة	امابعض الانسان ليس بضاحك دائماوامابعض الانسان ضاحك بالضرورة
	وجودیہ لاضروریہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن الانسان بضاحك بالفعل لابالضرورة	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	كل انسان ضاحك بالامكان العام	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحك دائما	بعض الانسان ليس بضاحك بالضرورة	امابعض الانسان ضاحك دائماوامابعض الانسان ليس بضاحك بالضرورة
۷	ممکنہ خاصہ موجبہ کلیہ	كل انسان كاتب بالامكان الخاص	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن الانسان بكاتب بالامكان العام	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة	بعض الانسان كاتب بالضرورة	امابعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة وامابعض الانسان كاتب بالضرورة
	ممکنہ خاصہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن الانسان بكاتب بالامكان الخاص	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	كل انسان كاتب بالامكان العام	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان كاتب بالضرورة	بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة	امابعض الانسان كاتب بالضرورة وامابعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة

نقائض موجہات مرکبہ جزئیہ

رقم	مرکبہ موجہہ جزئیہ	مثال	جزءاول	جزءثانی	تشکیل جزءثانی	نقیض جزءاول	نقیض جزءثانی	نقیض جزءاول	نقیض جزءثانی	تشکیل نقیض قضیہ مرکبہ علی سبیل منع الخلو بالمعنی الاعم
۱	مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع مادام کاتبالادائما	مشروطہ عامہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ہوکاتب	کل کاتب متحرک الاصابع دائما	کل لکاتب اما لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ہوکاتب أو متحرک الاصابع دائما
	مشروطہ خاصہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتبا	مشروطہ عامہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل کاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ہوکاتب	لاشی من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام	کل کاتب اما ساکن الاصابع بالامکان العام حین ہوکاتب او لیس بساکن الاصابع دائما
۲	وقتیہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة لادائما	وقتیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض القمرلیس بمنخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشیء من لقمر بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولة	کل قمر منخسف دائما	کل قمراما لیس بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولة اومنسخسف دائما

	وقتیہ سالبہ جزئیہ	بعض القمر ليس بمنخسف بالضرورة وقت التربيع لادائما	وقتیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	كل قمر منخسف بالامكان العام وقت التربيع	لاشی من لقمر بمنخسف دائما	كل لقمر اما منخسف بالامكان العام وقت التربيع اوليس بمنخسف دائما
۳	منتشرہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتا لادائما	منتشرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل	منتشرہ ممکنہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشیءمن الانسان بمتنفس بالامكان العام وقتاما	كل انسان متنفس دائما	كل انسان اما ليس بمتفس بالامكان العام وقتاما او منتفس دائما
	منتشرہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان بمتنفس بالضرورة وقتا لادائما	منتشرہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل	منتشرہ ممکنہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	كل انسان متنفس بالامكان العام وقتاما	لاشیءمن الانسان بمتنفس دائما	كل انسان اما متنفس بالامكان العام وقتاما او ليس بمتنفس دائما
۴	عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الكاتب متحرک الاصابع	عرفیہ عامہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالفعل	حینیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشی من الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل حين	كل كاتب متحرك الاصابع دائما	كل كاتب اما ليس بمتحرك الاصابع بالفعل حين هوكاتب او متحرك الاصابع

		بالدوام مادام كاتبالادائما						هوكاتب		دائما
	عرفيه خاصه سالبه جزئيه	بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع بالدوام مادام لادائما	عرفيه خاصه سالبه جزئيه	مطلقه عامه موجبه جزئيه	بعض الكاتب ساكن الاصابع بالفعل	حينيه مطلقه موجبه كليه	دائمه مطلقه سالبه كليه	كل كاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هوكاتب	لاشيء من الكاتب بساكن الاصابع دائما	كل كاتب اما ساكن الاصابع بالفعل حين هوكاتب او ليس بساكن الاصابع دائما
٥	وجوديه لادائمه موجبه جزئيه	بعض الانسان ضاحك بالفعل لادائما	مطلقه عامه موجبه جزئيه	مطلقه عامه سالبه جزئيه	بعض الانسان ليس بضاحك بالفعل	دائمه مطلقه سالبه كليه	دائمه مطلقه موجبه كليه	لاشيء من لانسان بضاحك دائما	كل انسان ضاحك دائما	كل انسان اما ليس بضاحك دائمااو ضاحك دائما
	وجوديه لادائمه سالبه جزئيه	بعض الانسان بضاحك بالفعل لادائما	مطلقه عامه سالبه جزئيه	مطلقه عامه موجبه جزئيه	بعض الانسان ضاحك بالفعل	دائمه مطلقه موجبه كليه	دائمه مطلقه سالبه كليه	كل انسان ضاحك دائما	لاشيء من الانسان بضاحك دائما	كل انسان اما ضاحك دائمااو ليس بضاحك دائما
٦	وجوديه لاضروريه موجبه جزئيه	بعض االانسان ضاحك بالفعل لابالضرورة	مطلقه عامه موجبه جزئيه	ممكنه عامه سالبه جزئيه	بعض الانسان ليس بضاحك بالامكان العام	دائمه مطلقه سالبه كليه	ضروريه مطلقه موجبه كليه	لاشي من الانسان بضاحک دائما	كل انسان ضاحك بالضرورة	كل انسان اما ليس بضاحك دائمااو ضاحك بالضرورة

	وجودیه لاضروریه سالبه جزئیه	بعض الانسان بضاحك بالفعل لابالضرورة	مطلقه عامه سالبه جزئیه	ممکنه عامه موجبه جزئیه	بعض الانسان ضاحك بالامکان العام	دائمه مطلقه موجبه کلیه	ضروریه مطلقه سالبه کلیه	کل انسان ضاحك دائما	لاشیء من الانسان بضاحك بالضرورة	کل انسان اما ضاحك دائما او ليس بضاحك بالضرورة
۷	ممکنه خاصه موجبه جزئیه	بعض الانسان کاتب بالامکان الخاص	ممکنه عامه موجبه جزئیه	ممکنه عامه سالبه جزئیه	بعض الانسان ليس بکاتب بالامکان العام	ضروریه مطلقه سالبه کلیه	ضروریه مطلقه موجبه کلیه	لاشی من الانسان بکاتب بالضرورة	کل انسان کاتب بالضرورة	کل انسان اما ليس بکاتب بالضرورة او کاتب بالضرورة
	ممکنه خاصه سالبه جزئیه	بعض الانسان ليس بکاتب بالامکان الخاص	ممکنه عامه سالبه جزئیه	ممکنه عامه موجبه جزئیه	بعض الانسان کاتب بالامکان العام	ضروریه مطلقه موجبه کلیه	ضروریه مطلقه سالبه کلیه	کل انسان کاتب بالضرورة	لاشیءالانسان بکاتب بالضرورة	کل انسان اما کاتب بالضرورةاو ليس بکاتب بالضرورة

نقشہ نقائض شرطیات

رقم	اصل قضیہ	مثال	نقیض	مثال
۱	متصلہ لزومیہ موجبہ کلیہ	کلماکانت الشمس طالعة کان النهارموجودا	متصلہ لزومیہ سالبہ جزئیہ	قدلایکون إذاکانت الشمس طالعة کان النهارموجوداً
۲	متصلہ لزومیہ سالبہ کلیہ	لیس ألبتة إذاکانت الشمس طالعة فاللیل موجود	متصلہ لزومیہ موجبہ جزئیہ	قدیکون إذاکانت الشمس طالعة فاللیل موجود
۳	متصلہ اتفاقیہ موجبہ کلیہ	کلماإذاکان الإنسان ناطقافالحمارناهق	متصلہ اتفاقیہ موجبہ جزئیہ	قدلایکون إذاکان الإنسان ناطقا فالحمارناهق
۴	متصلہ اتفاقیہ سالبہ کلیہ	لیس ألبتة کلماکان الإنسان ناطقافکان الفرس ناهقا	متصلہ اتفاقیہ سالبہ جزئیہ	قدیکون اذاکان الانسان ناطقا کان الفرس ناهقا
۵	حقیقیہ عنادیہ موجبہ کلیہ	دائماإماأن یکون العددزوجاأوفرداً	حقیقیہ عنادیہ سالبہ جزئیہ	قدلایکون اماان یکون العددزوجاً أوفرداً
۶	حقیقیہ عنادیہ سالبہ کلیہ	لیس ألبتة إماأن یکون هذاالعددزوجا أومنقسمابمتساویین	حقیقیہ عنادیہ موجبہ جزئیہ	قدیکون اماان یکون هذا العددزوجااومنقسمابمتساویین
۷	مانعۃ الجمع عنادیہ موجبہ کلیہ	دائماأن یکون هذا الشیءشجرا أوحجراً	مانعۃ الجمع عنادیہ سالبہ جزئیہ	قدلایکون اماان یکون هذا الشیءشجرا أوحجراً
۸	مانعۃ الجمع عنادیہ سالبہ کلیہ	لیس البتة إماأن یکون هذاالغنم حیواناأوأسود	مانعۃ الجمع عنادیہ موجبہ جزئیہ	قدیکون اما ان یکون هذا الغنم حیوانا اواسود
۹	مانعۃ الخلو عنادیہ موجبہ کلیہ	دائما إما أن یکون زیدفی البحرأولایغرق	مانعۃ الخلو سالبہ جزئیہ	قدلایکون اماان یکون زیدفی البحراولایغرق
۱۰	مانعۃ الخلو عنادیہ سالبہ کلیہ	لیس ألبتة إماأن یکون هذا الشیءإنساناأوفرساً	مانعۃ الخلو عنادیہ موجبہ جزئیہ	قدیکون اماان یکون هذا الشیءانسانا اوفرساً
۱۱	حقیقیہ اتفاقیہ موجبہ کلیہ	دائما إما أن یکون زیدعالما أوأسود	حقیقیہ اتفاقیہ سالبہ جزئیہ	قدلایکون اما ان یکون زیدعالمااواسود
۱۲	حقیقیہ اتفاقیہ سالبہ کلیہ	لیس ألبتة إما أن یکون زیدعالماأومهندسا	حقیقیہ اتفاقیہ موجبہ جزئیہ	قدیکون اما ان یکون زیدعالمااومهندساً
۱۳	مانعۃ الجمع اتفاقیہ موجبہ کلیہ	دائما إماأن یکون زیدقاریاً أومفتیاً	حقیقیہ اتفاقیہ سالبہ جزئیہ	قدلایکون اماان یکون زیدقارياً اومفتیاً
۱۴	مانعۃ الجمع اتفاقیہ سالبہ جزئیہ	لیس ألبتة إماأن یکون خالدکاتباأوأسود	مانعۃ الجمع اتفاقیہ موجبہ جزئیہ	قدیکون اماان یکون خالدکاتبا او اسود
۱۵	مانعۃ الخلو اتفاقیہ موجبہ کلیہ	دائماأن یکون هذا الشیءإنسانا أوکاتبا	مانعۃ الخلو اتفاقیہ سالبہ جزئیہ	قدلایکون اما ان یکون هذا الشیءانسانا اوکاتبا
۱۶	مانعۃ الخلو اتفاقیہ سالبہ کلیہ	لیس ألبتة إما أن یکون هذا الشیءثوباً أوأبیض	مانعۃ الخلو اتفاقیہ موجبہ جزئیہ	قدیکون إما أن یکون هذا الشیءثوبا أو أبیض

موجہاتِ مرکبہ موجبہ کے عکوس مستویہ

رقم	اصل قضیہ	عکس	مثال اصل قضیہ	تشکیل جزء ثانی	مثالِ عکس
۱	مشروطہ خاصہ کلیہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ جزئیہ	كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا لادائما	لاشيءمن الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل	بعض متحرك الاصابع كاتب بالفعل حين هومتحرك الاصابع لادائما، أى بعض متحرك الاصابع ليس بكاتب بالفعل
	مشروطہ خاصہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ جزئیہ	بعض الكاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتبالادائما	بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالفعل	ايضاً
۲	مشروطہ خاصہ کلیہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ جزئیہ	كل متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبالادائما	لاشيء من الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل	ايضاً
	عرفیہ خاصہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ جزئیہ	بعض الكاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبالادائما	بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالفعل	ايضاً
۳	وقتیہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	كل قمرمنخسف بالضرورة وقت الحيلولة لادائما	لاشيء من القمر بمنخسف بالفعل	بعض المنخسف قمربالفعل
	وقتیہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجزئیہ	بعض القمرمنخسف بالضرورة وقت الحيلولة لادائما	بعض القمرليس بمنخسف بالفعل	بعض المنخسف قمربالفعل
۴	منتشرہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	كل انسان متنفس بالضرورة وقتامالادائما	لاشيءمن الانسان بمتفس بالفعل	بعض الانسان متنفس بالفعل
	منتشرہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتامالادائما	بعض الانسان ليس بمتنفس بالفعل	بعض المتنفس انسان بالفعل
۵	وجودیہ لادائمہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	كل انسان ضاحك بالفعل لادائما	لاشيءمن الانسان بضاحك بالفعل	بعض الضاحك انسان بالفعل
	وجودیہ لادائمہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحك بالفعل لادائما	بعض الانسان ليس بضاحك بالفعل	بعض الضاحك انسان بالفعل
۶	وجودیہ لاضروریہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	كل انسان ضاحك بالفعل لادائما	لاشيءمن الانسان بضاحك بالامكان العام	بعض الضاحك انسان بالفعل
	وجودیہ لاضروریہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحك بالفعل لابالضرورة	بعض الانسان ليس بضاحك بالامكان العام	بعض الضاحك انسان بالفعل
۷	ممکنہ خاصہ کلیہ	×	×	×	×
	ممکنہ خاصہ جزئیہ	×	×	×	×

عکس مستوی موجہات سوالب کلیہ

رقم	اصل قضیہ	مثال اصل قضیہ	عکس قضیہ	مثال عکس قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بالضرورۃ لاشیءمن الانسان بحجر	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	دائمالاشیءمن الحجربانسان
۲	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	دائمالاشیء من الانسان بحجر	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	لاشیءمن الحجربانسان بالدوام
۳	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ	بالضرورۃ لاشیءمن الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	دائمالاشیءمن ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکن الاصابع
۴	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	بالدوام لاشیءمن الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	دائمالاشیءمن ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکن الاصابع
۵	مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ	بالضرورۃ لاشیءمن الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبالادائما	عرفیہ عامہ لادائمہ فی البعض	دائمالاشیءمن ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکناوبعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل
۶	عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ	بالدوام لاشیءمن الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبالادائما	ایضاً	ایضاً

عکس مستوی موجہات موجبہ کلیہ و جزئیہ

رقم	اصل قضیہ	مثالیں	عکس	مثالیں
۱	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھوحیوان
۲	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان بالضرورۃ	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھوحیوان
۳	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	کل انسان حیوان بالدوام	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھوحیوان
۴	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان بالدوام	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھوحیوان
۵	مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ مادام انسانا	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھوحیوان
۶	مشروطہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان بالضرورۃ مادام انسانا	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھوحیوان
۷	عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع
۸	عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھومتحرک الاصابع
۹	مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبالادائما	حینیہ مطلقہ لادائمہ موجبہ جزئیہ	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھومتحرک الاصابع لادائما
۱۰	مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبالادائما	حینیہ مطلقہ لادائمہ موجبہ جزئیہ	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھومتحرک الاصابع لادائما

۱۱	عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ	كل كاتب متحرك الاصابع دائما مادام كاتبا لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض متحرك الاصابع كاتب بالفعل حين هو متحرك الاصابع لادائما
۱۲	عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الكاتب متحرك الاصابع دائما مادام كاتبا لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض متحرك الاصابع كاتب بالفعل حين هو متحرك الاصابع لادائما
۱۳	وقتیہ موجبہ کلیہ	كل قمر منخسف بالضرورة وقت الحيلولة لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض المنخسف قمر بالفعل
۱۴	وقتیہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالضرورة وقت الحيلولة لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض المنخسف قمر بالفعل
۱۵	منتشرہ موجبہ کلیہ	كل انسان متنفس بالضرورة وقتاما لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض المتنفس انسان بالفعل
۱۶	منتشرہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتا لا دائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض المتنفس انسان بالفعل
۱۷	وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ	كل انسان ضاحك بالفعل لا بالضرورة	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الضاحك انسان بالفعل
۱۸	وجودیہ لاضروریہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحك بالفعل لابالضرورة	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض المتنفس انسان بالفعل
۱۹	وجودیہ لادائمہ موجبہ کلیہ	كل انسان ضاحك بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الضاحك انسان بالفعل
۲۰	وجودیہ لادائمہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحك بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الضاحك انسان بالفعل
۲۱	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	كل انسان ضاحك بالفعل	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الضاحك انسان بالفعل
۲۲	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحك بالفعل	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الضاحك انسان بالفعل

خلاصہ عکوس مستویہ موجبات وسوالب

رقم	قضایا	جن کا عکس مستوی آتا ہے	عکس	جن کا عکس مستوی نہیں آتا
۱	بسائط موجبات	۱۔ضروریہ مطلقہ،۲۔دائمہ مطلقہ،۳۔مشروطہ عامہ،۴۔عرفیہ عامہ،۵۔مطلقہ عامہ	حینیہ مطلقہ	۱۔ممکنہ عامہ،۲۔وقتیہ مطلقہ ۳۔منتشرہ مطلقہ
۲	مرکبات موجبات	۱۔مشروطہ خاصہ،۲۔عرفیہ خاصہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	ممکنہ خاصہ
۳	ایضاً	۱۔وقتیہ،۲۔منتشرہ،۳۔وجودیہ لادائمہ،۴۔وجودیہ لاضروریہ	مطلقہ عامہ	×
۳	بسائط سوالب	۱۔ضروریہ مطلقہ،۲۔دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	۱۔ممکنہ عامہ،۲۔وقتیہ مطلقہ،۳۔منتشرہ مطلقہ،۴۔مطلقہ عامہ
	ایضاً	۱۔مشروطہ عامہ،۲۔عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	×
۴	مرکبات سوالب	۱۔مشروطہ خاصہ،۲۔عرفیہ خاصہ	عرفیہ لادائمہ فی البعض	۱۔وقتیہ،۲۔منتشرہ،۳۔وجودیہ لادائمہ،۴۔وجودیہ لاضروریہ،۵۔ممکنہ خاصہ

جدول قضایا مختلطات شکل اول

صغریات/کبریات	مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
ضروریہ مطلقہ	ضروریہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	ضروریہ لادائمہ	دائمہ لادائمہ
مشروطہ عامہ	مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
مشروطہ خاصہ	مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
عرفیہ خاصہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
وجودیہ لادائمہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
وجودیہ لاضروریہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
وقتیہ	وقتیہ مطلقہ	مطلقہ وقتیہ	وقتیہ مطلقہ	مطلقہ وقتیہ
منتشرہ	منتشرہ مطلقہ	منتشرہ مطلقہ	منتشرہ مطلقہ لادائمہ	مطلقہ منتشرہ لادائمہ

جدول قضایا مختلطات شکل ثانی

صغریات/کبریات	مشروطہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ خاصہ
مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ
مشروطہ خاصہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ
عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عریہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ
عرفیہ خاصہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ
مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
وجودیہ لادائمہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
وجودیہ لاضروریہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
وقتیہ	وقتیہ مطلقہ	وقتیہ مطلقہ	وقتیہ مطلقہ	وقتیہ مطلقہ
منتشرہ	منتشرہ مطلقہ	منتشرہ مطلقہ	منتشرہ مطلقہ	منتشرہ مطلقہ
ممکنہ عامہ	ممکنہ عامہ	ممکنہ عامہ	عقیمہ	عقیمہ
ممکنہ خاصہ	ممکنہ عامہ	ممکنہ عامہ	عقیمہ	عقیمہ

جدول قضایا مختلطات شکل ثالث

صغریات/ کبریات	مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
ضروریہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
دائمہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
مشروطہ عامہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
عرفیہ عامہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
شروطہ خاصہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
عرفیہ خاصہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
وجودیہ لادائمہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
وجودیہ لاضروریہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
وقتیہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
منتشرہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ

جدول قضایا المختلطات فی الشکل الرابع

جدول نتائج الضربین الاولین: الاول: من موجبتین کلیتین۔ والثانی: من موجبتین والکبری جزئیۃ

صغریات کبری	ضروریہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ	مطلقہ عامہ	وجودیہ لاضروریہ	وجودیہ لادائمہ	وقتیہ	منتشرہ
ضروریہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ
دائمہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ
مشروطہ عامہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
عرفیہ عامہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
مشروطہ خاصہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
عرفیہ خاصہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
وجودیہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ

لادائمہ												
وجودیہ لاضروریہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
وقتیہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
منتشرہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ

جدول نتائج الضرب الثالث: وہو من کلیتین والصغری سالبۃ

کبریات/صغریات	ضروریہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
ضروریہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ
دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ
مشروطہ عامہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ لادائمہ فی البعض	عرفیہ لادائمہ فی البعض
عرفیہ عامہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ لادائمہ فی البعض	عرفیہ لادائمہ فی البعض
مشروطہ خاصہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ لادائمہ فی البعض	عرفیہ لادائمہ فی البعض
عرفیہ خاصہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ	عرفیہ لادائمہ فی البعض	عرفیہ لادائمہ فی البعض
مطلقہ عامہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ
وجودیہ لادائمہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ
وجودیہ لاضروریہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ
وقتیہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ
منتشرہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ	عقیمہ

جدول نتائج الضرب الرابع وہو من کلیتین والصغری موجبۃ۔

والخامس: وہو من موجبۃ جزئیۃ صغری وسالبۃ کلیۃ کبری

صغریات/ کبریات	ضروریہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
ضروریہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ
دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ
مشروطہ عامہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ
عرفیہ عامہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ
مشروطہ خاصہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ
عرفیہ خاصہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ	حینیہ مطلقہ
مطلقہ عامہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
وجودیہ لادائمہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
وجودیہ لاضروریہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ
وقتیہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ

منتشرہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ

جدول نتائج الضرب السادس

کبریات/صغریات	ضروریہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
مشروطہ خاصہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ
عرفیہ خاصہ	دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ

جدول نتائج الضرب السابع

کبریات/صغریات	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
ضروریہ مطلقہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
دائمہ مطلقہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
مشروطہ عامہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
مشروطہ خاصہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
عرفیہ عامہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
عرفیہ خاصہ	حینیہ لادائمہ	حینیہ لادائمہ
مطلقہ عامہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
وجودیہ لاضروریہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
وقتیہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ
منتشرہ	وجودیہ لادائمہ	وجودیہ لادائمہ

جدول نتائج الضرب الثامن

کبریات/صغریات	ضروریہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	مشروطہ عامہ	عرفیہ عامہ	مشروطہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
مشروطہ خاصہ	ضروریہ لادائمہ	دائمہ لادائمہ	عرفیہ خاصہ	عرفیہ خاصہ	عرفیہ خاصہ	عرفیہ خاصہ
عرفیہ خاصہ	دائمہ لادائمہ	دائمہ لادائمہ	عرفیہ خاصہ	عرفیہ خاصہ	عرفیہ خاصہ	عرفیہ خاصہ

مؤلف کی دیگر تصانیف

عصمۃ الانبیاء للرازی/ تحقیق و تعلیق	مطبوع دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
الناہیۃ عن طعن معاویہ/ تحقیق و تعلیق	مطبوع دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
التمہید فی بیان التوحید للسالمی/ تحقیق و تعلیق	غیر مطبوع
قواعد المنطق	مطبوع
قواعد البلاغہ (علم المعانی)	مطبوع
قواعد البلاغہ (علم البیان و علم البدیع)	مطبوع
قواعد النحو	مطبوع
قواعد اصول الفقہ	مطبوع
قواعد المواریث	غیر مطبوع
قواعد البحث والمناظرہ	غیر مطبوع
قواعد العروض والقوافی	مطبوع
قواعد الفلسفہ	غیر مطبوع
صغری شیخ القرآنی/ حواشی و تعلیق	مطبوع
الارشادات المرضیۃ الی الموجہات المنطقیۃ	مطبوع
الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل/ ترجمہ و تعلیق	غیر مطبوع
اصول التخریج ودراسۃ الاسانید/ ترجمہ و تعلیق	غیر مطبوع
قواعد فی علوم الحدیث	غیر مطبوع
قواعد العقائد	غیر مطبوع
قانونچہ کامروی، تحقیق و تعلیق	مطبوع